

فَسَيُؤْخَذُ مِنْ أَهْلِ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٠٠﴾
لَقَدْ شَفَّاءُ الْعِيَّ السَّوَالِجِ ﴿١٠١﴾

آسَنُ الْفَتَاوَى

بِحذف ميكرات و تحريكجات فرائض مسائل غير مهمه

جلد ۱

(۱۸)

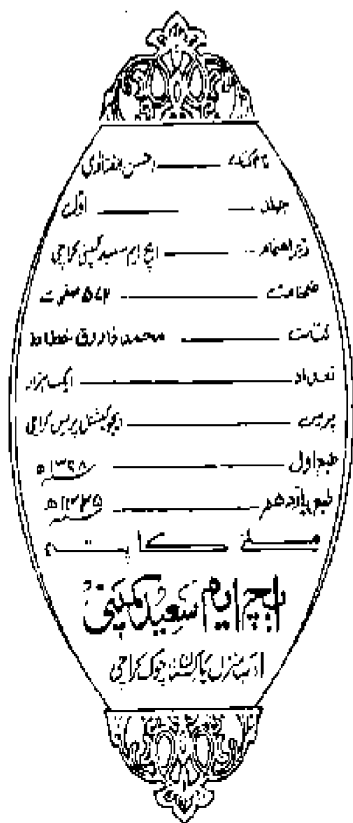
فقیہ العصر مفتی اعظم مفتی رشید احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ

(وحدت تقسیم کنندگان)

الحاج اہم سعید کھٹکی

ادب منزل پاکستان چوک، کراچی

کتاب مندرجہ ذیل سے مندرجہ ذیل



فہرست مضامین حسن الفتاویٰ جلد اول

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۰	سائب کی تحقیق	۴	تذکرۃ المؤلفین
۵۲	نجوی کو بائند دکانا	۲۹	تسمیہ (طبع جدید)
۵۶	خالد زاویہ سے پردہ کرنے کو برا کہتا کفر ہے	۳۳	لقدسہ (اشاعت اولیٰ)
۵۵	بی ایم سید، کفر میں جید	۳۴	کتاب الایمان والعقائد
*	فوز و بشریت	۶	یہ کہنا کہ پیغمبر نے کھڑے نماز سات کر دی ہے۔
۵۷	تکبیر سلم کفر ہے	۳۶	ادبیات اللہ کو تحقیر کر اور امام انبیاء کہنا
	دعا کا طریق	۹	قرآن کو ہمد و ثنا
۵۹	ایمان و کفر کا سیار	۳۷	آداب صوم کا کفر نہیں
۷۳	حقیقت شیعہ	*	دفعہ از بین علامۃ کفار و ملکہ کا حکم
۱۰۷	فتنہ اخبار حدیث	۳۸	حکم اور اہل علم کی ہانت کفر ہے
۱۵۵	ارحام العفید فی میراث العفید	۳۵	پردہ کو برا کہتا کفر ہے
۱۸۷	الرحم الشہداء علیٰ حقہ ذلک کہ یہ ذلہا غیبتہ	*	عجایب و سبائے کفر کو برا کہتا کفر ہے
۱۹۹	ازلہ الرب عن سرہ نہ ہم انبیاء	۴۰	مسئلہ استقلال اللہ پر محکم کر کر اس پر تہجد
۲۱۵	بھیت کی صورت میں بھیت	۴۱	چاند پر پہنچا شریعت کے خلاف نہیں
۲۸۳	مناہق الفتا علیٰ عمل الدربا	۴۲	ڈاڑھی کو برا کہتا کفر ہے
۲۹۷	مرد دوی صاحب اور تحریک اسلام	*	نمبر نبوت پر دلچسپ بحث
۳۳۱	نبیوں الغضیلہ بمناہق النوسیلہ	۴۶	تایا نبیوں کے سر سے تھوڑی تعلقات
۳۳۶	یاسب لذلہ البدعات	۴۷	حسینی علیہ السلام کی شہادت کا عقیدہ
*	دعا بعد نماز بشارت	*	ماہ صفر میں شادی کو ممنوع کہنا
	آذان میجر کے بعد مصلوۃ	۴۸	”بی سبب“ یعنی ہمارے ”مترک“ ہے
*	سخت رسول اللہ پکارنا	*	تحقیق کا آج و غیر آج

صفحہ	موضوعات	صفحہ	موضوعات
۳۳۷	اذان علی القبر	۳۳۷	اذان علی القبر
۳۳۸	جنائزہ کے ساتھ جہز کلمہ پڑھنا	۳۳۸	جنائزہ کے ساتھ جہز کلمہ پڑھنا
۳۳۹	دُعا میں جملہ درود و شریف ادا کرنا	۳۳۹	دُعا میں جملہ درود و شریف ادا کرنا
۳۴۰	بوجہ اللہ و ملائکہ اور کونکھڑی کھانا	۳۴۰	بوجہ اللہ و ملائکہ اور کونکھڑی کھانا
۳۴۱	سوانح شریف	۳۴۱	سوانح شریف
۳۴۲	تین دفعہ دعا پڑھنے کا فائدہ	۳۴۲	تین دفعہ دعا پڑھنے کا فائدہ
۳۴۳	نوافل کے بعد اجتماعی دعا	۳۴۳	نوافل کے بعد اجتماعی دعا
۳۴۴	تازہ دہن کے بعد طویل دعا	۳۴۴	تازہ دہن کے بعد طویل دعا
۳۴۵	میلادِ مروج کی تحقیق	۳۴۵	میلادِ مروج کی تحقیق
۳۴۶	استغفار مروج کا حکم	۳۴۶	استغفار مروج کا حکم
۳۴۷	سوالِ شریف	۳۴۷	سوالِ شریف
۳۴۸	کھانے کے بعد ہاتھ نہا کر اجتماعی دعا	۳۴۸	کھانے کے بعد ہاتھ نہا کر اجتماعی دعا
۳۴۹	سوالِ شریف	۳۴۹	سوالِ شریف
۳۵۰	چیلون کو گوشت پھینکنا	۳۵۰	چیلون کو گوشت پھینکنا
۳۵۱	بیابانی سے شفا کے لئے کراچی کا کرا	۳۵۱	بیابانی سے شفا کے لئے کراچی کا کرا
۳۵۲	کوئٹہ میں کی حقیقت	۳۵۲	کوئٹہ میں کی حقیقت
۳۵۳	اذان سے قبل درود شریف پڑھنا	۳۵۳	اذان سے قبل درود شریف پڑھنا
۳۵۴	اذان کے بعد بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام	۳۵۴	اذان کے بعد بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام
۳۵۵	روزہ کشائی کی رسم	۳۵۵	روزہ کشائی کی رسم
۳۵۶	کیڑہ مچھڑی	۳۵۶	کیڑہ مچھڑی
۳۵۷	رمضان کے آخری جمعہ میں	۳۵۷	رمضان کے آخری جمعہ میں
۳۵۸	وادیِ قطیف پر شہنشاہ	۳۵۸	وادیِ قطیف پر شہنشاہ
۳۵۹	سبابتِ راتوں میں مساجد میں اجتماع	۳۵۹	سبابتِ راتوں میں مساجد میں اجتماع
۳۶۰	دعا کے اختتام پر کلمہ پڑھنا	۳۶۰	دعا کے اختتام پر کلمہ پڑھنا
۳۶۱	قبر پر پری شاخ یا پھوسا رکھنا	۳۶۱	قبر پر پری شاخ یا پھوسا رکھنا
۳۶۲	ایصالِ ثواب پر حرج لینا	۳۶۲	ایصالِ ثواب پر حرج لینا

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۹۶	یہودی اور مالکین کی اجازت کے بغیر طلبہ کے لئے سفر کرنا	۳۸۵	شدید بارش یا دبا کے وقت اذان دینا
۳۹۹	جنون یہودی کو حج پر طلبہ کے لئے سفر کرنا	۳۸۶	قبروں پر چادر بچھنا
۴۰۰	مقدمین و متخرجن میں عذرِ نا صلی	۳۸۷	تراجع میں نئے وقت پر عثمانی کا التزام
۴۰۱	مردوں کو شرمندہ مکہ کی غرض سے ظہر کی گھنٹا	۳۸۸	اذان کے جواب میں پھر توحید
۴۰۲	تعلیمِ حج و عمرہ کی تعلیم کے لئے بچھنا	۳۸۹	کے بعد محمد رسول ہے کہنا
۴۰۳	طہرانہ کے لئے طلبہ دین جان توڑیں	۳۹۰	بننا وہ یہودیوں کی چادر ڈالنا
۴۰۴	وصال علیہ	۳۹۱	اذان میں انگوٹھی نہ کرنا بھون پر لگانا
۴۰۵	اللبک الغریہ لبک التعلیہ	۳۹۲	کفن سے کپڑا بچا کر کام کا مصفیٰ بننا
۴۰۶	المدایات الغیۃ المستریۃ	۳۹۳	اجتماعی طور پر درود شریف پڑھنا
۴۰۷	المدایات من العلوم الجہدیۃ	۳۹۴	تقریر کے لئے جمع ہو کر بیٹھنا
۴۰۸	الکلام البدیعی احکام و استوریج	۳۹۵	روزانہ اکٹھے ہو کر قبرستان جانا
۴۰۹	صیغۃ العلماء من الذل عندنا اختیار	۳۹۶	حالتِ خطبہ میں درود شریف پڑھنا
۴۱۰	القول البتین فی شرح	۳۹۷	لوگوں کے کھڑے نہ اٹھنا لاکھ لاکھ اٹھنا
۴۱۱	الطوبیاء العلم ولو بالضمین	۳۹۸	گیارہ صوبوں کا کھانا
۴۱۲	کشف الغطا عن حقیقۃ اختلاف العلماء	۳۹۹	سیلاب میں قیام کرنا
۴۱۳	تمییز الغضن فی بیان الفضائل من المرسلین	۴۰۰	عید مبارک گنا
۴۱۴	کتاب التفسیر الحدیث	۴۰۱	سوالی مثل بلا
۴۱۵	کھڑے ہو کر کھانے سے عافیت کی حدیث	۴۰۲	بوقتِ وراغ فدا لفظ کھانا
۴۱۶	سوالی مثل بلا	۴۰۳	عید شبِ بارات
۴۱۷	حدیث تاریخ عنہم حدیث ایک ایک جواز	۴۰۴	سیاسی نشہ میں اذانیں دینا
۴۱۸	تحقیق حدیث لولولک لئلا تظلمت الا لولولک	۴۰۵	رسالہ
۴۱۹	سورۃ فاتحہ و کلامِ پارہ داخلہ است	۴۰۶	مکراتِ محرم
۴۲۰	حدیث بیک کی تحقیق	۴۰۷	کتاب العلم و العلماء
۴۲۱		۴۰۸	کسی عالم یا زکات کے رحم جو سنا

صفحہ	عنوان	صفحہ
	درمہلک	۳۸۸
۵۲۱	فتح الوسوس من تعدد القرائن	۲۹۰
۵۲۹	نہال الخیر فی الازھر	۲۹۳
۵۳۸	مدار التفسیر فی التفسیر	۲۹۴
۵۳۲	کتاب السنوک	۲۹۶
	فتح تداریس ما بین جہات مختلفہ	۳۸۵
"	در بارہ احسن از غیر صالح	"
۵۴۵	بیت مقصود فی اصلاح مقصود	۵۰۲
"	حقیقت تعقوت	۵۰۳
	حضرت علی سے حضرت حسن بصری کی ملاقات اور	۵۰۴
۵۴۷	حضرت علی سے سلاسل کی ابتداء کی حکمت	۵۰۵
۵۴۸	شیخ کامل کی پیمان	۵۰۶
۵۴۹	کرامت کی پیمان	"
"	شریعت، طہارت، حقیقت، معرفت	۵۱۰
۵۵۰	جہاد اکبر	۵۱۱
"	صاحب نسبت کی تعریف	۵۱۲
۵۵۱	تشریح حال و مقام	"
"	حضرت علی سے حسن بصری کا استفادہ	"
۵۵۲	مسئلہ وحدۃ الوجود	۵۱۳
۵۵۳	تشریح فنا و بقا	"
	رسالہ	۵۱۵
	استیناس الآجہ بشرح	"
۵۵۵	فضائل العالم علی (علیہ السلام)	۵۱۶
	تحقیق حدیث نویر اعلیٰ	"
	وجہ تسمیاء و درجہ درجہ	
	اکبر دہلوی کی تحقیق	
	تحقیق حدیث متعلق تفسیر بشیخہ زور	
	سبب موت کی تشریح	
	حضرت علی (علیہ السلام) کی تحقیق	
	سبحان من ازین الرجال بالحق کا حوالہ	
	مروزی صاحب میں مفسر کی تشریح	
	تحقیق حدیث لانکاج بین العیدین	
	طوالت نوح علیہ السلام عام تھا	
	سات زمینوں کی تحقیق	
	تحقیق حدیث کی کل ارض آدم کا کرم	
	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا	
	سب سے پہلے کیا چیز پیدا کی گئی؟	
	تشریح حدیث من ہذا الرجل	
	کتاب حدیث کی تاریخ کا بیان	
	تشریح حدیث من رانی شکم سکر الا	
	تشریح حدیث علیہ السلام علیہ السلام سے حقوق	
	امر بالمعروف کی طرح منی علی المنکر بھی فرمائی	
	عاشورا میں فوج علی (علیہ السلام) کی حدیث	
	دانش پیچیدگی سن لٹاں بعد الوتو کی مثال	
	حدیث الذی ارجفہ کا حوالہ	
	کھڑے ہو کر پیش کرنے سے متعلق حدیث	
	بہت جتنی ہم مشنہ بہرہ اشکال کا جواب	
	تحقیق حدیث نویر اعلیٰ	



خاتمان :

فخیم علم، عظیم حضرت مفتی رشید احمد صاحبِ اہلسنت برکاتہم کاملہ کا دین و مائتہ لہ حیات ہے جو مشرقی و پنجاب میں دانت ہے اور آج کل بھارت میں شہرِ اہل ہے۔ یہ حیاتِ علم و فضل کے اعتبار سے ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ جسے بڑے جہاں علم و ادب اور ذکر و کلام کر رہا ہے۔

حضرت داماد علامہ لدھیانہ کے مشہور فاضلان سے ہیں جو اپنے علم ذہانت، تقویٰ، احوال یافتہ، کشف و کرامات، شجاعت، حق گوئی و عیال، جسمانی قوت اور اعزیز سے جدا نہیں بنایاں کا ناموں کی وجہ سے غیر معمولی شہرت رکھتا ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محلی صاحب مدظلہم جو حضرت محمد انور قادری شہزادہ کعبہ کے پیروں سے منجھے ہوئے ہیں۔ اور بزم اشرف میں صاحب الزیادہ کے لقب سے معروف ہیں۔ سلسلہ زمینداری لدھیانہ سے ضلع فیصل آباد اور پھر وہاں سے ضلع ملتان تحصیل خانیوال تشریف لائے۔ وہاں ایک نو آباد کارڈن چک نمبر ۱۵۔ این میں رہائش اختیار کی اور اشرف الاولیاء کے نام پر اس گاؤں کا نام کوٹ اشرف رکھا۔

ولادت و مقام ولادت :

ہمیں مبارک مہمانی میں راس التین رشیدی تائی کی دعاؤں سے ہمارے شہید ہونے سے صرف سات سالہ عطا ہوا
۳۰ ستمبر ۱۹۷۷ء میں ہوئی۔ حضرت محمد علی قاسم سترہ سال کے نام پر آپ کا نام رکھا گیا۔ آپ کا نام بھی
نام **سید سعید** ہے۔ یہ نام آپ نے خود چند روزہ سال کی عمر میں تجویز فرمایا تھا۔ آپ کی سب سے
پہلی تصنیف ”تسلیۃ المیزان“ میں اس نام کا ذکر ہے۔

ظہوریت اور ابتدائی تعلیم:

بچپن میں والدین کو آپ سے طبعی معمولی محبت تھی، اور آپ پر انسانی شفقت سمجھاتے تھے۔
نئی شفقتوں نے آپ کو رشتہ بنائی "بڑا دیا۔"

والہ فخر نے تقریباً پانچ برس کی عمر میں مثنوی آن مجید اور اس کی تعلیم دینا شروع کی۔
 مثنوی ہجری سے مثنوی ہجری تک سرکار کی برائری اکول میں چوتھی جماعت تک تعلیم حاصل کی۔
 خدا داد ذہانت کی وجہ سے ہمیشہ اپنی جماعت میں ممتاز رہے۔
 فارسی کی ابتدائی تعلیم :

حضرت والا کے بڑے بھائی مولانا محمد نسیم صاحب مولانا محمد خلیل صاحب اور مولانا محمد جمیل صاحب
 پہلے سے ملتان کے قریب محمود شریف میں دینی علوم پڑھ رہے تھے، مثنوی ہجری میں والد صاحب نے
 آپ کو بھی تعلیم دینا شروع کیا۔ والد صاحب نے آپ کو اور مولانا محمد جمیل صاحب کو
 میان چٹوں ریلوے اسٹیشن سے ریل پر سوار کر کے ساتھ میں بیٹھے ہوئے ایک جنٹلمین کے کمرے میں
 بچوں کو احتیاط سے ملتان لائے۔

حضرت والا نے فرمایا کہ راستے میں ان جنٹلمین نے ہم سے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے
 کہا کہ علم دین پڑھنے جا رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا، ”ملازمین کو بیکار جوئے“ اور علم دین نہ پڑھنے
 کے لئے کافی لمبی چوڑی تقریر کی۔ راقم الحروف نے حضرت والا سے پوچھا، پھر ان کو کیا جواب دیا؟
 فرمایا، ”بیچے تو تھے ہی کیا جواب دیجئے، لیکن اس حالت میں بھی ان سے نفرت ہو رہی تھی، اور
 الحمد للہ ان کے کہنے سے دین سے متفرق نہ ہوئے۔“ یہ بھی اللہ کا کرم ہے ورنہ ہم کون ہیں؟

اس کے بعد حضرت والا نے فرمایا :

”اگر یہ جنٹلمین صاحب آج مجھے دیکھتے تو پتہ چلتا کہ کون بے کار ہے؟
 الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آرام و راحت کے سب سارا ان فراہم
 فرمائے ہیں اور نوابوں کی سی زندگی بسر کر رہا ہوں، عزت و منصب کا نظریہ
 اور سب سے بڑی بات یہ کہ سکون قلب کی دولت نصیب ہے جو کسی
 جنٹلمین کو خواب میں بھی میسر نہیں آسکتی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت
 فرمائیں، آمین“

پھر فرمایا :

”یہ تو مسافر خانہ ہے یہاں کی راحت کا اعتبار زندگی کا اعتبار اعتبار
 تو آخرت کا ہے۔ یعنی اس کا فیصلہ نہ وہ کر سکتے ہیں نہ میں کر سکتا ہوں،
 اس کا فیصلہ کل ہوگا، جب حکم الٰہی کہیں کی بارگاہ میں پیشی ہوگی اس

وزارت چلے گا کہ ہم کیا ہیں۔ اللہ تعالیٰ میں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق
عطا فرمائیں اور ہمیں آخرت کے لئے بالآخر بنائیں، آمین اے

گورنر شریف پنج کر آپ نے اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ قیام کیا اور اپنے بڑے بھائی
مولوی محمد علیل صاحب سے فارسی کی ابتدا کروائی ہیں پڑھیں۔

بشارت:

گورنر شریف میں تعلیم کے دوران علم دین کی خاطر پینچن ہی میں والدین سے ہوائی کے شہد
ترین مجاہد کی بدولت حضرت والا کو ایک رات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش میں زیارت
ہوئی اور آپ کو بھی کربان مبارک میں لگنت کا اثر ہے اسی وقت آپ کو خیال ہوا کہ لگنت تو
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نوبان مبارک میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اثر کیسا؟
جب خواب سے بیدار ہوئے تو آپ نے اپنے بڑے بھائیوں سے خواب کا تذکرہ کیا،
عزراہوں نے کسی بزرگ سے اس کی تعبیر دریافت نہ کی۔

تعبیر:

اب سے تقریباً تین سال قبل مسندِ بجزی میں آپ کو، چونکہ اپنا وہ بڑا خواب یاد آیا،
تو منہ سے ذکر کے فرمایا، انکی تعبیر یہ بھی آتی ہے کہ عجب نبوت حاصل ہوگا، زبان کا لگنت نکلے گی
کی طرف اشارہ ہے۔ **وَأَنَا مَوْلَىٰ مَوْلَاكَ تَوَلَّاهُ فَتَوَلَّاهُ** علاوہ ازیں اس میں نسبت موسیٰ کے
مقتول کی طرف بھی اشارہ ہے۔

نسبت موسیٰ کے معبر حضرت والا کی زندگی کے متعدد واقعات راقم کے غم میں ہیں
جن کی تفصیل حضرت والا کی مفصل سوانح عمری "انوار الرشید" میں لکھی گئی ہے،
یہ خواب اس لحاظ سے اور زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ اس وقت کا واقعہ یہ دیکھا بھی ابھی آپ نے
علم دین حاصل کرنا شروع کیا تھا ایسے وقت میں یہ بشارت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے،
عربی کی ابتدائی تعلیم:

شوال مسندِ بجزی میں چاروں بھائیوں نے بغرض تعلیم جہانگیر آباد تحصیل خانپور (جو دو ٹوٹا کے
نام سے مشہور ہے) مولانا سلطان محمود صاحب کی خدمت میں پہنچے، مولوی محمد حسین صاحب
ہے سفر کے موقع پر آپ کے ساتھ ایک بڑا دلچسپ واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل انوار الرشید میں بھی
جائز ہے۔

فاری کی تعلیم کر کے نب عربی طرز سے لکھتے تھے، حضرت مولانا کو بھی عربی میں ان کے ساتھ ہی شریک کر دیا گیا، فارسی کی تعلیم بھی ساتھ ساتھ ہوتی رہی۔

در سال قطعی کا دو مرامالی (۱۵۵۵ھ) آپ نے کلمہ طبع کو خزانہ روز بسرا جو نصف سال (۱۵۵۶ھ) جھنگ میں گزارا، ان تینوں سالوں کی کتابیں آپ نے اپنے بہنوئی حضرت مولانا محمود احمد صاحب پڑھائیں، ۱۵۵۷ھ میں آپ کے والد ماجد نے کلمہ طبع بسم اللہ خیر پور سندھ شریف لکھنے جس کی وجہ سے حاجی زادگان کی تعلیم کا سلسلہ بھی نہ بھٹکے علاقوں میں شروع ہوا۔ حضرت دادا اور آپ کے بھائی مولانا محمد جمیل صاحب اپنے استاد مولانا محمود احمد صاحب کے ساتھ جامعہ دارالاندلسی فیضی میں آگئے۔ یہاں آپ نے مولانا محمود احمد صاحب کے علاوہ مولانا محمد صاحب سے بھی چند کتابیں پڑھیں مولانا محمود صاحب علم و عرف دونوں کے لحاظ سے اکابر علماء میں سے تھے، بہت عزم و سیدہ تھے، جامعہ کے صدر مدرس تھے، تمام علوم میں بہت بلند مقام رکھتے تھے، بڑے قدیل اور متقی بزرگ تھے، آپ نے ایک تلبیس میں خود تصنیف فرمائی تھی۔

علم بلند، خلقت اور کمالات میں ہمارے حضرت کی مہارت کا دنیا کے چند گنے چنے ماہر ایاضی دان ہی اتنا کر سکتے ہیں، اس کی چند مثالیں آپ کی محض سوانح عمری، افکار الرشید، جلد اول میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

۵۵۸ھ یعنی ۱۵۵۸ھ ہجری میں آپ نے مولانا محمود احمد صاحب سے ہدایہ آئین، مختصر معانی اور معقول پڑھیں اور مولانا محمود احمد صاحب سے حاشیہ بعد انقبور، میر تقی میر، تلبیس اور تلبیس پڑھیں۔ ۱۵۵۹ھ میں آپ کے بھائی مولانا محمد خلیل صاحب ڈائریل سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو وہ اور مولانا محمود احمد صاحب دونوں پیر محمد زوجہ (درگاہ شریفی میں صدر مدرس ہو گئے، حضرت والہامی ان کے ساتھ تھے۔

اس سال آپ نے اپنے بہنوئی مولانا محمود احمد صاحب اور بھائی مولانا محمد خلیل صاحب سے علم العلوم، ملاحسن، میندی، مشرح عقائد نسفی، خیال، سبع معلقہ اور تفسیر بیضاوی پڑھیں، علاوہ انہی مطالعہ صاحب باطلہ، تحریک مناظرہ اور انشا عربی کی مشق کی۔

فتوے کے تکمیل:

ان کے تعلیمی سال ۱۵۵۹ھ میں آپ معقولات کی مشہور درس گاہ انجم الفیج گجرات بہ خباب تشریف لے گئے جہاں حضرت مولانا ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ فنون کی اونچی کتاب میں پڑھائے تھے، اس ایک سال میں آپ نے جتنی کتابیں پڑھیں ان میں آج کل کا غالب علم کم، اگرچہ ان سال میں پورا کر سکے گا، اس سال مندرجہ ذیل کتب پڑھیں:

ملاحظہ فرمائیے مع حاشیہ میرزا ابوالحسن علی دہلوی، رسالہ تطبیق مع حاشیہ میرزا ابوالحسن علی دہلوی، قاضی مبارک، حیدرآباد،
شرح مسامع مع حاشیہ میرزا ابوالحسن علی دہلوی، شرح شارات، حیدرآباد، شمس باغ،
الحدیث المیادۃ، تفسیر، شرح، جعفری، بہت باب، السبع الشداد، ربیع مجتبیٰ، ربیع مفضل،
اگر شاؤذ و میسوس، اگر شاؤذ و میسوس، تو فیح توحید، مسلم الثبوت، ان کے علاوہ حکوتہ و بیادہ
ہر ایسا آخرین، السبع العلاقات اور مقامات کا طلبہ کے ساتھ تکرار کیا۔ (مجموعہ ۳۰ مکتب)

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ اور تکمیل دورہ حدیث

دارالعلوم دیوبند کی تکمیل کے بعد آپ دورہ حدیث پڑھنے کے لئے مشہور عالم دینی (درستہ
دارالعلوم دیوبند) تشریف لے گئے۔

حضرت والا شوال ۱۳۳۸ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور شعبان ۱۳۳۸ھ میں
فارغ ہوئے اس سال مندرجہ ذیل کتب ذیل کے اساتذہ سے پڑھیں:

- ۱۔ مجمع بخاری { یہ وہ قول کتابیں حضرت مولانا مدنی سے پڑھیں۔ آخر سال میں حکومت
- ۲۔ سنن ترمذی { برطانیہ نے حضرت مدنی کو گرفتار کر کے مرد آباد جیل بھیج دیا تو یہ

دونوں کتابیں حضرت مولانا غلام احمد رازی علی صاحب نے ختم کرائیں۔

۳۔ مجمع مسلم : حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بیادہ

۴۔ سنن ابوداؤد { حضرت مولانا محمد اعجاز علی صاحب امرہوی

۵۔ مختار ترمذی {

۶۔ سنن نسائی : حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع

۷۔ سنن ابن ماجہ : حضرت مولانا مفتی یاض الدین صاحب

۸۔ طحاوی : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

۹۔ موطا امام مالک : حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کاندھلوی

۱۰۔ موطا امام محمد : حضرت مولانا غلام احمد صاحب

فرمایا میں حضرت تھاقویٰ قدس سرہ سے جو بیعت نہیں فرماتے تھے۔
شیخ الادب حضرت مولانا محمد اعجاز علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ : دارالعلوم دیوبند میں حضرت
شیخ الادب میں شان اہل علم نمایاں دیکھ کر آپ سے روزانہ پندرہ گے لئے صرف حاضری کی
اجازت ہوئی، حضرت نے اپنے خصوصی مطالعہ و تصنیف کے وقت میں اجازت مرحمت فرمائی،
یہ خصوصی عزائیت صرف حضرت والا پر ہی تھی، ایک بار بوقتِ صلح حضرت والا کا ہاتھ تھما کر
ایسی توجہ ڈالی جس کا اثر پورے سہرہ پر پڑی رو کی طرح محسوس ہوا،

حضرت مدنی قدس سرہ : حضرت شیخ الادب سے مستشار اور استفادہ کے بعد
حضرت مدنی قدس سرہ سے بیعت ہوئے، حضرت شیخ الادب سے فرمایا کہ حضرت مدنی کی
خدمت میں بظرفِ بیعت میں خود اپنے ساتھ لے جانے کا مگر اتفاقاً ایسا ہوا کہ حضرت والا
حضرت مدنی کی زیارت کے لئے دولت کدہ پر حاضر ہوئے تو حضرت مدنی نے آمد کا
مستفادہ فرمایا، حضرت نے بلا تکلف عرض کر دیا جس پر حضرت مدنی نے اور اہل سنت
فرمایا بیعت فرمائیے!

حضرت مفتی محمد حسن قدس سرہ : حضرت مدنی کے انتقال کے بعد حضرت مفتی محمد
سے تعلق رکھا، حضرت مفتی صاحب کی حضرت والا پر خاص نظر عنایت تھی، ایک بار
دارالعلوم کو اچھی میں حضرت مفتی صاحب کی ایک نشریعت آوری کی وجہ سے حضرت
والا کو حاضر خدمت ہونے میں قدامتے تاخیر ہو گئی، اس ٹھوڑے سے وقفہ میں حضرت
مفتی صاحب نے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب سے کئی بار حضرت والا کے بارے میں
دریافت فرمایا، بعد میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے حضرت والا سے یہ ماجرا بیان
فرمایا کہ بہت مسرت سے فرمایا کہ اکابر کی ایسی توجہ بہت بڑی سعادت ہے،

سندھان العارفین حضرت چھوہ پوری قدس سرہ : حضرت والا کو آخر میں حضرت چھوہ پوری
سے شرفِ بیعت و خلافت حاصل ہوا، بیعت سے قبل حضرت والا نے خواب میں دیکھا کہ آپ دارالعلوم دیوبند
میں دلائلِ منزل پر ہونے غامض میں مقیم ہیں، حضرت شیخ الادب بہت جلدی میں تشریف لائے اور فرمایا آپ کا
الام آیا ہے سندھالی کر بیٹے جلدی چلیے پھر فرمایا کہ بھاری مصلح میں اہم شخصوں کو اللہ کہتے
ہیں پھر آپ نے الماری سے ایک کتاب نکالی اور حضرت والا کو سامنے لے کر ایک بار میں چنے
گئے، اس خواب سے کچھ عرصہ بعد حضرت چھوہ پوری سے بیعت ہوئے تو آپ کی خدمت میں

یہ خواب پیش کیا آپ نے فرمایا: "اس کی تعبیر ہو گئی" یعنی بارگاہِ علم و سند و ہدایت پوری میں ماریا بی بی ہے! ایک بزرگ آپ حسب معمول شربِ جمعہ میں حضرت پھولپوری کے ہاں مقیم تھے، خواب میں حضرت نے فرمایا جلدی چلنے لگے، بزرگ سے ملا دوں! ہاں میرے لئے تو سرگ پر جا، جانبِ مغرب کو ایک بزرگ متعرف لے جا، کہے میں جن پر جلال کا غلبہ ہے ان سے ملا لے کے لے حضرت پھولپوری آگے اور حضرت والا پیچھے بھاگے جا رہے ہیں، 'غریب پیچھے تو اس بزرگ لے از خود پیچھے مر کر حضرت والا کو سینے سے لگا لیا' مگر حضرت پھولپوری کی خدمت میں خواب پیش کیا تو فرمایا کہ وہ بزرگ ہمارے مرشد چاک تھے یعنی حضرت تھانوی قدس سرہ،

اجازتِ بیعت: ایک مجلس میں حضرت پھولپوری نے اچانک اجازتِ بیعت عطا فرمائی، حضرت والا بہت پریشان ہوئے، ترجمانِ اذیت گراں بار اذیتِ جمال انکا اس پریشانی میں ایک دور دراز پر گئے تھے کہ مجلس میں ایک مختار ملے مولوی... صاحبِ بیعت با اذنِ حق ہیں آپ انکو خلافتِ دیدہ میں توفیقِ خدا کو بہت غلطاً جوہر میں کہ حضرت پھولپوری فرمایا دے ہو کہ بیٹھ گئے اور بیٹھے جو شے سے لڑا یا کیا یہ میرے گھر کی چیز ہے کہ جس کو چاہوں دیدوں، اگر ایسا ہوتا تو میں جسکے پیچھے اپنی اولاد کو دیتا یہ میاں کی دین ہے جس کے لئے ہوئی ہے اُسی کو دی جاتی ہے" یہ نصیحت کی کہ حضرت والا کی پریشانی بھاتی رہی اور سمجھے کہ سلفِ عالم کا منہ جو میرے سند، آفتابش بر جہد شمسے زند

اس وقت سے اس دعا کا معمول جاری ہے: اللہ اعجز و عذو من اکوہ علیہ لئولٰی عہدہ علیہ السلام

زندگی کا دو سترادور تدریس، افتاء، ارشاد

حضرت والا اور آپ کے والد بزرگوار کو اس کاشتِ شہت سے احساس تھا کہ علم و دین کی تدریس اور نشر و اشاعت پر آپ کی زندگی وقف ہو جائے حضرت والا کی تدریس کا سلسلہ مسئلہ جہری میں اپنے اعلیٰ ہمینڈر ضلع حیدر آباد بسسندھ سے شروع ہوا۔ بحیثیت مدرس درجہ دیا آپ کا تقرر ہوا، مسئلہ جہری میں آپ کو صدر مدرس بنادیا گیا اور اسی سال سے جہادی شریف اور دیگر کتب حدیث کی تدریس بھی شروع کی۔

افتاء کا کام ویسے تو مسئلہ دینی سے شروع ہو چکا تھا لیکن مسئلہ سے والا نے ان کی مکمل فہم آری آپ کے کاغذ میں پڑھائی گئی، مسئلہ سے مسئلہ مرتب آپ بیک وقت شیخ الحدیث، صدر مدرس اور صاحبِ مسئلہ

دارالہدیٰ ٹھیکر طبعی :

سنگھائی میں حضرت ابو بحیثیت شیخ الحدیث دسمہ مفتی محمد صاحب داماد دارالہدیٰ ٹھیکر طبعی تشریف لے گئے، صحیح بخاری و دیگر علوم دینی کے تقریباً آٹھ اسباق پڑھانے کا معمول تھا، اس کے ساتھ ساتھ دارالافتاء کی مکمل ذمہ داریاں بھی سنبھالتے تھے۔

دارالعلوم کراچی :

ذیل مشنہ بخاری میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم کی فرمائش پر آپ بحیثیت شیخ الحدیث دارالعلوم تشریف لائے اور شہیدان مسلحہ بخاری تک دارالعلوم میں رہے۔ مسلحہ بخاری سے مسلحہ بخاری تک ہر سال آپ نے صبیح بخاری پڑھائی، اس مسابجہ آپ نے بہت مرتبہ درس بخاری دیا۔ شروحات میں دارالعلوم کی نظامت تعلیم کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد ہوئی مگر کچھ عرصہ بعد آپ نے اسے علمی خدمات میں غلج کر رکھ کر دیا۔ فتویٰ نویسی :

ویسے تو مسلحہ بخاری سے حضرت والا کو فتاویٰ نویسی کے مواقع پیش آتے رہے۔ لیکن مسلحہ بخاری سے دارالافتاء کی مکمل ذمہ داریاں حضرت والا کے سپرد ہوئیں مگر مسئلہ ایک جو فتاویٰ صادر ہوئے ان کے صحیح و ضحاک کا کوئی انتظام نہ ہو سکا، سو انہوں نے چند گنتی کے فتاویٰ کے کہ ان کی نقل محفوظ رکھی گئی، اس قلیل مدت میں آپ کی شان تحقیق اور تبحر کو اس قدر شہرت حاصل ہو گئی کہ میرزا جلال کے علماء بھی شخصی مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرنے لگے، ہر قسم کے فتاویٰ کے لئے راجع خواص و عوام بن گئے، علماء میں پیچیدہ مسائل فیصلے کے لئے ہیں آنے لگے آپ نے اس منصب پر فائز ہو کر وہ کثرت و جانفشانی کی کہ فتویٰ نویسی کو بجا طور پر آپ پر فرمایا۔ مشنہ سے سب سے پہلے آپ نے اپنے تحریر کئے ہوئے اہم مسائل کی نقلیں محفوظ کیں اگرچہ کثرت مشاغل کی وجہ سے اکثر مسائل نقل نہ ہو سکے، اس پر غصہ ملا، مگر میں نے کئی مرتبہ بیکس ملٹاری تحریر فرمائے، جن میں سے صرف چار سو اٹھادو فتاویٰ نقل ہو سکے جو ان فتاویٰ کے نام سے مشائع ہو کر عوام و خواص میں اس قدر مقبول ہوئے کہ عین راجہ جیوں۔

اس کے بعد دارالعلوم کراچی میں اگرچہ دارالافتاء کی مستقل ذمہ داری سب پر نہ تھی، تاہم زیادہ اہم اور پیچیدہ مسائل کی تکرر آپ ہی کے سپرد کی جاتی تھی، فقہاء مدنی تو بہت ہوتے ہیں، لیکن فقہاء اہل سنت بہت کم ہوتے ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ تعالیٰ انفس بنایا

اور ہمارے حضرت دامت جیاتم کو "ریشی ٹائیٹ" — اشتر تعالیٰ نے علم و فہم کو حضرت والا کے دماغ میں اس طرح سمور یا کر سنا کہ فقہیہ حضرت کا اور دینا بھونانہ بن گئے۔
 دارالعلوم میں سلسلہ ۱۳۷۵ سے آپ کے زیر تربیت شخصوں کی الفہم کا شعبہ شروع کیا گیا اور دو سال بعد حضرت والا نے دارالعلوم چھوڑ کر "دارالافتاء دارالانشاد" کی بنیاد رکھی تو دارالعلوم میں یہ سلسلہ کچھ عرصہ بند رہا، اس کے بعد پھر جاری کر دیا گیا۔
 دارالافتاء دارالانشاد کی بنیاد :

اپنے شیخ حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی چھوہیوں کی قدس سرہ کی خواہش اور فیاض اشارہ پر حضرت اقدس دامت برکاتہم نے رمضان ۱۳۷۵ھ میں اعلیٰ استعداد رکھنے والے فاضل تحصیل علماء کی مجموعہ انشاء کئے گئے "دارالافتاء دارالانشاد" کی بنیاد ڈالی اور اپ سلسلہ ۱۳۷۵ء میں یہ خدمت جاری ہے، اللہ تعالیٰ ان خدمات کو قبول فرمائیں اور آپ کے سایہ کو مسلمانوں پر قائم رکھیں کہ مین دارالعلوم عربیہ سے فاضل تحصیل علماء کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور تحریکات کی طرح کے ساتھ فیض باطن، تعمیری، استفادہ، اللہ تعلق، اللہ کی دولت بھی لیکر جاتے ہیں۔
 مجاہدین و مہدایت :

حضرت اقدس دامت برکاتہم یوں تو ہر آنے والے کے کالہ میں کچھ نہ کچھ دین کی بات پہنچا کر چھوڑتے ہیں، آپ کی نشست و برخاست کا ہر آن ایک مشغلہ معنی ہے بلکہ آپ کی زندگی پوری کی پوری شریعت مندرجہ کی ایک مبینہ جاگتی عملی تصویر ہے لیکن جمعہ اور افراد کی تمام آپ تلقین ہدایت کے لئے وقت فارغ کر دیتے ہیں جس میں اطراف و جواب سے کثیر تعداد میں مرد اور خواتین حاضر ہو کر نصیاب ہوتے ہیں، بالخصوص نوجوان طبقہ کے لئے یہ مجالیں کسیر عملی تاثیر ہیں چند روزہ میں میں ان کے دلوں کی کایا پاٹ جاتی ہے اور ایسا حیرت انگیز انقلاب آتا ہے کہ زندگی کے طور و طریق ہی بدل جاتے ہیں۔

آپ کے بعض خدام نے سلسلہ ۱۳۷۵ھ سے ان مجالیں میں سے جمعہ کے بیانات کو بالائے سر اور انفرادیہ خواتین کے بیانات کو بھی قلمبند کر لیا ہے، جو مفاد میں انکی طباعت کا انتظام کیا جا رہا ہے
 خصوصیات :

اس تحریر میں سب مضامین مختصر لکھے گئے ہیں، جو ایک صاحب ذوق قاری کے لئے یقیناً ناکافی ہیں، ان کی رعایت کرتے ہوئے حضرت والا کی متصل سوانح عمری بنام الزوار الرشیدہ زیر تہ تیغ

یہاں دوسرے عنوانوں کے ساتھ اس عنوان کا بھی صہرت اشاریہ لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں تفصیل کے لئے "انوار الرشیدین" ملاحظہ ہو۔ آپ کی بعض خصوصیات یہ ہیں :

(۱) صفائح معالامتہ :

یہ حضرت عظیم الاست تھانوی قدس سرہ کی استیاری شای ہے، حضرت والا بھی صفحائی معاملات کا مستند و اہتمام فرماتے ہیں کہ کیسا ہی اہم کام ہو مگر صفحائی معاملات کو جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے اسے مقدم رکھتے ہیں، اس پر حضرت والا کے کئی عجیب و انفعالات ہیں۔

(۲) تقویٰ اور تصنیف فی الذریعہ :

بوجود خلقی نرمی اور طبی غلبہ قدرت کے کسی موقع پر بھی تقویٰ اور تصنیف فی الذریعہ کا دامن ہاتھ سے نہیں بھڑکتا، اس پر بھی کئی سیاق و سباقات ہیں۔

(۳) استغفار :

استغفار کا یہ عالم ہے کہ حکومت لاہور کے بڑے مالدار کو درپیش ہو گیا آپ کے دروازے پر ناک درختے ہیں، آپ کے استغفار کا فاصلہ یہ ہے ۔

نہ لایچ دے سیکر ہرگز تجھے سکوں کی جھنکاریں

تو سے دست فوج میں ہیں استغفار کی تلوائیں

(۴) مواقع شہرت سے اجتناب ہے :

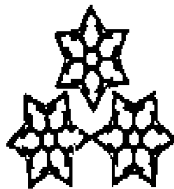
(۵) مشایخ و علما کی تعظیم و احترام اور اختلافات سے آزاد سادہ اور سلیکھ زندگانی :

ان عنوانات کی تفصیل اور رجعت و اشتغال کے صہرت، دیگر واقعات "انوار الرشیدین"

میں ملاحظہ ہوں۔

آپ میں یہ خصوصیات تھیں مشایخ ہیں کہ معاند سے معاند مخالف بھی ان کے اعتراف

پر مجبور ہے۔



قصائد

- الاعتناء بمحو خطیئہ ثلوث
- الاحتمال للرجال
- بقاء محمد و خدیجہ و سیدہ زکریا
- نام الکلام فی تبلیغ صوت اللہ
- حسن الفتاویٰ جلد ۱
- انصرت الامم علی حجتہ الامام
- امن و اعتناء فی الذبح بامانہ الکفر بدار
- احکام زکوٰۃ ، صدقۃ الفطر و قربانی
- احکام الکلام فی احکام الخراج علی الامام
- احکام سفور
- انصافاً بدارت الفضل سعادتہ (یعنی بہترین)
- بسط الباع تحقیق الصالح
- اداء القرض من الخوام
- بشارۃ تفتی لاکون المرء
- لزوم شادی فی خراج اعتقاد
- بعض ضروری احکام بیعت
- ارشاد الامام محمد باقر علیہ السلام
- بدو سود و بکارتی
- روشاد الی الانصاف الی شرط علی القرار
- بھشتی صورت میں بھشتی (وینا انجمن)
- رشک بیل الی نود الشرط و حق تفسیر بھشتی
- بدو بیتہ نقد
- رشاد و اعجاب الی خروجی از عذبات و توجیب المساجد
- تبلیغی مہانت اھل انجمن کی کلمہ کا جواب
- رشاد و اعجاب الی صحیح انجادی
- تحریر الفتاویٰ لمناذرة الیقینات
- نظام الغنیہ فی سیرت الخفید
- فتح القریہ فی ترکیب کلمۃ التوحید (غیر مطبوع)
- ازلا سوادہام علی فرقہ فی الاسنام
- تحریر العالی فی التعزیر بالمال
- ازالہ الریب من مسائلہ علم الغیب
- تحقیق شبہ برات ○ تحقیق شبہ مولانا
- استیساں آداب بشرح نفس العالم علی العبد
- تسہیل المیزان ○ تعدد نادر و ج
- اسلام کا مادہ لاد نظام معیشت
- انصر فی جوہر التعبد و تعذیب
- اعلان و افکار فی منش بعد الزمان
- تقسیم وراثت کی اہمیت
- الافاضات من نیالہ فی اسفار
- حکم شہید پر شہادت کے جویات

عداسی فہرست میں سے بہترین رسائل خصوصاً الفقہ الہدیٰ کی اس جدیدہ تجویب میں شامل کر دیجئے گئے ہیں۔

- | | |
|--|--|
| ○ تزیین المغنطین فی بیان الشفاصل بین المرسلین | ○ اذیت بلان میرد پوئی نجر |
| ○ تفسیر القرطبی تفسیر من الغیر | ○ زیادة الکلمات فی حکم الدعاء بعد السنوات |
| ○ توفیق الاحیاء علی حرمة ترشیع الانسان | ○ زیادة البدل لاجل الاعلی |
| ○ فی دی کی حرمت | ○ زیارة قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم |
| ○ ہندی طبع | ○ السبک الغریب مسلک التقلید |
| ○ جبر کی نکاح | ○ المراجہ الاحکام معشر والخروج |
| ○ الجہر الغریب فی حکم الذبح فوج العدة | ○ سنان اقتضا علی علی الربا |
| ○ جہت کی حرمت | ○ سیاست اسلام |
| ○ حج کے ضروری سرائیں | ○ شرح مصدق فی الفرق بین صلاتی الفجر والعصر |
| ○ حرمت القصاص پر سیدہ ابرہہ ص | ○ صبیح صادق |
| ○ حرم قنات | ○ صیانت العلماء رحمہم الذل عند الاغنیاء |
| ○ الخطاں الموصول بشرط الاداء للجل | ○ ضعیف حدیث پر عمل کر تیسرے مقاصد |
| ○ حفظ حیا و تحريم سنة النساء | ○ ضمیمہ مفید للوارثین |
| ○ حقیقت شیعہ | ○ طریق السداد لکل الخصاب بالسواد |
| ○ حکمہ الازدواج بالربع اذواج | ○ الطوائف التقویہ المطالع |
| ○ الحکمۃ الغرار فی عدم تعدیت النساء | ○ طویل النہاء مقامات میں خاندانہ |
| ○ احکم الربانی رحمہ الزانی | ○ عمدۃ التفسیر لآیۃ التفسیر |
| ○ حلال و حرام سے مخلوطی | ○ عمدۃ اعلام فی حرف الطلاق بالحوام |
| ○ میل و خلی سکے بلا احوام | ○ عورت کا دیت |
| ○ ذکر فی تفسیر کے لئے زسانی ڈھا پنچے | ○ عیون الرجال لرؤیۃ البالان مغربہ اسلام |
| ○ ذب و مجہول عن معنی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم | ○ فضل المشیر لقتل المرتد |
| ○ اسیرم الشہداء علی القرون الذکرۃ والا یا صیہ | ○ نقشہ انکار حدیث |
| ○ رد الیہ عات | ○ الفصل الثانی فی قتل الزانی |
| ○ رتبہ الحی بہ حکم الغرأب | ○ فیصلہ بسفت مسئلہ کی وضاحت |
| ○ رفع الشایعہ عن وجہ الانتخاب | ○ کتاب الی مدہب (بقیہ قسمت صفحہ ۱۵۹) |

تجدیدی کارنامے

مسماح حاضر ہو کر ایک روز درسِ نظام اور ان کے متعلق آپ کی جامع اور نئی تحریریں، قوتِ استنباط، اختصار، الفاظ کے ساتھ طعوس و دس کی وہ بھر مار کہ اسچھ پنڈتوں کی شرح کے لئے کئی دفاتر کا کارکن، اسلام میں پیدا ہوئے انھوں نے فتنوں کی سرکوبی اور براہِ حقِ تافہ کی حمایت سے انکا سنیہ سال، ہر نئے اُبھرنے والے فتنہ کا بڑھتے جاسدہ و لائل تھلیدِ عقلیہ، فنونِ قدیمہ جدیدہ اور جمالیہ شہادت کی روشنی میں ایسی تحقیقات کہ انکی نظیر نہیں ملتی، مثلاً اختلافِ مطابع، مقدارِ صدقہ، اعظمِ حرمین شریفین میں عورتوں کی نماز، اور تحقیق میں سلاق و دیگر تحقیقات، اصلاحِ اُمت کا درد، جو کچھ معاشرے کا جزو بن گئے ہیں اور جو جھکِ علانیہ کئے جا رہے ہیں اور انکے سبب میں دیندار گھبرانے اور علماء کو علمائے بھی سے چاہیے میرے انکی تہمتی سے اُمت کو پکائی لکھ اور دیرینہ عطا و شاد باقصوم و نور انوں کو اس ہونک ہونے سے نکالنے کی کوشش اور اس میں تھلیل کا سیانی، آپ کی جاسر و غفر و در شانیں متریکہ ہونے والے نوجوانوں کی زندگیوں میں حیرت انگیز انقلاب، حفاظتِ وقت اللہ صفائی معاملات کا بے نظیر اہتمام، طبی زنی در علمہ برتہ کے باوجود دین میں تفسیل کو کوئی بڑے سے بڑا تعلق بھی نہیں بال برابر فکس پیدا نہیں کر سکتا، اعلیٰ اور اپنی ثروت سے ایسا استفادہ کہ اسکی نظیر تلاش کرنے پر بھی نہیں ملتی، آپ کے دادا پیر حضرت تھانوی دس سترہ کی شان میں لکھا گیا ہے

نہ لای دے سکیں ہرگز تجھے سکون کی بھنگاریں ۵ ترے دستِ توکل میں تھیں استفادہ کی تلواریں
ہو جو آپ پر سادہ آتا ہے، ان کلمات کے باوجود گناہی و غلویت پسندی، مناسبت سے انکار اور جماس و مواقعِ شہرت سے احتراز۔

مذکورہ سوا سب لہ نہ دنا اچھا دینے کی چند ہر کا پیر علمدار و مصلح دین کی عظیم و اہم ترین خدمات
طی و علیہ و اصلاحِ امت میں آپ کی جلالتِ قدر اور امتیازی شان کے قائل ہیں،
اولاد:

- ① صاحبزادی صفوہ و مفضلہ، تجوید القرائی، اُردو دینیات، ترین قواعد و فتاویٰ، فتاویٰ، ترجمہ القرآن،
 - ② حافظ قادری مولوی نعمت، ③ حافظ قادری مولوی حمید، ④ حافظ قادری مولوی غلام
 - ⑤ صاحبزادی اسماء و مفضلہ، حفظِ قرآن مع تجوید، اُردو دینیات، عربی صرف و نحو میں غیر معمولی
- معارف، ریاض الصالحین، ترجمہ القرآن ۵

وہمیت نامہ

حضرت دلائل مختلف اوقات میں تین وصیت نامے تحریر فرمائے ہیں
پہلے دو میں اگرچہ خاص اہلاد کو خطاب ہے مگر ان کا فائدہ عام ہے
تیسری وصیت ناموں کا مجموعہ ایک مستقل رسالہ کی صورت میں مشائع
ہو چکا ہے جس کے سرورق پر یہ آیات تحریر ہیں
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ
ابن تیمیہ وصیت نامے بالترتیب تحریر کئے جاتے ہیں ۔

① عزیز و اسما رحمہما اللہ تعالیٰ کی تکمیل حضور قرآن کے سورہ پر یہ وصیتیں کی گئیں

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَوَيْلٌ لِلَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۚ يَتَّبِعُونَ مَا هُمْ مُشْرِكُونَ
أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ يَتَّبِعُونَ ۚ أَمْ يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمِنْ أَهْوَاءِهِمْ
تُحِبُّونَ الْفُتُورَ ۚ وَاللَّهُ أَتَىٰ عَلَىٰ الْإِنسَانِ عِلْمًا ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذَا ضَلُّوا
سَأَلُوا أَهْلَ بَيْتِهِمْ لَهْدً ۚ وَإِن يُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَلَهُمُ الْعَذَابُ الْعَظِيمُ
پہلی آیت میں اس کا بیان ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علی نبیائہ وعلیہما الصلوٰۃ والسلام
نے اپنی اہلاد کو مرتے دم تک اسلام پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی تھی ۔

اور دوسری آیت میں اس کو ذکر ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بوقت رحلت اپنی اہلاد
سے یہ عہد اور اقرار لیا تھا کہ میرے بعد صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے رہو گے اور ہر قسم
اسی کے سامنے جھکے گے ۔

یہ خوب سمجھیں کہ اسلام یا اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف کلمہ شہیدہ پڑھ لینے یا نماز روزہ وغیرہ
چند عبادات اور اگر لینے کا نام نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پوری زندگی شریعت کے مطابق ہو
نہ بدو اپنی سب خواہشات کو اللہ تعالیٰ کی رضا میں خفا کر دے ۔

پس میں بھی تیسری وصیت کرنا یوں کہ دین کی حفاظت کے لئے امیر مومنین کا بہت اہتمام رکھیں ۔
(۱) اپنی اہلاد کو اسکول ادکال کی تعلیم سے اس طرح یا پھر اس میں شہیر یا بھرتے سے بچایا جاتا ہے ۔

جو خاص وصیت قرآن مجید اور احادیث میں ہے۔
حضرت دلائل مدد فرمایا کہ حکوم چوتھی وصیت نامہ بھی تحریر فرمائی ہے۔

اس باتوں میں ہنگام کو سمجھنا ان کو اپنے ہاتھوں سے منہ میں جھوننا ہے، وہاں جا کر لکھوں میں سے کسی ایک کا دین غصہ دارہ جائے تو یہ نظیر فرق عادت ہو گا جو بعض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، جیسے کسی کو خوشخوار شیر کے مزے یا کئی ہوئی آگ سے آگ آتش تہی نے کھن پائے فضل سے پہلے تو امر کا مطلب ہرگز نہیں کہ کھانہ شیر کے مزے یا آگ سے آگ کو کوئی جواز ہے۔ دوسری تعلیم معترضین کے لئے اہل ملک ہے۔

(۲) اپنی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر دیں۔ دین کا جو کام بھی اللہ تعالیٰ نے لیں اسے بہت بڑا انعام سمجھیں اگرچہ لوگوں کی نظر میں وہ کام ذلت و حقارت ہی کا کیوں نہ ہو، عزت و ذلت صرف وہ معتبر ہے جو مالک کی نظر میں ہو۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

جو تو میرا تو سب میرا ملک میرا زمین میری

خدمت دین کی صلاحیت رکھتے ہوئے اس سے کام نہ لینا نعمت اللہ کی بے قدری و ناشکری ہے۔ غرضیکہ دینی کام کا مشغلہ نہ بنائیں اس کی وجہ سے کم خدمت دین سے محروم ہو جائے گے۔ علاوہ ہمت سے محسوس ہوں یہ بھی مقلا ہو جائو گے، خدمت دین میں مشغول رہنا گناہوں سے حفاظت کے لئے بہت مضبوط قلعہ ہے۔

(۳) روزانہ سلاٹہ تلاوت کی پابندی رکھیں۔

(۴) مندرجہ ذیل گناہوں سے بچنے کا انتہام رکھنے کی تاکید و وصیت کرتے ہیں۔

(۱) کسی ایسی مجلس میں بیٹھنا جس کی جائداد کی تصویر ہو یا تصویر لی جا رہی ہو۔

(ب) کسی کا کوئی حق دہانا۔

(ج) بلا اجازت کسی کی کوئی چیز استعمال کرنا۔

(د) کسی کو تکلیف پہنچانا۔

(۵) کسی پر ہمتان لگانا۔

(۶) کسی کی غیبت کرنا۔

(ز) غیبت سُنانا۔

(ح) شرعی پردہ کا اہم نہ کرنا۔

(۵) یہ بھی وصیت کرتا ہوں کہ تم اپنی دنیا کو بھی ان سب امور کی وصیت کر کے مرنا،

میں یہی منیہ کر اللہ تعالیٰ کو خواہ نا کر تمہیں امور باہمی وصیت کرنا بین اور مقرر تعالیٰ کی نصرت

پر بھی ٹوٹے نہ دیں۔ اس : زک ترین رشتے اور بہت قیمتی سرمایہ کی حفاظت کے لئے تمام خواہشات اور مال و منصب بھی قربان کرنا پڑے تو اس سے بھی ہرگز دریغ نہ کریں، آپس میں اتفاق اور محبت سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی نعمتوں کے علاوہ دنیا میں بھی راحت، سکون، مسرت، برکت و عزت و مال میں ترقی ہوتی ہے اس کے برعکس اختلاف خابن کی ناراضی اور آخرت کی بربادی کے علاوہ دنیا میں بھی پریشانی، دلت، فقر و فاقہ اور نہایتی کا باعث بنتا ہے۔ اس میں منکر اسباب اختلاف و اسباب محبت بیان کرتا ہوں تاکہ اول سے احتساب اور دوم سے اقرباب کا اہتمام کیا جائے۔

مَبَابِ اِخْتِلَافِ

(۱) لگتا ہوں سے نہ بچنا اور گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ نہ کرنا۔ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں اور ایسے لوگوں پر انتقام کاذاب مسلط فرما دیتے ہیں۔ (۲) محبت مال ۳، محبت جاہ۔ ان دونوں کی وجہ سے آپس میں اختلاف، قتل و فراد، قتل و غارت، تباہی و بربادی کا ہم مشب دوزخ ستارہ کر رہے ہیں (۳) نصیبت، عیب جوئی اور مذاق آزمائش، روکھا پن، ترش روی اور نہایتی دوازی (۶) مشترک کام کاج سے جی پھرانہ، کھانے پینے، پینے اور آرام و راحت میں اپنے نفس کو ترجیح دینا۔

مَبَابِ مَحَبَّتِ

د، تقویٰ، یعنی گناہ سے بچنے کا اہتمام کرنا اور کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کر لینا، اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور ان کی رحمت آپس میں محبت اور پرکشت زندگی کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔ (۱) محبت مال کا علاج ۳، محبت جاہ کا علاج، ان دونوں خطرناک اور دنیا و آخرت دونوں کے لئے تباہ کن اعراض کا علاج اہل اللہ کی صحبت اور پیوستہ ہو کر ان کے طہوفات اور مراقبہ موت سے کیا جائے (۲) ایک دوسرے کے قول و فعل اور اشیاء کی تمیز اور غائبانہ تعریف کی جائے (۵) آپس میں جنگ و محبت کا اظہار کیا جائے اور بتایا جائے کہ مجھے آپ کے ساتھ محبت ہے۔ یہ محبت بڑھانے کا بہت ہی اسیر نسخہ ہے (۶) مشترک کام میں سب زیادہ حصہ لینے اور دوسروں کی خدمت کرنے کی کوشش کی جائے (۷) کھانے، پینے، چھینے اور آرام و راحت میں انفرادی سے کام لیا جائے، یعنی دوسروں کو اپنے نفس پر ترجیح دی جائے (۸) اگر کسی سے کوئی شکایت ہو تو اسے دل میں نہ رکھیں، اس سے نرمی اور محبت سے کہہ دیں (۹) ایک

دوسرے کے لئے دعا کی جائے (۱۰)، اللہ تعالیٰ سے آپس میں محبت کی دعا اور انتہات کے خدا کے پناہ مانگتے رہیں۔ نقطہ و اللہ بلستغان و علیہ السلام

رمشید احمد

مقیم دارالافتار والدہ رشادہ اعظم آباد کراچی

۱۳ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ

(۳) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یخلق امرؤ مسلکاً من شئ یرتین ان یوصی بقیہ ببيت فینبتین الا و صیبتہ مکتوبہ عنده (متفق علیہ)
”کسی نے عمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت کرنا اس پر ضروری ہو چھبہ و دودھ
دائیں ہاں کسی خراج گزارے کو اس کی وصیت اس کے پس بھی ہوئی نہ ہو“
عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
من یستلذ ذبیحہ یمت علی سبیل مستلذذ فی ذبحہ و یستلذذ لہ (ابن ماجہ)
”جو شخص صیت کر کے مردہ ہر اطمینان اور طریق صیت پر مراد و تقویٰ و خمارت پر مراد
مغفرت کی حالت میں مرا“

۱) احادیث سے ثابت ہوا کہ اگر کسی کے ذکر کوئی حق واجب ہے تو اس پر اس کی وصیت
لکھنا ضروری ہے اور اگر کوئی حق اسکے ذمہ نہیں تو بھی وصیت کرنا مغفرت اور بڑے اجر و ثواب کا
باعث ہے۔ لہذا ایسے امور و فی کی وصیت کرتا چوں۔

۲) اوصی بنفسی و یا لکم بشقوف اللہ نہیں اپنے نفس کو و تمہیں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی
وصیت کرتا ہوں؟ دولت کسی خدوائے کی صحبت کے سوا حاصل نہیں ہوتی لہذا کسی ایسی
شخصیت کی صحبت کو لازم چاہیں جس کے پس جھینے سے دُنیا سے بے شوقی و آخرت کی نگاہ پیدا
ہو۔ اگر ایسی مجلس میراث آئے تو اہل اللہ کی کتابوں کے مطالعہ کا دوزانہ ملانہ معمول بنالیں۔

۳) اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار کر کے شکر ادا کرنے کا معمول بنالیں۔ اس عاجز کو جو کچھ حاصل ہوا
مشکوفت کی بدولت ہوا۔

۴) اللہ تعالیٰ کا اس عاجز بندہ سے یہ بہت بڑا کرم ہے کہ کسی کا کوئی مالی حق اس بندہ کے ذمہ
واجب نہیں، آئندہ کے لئے بھی رب کریم سے حفاظت کی امید ہے، البتہ جمالی حقوق ہیں

ابتلا کے مواقع پیش آتے رہتے ہیں، اپنی اولاد اور طبع کو بغرض اصباح اور بعض غیر متعلق نوکوں کو بھی حیرت دینی کے باعث زہرِ قویخ اور بعض مرتبہ جانی سزا کی بھی نوبت آئی، چونکہ ان مواقع میں ضرورت سے زیادہ شدت یا غصے کی آمیزش کا احتمال ہے۔ اس لئے میں نے سب حضرات سے نہایت عاجزی اور لیاقت سے درخواست کرتا ہوں کہ کثرتِ مجھے دل سے معاف فرمادیں، اللہ تعالیٰ ان کی خطاؤں اور گناہوں سے درگزر فرمائیں گے، یہ معاف کرنا انسان اللہ تعالیٰ ان کے لئے بھی مضید اور بڑے اجر و ثواب کا باعث ہوگا۔ درگزر اور معاف کرنے کے بڑے فضائل آئے ہیں اور معذرت کرنے والے کو معاف نہ کرنے پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ محسنِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”جس شخص سے اس کا بھائی معذرت کرے اور وہ اس کو قبول نہ کرے وہ میرے پاس حوضِ کوثر پر نہ آئے پائیگا“ (تغریب و تہویہ) ایک حدیث میں ہے: ”جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے معذرت کرے اور وہ اس کو قبول نہ کرے اس پر یہ لکنا ہوگا جیسا ظلماء معمول وصول کرنے والے پر ہوتا ہے۔“ (ابن ماجہ) اور ظلماء معمول لینے والے کے بارے میں یہ حدیث ہے: ”اللہ تعالیٰ درودِ قیامت، اپنی مخلوق سے (ظلماء رحمت و مغفرت) قریب ہونے سے پس پشتی ہو گا۔ ظلماء معمول لینے والے کے ساتھ جس کی چاہیں گے مغفرت فرمائیں گے۔“ (طبرانی)

دوسری روایت میں ہے: ”ظلماء معمول وصول کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔“ (ابن ماجہ) میرا کئی سال سے یہ معمول ہے کہ ہر اُس شخص کے لئے جس کو مجھ سے کبھی کسی قسم کی کوئی تکلیف پہنچی ہو، روزانہ بلا تاخیر دعاۓ مغفرت کرتا ہوں اور اپنے تمام نیک اعمال کا ثواب بخشتا ہوں اور مزید برآں تین بار سورۃ اخلاص پڑھ کر بھی ایصالِ ثواب کرتا ہوں، مجھ پر ظلم کرنے والوں کے بارے میں بھی میرا یہی معمول ہے۔

(۳) دیکھئے گئے باب میں میرے نزدیک دارالافتاء والارشاد کا معاملہ بہت اہم ہے۔ میں اب تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ دارالافتاء دارالارشاد کے نظم سے متعلق اپنی وحی کیسے مقرر کردوں؟ اگر آئندہ کوئی قابلِ اطمینان مسودت بنی ہر ہوی تو اس کے مطابق وصیت کروں گا ورنہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ دھونچو، دھونچو۔

(۴) میں نے تمام متعلقین کو اور بالخصوص اولاد کو اس کی وصیت کرتا ہوں کہ کبھی بھی قرض کا لین دین ہرگز نہ کریں، نہ اپنی ذات کے لئے و نہ کسی دینی کام کے لئے، اپنی تمام تر

حاجات کو صرف اپنے مالک کے سامنے پیش کیا کریں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرض سے بڑھا یا گئی ہے اور استعاذہ (پناہ مانگنے) میں سزم و نام نہ (فرض اور گناہ) کو ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ فرض لینے میں عزت اور دین دونوں کا نقصان ہے۔ فرض دینا اگرچہ بہت بڑا ثواب ہے مگر اس زمانے میں لوگوں کی جہالت کی وجہ سے آپس میں عداوت اور منافقت کا باعث بن جاتا ہے اسلئے اس سے بھی احتراز لازم ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ میں نے آج تک کبھی بھی کسی سے اپنی ذات کے لئے یا کسی دینی کام کے لئے فرض نہیں لیا، مجھے اپنے رب کی رحمت سے یقین ہے کہ وہ آئندہ بھی احسانات فرمائیں گے، سفر میں کوئی ساتھ ہوتا ہے تو مصارف سفر کا اندازہ کر کے اس سے بھی کافی زیادہ رقم اس کے حوالہ کر دیتا ہوں، سفر ختم ہونے پر وہ حساب کر کے تقسیم مجھے واپس کر دیتا ہے، میں حساب نہیں کرتا۔ البتہ کئی لوگوں کو فرض فرمایا انہیں سے کئی بھی جلیقہ خاطر واپس نہیں کیا کثر کو تو ملتا ہی کرنا پڑا اور ہمیشہ آپس میں ناگواری کا سبب بنا۔

(۸) کچھ امانت رکھنے کا معاملہ کرنا تو انبیاء کی پوری تفسیل اور رقم کی مقدار لکھ کر اس پر مالکی منھا کر کے محض حاضر پر امتداد کرنا بسا اوقات غلط فہمی اور بدگمانی کا باعث بن جاتا ہے۔

(۷) کوئی رقم کسی خاص نہ کی ہو تو جتنی جلدی ہو سکے اس پر یادداشت رکھ دیں، اسی طرح کوئی صاحب بچہ کو کوئی چیز یا کچھ رقم بطور امانت دیں اگرچہ تھوڑی دیر ہی کے لئے ہوا مگر یہ جتنی جلدی ممکن ہو مالک کا نام اور رقم کی مقدار لکھ لیں نہ معلوم کب دست آجائے، موت کے لئے ہر وقت مسبا معاملات سے فارغ رہنا لازم ہے۔

(۸) میں نے قبل ازیں ایک وصیت نامہ مرحومہ جادی والا خرمہ شکرہ میں مزید اسامہ کے حفظ قرآن کی تکمیل کے موافق یا انجام اعمال کے متعلق لکھا تھا پھر سارا رمضان طبارک شکرہ میں آپس میں رحمت اؤ اسباب اختلاف اسلئے وصیت پر مشتمل دوسرا وصیت نامہ لکھا ان دونوں وصیت ناموں کے مطابق عمل کرنے کی اب پھر وصیت کرتا ہوں۔

(۹) مجھے کسی حال میں بھی ہسپتال میں ہرگز داخل نہ کریں اور اتنا مشورہ تو سب کو دیتا ہوں کہ جب مریض کی حالت مایوس کن ہو تو اسے ہسپتال نہ لے جائیں۔

(۱۰) جس شہر یا گاؤں میں میرا انتقال ہو مجھے وہیں کے عام قبرستان میں دفن کیا جائے کسی بدوسرے مقام کی طرف منتقل نہ کیا جائے اور نہ ہی میرے لئے عام قبرستان سے الگ کوئی جگہ منتخب کی جائے

(۱۱) وصیت کو عمل دینے وقت جو چیز امانت سے ڈالنا ہے وہ ڈالنا ہے وہ ترجیحاً بعد ہم کے ساتھ

چمکا جاتا ہے جس سے جسم کی زحمت اور محنت ختم ہوتی ہے اس لئے مجھے نفس دینے وقت ناس سے ڈانٹ
ملک کے معصوم کو کوئی چارہ دینی وغیرہ لکھ کر اس کے اوپر چارہ ڈال دی جائے یا چارہ پانی کے بجائے چارہ رو
دونوں طرف سے دو آڑی چکر کر جسم سے ڈانٹ لینی چھینک کر لکھیں۔

(۱۲) میرے جنازے میں شرکت کے لئے کن قریب سے قریب ارشد دار یا کسی بڑے سے بڑے بزرگ
یا نہ وہ لوگوں کے اجتماع کا انتظار نہ کیا جائے بلکہ دست پر جھنڈے افزا دھبی موجود ہوں وہ نماز نہ پڑھ کر
جلد از جلد قبرستان پہنچنے کی کوشش کریں، مسکن کے مطابق چند خراج کے نماز جنازہ پڑھنے پر اللہ تعالیٰ
کی جود رحمت متوجہ ہوتی ہے وہ غلاب مسکن ہزاروں کے جمع ہر بھی نہیں ہوتی۔

(۱۳) مسکن لکھ کر تم بہت بڑی ہے اس شراب بھی کئی تباہیں میں اسلئے اس ہم سے احتراز کی تاکید کرتا ہوں
(۱۴) مجھے قبر میں مسکن کے مطابق ٹھیک (اسی کو دس پر قید منع لیا جائے، مسکن کو سو دھان کر
صورت چہرہ قید کیطرت کر دینے کا دستور غلط ہے۔

(۱۵) میرے ایصال ثواب کے لئے جماعت نہ کیا جائے، ہر شخص اپنے اپنے مقام پر حسب غنی ایصال ثواب
کرتا ہے مان عبادت کا ثواب پہنچا چاہے حسب توقیر و توقس کا، بغیر میں لگے یا کسی مسکن کی مدد کوئے
اللہ تعالیٰ کے ہاں مسکن کیعاجت تھوڑا سا مل بھی خلاف مسکن بہت بڑے اعمال سے مدد ہوا بہتر ہے۔

(۱۶) میرے لئے بھی سے روزانہ مسکن اور ضاعے ملنے کی دعا اور ایصال ثواب، مسنونہ یا نہیں، کم از کم پڑھ
قل بوسنتی پڑھ کر تشدید کریں، انشاء اللہ تعالیٰ یہ عمل خود پڑھنے والوں کے لئے بھی بہت نفع ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہماری حیات و موت، تجرید و کھین، نماز جنازہ، دفن، تعزیت اور ایصال ثواب وغیرہ
سب معاملات اپنی مرضی کے مطابق اور اپنے حبیب علی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسکن کیطابق دستور فرمائیں، آمین
اے دھت چھوٹا لفظ اعظم و لا ارض حقیقہ اور از زمین لائقین و انصاف و سخی و سخی

وہابی شریعت کے لئے لا شریک اللہ و بظلالہ و ایت و انما من المسلمین ۵

رسمت شہید احمد

مستقیم و لا ائتار و لا اشرار و لا اعداؤں کی ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ

موصوفے، جب کہ پہلے عرض کیا ہوا ہے، ہو چکا ہے کہ اہل ذوق کو بہت سی چیزیں خاص طور پر
میں تشہیر نظر میں رہے ان کی بیاس کی توبہ اور ذہان پر۔ وہ انوار الرشید کے چھپنے کا
استعارہ فرمائیں، غلط رائے المستعان بکیر عوکلہ و لا یزید، احسان انیس، آمین آبادی

۱۹ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ کو لکھے گئے کاموں میں سے ہے کہ ان میں سے ہر سال قیام ہوا بھی ہے، وہی تو قسمت ہے
مٹھائی ہم کو سر کا مسکن اور وہی کو مشوق مطاہرین، آمین

تہبید

(طبع جدید)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي جعل العلم نوراً يهدي به إلى نظامات الجمل ولتتلافك كذا و واضع سبيله
المعترض المستطير من التقى وان اضطربت فيه الاله ووجن في كل زوايا والاعمال والاولم تيسيرا
للاعتناء وحسن فهمه ائمة وجملة من اهل العلم والاسلام على افضل الصلوات
وخاتمة انبياء وعلى آله وصحبه الاطهار ومن هذا حد وجمع من العلماء والاولياء صلواتهم سلامنا
داشبين باطوار القديان والنجوم في العبراء ، أمثال بعد .

اللہ تعالیٰ نے، جس کائنات کو وجود بخشا تو اس میں اشراف مخلوقات حضرت انسان کو مبرا کر کے ضرورتوں
مطافرا بیکر ان کی کو خود اس ذات میں اشراف والی نہیں بنایا کیونکہ اگرچہ چیز ایمان و سہو کی نعمت
سے الہاں کیا اور اپنی نعمت دوسری عالم مخلوق پر اس کے شرف و منزلت کا موجب بنی .

چنانچہ ذکر اوقات اللہ تعالیٰ کی جانب سے غیر کرام طہیم الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے یہ پہلے بندہ مومن
خدا کو ایمان حاصل کیا کیسے سمجھتا ہے ، ہرگز کلمہ مشرکہ اختیار ان مومن کے وجود ہرگز کے پھر نہ ہو سکتا
کے ہرگز کی کلمہ کو سرب کرنا ، والاقرہ متع بدایت سرکار و دعاء فخر و جودات غائم الانبیاء معترف مستحق
صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمہ کو اپنی ابتدا کو پہنچا جس طرح آپ کی ذات گرامی کو کچھ سے ہرگز کہہ دیت کا حصول ناممکن ہے
اس طرح رخصت و ہرگز کی ابتدا میں آپ کی ذاتی ہوتی کتب و مشنت پر ہوتی ہے ، یہ بعض نزت کے وہ چشمہ
ہے جس کے جلے میں ارشاد ہے :

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ترکتم فی کسرتی میں من
نفسوا بعد ہا کتب اللہ و سنتی

(حاکم)

(مستدرک حاکم)

میں نہیں دو چیزیں چھوڑ دی ہیں ان کے بعد تم
مگر وہ نہ ہو گئے ، کتب اللہ اور اپنی سنت ۔

دوسرے ائمہ ظاہری اس کی تحریروں پر ممکن ہے کہ غیر اہل علم اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کے واسطے یہ کوئی
بیجا ہدایت دیا اور مطلقاً مستقیم ہے یہ رویہ مطلقاً مستقیم ہے جس کو پروردگار تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام سے
علیہ السلام یعنی منعم علیہ سندوں کا حرق فرمایا ہے معلوم ہوا کہ کتاب دسٹ کی وہی تعبیر و تشریح
مطلقاً مستقیم پر ہے جس نے کوئی ہے جو مستقیم ہوں مجاہدین جیسا کہ مصلحت مصلحین اور نہ کہ تہذیب کی بیان کی
ہوئی ہو کہ کتاب دسٹ کی یہی تعبیر و تشریح ہے کہ مطلقاً مستقیم کہ گیا اس کا دوسرا نام فقہ ہے فقہ ہی وہ علم
ہے جو انسانوں کے لئے منصفطہ طور پر ایک مکمل ضابطہ حیات اور انحراف عمل پیش کرتا ہے۔

ان سرچشمہ ہدایت پر جزئیات سے مجاہدین کی بحث کی گئی ہے لیکن حقیقت تو ایک جامع شریعت
کی راجح ہوئی ہیں، انہیں کتاب دسٹ اور فقہ ہی بہت اہمیت دی گئی ہے لیکن ظاہر ہے ان کتابت کو جزئیات
پر غفلت کرنا جزئیات پر غور نہ کیا کہ کام نہیں خصوصاً اس دور زرقی میں جب کہ انسان زہر و قویہ کسب فی ذل رہا ہے
جراتے دن ایسی ایجادات ہوتی رہتی ہیں جن کے متعلق مصلحت کی تحریروں کی کوئی حاکم و ستیاب نہیں ہوتا
آج کے زمانہ ان گولان ایڈرات خصوصاً انگریز طریقہ بے حلائی و غیرت سے تو روزمرہ ساہجہ پڑتا ہے اور ایک
مصلحت کی درخواست ہوتی ہے کہ شریعت مطہرہ کا حکم معلوم کر کے اپنے روزمرہ کے معمولات کو ان کے سانچے میں
ڈھال دیا جائے لیکن یہ معمولات کہاں سے حاصل کی جائیں؟

اس سے ہر دور کے اہلین علوم و حلیہ و عیوب مانیہ میں نے اپنے اپنے دور کے نئے مسائل کی طرف اپنی توجہ
میں دل فرما کر انت کے ساتھ ان کا سرچشمہ پیش کر دیا ہے لیکن اس کے باوجود کل کچھ ایسے عجیب و غریب مسائل پیدا
ہو گئے ہیں جن کو اگر کوئی ایک عام انسان ششدر رہ جاتا ہے کہ ان مشکلات کا حل کہاں ملے گا؟ جن میں سے کچھ
نئی ایجادات اور انگریز طریقہ علاج میں ترکیب و بر سے پیدا ہوئی ہیں اور کچھ ماضی جہالت اور نئے تعلیم یافتہ
طبع کی عجیب و غریب اور فوسلہ و غیرتوں اور جہتوں کی پیداوار

معاذ اللہ اور بعض ایسے اہم مسائل بھی ہیں جنہیں کوئی سطح سے ہنگول اور دوسرے ذرائع سے پڑان چڑھا جا رہا ہے
غرض کہ تقریباً چوبیس صدی کے وسط سے لے کر آج تک چاروں طرف ایسے مسائل پیدا ہوتے رہے ہیں جن
کے برباد نے غلام کو بھی اپنی دین بھادیا ہے بلاشبہ علماء کرام اور اہل فہم حضرات نے ایسے نئے پیدا ہونے والے
پر سرعام نہیں کی ہیں لیکن ہر گز ان قدر متنبہ نہ کر کے ان کا حل تلاش نہ کیا لیکن ان امور سے صرف وہ لوگ مستفید
ہو سکتے ہیں جنہوں نے ان مسائل کا مطالعہ کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن انہیں کیلئے مگر ذرائع تشہ و اشاعت کے سدھ دیئے اور وہ
ہونے لگا جو اسے یہ تحقیقات کاغذوں کے صفحات اور لافعل و جب شروا کے اور ان کی ذہنیت میں اور بسرا

(ج) وہ مسائل جو عدلی قادی میں موجود ہیں مگر وہ قادی میں دن کا ذکر نہیں کریں گے یا اختصاراً لفظ
مکملہ سے ان کا ذکر کیا ہے۔

(د) ایسے مسائل جو جہتک طبع نہیں ہوئے، یا طبع ہوئے ہیں مگر نہایت کم ہونے کی وجہ سے طبع
ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۳) — مسائل اکثر تحقیقی اور اصطلاحی زبان میں لکھے گئے ہیں تاکہ طالعہ فقہین حضرت ان سے کما حقہ
استفادہ کر سکیں۔

(۴) — بعض مسائل فقہی مسائل زبان میں ہیں اور بعض میں عربی زبان میں زیادہ ہیں ان میں اس مسئلہ
کا خلاصہ بحث کے شروع کیا آخر میں درج کر دیا گیا ہے تاکہ غلام مسئلہ کی نوعیت سے حافط ہو سکیں، البتہ یہی
عبارات دلائل کی عوام کو ضرورت ہی نہیں، اس لئے ان کے ترجمے کی ضرورت نہیں سمجھی، نیز یہ تطویلیں کا باعث
بھی ہے جس سے یہ بغیر قادی تھا۔

(۵) — احسن الفتاویٰ کی ترتیب دوسرے قادی کی طرح نہیں کی گئی ہے۔

(۶) — فقہی میں ہے مثلاً محمد والاقتاد والا رشاد کے شعبہ فقہی یا فقہی کام کرنے والے مختلف علماء
کا تحریر کردہ ہے مگر ہر مسئلہ حضرت اقدس غازی صاحب نگارین اور خصوصی بیانات کے تحت لکھ کر کس پتہ پر
منسوخ ہے اس سے ہر مسئلہ کی تحقیق حضرت اقدس ہی کی ہے اگرچہ تحریر مختلف حضرات کی ہے۔

(۷) — ان تمام مسائل دراصل حضرت اقدس نے اپنے حصے سے پہلے نظر ثانی فرمائی ہے۔

و علیہ کر اللہ تعالیٰ اس برہم کو عوام و خواص کی ذہنی کاروائی بنائیں، و ما اذن علی اللہ عز و جل

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

احق الحق آسیا آبادی عفا اللہ عنہ

دارالافتاء دارالارشاد کراچی

ہجری الاول ۱۳۶۲

مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۴۲ء

تقدمہ

(اشاعت اول)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دیجئے تو متوجہ رہی سے بدنام کو تحریر انار کے واقعہ پیش آتے رہے۔ مگر ملا صاحب نے اللہ تعالیٰ نے دارالافتاء کی شکل باندھ دی اور مستقل طور پر خوب افتاء کی کثرت سے نواز کیا اور ان کی کثرت سے ایک ہزارہ قادی کے جمع اور طبع کا کوئی اندھ مہذب ہوسکا (آلہ انار) ملا صاحب سے منعم فنی کے نام کی بھی توفیق عبادت فرمادی کثرت مشاغل کی وجہ سے ہر قوی کو خود اقل کرنے کی کشتی نہ تھی کسی دوسرے کا نقل پر ہوتا رہا تھا۔ اس کے بغیر یادداشت نمبر نو ہر مسئلہ کا درجہ کر دیا گیا۔ مگر مصلوہ کی نقل میں کثرت (آلہ انار) قاضی اور فاضل کی کثرت (جن میں میں سے ہر ایک تحریر کی عریضات کا بہت بڑا حصہ ہے) کو ترک کر دیا۔ مثلاً کثرت یک مسئلہ جو رہی، ہا۔ اس کے بعد دارالعلوم کراچی میں منتقل ہوئے پرچہ دارالافتاء میں مستقل زر داری نہ رہی اور کثرت مثلاً نقل میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس لئے اس اشاعت میں جن مسائل کی تحریر کا نوبت آتی ان میں سے بیشتر کے ضبط کی جمت نہ ہوئی (اللہ اعلم بالصواب)!

پس مسئلہ ۱۴۸ سے لے کر مسئلہ ۱۵۱ تک مان کے متاثرہ کی کل تعداد ۲۱۲ تھی۔ مگر ان میں سے محفوظ صرف ۲۵۱ تھے جن میں سے بعض نہ تھے۔ دیکھتے ہیں کہ بعد کے بھی ہیں۔ مگر بہت کم بلکہ انداز میں۔ نامہ سہ ماہیات میں اس مجموعہ کی نویسی و طباعت و شاعت کی قوت و مطلق نے قریب عبادت غول (اللہ تعالیٰ) اس وقت کو شریعت قبولی عشرین اور اربعین کے لئے ذریعہ توفیق بنائی، اور سرباط علوم و جہل و مجتہدین و موم و کفر و عیوب و ظاہر و باطن کو مجھے و نہایت پرانی کتب و قریبی سے لے کر دنیا کی کتب و مستور کر کے ہے، ایسے ہی کتب و قریبی میں مودت و مغلطہ و زانیہ اللہم لیسع لہد و یقین خبر اس علاقہ و انوری تیرا و نہایت آئین و رحمتک یا ارحم الراحمین و حق سیدہ لیسع لہد و یقین

فی نا العبد

فنا لا علی و علی اللہ و اھلہ و اصحابہ اجمعین۔

رشید احمد

۲۳۔ ہادی پور و ملتان و دیوبند النہر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کتاب الایمان والعقائد!

کسی شخص کا یہ کہنا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرض نماز متا کر دی ہے

مسوال :- کیا زانے ہی ملے، دین و شرع تین ایسے شخص کے متعلق جس کا عقیدہ انبیاءات

حسب منہجہ ذیل ہوں:

نوض ہے کہ ذکر مسکری صاحب جو کہنے آپ کو ذکر اور پیر میں بتلاتے ہیں، مقام نور و ضلع نور کا رہی
آباد ہے ہیں، ان کے مطلق ایڈیٹر اور رہبر منہجہ است کہ کھلا بعد مسکری صاحب نے معافی مانگ کر
ان سے چھٹکارا حاصل کیا۔ ذکر مسکری صاحب کا عقیدہ انبیاءات حسب ذیل ہے:

ذکر مسکری صاحب نے ذکر کے مستحق اور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب و خیر صاحب و انشا اللہ صاحب
صاحبی اعلیٰ شرف و درود و بیخ علی قان و سید رشید الدین احمد صاحب دوست و مشرف نور و ضلع نور و ضلع نور
کے دو برویشتر منہجہ حسب ذیل بیان کیا کہ:

① — پیغمبر اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے فرمایا ہے کہ نماز پڑھنے سے آزاد ہے۔
② — حضرت مولیٰ علیہ السلام حضرت خواجہ غریب نواز صاحب اور حضرت خواجہ قطب الدین صاحب رحمہ
حضرت خواجہ غریب الدین صاحب علی صاحب اور حضرت خواجہ نظام الدین صاحب میرے مکان نور میں
تشریف لائے اور جیسے عالم بیفتی میں مجھ سے بات چیت ہوئی۔ بزرگان و حضرات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ صاحب
تہا بوسہ میں ان کو جو آیتیں کہیں گے چنانچہ میں ان کو ہم مذکورہ بالا کو گویا سے بجز صلی اللہ علیہ وسلم صاحب جیسے
مذکورہ بالا حضرات کو تین روزہ عزم کس لیں۔

③ — ایک دفعہ بیان کیا کہ آج جناب سیدہ حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام میرے گھر تشریف لائیں اور میں جاگ
اٹھا۔ مگر کہہ کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہو گیا تھا، اٹھ بیٹھ سکتا تھا۔ میں سیدہ زہرا اور سیدہ فاطمہ لال لال

کہہ رہا تھا۔

(۴) — ایک دن بیان کیا کہ آج شب میں حضرت شیخ مکینہ رضی اللہ عنہما اور شیخہ فاطمہ رضی اللہ عنہما میرے مکان پر تشریف لائیں اور مجھے عالم سیداری میں زیرات ہوئی۔

(۵) — ایک دفعہ بیان کیا کہ آج شب میں حضرت خواجہ غریب نواز تشریف لائے ہیں اور مجھے تسلیم کیا کہ اے مکی فراتش کن اور پکارتے کی خاص ترکیب بھی بتلائی ہے۔ چنانچہ ایک دن کلا جو سری کا کچرا کھلا باس کھانے کے بعد بعض کونٹے بھی ہوئی۔

(۶) — بیان کیا کہ میں ایک دفعہ وہی میں سپینا تیرتہ بار ہا تھا۔ راستہ میں ایک بزرگ صاحب کا منزل تھا۔ جب میں کچھ منزل سے دور پہنچا تو صاحب منزل سے تولا دے کر فرمایا کہ اب نہیں گتے ہو میں لوٹ گیا اور غریبہ حاضر ہوا دیکھا کہ صاحب منزل مسکرا رہے ہیں۔ مجھے بات چیت میں اور میری پالاکا یہ بھی دھکی پکائی کہ یہ ایسی قبور سے بائیں کی ہیں جیسا کہ تم کہہ رہا تھے بیان کرنے لگے تو شخص مندرجہ بالا سے کچھ شکریہ دیکھ کر کہہ کر اس قسم کے تھے بیان کرنا بند کر دیئے یہ حالت اسٹاپا کہ نے نہیں کو حلال قرار ہے۔ آپ کے یہ بات ہے تو میں بزرگ بدین اور حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر حلا و بہت ان ہے۔ اس سے میری دل آزاری ہوئی ہے۔ جواب میں فرمایا کہ میری اپنی قیاد میری اپنی مصیبت میں نے روپیہ خرچ کر کے بعد میں کیا ہے۔ جس کو کسی سے کہہ نہیں لینا ہے۔

الجواب ومنہ المحدثی والقویاب

مندرجہ رسول معاصر کہنے والا شخص زینتی ہے، نماز وغیرہ ظاہری احکام کا انکار کر رہے ہیں۔ جس شخص کا منقذ وہاں ہرگز عارض نہیں ہر شخص پاس کی تکذیب اولیٰ انکار واجب ہے جو شخص اس کی تصدیق کرے وہ بھی زینتی ہے۔ علامہ محمد رکن الدینی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فرستے ہیں مابعدیہ بعض المتصورۃ فی زماننا لاذ انکر علیہم بعض امورہم الخالف للشرع الذی حرمہ ذہبی العلم الظاہر وانما اصحاب العلم الباطن والاشع حلال فیہ وانکم تأخذون عن الکتاب وانما تأخذون من صاحبہ یعنی محدثا صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ الحاد و اخلال الذی فیہ ازدرایہ بالشیعۃ السعدیۃ فالواجب علی کل من سمع هذا التعلیل ان لا یطعن علی قائلہ ولا یجزم بطلان قولہ بلا خلاف ولا ترد ولا توافق ولا تفہم من جملتہم و یجزم بالزمینۃ علیہم الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ولہما بالحدود متصرفین اور عالم الغیب سمجھنا:

سوال: اولیاء اکرام کی ارواح کو معرفت فی الامور اور عالم الغیب سمجھنا کیسے ہو بیٹھا ہو جودا:

الجواب ومنہ الصدق والصفواب

اس مفیدہ کا کفریہ و ناقصان حدیث اور فقہ میں معترض ہے، بقولہ تعالیٰ اَلَا اَنْتُمْ لِنَفْسِیْ فَتَعْمَلُوْا لَمْ تَشْرَاْ اِلَیَّ شَیْئًا کَاٰدَمَ وَ نُوْحًا کَذٰلَکَ اَعْلَمَ الْغِیْبُ لَا تَشْکُوْنَ مِنْ الْغِیْبِ وَمَا مَشِیْئَ الشَّوْءِ اِنَّا اَنَّا اِلٰہٌ یُّرِیْکُمْ لِقَیْکُمْ یَوْمَیْنِ ۚ فَمَنْ یُّدْرِیْ اَنْ یَّکُوْنَتْ لَکُمْ سَکْرَتٌ اَوْ اَلَا تَعْلَمُوْنَ (۲-۱۳) من قال ان ارواح المشائخ حاضرة علیہم کما فی الزنادقة و کما لخص فیہ لخص فیہ بالتلویح باعتبار ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب بمعرفته قولہ تعالیٰ فَمَنْ یُّدْرِیْ اَنْ یَّکُوْنَتْ لَکُمْ سَکْرَتٌ اَوْ اَلَا تَعْلَمُوْنَ وَ اَلَا اَللّٰہُ (شہرہ فساد) و من ان طرف ان لم یکن

یقیناً فی الامور دون اللہ تعالیٰ و اعتقادہ ذلک کفر (البحر الرائق ج ۲) قاضی خان و غیر کاتب غیب
یہ شخص کی تکمیل سے پہلے ہی میں خدا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے اس سے پہلے اس کے علم کو ہم کو ہم الغیب
سمجھا۔ اس باب میں آیات، احادیث اور عبارات فقہ اس کثرت سے ہیں کہ انہیں تحریر کرنا ناممکن
ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم
قبر کو برسم دینا

سوال: قبر کو برسم دینا شرعاً جائز ہے یا کفریہ؟

الجواب ومنہ الصدق والصفواب

قبر کو برسم دینا غیبت و بدعت و غیرت ہے اور طاعت و عبادت برسم دینا گناہ کبیرہ ہے،
وکن اما یفعلونہ من تقبیل الارض بین یدی العلماء و الخطباء و الخوام و الفاعل
والراضی بہ اذان لائتہ یبسمع اذۃ الوثن هل یکفر ان علی وجہ العبادۃ تعالیٰ تعظیماً کما فی کتبہ العقیقۃ
لا و ما لکم انکم تکتبوا فی المخطوط الخ و فی الامور شرعاً التوبیہ بقولہ تعالیٰ و بعد العبادۃ و التعلیم
کثرة اعلیٰ التوبیہ، قال فیہ فی کتاب التعلیم انہ لا یکفر بہذ التجرید و غیرہ بہ التعلیم، نہ الا شرا لحد
اسخس ان کان غیر اللہ تعالیٰ علی وجہ تعظیم کفر اھ قال الترمذی فی العلمیۃ یکفر بالحدود مطلقاً و فی
الزہری الا دیام فی التلامذہ و قریب کفر و لا یجوز فی الخطیۃ انہ یکرہ ان یستلزم بریۃ اھ و لا یجوز
اطلاق التجویہ من حد التعلیل، و انما کتابہ صغیر و لا یجوز، مزید و فی تجویز و غیرہا کہ لیس فیہ کفر و لا کفر
جلد امین و احقر یوں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم،
دارالافتاء دارالاحقاف

تاریک صوم کا فرض نہیں:

سوال: ایک شخص روزہ نہیں رکھتا مگر خود کو یہ نیت اور نیت گزار مجھے ہے یہاں بعض علماء اسے کافر کہتے ہیں۔ آنجناب بارگاہ اس پر روشنی ڈالیں کیونکہ اس میں اختلاف ہو گیا ہے

جواب: الذلیل توجہ بالاجزائے صواب۔

الجواب ومنہ الصدق والاصواب

تاریک صوم بلا استعجال یا اتفاق صحیح اہل السنۃ مسلمان ہے لان الکفر ہوا نکاحاً ما ثبت صوم السدین ضروریہ۔ گناہ کریک وجہ ضروریہ میں ایمان معتزل اور خوارج کا مذہب ہے ومنہ الصدق الارادہ تدلیل علیہ ان قربہ ولیم فی مضار الیام مہرہ فان من قال لانا وقوم فی العنا۔

اہل سنت کے ہیں جن دھال مثل شہرہ زارہ والقرآن وغیرہ اس لئے موجب کفر کی کثیر انکار اور تکذیب پر دل ہیں۔ نقطہ ولہ تعلق اعلم۔

رمضان میں علانیہ کھانے والے کا حکم:

سوال: شاید کہ اب العوم میں ہے کہ رمضان میں علانیہ کھانے والا کافر ہے پس ایک شخص رمضان میں کھسک کھاتا ہے مگر ساتھ ہی خوراک تو ضرور دار اور کھاتا ہے آنحضرتؐ اس کے متعلق کیا خیال ہے؟ فاضل الشریعہ دلائل احادیث و تفسیر و تاجہ فی شرح الوہابیۃ ولی الفتاویٰ (قولہ تاملہ فی شرح الوہابیۃ، قال فی الوہابیۃ۔)

ولو اکل الانسان عذراً مشروراً ولا عدد ذبیہ قیل بالفضل فی عمر

قال الشریعہ لای صوریہ تعد من لا عدد ذبیہ الا کل جہاراً یقتل لانه صمتہ ہر ی بلذین،

ہو منکر لما ثبت منہ بالضرر ولا للاختلاف فی حدائتہ والامریہ فتعبد بالاولیٰ بقتل

لیس بلذم الضعف ۱۱۰ ح (شامیہ ج ۱)، دینوا توجروا،

الجواب ومنہ الصدق والاصواب

شامیہ کی عبارت مذکورہ فی السؤل واقعی موجب تکفیر ہے، مگر اولیٰ امر قابل لحاظ ہے کہ شامیہ میں علت تکفیر استہزاء بالقرین ذکر کی ہے، اور ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے کو کفر گزار اور ضرور وارحمت ہے اور اس کا اصرار بھی کرتا ہے وہ مہتری بالذہن نہیں بلکہ محاسنہ ترکیب صوم کرتا ہے، اور محاسنہ تاریک صوم کے متعلق تو یہ شامیہ میں لکھا ہے کہ اسے قید و ضرب کی شہرہ سزا دی جائے، قتل نہ کیا جائے، اور باتفاق حنفیہ

شہ فہمہ، اگلیہ تاکر مسلوہ کافر نہیں تو تارک موم بطریق اولیٰ کا شریک ہوگا، اور ثانیاً حکم قتل موجب تکفیر نہیں سمجھ کر مقتولین حد او قصاصاً، اور ثالثاً قابل توبہ امر یہ ہے کہ خلیفہ مسلم میں از حد مستیاط کی ضرورت ہے، و قد ذکر ان المسائلۃ المتعلقات بالتکفر لو کان لھا قبح وتسمعون احتمالاً لتکفر واعتما فی واحد فی نذیہ فلا یولی للمنفق ولا قاضی ان یعمل بالاعتما فی الثانی لان الغلط فی نقاوا الت کافر اھون من الغلط فی افتناء مسلمہ وھن، وشرح فقہ اکبر لہ علی القاری ص ۱۱۱ شامیہ باب الفریدین (قولہ) قال فی البعرو قد الزمت نفس (الہ) کے تحت نہایت بسط اور تفصیل سے احتیاطاً فی التکفیر کی از حد تاکید ہے، اور بہت سی کتب کی عبارات نقل کی ہیں، اور اس مقام سے کچھ آگے چل کر خود در مختار میں اس کی تحت تیسری جگہ مضمیٰ ہے، ہذا لیے شخص پر کفر کا فتویٰ لگانا خلاف احتیاط ہے، البتہ اس کو تجدید ایمان اور تجدید کلمہ کا حکم دینا بہتر ہے، سمائی شروع التوسیر معنی ثالثی شرح الوہابیۃ للنشر نیلا فی مایکون کفر ائقفاً قاطعاً بطل العمل والکلمج ولولادہ اولاد ونا ومانبہ خلاصت یومر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید الکلمج، و فی الشامیۃ (قولہ) والتوبۃ، ای تجدید الاسلام (قولہ) وتجدید الکلمج، ای احتیاطاً (ثانی قولہ) وظاہرہ انہ لا یتکفر الفاضی بالفرقۃ بینہما و تقدم ان الامر بالاختلاف ولورواۃ ضعیفہ ولو فی غیر الذھب (شامیہ ص ۳۰۰) فقط والله تعالیٰ اعلم

۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵

کرنے کا حکم ہے۔ مثلاً فی السیرۃ المعبودۃ شرح الطریقۃ العہدیۃ قال فی الاشیاء
الاشترکوا بہا العلم والعلماء کفر من سبۃ المفتی تحقیق العلم والعلما کفر وعن الخزانۃ من اذی العلم یعنی
من السبند بود غلبہ بد الزمان ومن مجموع التواتر اذ انہ علماء الدین کفر وعن المعیظ شتم عالم
فقد کفر فخلق انما (سیرۃ محبوبہ ص ۳۰) فقط وانہ تعالیٰ اعلم

۳۰. بزمی: لکھنؤ ۱۳۴۳ھ

پیرہ کو برا سمجھنا کفر ہے !

سوال: ایک شخص نے اپنے غورٹ کو یہ دو شرعی حکم دیا کہ عورت نے جو بی بی کہا کہ اس نے آخر عمر میں لعنت قبول نہ کر دیں گی۔ اس عورت کے لئے شرعی حکم ہے۔ یتوا بالبعثاوسوا عند النجین
الرجواب ومنه الصدق والصواب

لفظ ذکر فی السوال بکلمہ کفر ہے۔ کسی شخص سے یہ کہنا کہ توبہ کا انکار کر دیا ہے۔
 قال فی شرح التذویر والفتن لعلہ الشرح وشرحا تکذیبہ علی اللہ علیہ وسلم فی حق عیسا بن مریم من
 اعدین ضروری۔ وقال قلیل هذا من هن بل یفتقر الی ان یعتقد بالاشقاق الخ وفی
 الشامیة الرد بال تکذیب عدم التصدیق الذی فی عدم الاذعان لا یقول ان علم عیسے بہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ضروری الی قولہ بولیس الخوالا التصدیق بانه کاذب فی کذا ان مجرد نسبہ
 لکذب الیہ علی اللہ ویسلم کفر الخ (رد المحتار کتاب جہنم ج ۳) فقط ولفہ من الی اللہ
 الحمد للہ

سنا ہوں پر فخر کرنا کفر ہے :

حوالی کیا کرتے ہیں علماء دین نہ مفتیان شرع متین ایسے شخص کے بارے میں جو علانیہ محکموں میں مبتلا ہے اور ساتھ ہی کتب کتاب کے کچھ اپنے گمناموں پر فوج، شریعت میں اس کی کیا سزا ہے؟ بیٹو اتوجہ روا،

الجواب باسم منهم الصواب

احکام شریعت کی مخالفت اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر فخر کرنا ایک مشہور گنہگارہ، بلکہ ایسا شخص دائرۃ اسلام سے خارج اور مرتد ہے، اس پر تجرید ایمان اور تجرید کمال ضروری ہے، حاکم وقت پر فرض ہے کہ اسے قیود اور تجرید ایمان کی تلقین کرے، اگر خدا کا واسطہ تو یہ یاد کرے تو اس کے قتل کا حکم دے، نالی فی شرح النور میں ہزل بلفظ کفر و ارتداد ان لہ

یہ معتقدہ فلا مستحلف اور المختار ۳۰ - اذہبہ ایضا لیس من لیس ولہ الاکل ذی (مضان) چہ بالہ یفعل لہ
صنعتہ فی بالہین او منکر لہ اثبتہ علیہ لغزۃ زہد الم ۳۱

مرا خاک کا کرکے والے اور عاگیر گناہ کر کے والے کو مرنے والا ہے جب انفس قرار دیا گیا ہے تو کون بولی پر نثر
کر کے والے کو نفوس کیا شہر ہے۔ فقط دانہ اعلمہ ۲۴ - روح الامر علیہ

تبصرہ بر رسالۃ التفتیح فی الہدایۃ لمن انکر الکواۃ

میں نے مولانا محمد غفریل اللہ صاحب کی تحریر اور مولانا عبد الکریم صاحب اور مولانا دوست محمد کے
جوابات کا بغور مطالعہ کیا۔ میرے خیال میں جواب سمجھنے والے ہر وہ حضرات نے مولانا غفریل اللہ صاحب کا
معتقد پوری طرح نہیں سمجھا جس کی وجہ سے مولانا غفریل اللہ صاحب کی تحریر کا جواب ممکن نہیں۔ جواب
ہیں دو امر مذکور ہیں۔

۱) ذکر کرامت بدرجہ قدر مشترک نعوس قطع سے ثابت ہے حالانکہ مولانا غفریل اللہ صاحب بھی
اس کے منکر نہیں۔

۲) ہر وہ قدر جی کرامت کے ثبوت کے لئے نفس قرآنی یا حدیث متواترہ کی ضرورت نہیں حالانکہ
مولانا غفریل اللہ صاحب بھی اس کے ذائقہ ہیں۔

میرے خیال میں مولانا غفریل اللہ صاحب کا مقصد یہ ہے (واللہ تعالیٰ اعلم برادر متبادر) کہ سنی
احراق تارک ہونے کی وجہ سے قطعی ہے۔ اب اگر کسی دن کے متعلق مٹنے میں آئے کہ کرامت کے
ظہور پر نہیں جاتی تو اس واقعہ کی تصدیق کے لئے اس کا علم قطعی ضروری ہے۔ یعنی روبرو دکھانا مشافہ
دیکھا جائے یا اس کی غیر متواتر تک پہنچے۔ غرضیکہ قطعی سے مراد قطعی ہے قرآن یا حدیث کی تصریح قطعی مراد نہیں
چنانچہ مولانا غفریل اللہ صاحب کی تحریر کا پہلا جملہ "والقدت عادیہ میں" اس پر نہیں دیتا ہے کہ قطعی
اس کی مراد قطعی الوجود بالعیانہ وغیرہ ہے ثابت نہیں القرآن یا بحديث قطعی مراد نہیں۔ مولانا غفریل اللہ
صاحب کی تحریر کا مقصد واضح ہونے کے بعد معلوم ہو کہ رب میں مندرجہ جوابات مولانا کے استدلال
کی تردید کے لئے کافی نہیں، لہذا مولانا کے استدلال کے بالا اختصار درجہ جواب تحریر کیے جاتے ہیں۔

ایک الزامی و ملاحظہ

۱) الزامی جواب۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے کثر معجزات انباء عادیہ سے ثابت ہیں تاہم
کے استدلال کے مطابق ان معجزات کو انکار کرنا بے گناہ ہے۔ یہ جواب مولانا عبد الکریم صاحب کی تحریر کی بجائے

ہے جو مندرجہ ذیل تین جواب کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی۔

(۲) تحقیقی جواب۔ اس عادیہ کے خلاف بعض روایات جیسے کہ اہل بیت میں تو امور بدو ظنی نہ ہے بلکہ عام اصولوں میں بعض ایسے کی وجہ سے غلط ہو گئے۔ لہذا ان کے مخالفین غیروا حد عادل کافی ہے جو کہ موجب غلبہ غائب ہے۔ غرضیکہ اگر کوئی کرامت خیر و اعدا عادل سے متحمل ہو تو اس کی تصدیق لازم ہے۔

نقطہ۔ واللہ اعلم بالصواب

۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ

چاند پر نیچا شریعت کے خلاف نہیں

غایت متذکر اس سوال پر اسلیٰ بجز جواب تحریر فرمائی۔ تو ان شریف میں متذکر الذی علیٰ جہلی فی الشیء کبر و جہا و جہا فیہ اسیرت و فکرت و فکرت و فکرت۔ سے بظاہر عیا ہے کہ یہ سب آسمانوں میں یہی ہی طرح چند ہی اسیر ہیں جو کہ سب آسمانوں میں ہیں اور آج کل لوگ چاند پر تو رہے ہیں، اور ہی طرح نہ ہو اور اب یہ ہیں اور وہ انکے پیش قادم کر رہے ہیں اور یہ لوگ آسمانوں کے قائل نہیں ہیں اور لیکن ہی دے ہے ہیں کہ اگر آسمان ہوتے تو میں رکاوٹ ہوتی، غایت ذرا کہ جواب تحریر فرمائیں، واللہ اعلم

الجواب یا مہم علیہم السلام

سادہ کے لغوی معنی ہندی کے ہیں لہذا یہ مذکورہ میں اگر اس کے لغوی معنی مرویے جائیں جو کثرت سے آتے ہیں، کہاں انوائی خلیہ عدائی یا اقول من الشیء کبر و جہا و جہا فیہ اسیرت و فکرت و فکرت و فکرت۔ میں انکے لغوی معنی ہی تدبیر براد لینے سے اعتراض نہ ہو جاتا ہے۔ نیز دونوں جگہ ہی کہا جا سکتا ہے کہ حلیہ فی بظاہر روایت کے اعتبار سے لیا گیا ہے۔ یعنی بظاہر یہ سیالیت، آسمان کے اندر نظر آ رہے ہیں اگرچہ حقیقت نیچے ہیں۔ چنانچہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ میں نے آسمان پر کیا، آسمان میں فلان چیز دیکھی یا آسمان پر بال رہا حالانکہ یہ استیفاء آسمان سے بہت نیچے ہیں۔

نیز آیات مذکورہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیارہ ٹخن میں آسمان میں مرکوز ہیں کیونکہ اشیاء مجاورہ

کے لیے نہیں تھی۔ اس سوال پر کہ کیا فی تولد تعالیٰ کہ ما فی الشیء کبر و جہا و جہا فیہ اسیرت و فکرت و فکرت و فکرت۔

الی نہا یا بالغ مائل الخیر ہوئے کی وجہ سے فی الشیء کبر و جہا و جہا فیہ اسیرت و فکرت و فکرت و فکرت۔ سے یہی

متذکرہ ہے نقطہ۔ واللہ اعلم بالصواب

۲۰ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ

ڈاڑھی کو برا بھلا کفر ہے

سوال۔ سنت نبویہ صریحاً ڈاڑھی کا زائق اور نا کیل ہے ؟ یقیناً تو صحرا
الجزیرہ پہلے علم الکفر کی کسی ادنیٰ عالمی سنت کو برا بھلا یا اس کا زائق اور نا و حقیقت اسلام اور
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء ہے جس کے کفر ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ جب سنت سے
استہزاء کفر ہے تو ڈاڑھی تو واجبہ اور شریعہ اسلام ہے، ایک سنت سے کم کرنا بالاجملہ حرام ہے۔
اس کا خلاف ڈاڑھی بھلا بھلا کفر ہے، قال فی الفتاویٰ: ولما اختلفت منہا وحی و ہون ذلک، کما یظهر بعد فی المناظرۃ و
مختلفۃ الرجال فلم یجد احد ظاہرہ یکلم، اے دوبارہ مسلمان کر کے نکاح بھی دوبارہ کیا نہ ہو، اگر وہ اسلام
قبول کرے تو کافر پر فرض ہے کہ اس کے قتل کا حکم دے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ مبدیہ الاعتقاد مسند ہے۔

مسئلہ ختم نبوت پر ایک دلچسپ مناظرہ

جمعہ وقت تین۔

احتمال الحق کیا آتا ہی

الحسد دیکھو و کفر و کفر علی جناہ الذین اضلوا۔ اذالہ بعد
میرے مرثیہ دو عالمی حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کی استقامتی تدبیریں کے زمانے
میں ایک قادیانی منافق نے اتفاقاً ملاقات ہو گئی، قادیانی کے ساتھ ان کا ایک مشاعرہ بھی تھا، طے
ہی قادیانی منافق نے اپنی تعریف اور مہارت پر کافی تمغہ کیا اور کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
میساتوں اور گزلیوں سے بہت سے مناظرے کئے ہیں، خوب اپنی قابلیت اور مہارت جتانے اور چھڑکاتے
فماوشی سے سنتے رہے، اس کے بعد مسئلہ جریان نبوت پر بات شروع کر دی۔ ذیل میں اس مختصر مگر
دلچسپ مناظرے کی دو میدان پیش کی جا رہی ہے جس میں اعلیٰ حضرت علماء کرام کے لئے بڑی کا کا ڈاڑھ
مفسدہ پائی گئی ہیں۔

انتظار کی خاطر حضرت والا کو مفتی صاحب اور قادیانی کو تمام انی مناظرے کے عنوان سے ذکر کیا جائے گا۔

(آسیا آبادی)

حضرت مفتی صاحب ۱۔ آپ کا اصل دعویٰ تراشائے نبوت مرنے ہے، مسئلہ جریان نبوت
آپ کے دعویٰ نبوت پر دلیل کے لئے صوفی کا کام دیتا ہے یا کبری کا؟

قادیانی جتنا ظہر ۲۔ یہ جاری دلیل نہیں ہے، بلکہ اس مسئلہ کو ہم اس لئے بیان کرتے ہیں

کو مرزا صاحب کی نبوت پر بحث کرتے ہوئے اکثر علماء یہ بحث از خود چھیڑ دیتے ہیں کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اس لئے میں یہ بحث کرنا پڑتی ہے۔

مفتی صاحب :- یہ بحث آپ اس عالم سے کریں جو اسے چھیڑے، مجھ سے براہ راست اپنے دعویٰ نبوت مرزا پر بحث کریں، اس لئے کہ میں تو اس کا قائل ہوں کہ لغز علی عمال اگر نبوت جاری ہو تو میں مرزا صاحب بھی نہیں ہو سکتے۔

حضرت والا کے اس امر کے باوجود قادیانی مناظر جہاں نبوت کی پر بحث کرنے پر مصر ہے، اصل وجہ یہ ہے کہ قادیانی مناظر اس مسئلہ میں اصل مدعا کی طرف آئے ہوئے ٹھیکر لیتے ہیں، انہیں یہ معلوم ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے کئے گئے کائناتوں کا انکار ہے۔ اس لئے حضرت والا اذرا صحت ان کے لئے جہاں نبوت کی پر بحث کرنے پر رضامند ہو گئے کہ کہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ کسی کو نبی کی بنا پر اس بحث سے پہلو تھیں کر رہے ہیں یا پھر اس بحث میں شریعت ہوتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب :- یہ بحث ہے تو بالکل فضول معرکہ آپ اپنے اصل مدعا کی طرف نہیں آنا چاہتے اور یہی پر مصر ہیں کہ جہاں نبوت ہی پر بحث ہو تو چلے اس پر فرمائیے۔ قادیانی مناظر :- حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک بالیقین نبوت جاری رہی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا یہ دعویٰ ہے کہ نبوت ختم ہو گئی، تو شخص حق علیہ حقیقت کے خلاف کا قائل ہوتا ہے وہ مدعا کہلاتا ہے اور مدعا کے ذمہ دلیل بیان کرنا ہوتا ہے، آپ مدعی ہیں، لہذا انہم نبوت پر دلیل بیان کریں۔

حضرت مفتی صاحب :- آپ میرا مدعی ہونا تسلیم کرتے ہیں؟ قادیانی مناظر :- (ڈرا پیچھا کر) ہاں! اس اثبات سے کہ آپ متفق علیہ حقیقت کے خلاف کے قائل ہیں۔

حضرت مفتی صاحب :- آپ عیثیٰ وغیرہ چھوڑیں اور سات اس کا انکار کریں کہ آپ محمد صلی

مانتے ہیں،

قادیانی مناظر :- (دبی ہوئی زبان میں) ہاں! آپ مدعی ہیں۔

قادیانی مناظر کو حضرت مفتی صاحب مدظلہ کے مدعی تسلیم کرنے میں ترو داس لئے ہو رہا تھا کہ

مناظروں ہر شخص مدعی بننے سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور عموماً یہی خود حضرت مفتی صاحب اپنے مدعی بننے کا ان سے اقرار کرتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب :- یہ بتائیے کہ آپ کے ہاں نبوت بشرط لاشی اجازت ہے یا بشرط شریعت؟
قادیانی منظر :- آپ کو مصلحتات متبادل کریں، ہم علم نہیں ہیں بات کرنا چاہتے۔

حضرت مفتی صاحب :- یہاں علوم کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے جس سے عقلی اصطلاحات کے استعمال میں کوئی حرج نہ ہو تو میں معذرتاً آپ کی خوشنودی کی رعایت کرتا ہوں، میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ہاں عقلی نبوت جاری ہے یا اللہ اعلم بالصواب؟

قادیانی مناظر :- دونوں میں کیا فرق ہے؟

حضرت مفتی صاحب :- میں نے خیال کیا کہ آپ جو عقلی سیال کی باتیں دیکھتے ہوئے ہیں، اس لئے سمجھ رہے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ آپ کے ہاں نبوت کی دو قسمیں ہیں، تشریعی اور عقلی، یہ دونوں نہیں ہر مدعی ایک ہے؟

قادیانی مناظر :- ایک قسم جاری ہے یعنی عقلی، تشریعی نبوت ختم ہو گئی۔

حضرت مفتی صاحب :- حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک نبوت تشریعی جاری تھی آپ اس کے ختم ہونے کے قائل ہیں، مفسرین میں ضعیفیت کے خلاف کہہ رہے ہیں، اس لئے آپ مدعی نہیں کہتے، آپ میں یہ دلیل بیان کریں۔

قادیانی مناظر :- میں مدعی نہیں ہوں۔

حضرت مفتی صاحب :- تعجب جس طریقے سے آپ نے مجھے مدعی ٹھہرایا، اسی طریقے سے آپ مدعی بن رہے ہیں۔

قادیانی مناظر :- میں کس طرف مدعی نہیں ہوں۔

حضرت مفتی صاحب :- جس طریقے سے مجھے مدعی بنایا تھا، ایسا ہی طریقے سے آپ مدعی بن گئے اب اگر آپ مدعی نہیں تو میں بھی مدعی نہیں، قسم کی قسم ہو گیا۔

قادیانی منظر :- (مجبوراً کہہ رہے ہیں) ہاں، خواستہ اقرار کرتے ہوئے دلیل پیش کرتے ہیں، نبوت تشریعی کے لئے کچھ شرائط ہیں ان شرائط کی تفصیل بیان کرنے سے بچنے کے لئے کہہ کر، پیش رائے آپ کو معلوم ہی ہیں۔

حضرت مفتی صاحب :- مجھے ان شرائط کا علم نہیں آپ ہی بیان کریں، نیز یہ بھی بتائیے۔

کر ان شرائط کا جو ممکن ہی نہیں یا ممکن ہے والہ نہیں ؟

فتاویٰ میناظر :- ممکن ہے مگر واقعہ نہیں ۔

حضرت مفتی صاحب :- اس سے یہ ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت تشریفی ممکن تو ہے مگر واقعہ نہیں ؟

فتاویٰ میناظر :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت نشانی ہی نہیں ، حضرت مفتی صاحب :- یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ شرط ممکن ہو اور شرط معتنع ؟

قادیانی منظر کا کافی دیر تک اس بحث میں الجھنے سے کہ شرائط ممکن ہیں اور نبوت تشریفی ممکن نہیں ، مگر اگر اس کا انقراض کرنے پر اگر نبوت تشریفی کے مشراندہ ممکن نہیں ۔

حضرت مفتی صاحب :- اپنے دعووں کا اثبات آپ کے ذمہ ہو گیا ، ایک لویہ کہ جو حیران پیا کیوں اس کی شرطیت دلیل سے ثابت کریں ۔ دوسرا یہ کہ اس شرط کا معتنع ہونا بھی ثابت کریں ۔

فتاویٰ میناظر :- ایک پتہ نہ دیکھ رہے ہیں یہ ثابت ہوا کہ تشریفی رسول نہ لیا ہے جب کہ اس سے پہلے آپ میں قرعہ ہونے لگے ، چونکہ قرآن کریم میں کوئی قرعہ نہیں ہو سکتی اس لئے تشریفی رسول بھی نہیں آ سکتا ۔

حضرت مفتی صاحب :- اس آیت سے تو سمیت ثابت ہوئی کہ شرطیت قرعہ ، قبل ہی آیت کا سبب ہے ، شرط نہیں یعنی یہ ثابت نہیں ہوا کہ قرعہ قرعہ ، قبل کے کوئی یا رسول نہیں آ سکتا ، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے ، مگر آپ سے جس کئی پر کسی قرعہ نہیں ہوئی کیا یہ رسول کہہ دینا بھی ہو سکتی کہ دیا بل میں کوئی قرعہ بھی ہو سکتا ہے طریقہ پر موجود ہو ، اس کے وجود صحیح حکام ہلالہ کے مناسب نہ رہے ہوں ، اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسول کے زید میں ان کے ہلالہ کے مطابق احکام میں بھی مسموفا نہیں ، ہر حال شرطیت ثابت نہیں ہوئی ۔

فتاویٰ میناظر :- (شرع میں کسی عادی کر کے لازمہ کہ) شرعیت ہوا سمیت بات یہی ہے ۔

بیکہ کہ تشریفی ہوئی بحث کوئی نہ کر لیا اور حضرت مفتی صاحب علیہم السلام کے بار بار اس کے باوجود اس میں دعائیں ثابت نبوت مل رہی ہیں کہ کوئی نہ کوئی اندہ ہی مسکہ مرابا نبوت پر ضرور حکم کیا ، بلکہ ہی فاکس ہو گئے حضرت مفتی صاحب نے یہ لیا کہ ہم نے کوئی نہ کوئی اس میں خود بخود نہ تھے نہ دیکھا نہ سنا ، چاہے اس میں غلطی ہو مگر یہ ہے ۔

۳۔ رتبہ درجہ

۴۔ اس کو اس آیت میں ، شہید :- میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ، اللہ تعالیٰ نے اس کو کتب اللہ میں

قادیانیوں سے تعلقات رکھنے کا حکم :

سوال - ایک شخص مجھ کا عقیدہ ہے، موم، مسلولہ و زکوة کا پابند ہے، لیکن اس کے دنیوی تعلقات قادیانی جماعت کے ہر فرد ہیں، کیا ایسے شخص سے مسجد کے لئے چندہ لینا اور ایسے شخص سے تعلقات رکھنا جائز ہے، اور ایسے شخص کو شہرہ سے بدتر کہنا اور کھانا کیا ہے؟ بیوقوف تو جہل و

الجواب بالاسھر علیہم الصواب

ایسا شخص جو موم و مسلولہ کا پابند ہے لیکن اس کے تعلقات قادیانی جماعت کے ساتھ ہیں اگر وہ دل سے بھی ان کو اچھا سمجھتا ہو تو وہ مرتد ہے اور بلاشبہ شہرہ سے بدتر ہے، اس سے تعلقات رکھنا جائز ہے، اگر وہ مسجد کے لئے چندہ دیتا ہے تو اسے وصول کرنا جائز نہیں۔ اولاً وہ قادیانیوں کے خلاف شہادت نہیں اور دینی ان کو اچھا سمجھتا ہے، بلکہ صرف تجارت وغیرہ دنیوی معاملات کی حد تک ان سے تعلق رکھتا ہے تو یہ شخص مرتد نہیں، البتہ بہت سخت مجرم اور فاسق ہے۔ قادیانی زندقہ میں جن کا حکم عام مرتد سے بھی زیادہ سخت ہے، مرتد اور اس کا بیٹا اپنے مال کے مالک نہیں، البتہ ان کی بیع و شرا، اجارہ و استجارہ، ہبہ کا بین دین و دنیوی کوئی تصرف بھی صحیح نہیں، البتہ پچھلے سے جو مال خود رکھتا ہو وہ اسے تصرف کر سکتا ہے، مگر زندقہ کا ہونا بھلا ہے کما ہے پورے مال کا مالک نہیں۔ اور اس کے تصرفات نافذ نہیں، اس لئے قادیانی کے کسی ذنب سے بھی کوئی مال بیا تو وہ حلال نہیں۔

تجارت وغیرہ معاملات کے علاوہ بھی قادیانیوں کے ساتھ کسی قسم کا کوئی میل جول رکھنا جائز نہیں۔ اس میں یہ مفاسد ہیں،

(۱) اس میں قادیانیوں کے ساتھ تعادلات ہے،

(۲) اس قسم کے معاملات میں عوام قادیانیوں کو مسلمانوں کا ایک فرد سمجھتے ہیں،

(۳) اس طرح قادیانیوں کو اپنا حال پھیلانے کے مواقع ملتے ہیں،

اس لئے قادیانیوں سے لین دین اور دیگر بر قسم کے معاملات میں قطعاً تعلق ضروری ہو، ان سے تعذبات رکھنے والا آدمی اگرچہ ان کو بُرا سمجھتا ہو قابلِ ملامت ہے، ایسے شخص کو کھانا دے دے مسلمانوں پر فرض ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

قادیانیوں سے متعلق مزید مسائل جلد ۲ باب المرتد والبنیۃ میں ہیں۔ ۲۱ مرم مس ۹۹

اور نیز یاد فیضیں کتاب الغفر والاہ حۃ میں۔

سوالی صاحب کا یہ کہن کیسا ہے؟ بتیو! غور کرو!

الجواب باسم ربهم المصطفیٰ

سوالی صاحب کے قول "بتیو! چھ! میں ہوں" سے غلط عقیدہ کی تائید ہوتی ہے اس لئے ان پر تو یہ لازم ہے کہ جن لوگوں کے سامنے ایسا کہا ہے ان کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف اور توبہ کریں۔ غلط و شرعی عالم
۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

”لی خمسة اطفال بها“ انہ شریک

سوالی "لی خمسة اطفال بها" حوالہ دیا وہاں طبعہ المصطفیٰ والفرقہ فی دارنا اھم والذالمعہ ۱ یہ توبہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ بتیو! غور کرو!

المصطفیٰ باسم ربهم المصطفیٰ

جائز و شریک ہے۔ نقد و اشتعال اعلم

۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

تحقیق قائلہ لہ غیر اللہ

ایک فتویٰ ارسال خدمت ہے اس کے جواب سے نوازیما۔

سوال: اہل بھائی ثواب بروج بزرگان۔ ادا ان کی طرف چھ پائے منسوب کرنا: اور پھر ان کو بڑا بھائی پر جا کر ذکر کرنا (بسم اللہ الحمد اکبر بڑھ کر) اور غریب میں تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

بھائی ثواب للغير جائز ہے۔ (شرح کنز) درفتہ، فتاویٰ عالمگیری، دوشانی وغیرہ میں یہ مذکور ہے اور کسی چیز کو غیر خدا کی طرف منسوب کرنا ہرگز حرام نہیں بلکہ احادیث سے ثابت ہے مشکوٰۃ شریف باب فضل الصدقہ میں حضرت سعد بن عبادہ کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کی والدہ کی جب وفات ہوئی تو انھوں نے دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کی وفات ہو گئی ہے ان کے لئے کونسا صدقہ افضل ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پانی۔ چنانچہ انھوں نے اپنی والدہ کے نام ایک کنواں کھدوایا (مشکوٰۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ خیرات وغیرہ کو اولیاء امت کی طرف منسوب کرنا جائز ہے۔ اگر کوئی انکا کرسے تو وہ منکر حدیث ہے۔ اور منکرین نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے، وما اھل

بہ لغیر اللہ، حالانکہ باجماع مستحبین یہ اس جائز کے بارے میں ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کو نام لیا جائے، ولا خلاف بین المسلمین ان المراد به الذی یجوز اذا اهل به غیر اللہ علی الذبح (احکام القرآن طبعہا من مکتبہ ۱)

ومن هذا سلطان البقرة المذكورة لاولية ذبحها هو الزعم في زماننا حلال طليقاً له من كل اسم غير الله عليه وقت ذبح وان كانوا من ذبحه لكانوا من ذبحه لانه تفسيره من ذبحه بقوله هو حلال.

الجواب باسم ما لم يلقوا

ایصال ثواب پر ذبح بزعم ان دو ایاد کرام ثابت دوسبب اجرو ثواب ہے اس میں کوئی کلام نہیں۔ لیکن اس کے ساتھ کسی قسم کی تنقید و تخصیص احداث فی الذین و بدعت ہے۔ دو ایاد کرام کے نام پر جانور مستحبین کرنا اور میر مزادوں پر بھاکر ذبح کرنا اہل بہ لغیر اللہ میں داخل ہونے کی وجہ سے شرک ہے اور اس کا کھانا حرام ہے گو اس پر ہزار بار سبحان اللہ اللہ اکبر پڑھی گئی ہو۔ مجیب نے جواز پر جو دلائل پیش کئے ہیں ان میں سے کوئی ایک دلیل بھی مفید نہ لاسی۔ ملاحظہ ہو (قولہ علماء کرام متفق ہیں کہ ہر کا ذبیحہ) (اقول) اس تفسیر سے اثبات ہوا کہ ایصال ثواب الی غیر مطلقاً جائز ہے۔ اور اس میں ہمیں بھی کوئی کلام نہیں البتہ اس کے لئے کوئی وقت متعین کرنا اور قیود لگانا بدعت ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

(قولہ متکثرین نے) و اهل به لغیر اللہ سے استدلال کیا ہے (اقول) مجیب نے اس ساری تقریر سے مذکور غیر اللہ کے اشارت کی کوشش کی ہے اور احکام القرآن للہما ص کا حوالہ دیا ہے۔ ان المراد به الذی یجوز اذا اهل به غیر اللہ عند الذبح، لیکن اس سے آگے نظر نہیں فرمائی جہاں مصرح ہے و ظاهر قولہ تعالیٰ و ما اهل به لغیر اللہ یوجب تحریمہا اذا اهل به اسم غیر اللہ لان الاھل به هو الظہار غیر اسم اللہ و لیس فی الایتین تعین اسم اللہ و تعینہ غیرہ بعد ان یكون الاھل به لغیر اللہ و ما اهل به لغیر اللہ (۱) بالفرض ما اهل به لغیر اللہ کی تخصیص ذبح پر غیر اللہ کے ساتھ تسلیم بھی کر لی جائے تو مذکور لغیر اللہ کی حستہ و ما ذبح علی التخصیص میں مصرح ہے۔

دوسرا حوالہ تفسیرات احمدیہ کا دیا ہے ان البقرة والمنى ذقة لاولیادہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے لائی جائے اور ثواب ولینہ اللہ کے لئے ہو۔ یہ وضاحت خود مصنف نے منہ میں فرمادی ہے (بیان القرآن) اس کے جوازیں کوئی کام نہیں۔ اگر

اولیاء، شرک و مشرکیت فی السر اور نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر ان کی رضا کے لئے جائز و ناجائز کو تسلیم کر لیا۔
 تو یہ بلاشبہ ما اھل بہ لغیر اللہ میں داخل ہے اور آجکل عوام کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ اللہ
 نواب مسلمان ذبح ذبیحہ و قصد بن محمد، القرب الی غیر اللہ، تعالیٰ صادمین و ذبیحہ
 ذبیحہ مرنہ (قفسہ نیشاپوری) امام رازی نے اپنی تفسیر میں مراد انہی حرمت میان فرمائی ہے
 اور تمام فقہاء کرام بھی اس کی حرمت پر متفق ہیں۔ ورنہ تار میں ہے ذبح لغیر اللہ الا حرم وغیرہ
 لواحد من الزمان بحرم لہ اھل بہ لغیر اللہ و لود کر اسم اللہ و لود بحیض و لایحرم
 زنا مسنة الخلیفہ بنیہ السلام و الکرام الضعیف انکرام اللہ تعالیٰ و الفارق بین یہاں یہاں
 لیکن تھا کہ الذبح للذبح ذلال و المنفعة للضعیف و لود لیس و ذبح لہ یقتل
 مہابن بن نعلہ الخیرہ کا کہ تعظیم غیر اللہ، فتح و ہلاک یکتہ قول اس امتی الاشباہ
 والظائر۔ فقط والشرکائی ام

۲۲ محرم سنہ ۱۳۹۵ھ

سانہ کی تحقیق

سوال : حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان القرآن میں سانہ کی حرمت ثابت فرمائی ہے
 اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے معارف القرآن میں حلال لکھا ہے اور وجہ بیان فرمائی ہے کہ
 سانہ کو حرام کہنے سے مشرکین کے عقیدہ کی تائید ہوتی ہے، آپ کی تحقیق کیا ہے؟ سانہ ما اھل بہ
 لغیر اللہ میں داخل ہے یا نہیں؟ نیز جانوروں کے علاوہ مٹھائی وغیرہ جو غیر انشائیہ کے طور پر
 تقسیم کی جاتی ہے وہ حلال ہے یا حرام؟ اور ما اھل بہ لغیر اللہ اس کو شامل ہے یا نہیں؟ بیوا
 میانہ خفاء، تاجروں اور اوقاف۔

الحکم علیہ باسم اللہ العزیز

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب راست برکاتہم نے امداد المفتین جلد ۲ میں سانہ کی
 حلالیت کی طرف حضرت تھانوی قدس سرہ کا رجوع نقل فرمایا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی طرف سے
 سوال اور حضرت تھانوی قدس سرہ کا جواب امداد المفتین سے نقل کیا جاتا ہے۔

سوال : ایک فتویٰ ریاست قردلی کا دربارہ (حکومت) سانہ و بکرہ وغیرہ بیان کیا ہوا ہے جس پر
 حضرت دلائی بھی تصدیق ہے۔ غالباً تصدیق کی نقل میں غلطی نہیں ہے کیونکہ بیان القرآن

جدید کے عاشق میں بھی حضرت نے اسی صورت کو ترجیح دی ہے اور کچھ یاد ہے زبانی بھی حضرت سے چند جملے احقر نے سنے تھے مگر اس میں ایک کھٹک اسی وقت سے چلی آتی ہے وہ یہ کہ صورتِ ثالثہ میں اراۃ دم غیر اللہ مقصود نہیں مگر مذکورہ غیر اللہ کی حد میں تو داخل ہے اور مستندہ غیر اللہ کی حرمت پر صاحبِ بحر نے عبارت ذیل میں اجماعِ صنمیں نقل کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے جانور کی حلت کے لئے صرف اذن مانگ کافی نہیں بلکہ مالک کا اپنی نذر سے رجوع کرنا بھی ضروری ہے۔ ہاں اگر سائبہ وغیرہ جانوروں اور مستندہ غیر اللہ میں کوئی فسق ہو تو بیشک یہ شہرہ نفع ہو سکتا ہے مگر مجھے ان دونوں میں کوئی قاری معلوم نہیں جو اگر اصلِ حلتِ تقرب الی غیر اللہ ہے وہ دونوں میں یکساں ہے، صرف بحیرہ سائبہ میں صیغہ نذر کا نہیں ہے اگر ہو سکے تو اس پر نظر فرما کر اس کا حل فرما دیا جائے تاکہ اشکال رفع ہو اور اس کا جواب بھی دہن کر دیا جائے۔

جواب

اس مسئلہ کے متعلق میری رائے پرتینا دور گزر رہی ہے۔ ایک زید کی سوافقت (حرمت) کا اور میں نے تفسیر میں اس کو اختیار کیا ہے۔ دوسرا تردد کا، تفسیر کی جگہ ثالث کے منصب میں اس تردد کا دیا گیا ہے۔ تیسرا بکر کی سوافقت میں احلت اراۃ دم والفتاویٰ کے فتویٰ معتقدہ سوال میں اسی کا حکم کیا ہے جو کہ تفسیر سے زائداً متاخر ہے، پس اخیر رائے یہی ہے اور پہلی دونوں رائیں مرجوع عنہ ہیں بسبب خلاصہ یہ ہے کہ سوابب مالہ بن غیر اللہ میں داخل نہیں کیونکہ نادر کا مقصد ان کا ذبح نہیں، پس ان کی حرمت کسی دوسرے غرض (عدم اذن مالک) سے ہوئی جس کے ارتقاء سے حرمت اہل بعد از ذبح مرتفع ہو جائے گی۔ چنانچہ بحیرہ منسرت نے آیت یا ہا الذین یسئلونہ ان یرفعوا عنہم الا ذل من حلالہ علیہم کا سبب نزل اسی تحریم سوابب کو لکھا ہے اور آیت سے حلت کا اثبات اور اس حرمت کی نفی کی ہے اور بعض نے جو دوسرا سبب نزل لکھا ہے انہوں نے بھی اس حدت کی نفی اور حرمت کا اثبات نہیں کیا تو مسئلہ متفق علیہا ہو گیا البتہ میری تحقیق میں ما اهلہ بالذبح واللہ میں ایک دوسرا علم ہے یعنی مشورۃ الذبح واللہ غرض جو کہ کبھی حکم حرمت کا شامل ہے مگر اس تفصیل سے کہ حیوان کی حرمت مدلول نص بلا واسطہ ہے (اور انسانی ذبح سے قطعاً فی المعیونات اور غیر حیوان کی حرمت مدلولی بلا واسطہ قیاس ہے۔ لا شکی فی العبدۃ

وہی حیۃ النکاح ہے، ان المخلوقین، بحر کافتری، اسی قیاس پر مبنی ہے۔ باقی کچھ نے جو ضمان لکھا ہے اس کا جوہ قواعد سے یہ ہے کہ مستندوں کے بقول اللہ میں دو تصریحات میں تقریر ہے تاؤر کی تفسیر باطل کی حرام ہے لکن لفظ اللہ اللہ حرام اور میں تصریح میں ابطال ہے غرض تاؤر کا وہ جائز نہیں دلائل بہ بغیر اللہ کے ذریعہ و شواہد میں تو تقریر ہے کہ کی غرض، لکن ہم کی اسے حرام ہے اور سوانیب کے ذریعہ و شواہد میں ابطال ہے اس کی غرض کا اس لئے حرام نہیں، اور بحر کی جزئیات میں مجاہدین کا اختلاف یا لفظ قنادین وغیرہ یہ سب تقریر ہے غرض تاؤر کی اسے حرام ہے۔ اس سے فرق نکلیا سوا سب کے تداخل میں اور مستندوں کے بقول کے تداخل میں۔ واللہ اعلم۔

کتبہ امیرت علی

۳ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۵ھ

سوانیب اور مستندوں کے درمیان ایک اور فرق بھی معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ مستندوں کے بقول کی حرمت تقرب فی غیر بشر کی وجہ سے ہے اور تقرب بواسطہ قرابت، ہوتا ہے، اور تصدیق و امانہ و تمسکاً قرابت ہے مگر غرض تلبیب کو شریعت نے قرابت نہیں قرار دیا اگرچہ مستحب اسے قرب لکھا ہے لہذا سوانیب میں تقرب الی غیر البشر نہیں پایا گیا جو علت تحریم ہے۔

غرضیکہ سوانیب فی نفسہ حلال ہے مگر عدم اذن مالک کی وجہ سے حرام ہے۔ اگر مالک کی نظر سے صراحت یا اجابت عامہ کے تحت اذن پایا جائے تو سوانیب حلال ہے مگر اھل حق و عدل کے علم میں سمجھ کی بغیر بھی داخل ہے، اور تو کلمہ علی الشعب کا بالاستعجال ذکر سب پر قرینہ ہے کہ مالاھضہ یہ بغیر اللہ حیوان وغیر حیوان دونوں کو شامل ہے اور اگر سے حیوان کے ساتھ فی ص رکھا جائے تو غیر حیوان کی حرمت ثابت بالقیاس ہوگی، بطلت تقرب فی غیر البشر لفظ اللہ تعالیٰ علم

۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۵ھ

نجومی کو ہاتھ دکھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ نجومی کو ہاتھ دکھا کر حالات معلوم کرنا جائز ہے، علم غیب تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، نجومی اسباب پر نظر کر کے نتیجہ کی پیش گوئی کرتا ہے جیسے کہ محکمہ موسمیات اور دوسرے مختلف محکمے اور ماہرین فلکیات اسباب

کے پیش نظر پیشگوئیاں کرتے رہتے ہیں۔ نیز بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ علم اللہ تعالیٰ نے حضرت
ادیس میں اسلام کو دیا تھا اور غوی جو وقوع حوادث کی خبر دیتا ہے وہ امر تقیری بقواعد نجوم
بتاتا ہے یہ علم طیب میں شمار نہیں کیا۔ مسلمانوں کے لئے یہ عقائد رکھنا شرعاً جائز ہے؟ یہ مسئلہ تزلزل

الاجوبہ بحسب ما ارجو القبول

اسباب سے متعلق عام قاعدہ یہی ہے کہ اگر ان کو مؤثر نہ سمجھا جائے بلکہ درجہ سمیت ہی کہتے
ہوئے سبب پر استدلال کیا جائے تو یہ جائز ہے مگر خیریت نے اس قاعدہ سے نجوم کو مستثنیٰ کر
دیا ہے یعنی نجوم سے درجہ سبب میں بھی واقعات پر استدلال سے سختی سے منع فرمایا ہے اس
استثناء کی حکمت کا سمجھ میں آنا ضروری نہیں، سمجھنا بقا ہر یہ حکمت معلوم ہوئی ہے کہ اس میں
ان نحو ہو گیا ہے کہ اس کی طرف متوجہ ہونے والے باہم نجوم کی تاثر کے قائل ہو جاتے ہیں، محض
سمیت پر توقف نہیں کر سکتے، نیز اس علم میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ بسا اوقات بہت سی پریشانیوں
کا باعث بنتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ شریعت نجوم کی سمیت ہی کا کار کرتی ہے یعنی
نجومی من امور کی نسبت نجوم کی طرف کرتے ہیں شریعت نے ان کی تعلیل کی ہے ویسے طلاق سمیت
بالصبر میں شمس و قمر میں مشابہ ہے، یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ علم نجوم و علم فراست دراصل صحیح ہیں
اگر ان کے قواعد کسی دلیل سے ثابت نہیں اسلئے ان میں موصوفاً غلطی واقع ہوتی ہے جو بسا اوقات
ہد گمانی کا باعث بنتی ہے اور ہد گمانی سے فتنہ، منافرت اور دیگر کئی مفاسد پیدا ہوتے ہیں چنانچہ
چونکہ مشابہت کا عمل اسی وجہ سے مسموع ہے۔

افلاطون سے اگر کوئی ملاقات کرنا چاہتا تو پہلے اس کی تصویر منگو کر بذریعہ فراست اس کے
اخلاق معلوم کرتے ملاقات کے قابل ہوتا تو اجازت دیجئے۔ آپ شخص کی تصویر دیکھ کر ملاقات
سے انکار کر دیتا تو اس نے کہا کہ افلاطون کی فراست صحیح ہے واقعی میرے اندر یہ رذائل تھے مگر اب
میں نے ان کی اصلاح کر لی ہے، جب افلاطون جیسے مشہور صاحبِ تعہد اشرفی سے غلطی ہو گئی
اور وہ ہد گمانی پیدا کر سکتی ہے تو کوئی دوسرا کیسے غمناک رہ سکتا ہے۔ فرض کیا کہ شریعت نے اس سے
منع فرمایا ہے اور اس پر شدید عیدیں آئی ہیں۔

(۱) من ان عرف انفسہ فاعرف شعبہ و لو تعقبہ لہ صلاۃ ازید علیہ (مجموع الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۸۱)

(۲) من ان عرف ان کاہنا فہد قدام بقولہ فعل کفرہ انزل علیہ من ان و منہ منہ کفرہ

(۳) من ان کاہنا فہد قدام بقولہ ادان امراتہا صلتہا اولان امراتہ فہد

فقد بقی فیما انزل علی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) احمد

(۱۳) من قرأ کما هنا فسأله عن شئی وجمعت عند الفریة اربعین فیلة قال: صدق

بما قال کفر (طبرانی)

قال فی رد المحتار تحت (قوله التمجید) وقاد ان تعلو الزیاد علی هذا المقدر
(ای مقدار المعروف بہ مواقیب النبیل والنیل) فیہ بأس بل صرح فی تفصیل جہت
وهو ما شئ علیہ الشارح والظاهر ان المراد به التمجید التاف ذلک القول بل ان قال فی
الرجاء ان علو التمجید فی نفسه غیر مایوم لذلک اذ هو قس من الذم قال: ولكن مذموم
فی الشرع وقال: سئل علو اسم التمجید ما عند ذلک فی الذم والحق اسکو او انما ارجو
من ثلاثة اوجه احدها انه مضرب اکثر الخلق فان اذا القی الیہم ان خلق الانار
محدث عقیب سائر الخلق وقد فرغوا من انھا الموزنة وثانیہا ان احکام النجوم
تتم من محض ولقد کان معجزۃ لادریس علیہ السلام فیما یحکک وقد اندرس لثانیہا
انما ذلک فائق فیہ فان ما ذکرنا من الذم لعلو عنہ غیر یسکن الیہ لخصاً زادت اسما ۱۴

یہ جو کہا گیا ہے کہ علم نجوم حضرت ادریس علیہ السلام کو بدیدہ وحی بتلایا گیا تھا، اولاً تو یہ بات
پا یہ ثبوت کو نہیں پہنچتی، ثانیاً تو اس نجوم سند سے ثابت نہیں کہ ان پر اعتماد کر سکا جائے، اور یہ
کہا جائے کہ یہ وحی علم ہے جو حضرت ادریس علیہ السلام کو دیا گیا تھا۔ ثالثاً خود یقین اور ان سے
پوچھنے والے عام طور پر کواکب کو مشرک و فاعل سمجھتے ہیں بد شرک علی ہے۔

نقطہ اللہ تعالیٰ علم و علمہ اتم و احکم

و جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۹۷ھ

خالد زاد سے پردہ کو میوب سمجھنا کفر ہے

سوال: خالد، ماموں، بھوپتی اور بھالے لوگوں سے پردہ کو بڑا سمجھنے والے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب: باسمہ بھاکم التوبۃ
بیّنات و جوا۔

خالد زاد وغیرہ سے پردہ فرض ہے اور شرعیت کے کسی حکم کو بڑا سمجھنا کفر ہے۔

نقطہ اللہ تعالیٰ علم

سورۃ تہہ سنہ ۱۴۰۷ھ

جی ایم سیہ کفر میں حبید

سوال۔ کتاب مجتہدین و مؤمنین تصنیف جی ایم سیہ طابع و ناشر نور محمد علیہ برائے
ماخذ ارسال خدمت ہے، تحریر شدہ میں کس کس کے مصنف اور طابع و ناشر کے بارے میں غرضیت کا نام
کیا ہے۔ بیٹو اتوجہ روا۔

الجواب باسمہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں نے اس کتاب کو متعدد مقالات سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ مرتب اور ناظرین ذیل کے نام سے مسمو
ہے۔ اس میں مذہب اور فدا پرستی کو وہم و گم میں مبتلا کرنے کی بار بار کوشش کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقنا
سمیع، بصیر، رزق، رضا، غضب وغیرہ اور اسلام کے فیاض عقائد مطلق انسان، حیات، عدالت، موت
برزخ، قیامت، پل اعراط، میزان، جنت اور دوزخ، حج، طواف، رمی، سعی، قربانی، مسدقات، ہفتہ،
جانور و نسک، ملت و حرمت، عبادات، اوراد و وظائف اور سوز و غیرہ احکام کو قدیم وہم و گم پرستی و شرار
و یا بے اعتدال، یہ غلوئے کے طور پر ذکر کیا گیا اور اس دو مہم فحاشی کی کتاب میں مشاہیر کی کوئی سزا و لعنہ و کفر
سے نفائی ہو انتہائی حد تک اور قریب کا مقام ہے کہ مسلم حکومت اور سلطنت کی ایسی مرتب اسلام دشمن اور
عقائد و اصول اسلام کا طعنہ مذاق اڑانے اور مرتب کا کفر و الحاد کی تشہیر و شاعت کی جرات کیے ہوئی ہے پھر
مسائلوں نے اور مسلم حکومت کے ساتھ براہ راست کیے گئے ہیں حکومت پر فرض ہے کہ اس کتاب کے ضبط کا فوری
حکم دے اور ایسے مروجہ و دشمنان اسلام کو برسرِ عام قتل کی جرات نہ کرے اور اسلام دشمنین، خصوصاً
علامہ کرام کو مہر و نفع ہے کہ اس کمال ہوئی تو میں اسلام اور کفر و الحاد کی نشر و اشاعت کے خلاف ہمدانے
احتجاج، ثبت کریں اور اس کی روک تھام کے لئے حکومت سے چوزور مطالبہ کریں۔ مسلمانوں کے لئے اس
کتاب کے مصنف و طابع و ناشر کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق رکھنا جائز نہیں۔ ان مرتب کی کانکار و جہتی
تجسین رہا ان کی بیویوں پر فرض ہے کہ قرآن ان سے الگ ہو جائیں ان کے ساتھ بیوی عیسا تعلق رکھنا اور
شمار ہو گا اور اس سے پیدا ہونے والی اولاد ولولہ زن ہوگی، واللہ یعول الحق وھو یجھک السبیلے

۱۳ جون ۱۹۷۱ء کو لکھی

نور و بشریت

سوال۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نور محمدی کہا گیا ہے؟ بیٹو اتوجہ روا

الْحَوْلُ بِأَسْمَاءِ الْمَوْلَى

فور کے معنی ہیں روشنی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے چاند کو نور فرمایا ہے ہوالذی جعل الشمس ضیاءً
والقمر نوراً یعنی چمک نور بھی نہ مہر ہوتی ہے اور دوسری شیا کو بھی روشنی اور ظاہر کر دیتی ہے اسلئے
نور کے استزائی معنی ہیں "الظاہر المظہر" اسی مناسبت سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام
د اسلام کو بھی نور کہا جاتا ہے اسلئے کہ وہ خود بھی ہدایت پر ہیں اور دوسروں کے لئے بھی دراصل ہدایت
کے رستوں کو ظاہر کرنے والے اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کرنے والے، بلکہ اس معنی سے ہر نبی مقتدا
نور ہے۔ حدیث میں "اللہ نور البصائر" نورؑ کی دُعا سے بھی یہی مراد ہے۔ نور الذی، نور الاسلام
نور اللہ وغیرہ نام رکھنے کا نام دستور ہے اس سے بھی یہی مقصد ہے یعنی دین اور سب کام کی
ہدایت کرنے والا۔ نور اور بشریت میں کوئی منافات نہیں ورنہ بشر کا نام نور الدین وغیرہ رکھنا
جائز نہ ہوتا۔ اسی طرح بشر کے لئے "اللہ نور البصائر" نورؑ کی دُعا جائز نہ ہوتی کہ چونکہ اس کے معنی
یہ ہوتے کہ "یا اللہ اسے بشریت اور انسانیت سے نکال دے" قرنی کریم میں بھی دینی ہدایت کو نور اور
گمراہی کو ظلمت فرمایا گیا ہے اور من کل میناً فاحیننا و جعلناہ نوراً للبصائر۔ فکل من کل
متعلق الظلمات پس بخارۃ منہا۔ یہی نور ہدایت بروز حشر روشنی بن کر چمکے گا۔ یعنی نوح
بہیں ایذا بخور دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ خود اپنی ذات کے بارے میں فرماتے ہیں اللہ نور السموات
والارض۔ حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی نور بمعنی ہدایت تحریر فرمایا ہے یعنی
اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی تمام مخلوق کو ہدایت دینے والے ہیں۔ بندہ کے خیال میں اس کا
زیادہ واضح اور زیادہ جامع مطلب یہ ہے کہ جس طرح روشنی سے استفادہ کیا جاتا ہے اسی طرح
زمین و آسمان میں جو کچھ بھی ہے ان سب کا وجود اور صفات محض ہدایت کریم کا فیض ہے
حقیقت یہ ہے کہ نور بمعنی ہدایت ہی اصل کمال ہے اور یہ ظاہری روشنی سے بدرجہا
زیادہ افضل ہے، چنانچہ سورج، چاند اور ستارے ظاہری نور ہونے کے باوجود بشر کے
خادم ہیں۔ دستور لکھو الشمس والقمر والنجوم۔ جو کہ بشر اشرف المخلوقات ہے اسلئے اللہ تعالیٰ
نے نور ہدایت کے لئے بشر ہی کو منتخب فرمایا۔ ارشاد ہے انما یرید اللہ ان یصلح علیٰ تملکاتہ والاعوان
والعیال الذین ان یصلحوا یرسلنا انشقاق منہا ورحمنا الانساق، مفسرین بشریت حضور کریم صلی اللہ
علیہ وسلم فدائے الہی و انسانی کو اشرف المخلوقات کی محسوس اور بشریت کے اعلیٰ ترین مقام سے سزاوارکس
مخلوق میں داخل کرنا چاہتے ہیں! اگر ان کا مطلب یہ ہے کہ ملائکہ کی طرح آپ بھی عبادت میں

سے ہیں تو یہ صحیحانِ محبت نادانِ دوست کی طرح محسنِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر رہے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو مسجد کراہیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو حضرت
آدم علیہ السلام سے بھی افضل ہیں۔ بشریت و رسالت میں تقاضا کفار کا عقیدہ تھا، وہ کہتے تھے
کہ رسول صرف فرشتہ ہی ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے انکے اس غلط عقیدہ پر قرآن کریم میں حجابِ
تردید فسخ فرمایا ہے۔

القرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نورسبی ہیں اور بشر بھی آپ کی بشریت کا بخارِ نصوص
قرآنہ کے خلاف اور آپ کی توہین کو مستلزم ہر نیکی و جہ سے کفر ہے۔ غلطہ اللہ تعالیٰ اعلم
۲۵، ۲۶ سوال سنہ ۹۱ء

تکفیرِ مسلم کفر ہے

سوال ۱۷۰۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ امیر بادشاہ ایک نئی جماعت کے ایک مقلد
کے ناظم تھے اور کمال الدین صاحب اس جماعت کے مرکزی ناظم۔ امیر بادشاہ نے جماعت میں یہ
مسئلہ اٹھایا کہ امام مسلم کو مشرک قرار دو۔ یہ مسئلہ اس جماعت کی شوری کے زیرِ غور تھا امیر بادشاہ
نے اسی مسئلہ پر سخت اختیار لیا کہ جو تکفیر میں چھپی ہوئی ہیں ان پر جو جملہ لکھا ہے اسے کاٹ دو وغیرہ نے
فیصلہ دیا کہ جب تک مسئلہ کا آخری فیصلہ شوری نہ کرے جب تک جماعت نہیں کاٹا جاسکتا، اس پر
امیر بادشاہ نے کہا میں یہی جماعت کا کوئی کام نہیں کر دوں گا اور جماعت کے کام میں بالکل حصہ نہیں
لوں گا یعنی جماعت سے علوق ہو جاؤں گا، اور اصل طور پر ایک ہو گئے۔ کمال الدین صاحب مرکزی ناظم کا
ارکان کی میٹنگ میں سارا زور اس بات پر تھا کہ امام مسلم پر لفظ مشرک ہرگز نہیں لکھا بلکہ پہلے مورخ
نے، اتفاق سے ایک اور مسئلہ پر کمال الدین صاحب مرکزی ناظم اور جماعت کے امیر بادشاہ کی
تمام ارکان میں اختلاف ہو گیا، امیر جماعت اور پوری شوری ایک طرف، کمال الدین صاحب مرکزی ناظم
دوسری طرف کیلئے تھے تو امیر بادشاہ اپنے مسئلہ پر قائم رہتے ہوئے اپنی پوری طاقت کے ساتھ
کمال الدین صاحب کے ساتھ ہو گئے۔ برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جس تحریر کیوں کر کہاں کہ ساتھ
کیا رو یہ اختیار کریں اب سنا ہے جو صحیح بھی ہے کہ کمال الدین صاحب اس جماعت کے امیر
بن گئے ہیں اور امیر بادشاہ مرکزی ناظم بن گئے ہیں۔

بیوقوفانِ حیران

الجواب یا سحر مدسحہ الصواب

حضرت امیر مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مقام تو بہت بلند ہے، کسی اور اہل مسلمان کو بھی کا فر یا مشرک کہنے والا خود کا زہر ہوتا ہے۔ لہذا امیر بادشاہ جب تک توہر اور تجرید ایمان کا اعلان نہ کرے اس وقت تک اس کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھنا جائز نہیں۔ اگر امیر بادشاہ شادی شہر ہے تو اس کا نکاح بھی دوبارہ بڑھانا ہے، تجرید ایمان کے بعد بھی بدستور صحیح لازم ہے، کماں الدین۔ اگرچہ تکفیر مومن جیسے کفر کا مرتکب نہیں ہوا، مگر امیر بادشاہ کے ساتھ تعلق و تہا و تک و جرس کا تسبب جب تک اس سے قطع تعلق کا اعلان نہ کرے اسی وقت تک اس کے ساتھ بھی کسی قسم کا تعلق رکھنا جائز نہیں۔

حکومت پر فرض ہے کہ ان دونوں کو غیر نیک سزا دے۔ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایما رجل قال لا خبیہ کافر فقد باء بها احدا ہما (متفق علیہ) وعن ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یری رجل رجلاً بالفسوق ولا یرمیہ بالکفر الا ارتدت علیہ ان لم یکن صاحبہ کذا قال (ریض البغاری) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(امجدی، ۱۴۲۰ھ)





ایمان و کفر کا معیار

○ گاندھی کو مسلمان کہنا کفر ہے

○ مسلمان کی تعریف

سوال : گاندھی نے

جس دھرم میں تقرر کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے ۔

مجھے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کھڑکیوں پر چھوڑ دوں ؟ کیوں کہ
اسلم کی تعریف نہ کروں ؟ کیوں کہ میں کھڑکیوں پر چھوڑ دوں ؟
مجھے سب مذاہب اور دھرموں کے ہماراؤں اور پیروں میں
دشواش ہے ۔ مذکورہ الفاظ کہنے سے گاندھی کو مسلمان کہا
جاسکتا ہے یا نہیں ؟ جواب جلد فرمائے فرمائیں کہ یہ کج ہے
ایک تبلیغی رسالے کے لئے ضرورت ہے
پیشوا بھگواندر سنگھ (پیشوا)

الجواب ومنه الصدق والصلوب

ایمان کی تشریح یہ ہے۔ ہوا تصدیق یا علم جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ اجمالیہ علم
اہل و انصاف و فہم تفصیلاً اس تعریف میں تصدیق سے مراد تصدیق منطقی یعنی غایت و اہل کو نسبت
نہیں اور نہ ہی تصدیق لغوی (۱) نسبت تصدیق الی لفظ (۲) مراد ہے بلکہ تصور و تصدیق شرعی ہے
جو کہ سورۃ شلشہ کا جو ہے (۱) معرفت (۲) تصدیق لغوی (۳) اعتقاد و مستلزم یا یوں کہہ سکتے
ہیں کہ حقیقت سے تصدیق لغوی ہے مگر ایمان کے تحقق کے لئے معرفت اور تصدیق شرعی۔ عنہما
ایمان صرف معرفت ہے۔ وہم و دود لا ینالین اختیار و ایمان اختیار ہی نہ کہ وہ مکتد بہ و تکلیف و لا
من انفعال اختیار بہ۔ و ایضاً قولہ تعالیٰ وَتَعْلَمُونَ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اِی کتبہ بیدل علی کون
الایمان کسباً و المعرفۃ یست بکسبہ و ایضاً المعرفۃ کسب و تصدیق فعل و ینہم تصادق۔

تو ان مجاہد کی تعریف بھی صحیح کہ رد یہ کہہ دیں، قال اللہ تعالیٰ وَتَعْلَمُونَ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اِی کتبہ بیدل علی کون
الایمان کسباً و المعرفۃ یست بکسبہ و ایضاً المعرفۃ کسب و تصدیق فعل و ینہم تصادق۔
وَمَا تَعْلَمُونَ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اِی کتبہ بیدل علی کون
الایمان کسباً و المعرفۃ یست بکسبہ و ایضاً المعرفۃ کسب و تصدیق فعل و ینہم تصادق۔

طریقہ ایمان کے لئے معرفت کافی نہیں بلکہ تصدیق اور اعتقاد بھی لازمی ہیں۔ قال امام الحرمین
فی الارتقاء التصدیق علی المتعین کلام النفس و لکن لا یثبت الا مع العلم المراد ان اللہ عام و خاص
عبارة الاشری فی هذا السیاق ان التصدیق کلام النفس متعلق بالمعرفة یلزم من عدم العلم و یحصل
ان الایمان حاصل ہوا من المعرفة و الکلام النفس یشکی کل منہا و کذا امن الایمان فلا بد فی تحقیق الایمان
علی کلا الاحتمالین من المعرفة اعنی ادراک عطا بقہ دعویٰ تعویضی اللہ علیہ وسلم لمراتب و من امر
اقتضی الاستسلام الباطن و الارتقاء بقول القوامر و التواہی المستلزم للجدل و عدم الاستغناء

اصح التبری من الکفر الذی کان فیہ و هذا الاستسلام الباطن هو المراد بکلام النفس و یقع
المصنف ای الغزالی فی کلامہ علی ایمان و الاسلام و انما قد اذنبہ لا بد مع المعرفة من الامر بالغیر و هو
الاستسلام الباطن و انما قد من شہوت و غلبہ المعرفة مع قیام اکثر الخ۔ قال العلامة الزیلعی فی شرح
الاحیاء الاقران التصدیق قول النفس لغير المعرفة لان المعلوم من التصدیق لغة هو نسبة الصدق
الی القائل و هو منہ المعرفة یستغنی عنہ من قبیل کیف التذہب لقولہ الفعل فلم یخرج کل
من الانقیاد الذی هو الاستقام و من المعرفة عن مضمون و التصدیق لغة مع ثبوت اعتباراً و شرفاً

وان مشيخ الملك ورجل في الرئاسة فآثر عليه السلام وقد جاء ذلك مع حكاية في صحيح البخاري

(عبد القاری ج ۱)

برقوں نے زبان سے بھی نکل کر کہا اور کھڑکوں بھی کھڑکیں سلیم ہوئیں۔ مولانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تکذیب فرمائی اس لئے کہ انبیاء و ائمہ حضرت عہد قرآن میں صرف ان کا ذکر اور مفاہک و مہ سے مسلم ہونے کا حکم نہیں لگایا جاتا، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے آپ کا ایمان ثابت ہوا اور اہل بیت کس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت کا اظہار کیا، اس وقت اسلام میں کتنے عقاید غلطیہ شرا و بدداشت کیے۔ قول و فعل ہر طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح کرتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔

فَبَدْعُوتِي وَهَلَمْتُ اِنَّكَ هَادِقٌ وَلَقَدْ مَدَدْتُ رِكَتِي قَبْلَ امِينَا

والله ان يعلموا اليك بجهنم

فامض يا مارك لاتصيبك عناية
وابغرب ذاك قرمنا عيوننا

ولقد علمت بان دين محمد من خير اديان البرية دينا

لولا الملائكة أو حذاري مستبدة لوحد نفسي سرعاً يذاتك هيبناً

اس کے باوجود انقیاد نہ ہونے کی وجہ سے ابوطالب کو مومن نہیں کہا جاسکتا۔

نقل في فتح اللهم قول الحافظ ابن تيمية في البوطاب وغيره كالوامع محبتهم لله وموتى

عليه وسلم وحيثما كانوا كلمته من عدم حرم له وعلمهم بعد ذلك واقر بهم بحكمهم الفهم والذكاء

قَوْمٌ وَكَانَتْهُمْ لِرَأْسِهِمْ قُرْبَىٰ لَهُمْ عَلَىٰ عَدَمِ اتِّبَاعِهِمْ عَلَىٰ دِينِهِ الْقَوِيمِ وَهَذَا بِمُتَقَرِّهِ فَلَمْ

مَنْ كَرِهَ الْإِسْلَامَ فَهُوَ كَافِرٌ بِمَا كَفَرْنَا بِهِ أَلَمْ يَأْتِ الْبَاقِيَ

وہی جن انا لکھتا ہوں کفر و تکبر و کفر یہاں دیکھو کہ ان کا انکار ہے کہ ان کے لئے

تسليم بالقلب وباللسان جميعاً فهو الأول وإن كان باللسان فقط مع حصول العزيمة والاعتقاد

بالقلب فهو الشك في وان كان مع حصول المعرفة والاكراه بالان لمحض الغناء فهو الثالث

(ہر قل، ابو طالب اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم) وان كان بالقلب قطع مع التسليم والانقياد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ (فتح البهر: ١٧)

مذکورہ بالا بیانی سے معلوم ہوگا ایمان کے تحقق کے لئے کیا لازم ہے۔ بھروسہ و تحقیق انفرادی

کے لئے اصل سبب ہے کہ اسے ہر شخص کو جاننے کے لئے کہ یہ انصاف اور حق پرست اسلام میں داخل ہو گیا ہے۔ اس

هذا الظاهر والله اعلم بالله وقم له في عباراتكم اللهم سخطوه وهورا ان لا يقبلوا او نحو σ من

فأقول في تفصيل شرح التوحيد بلداً على ما هو عليه. إنك قد علمت أن مقتضى من ينكر المصانع
كالسحرية ومن ينكر الواحدانية كالثنوية ومن يفرقها لكونها ينكرها بثنائية التوحيد كاللادينية
ومن ينكر الخلافة الوحدانية ومن يفرقها لكونها ينكرها بثنائية التوحيد كاللادينية ومن ينكرها بثنائية التوحيد كاللادينية
كالعيسوية فيكتفى في الأولين بقوله لا إله إلا الله وفي الثالث بقوله محمد رسول الله وفي الرابع
بأحمد أو في الخامس بهما مع التبري عن كل دين يخالف دين الإسلام (أقول) والذي أفتى به
معتزلة بالشهادتين بلا تمييز لأن التلخيص بها صار لامة على الإسلام فيقتضي أن رجع عالم
يصدق في الغامضة فثبت (قوله) فيكتفى في الأولين (الم) لأن كل واحد ممنوع عن الشهادة أصلاً
فإذا أقر وبها فذلك دليل إيمانهم ونجحت قوله (وفي الثالث) فلو قال لا إله إلا الله
لا يحكم بالإسلام لامة منكر الرسالة ولا يمنع عن هذا المقالة ولو قال أشهد أن محمداً
رسول الله يحكم بالإسلام لأنه يمنع عن الشهادة فكان الأثر به دليل الإيمان ونجحت قوله في
الرابع (الم) عطف على السد ولا بد منكر (المرتين) حيث ألباهما شهادة دخل في الإسلام (الم) قوله زاد
أنه لو قال أنا مسلم فهو مسلم لأن عبيد ثلاثة لا يشهدون هذا الوصف لأنهم مسلم
يعودون على قصد المحافظة للمسلمين وكذا لو قال أنا على دين محمد أو على الحقنية أو على دين
الإسلام ونجحت قوله في الخامس (الم) والظاهر أن لواحق بالشهادتين وهو بعضهم الرسالة
التي لا يراد بها غيرهم أو قال أشهد أن محمداً رسول الله إلى كافة الخلق (المرتين) يعني
الذين هم أيضاً كالمسلمين به المتأخريين ونجحت عنوان (تنبيه) قلت وإنما أكتفى عليه الصلوة والسلام
بالشهادتين لأن أهل زماننا كانوا متدينين لهائمه أصلاً كإيمانهم أنهم على دين محمد
العليه السلام وإن كان كل واحد كان لا يرى ضرورة كونهما فخرين لكونه لا بد من تمييزه ما كان يستتد
لأنه كان يفرق بينهما لكونه لا بد من تمييزه منه كما يستجيب به الشافعية وهو ظاهر
ونجحت قوله بل ثم في السد (الم) ألقاها بهن واليهما في كان إسلامهم في زمانه صلى الله عليه وسلم
بالشهادتين لأنهم كانوا يتركون ما شاء الله صلى الله عليه وسلم وأما اليوم بلاد العراق فلا يحكم بشهادتهما
بهما بل يقتضي تفرقاً عن عيسى ومحمد في دين الإسلام لأنهم يقولون أنه رسول الله العرب والعجم
لا في غيرهم بل كذا يفرق به محمد وفي شرح الشيرازي في شرح (الم) اليهود والنصارى في اليوم
بينهم في المسلمين (الم) في واحد منهم بالشهادتين لا يكون مسلماً لأنهم جميعاً يقولون هذا الدين
من نعتي ولا يهودي عند نسائه إلا قال هذا الكلمة فمما الاستسنة قال رسول الله إليكم

والذي جعله إسرائيل ثم تسان ولو قال ان الاسلام لم يكن مسلحاً بهذه الان كل فريق يقتل في ذلك نفسه .
 فالاسلم هو المسلم الحق وكل فريدين يبدل الله منه متفق والمحقق كان شيخنا الإمام يقول الا تخون
 في ديارنا فان من يقول منهم اننا مسلم يصير من الانهم باؤت هذه الصفة ويبقون به اولادهم
 ويقتلون يا مسلمان! انه الذي قوله فمضى هذا ايقان كمالك في اليهود والنصارى في بلادنا
 فانهم يمتنعون من قوله سلم حتى ان احدهم اذا اراد منهم نفسه عن امر يقول ان قوله ان يكون مسلماً
 ناذر ان قال اننا مسلم فمضى فهو دليل اسلامه وان يجمع منه النطق بالشهادتين كما هم به في شرح
 السير فيمن على جماعة فانه يحكم بسلامه وبانه يحكم بسلامه بجموعه المسلمين في حق العالم
 عليه اذ ان ذلك لا يمتنع من النطق بالشهادتين انما لا يمتنع فاذا التي بها اذ انما يجب الحكم
 بسلامه لانه نطق السلي الا لا يمتنع ان محمداً انما اشترط التبري بناء على ما كان في زمنه من
 اقوالهم بالرسالة على خلاف ما كان في زمن النبي صلى الله عليه وسلم من افكار هانذا نكرها
 في زماننا واستعوا من النطق بالشهادتين يجب ان يرجع الامر الى ما كان في زمنه صلى الله عليه وسلم
 اذ لم يبق روجه للعدول منه على ان محمداً انما حكم على ما كان في بلاد العراق لا مطلقاً كما هو
 ما في السرد وعن هذا ذكر العلامة في عم انه سئل عن طاعى الذي قوله فانهم ذكروا ان
 بعض اليهود يحضرون سائر تبيينات النبي صلى الله عليه وسلم بالعرب وهذا يكفيه مجزاة الشهادتين بخلاف من
 يبتكر الولاية اصلاً وبعض من عمى الله قلبه جعلهم فرقة واحدة في جميع البلاد حتى حكم
 في فخراني منكر الرسالة بالنطق بالشهادتين ببقائه على العمليّة لانه لم يبتزأ . ولما سلم
 ان الذي يجب التحويل عليه انه ان جعل حاله يستلزم عنه وان علم كما في زماننا كما هو
 ظاهر وقد اتحت قوله لان التلطف بها صار علامة على الاسلام لا انما اذا دلفوله صار الى
 ان ما كان في زمن الامم محمداً تميز لانهم في زمنه كما في يمتنعون من النطق بها فلم تكن علامة
 الاسلام فلذلك اشروطها السري ما في زمن تدمر الهداية فتد ما رت علامة لصلوات
 لانه لا يأتي بها الا المسلم كما في زماننا هذا (التي قوله) وهذا يجب العمليّة في دار المعمر
 بالافرة لانه لا يسمع من اهل الكتاب فيها الشهادتين ولهذا قيده محمد بالعرفان
 (التي قوله) استحسن كمال يا شاذ الذي قوله وهو المصلى به فليحفظ . وثالث تحت عنوان (وما)
 اعلم ان الاسلام لم يكن بالفعل ايضاً لا يمتنع انما لا يمتنع انما لا يمتنع انما لا يمتنع انما لا يمتنع

عنه بر قوله في معنى من سلكها فمضى احد

اولیٰ الصلح و شہود المناہک کا المصلوۃ و عذرہ و عذرہ النعمان بحسب وقدم الشرح ذلت نقی فی اول کتاب
 الصلوۃ و قد مدنا الکلام علیہ مستوفی و ذکرنا حدیثا لعلہ لا یخفی فی الاسلام بالفضل بین العیسوی علیہ
 والبرکات و دلیل الاسلام علیہم علی ما فعل ذلک بہ الخ (درۃ المختار کتاب الیوم و لیلۃ الجنت ج ۲)
 دھماکار اور دھماکار کی مفصل عبارت سے ظاہر ہوگا کہ قرین القیاد کا مدعو عرب پر ہے جو وہ دعوت میں
 گاندھی جیسے الفاظ کہنے والے کو رسم منسخر نہیں کیا جاتا، نہ ہی غیر مذاہب کے لوگ ایسے الفاظ سے متحرک
 و متاثر کرتے ہیں۔ گاندھی سے بھی زیادہ اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و تکریم اہل
 مذاہب سے تشو و تکریم میں ثابت ہے۔ ایسے الفاظ کے حکم سے ہندو عوام ہندو مسلم اور خود مسلم بھی خود کو
 ہندو ہی سمجھتا ہے۔ کسی کو اس کے مسلمان ہو جانے کا دیم بھی نہیں گزرتا۔ اسی وجہ سے گاندھی کے مرنے
 کے بعد مسلم اہل دین سے جو گاندھی کی سوانح سے بخوبی واقف تھے، بلکہ سب سب اس کے رفیق زادہ تھے
 انہوں نے گاندھی پر ہنسنا جائزہ اور تجویز و تحقیر کا معاملہ نہ کیا اور نہ ہی ہندو قوم نے اسے مسلمان سمجھ کر
 اس کی تجویز سے بیزاری ظاہر کی، غرضیکہ گاندھی کے ان الفاظ کی وجہ سے نہ ہی مسلمانوں نے اسے مسلمان سمجھا
 اور نہ ہندوؤں نے اسے خود کو گاندھی کو مسلم یا خیال ہوگا کہ ان الفاظ سے مسلمان ہو گیا ہے اس لئے گاندھی
 مسلمانوں کی دیکھش اختیار کرے۔ یہ کم از کم مرنے وقت نماز جنازہ کی وصیت کرنے کے لیے الفاظ بلکہ اس
 سے بھی زیادہ وجہیت، غیر مذاہب میں سے فہمیدہ اشخاص کہتے رہے ہیں مگر کوئی شخص بھی ان کو مسلمان نہیں
 سمجھتا۔ موجودہ وقت میں مسلمان جب بھی ایسا ہے کہ وہ ان کہے کریں مسلمان ہیں یا بلا استہزاء شہادتیں پڑھے
 اور آئمہ مسلمانوں کی رہنمائی اختیار کرے گاندھی کو یہ جملہ الفاظ سب مذاہب اور دعووں کے ہر مائلین اور
 و غیر فرق میں دشواری ہے۔ یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے اس سے ظاہر ہے کہ گاندھی موجودہ مذاہب اسلام
 عیسائیت، یہودیت اور ہندو مت کا دھرم و مکتبہ وغیرہ کو حق سمجھتا تھا اس آخری جملہ سے گاندھی کا عقیدہ ہوا اس کا اسلام میں
 داخل نہ ہوا صاف ظاہر ہے

حقیقت یہ ہے کہ گاندھی اس قسم کے اعلان صرف مسلمانوں کو غریب دینے کے لئے کرتا تھا جیسے
 شرکاری شکار کو پھانسنے کے لئے اس کی بولی بولتا ہے اگر گاندھی واقعہ اسلام کو حق سمجھتا تھا تو اسے
 لئے قبول اسلام سے مانع نہ کرتا، اس جیسے سنگار اور قلعی کا فخر کو مسلمان سمجھنا اگر ہے۔ فقط دھرم دین
 میں پیشہ الی صراط مستقیم

مسلمان کی تعریف

خوالہ : ایک رسالہ مسلمان کی تعریف کے احوال پر دست ہے۔ اسکی عجیبیت کی قدر نے نصیریوں سے وضاحت فرما کر مسلمان کی دنیا کی شہرت مازیں۔

الْحُكْمُ بِالْإِسْلَامِ فَاسْلَمُوا بِمَا نَحْنُ عَلَيْهِ

مضمون نگار کا یہ کہنا کہ تم بھروسہ دے دو کہ میں اور تم کو دینے والے خدا اس سواں سے بہت بڑے مشکل سے جواب دے سکے اور متعدد جہات کے برخلاف ایک دوسرے کی کذب کرنا بھی "غلاب حقیقت" ہونے کے علاوہ تمام اور مسئلوں کے لئے سخت اور خطرناک حد تک مضر بھی ہے۔ درحقیقت یہ جالب بحث اور سوائے زمانہ سیرکیشن کی نہیں اور غلط پروپیگنڈا ہے۔

مضمون نگار کو یہ خیال نہ تھا کہ جب قرآن وحدیث اور فقہ کی خدمت میں علمی محنت کو دینے والے اور تو انہیں مسودہ کے نام پرین بھی ترجیح دے گا اسلام اور مسلمان کا صحیح مفہوم نہ بیان کر کے تو اسلام کو دنیا میں باقی رہنے کا کیا حق ہے؟ یہ تحریر فقہ اسلام میں شیعت والے اس کی بنیادوں کو متزلزل کرنے اور دھارہ اسلام کو تحقیق مینا کرنے کے مترادف ہے مضمون نگار نے اسے دانستہ یا نادانستہ اس انداز سے لکھا ہے کہ اس سے قرآن اہدیت اور فقہ کے مترادف ہیں یا مضمون نگار کو فوجیت کا دعویٰ ترشح ہوتا ہے انھوں نے اس تحریر کی مہر کی طرف توجہ نہ کی اور یہ نہ سوچا کہ جس سے انھوں نے کیا پایا اور کیا گھوڑا؟

اُسے پتہ نہ تھا کہ خدا اور دیکھ تو کسی یہ گھر جو یہ دہا ہے کہیں تیرا گھر نہو

مسلمان کی تعریف میں علماء دین کی عبادات کے اختلاف کو تصدیق سے تسلیم کرنا جہات یا تعصب کے سوا کچھ نہیں۔ اگر اختلاف عبادات اختلاف حقیقت کو مستلزم ہے تو خود مضمون نگار نے مسلمان کی تعبیر میں ایسی آیات اور احادیث کو سبیش کی ہیں جن کی عبارتیں مختلف ہیں اس پر یہ شہسبکیوں نہ ہوا کہ آیات اور احادیث متضاد ہیں اور یہ نتیجہ کیوں نہ نکالا گیا کہ معاذ اللہ! اشتراعی اور رسولی نہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسلمانوں کی صحیح تعریف بیان نہ کر سکے۔

مضمون نگار کا مسلمان کی تعریف کے اس طریقہ کو غلط قرار دینا بالکل بجا ہے کہ جس فرقہ کو اسلام سے خارج کر دیا اسے ڈر قرار دینا یا اسے پہلے نہیں میں ٹھوڑا کہیں پھر مسلمان ہو گی کوئی ایسی تعریف لکھیں جس میں صرف نہ ہا خرتی دینیں جو کہیں جن کو تعریف کرنے والے دہل کر ناچا ہیں۔

صحیح طریقہ یہی ہے کہ ہم خانی الذہن ہو کر تائبے عنفت سے مسلمان کی تعریف اُخذ کر جائے اور اسکی مطلقہ پر: وہ نہ کی جائے کہ اس کی دوسے کون مسلمان اور کون کافر قرار پاتا ہے، جو فرد بھی اس تعریف میں آجائے وہ دشمنان اور جو اس سے بھل جائے وہ کافر ہوگا۔

بطریق مذکور قرآن و حدیث میں غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام کی تعریف بہت جامع، مختصر اور بہت سہل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو صحیح ماننا اسلام ہے علماء نے اسکی تعبیر پُرکائی ہے اَمَّا مَا لَنَا مِنْ نَفْعٍ بِاسْمَائِهِ وَصَلَاتِهِ وَفِيهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَكُوْنَ، قرآن و حدیث کی تفصیص میں جاس کہیں ایمان باللہ کے ساتھ دوسری مشابہات مذکور ہیں مطلقاً انکسب، برن، یوم آخرت و غیر یہ مستقام اور نہیں اور نہ ہی ان میں صغر و کبر ہے بلکہ یہ سب ایمان باللہ ہی کے چند اہم شعبے ہیں۔ انکی اہمیت ظاہر کرنے کی خاطر ان کو مستقل ذکر کر دیا گیا ہے استیعاب مقصود نہیں یہ امر ظاہر اور کمر ہونے کے علاوہ اسنے بھی انکار کی کئی فرس نہیں رکھتا کہ اگر ان بعد انہو کی مستقل حیثیت تسلیم کرنی جائے، تو قرآن و حدیث میں اسلام کی تعریف میں ہر مقام پر ان تمام امور کا ذکر لازم تھا حالانکہ یہاں نہیں بلکہ مختلف مقامات پر یہ امور کی پہلی کے ساتھ ذکر و دریں حتیٰ کہ بہت سے موضوع میں تو صرف ایمان و غیر ہی پر گفتگو کیا گیا ہے اسی طرح ایمان بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صرف درست کی تصدیق کافی نہیں بلکہ سب کے ہر حکم کی تصدیق لازم ہے علیٰ ہذا تعباس خانکے درجہ آخرت کے صحت و وجود اور وقوع کو انکار کافی نہیں بلکہ ان کے مطلق اللہ تعالیٰ کی ہر روایت کی تصدیق ضروری ہے۔

سب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ ہم کیسے جو کہ خداں حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تاکہ اس کے مستکر کو کافر قرار دیا جائے تو اس کے دو طریقے ہیں۔

۱) اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بد واسطہ باللہ اللہ کوئی حکم معلوم ہو۔
 ۲) اگر تو اس سے یقیناً اور بہت ہی طور پر یہ ثابت ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا ان دونوں طریقوں سے حاصل ہونے والے حکم کو علم پرستی و ضروری کہا جاتا ہے اور ایسے احکام کو ضروریات دین کہنا نام دیا جاتا ہے جن میں سے ایک کا انکار بھی کفر ہے، مثلاً کسی نے خطبہ کریم جسے اللہ علیہ وسلم سے رو بہ بلا واسطہ یہ حکم سنا کہ تم میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اس شخصے والے کو کفر اس حکم کے صدق میں ذرا بھی تردد ہو تو وہ بلاشبہ کافر ہوگا جیسے کسی طرح جب یہ حکم ہم تک بطریق تواریخ پچھا اور یہ ہند و غرورہ اس کا حکم اپنی اپنی کتابت و قریا تو اس کے منکر کے کفر ہیں اس شخص کی کوئی گنجائش نہیں۔

مضمون نگار نے اپنے مجموعہ عجائب میں ایک المجر یہ بھی لکھا ہے کہ "ضروریات دین کی ہر صحت کوئی مام پریش نہ کر سکتا۔ ضروریات دین کوئی پاریخ دس نہیں کہ ان کی ضرورت نیار کی جائے احکام ضروریہ اس قدر کثیر ہوں کہ ان کی ضرورت لکھنے کی اگر کوئی حاشیت کرے بھی تو استیعاب نہیں کر سکے گا۔ دراستیعاب کی ضرورت بھی نہیں اتنا ضروری ہے کہ احکام شریعیہ سے جو مسئلہ بھی سامنے آئے ہم اسکے بارے میں بلا تردد یہ بتا سکیں کہ یہ ضروریات دین میں داخل ہے یا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علماء دین کو اس فیصیہ میں بھی کوئی اشکال پیش نہیں آ سکتا۔

مضمون بھی نے مسلمان کی تعریف کے لئے قرآن کریم کی چھ آیتیں تحریر کی ہیں۔

- (۱) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اِذَا ذُكِرْتُ بِهُمُ وَجِلْتُ وَفُتُّهُمْ قَالُوا لَا شَیْءٌ عَلَیْهِمْ حَرُورٌ مِّنْ اِلٰهِ ۚ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ
 - (۲) فَاَن تَوْبِعُوهُمُ الْاَنۡبِیَآءَ یَقُولُوا اَلَمْ یَعْلَمُوۡا اَنۡ لَّہُمۡ مَّوَدِّعٌ مِّنۡ عِندِ رَبِّہِمْ یُفۡتِنُوۡنَ ۚ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفۡسِدُونَ
 - (۳) فَاَن تَوْبِعُوۡهُمُ الْاَنۡبِیَآءَ یَقُولُوا اَلَمْ یَعْلَمُوۡا اَنۡ لَّہُمۡ مَّوَدِّعٌ مِّنۡ عِندِ رَبِّہِمْ یُفۡتِنُوۡنَ ۚ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفۡسِدُونَ
 - (۴) فَاَن تَوْبِعُوۡهُمُ الْاَنۡبِیَآءَ یَقُولُوا اَلَمْ یَعْلَمُوۡا اَنۡ لَّہُمۡ مَّوَدِّعٌ مِّنۡ عِندِ رَبِّہِمْ یُفۡتِنُوۡنَ ۚ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفۡسِدُونَ
 - (۵) فَاَن تَوْبِعُوۡهُمُ الْاَنۡبِیَآءَ یَقُولُوا اَلَمْ یَعْلَمُوۡا اَنۡ لَّہُمۡ مَّوَدِّعٌ مِّنۡ عِندِ رَبِّہِمْ یُفۡتِنُوۡنَ ۚ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفۡسِدُونَ
 - (۶) فَاَن تَوْبِعُوۡهُمُ الْاَنۡبِیَآءَ یَقُولُوا اَلَمْ یَعْلَمُوۡا اَنۡ لَّہُمۡ مَّوَدِّعٌ مِّنۡ عِندِ رَبِّہِمْ یُفۡتِنُوۡنَ ۚ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفۡسِدُونَ
- ان میں ایمان با حق کی تفسیر میں خدا کی توحید لکھا ہے حالانکہ ایمان با حق سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام پر ایمان لائے تو جب بھی صحت دہی متبر ہوئی جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہوگی وہ نہ یہود و نصاریٰ صطرت طرزہ اور صطرت یسعی میرا اسلام کو اللہ تعالیٰ کا پیشوا قرار دینے اور عقیدہ تخلیقیت کے باوجود مٹی تو مید تھے، بلکہ مشرکین بھی ہزاروں یہودوں کی پرستش کرنے کے باوجود اپنے کو سچا ہی سمجھتے تھے اور بر ملا کہتے تھے لا شریک لا ہذا الا شرک کا مولد غلک غلک غلک گراں کی توحید اس لئے مشرکین کے حکم الہی کے مطابق نہیں، ہم اپنی تحریر کر چکے ہیں کہ اسلام سے متعلق آیات و امارت میں مقصود صرف ایمان با حق ہے اور بقیہ امور سی ایمان با حق کے امر شبہ ہیں۔ پیش نظر یہ ہیں کہ بعض ایسے امور مشدداً مانا نہ چھنا، ان کو دینا وغیرہ بھی مذکور ہیں کہ غالب مضمون نگار بھی اسکے بارے میں کوا کرنے کے ہیں۔

اس کے بعد مضمون بھی نے مسلمان کی تعریف کے لئے ہند مدینہ پیش کی ہیں۔

(۱) مدینہ جبریل علیہ السلام۔

(۲۲) بنی الاقدار میں نہیں ملا

ان دو حدیثوں کا مضمون دہی ہے جو کہ یہ قرآن میں ہے۔ ان کی تشریح اور ترمیمی ہے
 (۳۱) جس شخص نے ہماری نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کو مانا اور ہمارا قیام کیا تو وہ مسلمان ہے (مشکوٰۃ)
 اس حدیث میں مسلمان کی تعریف نہیں بلکہ علامات بتائی گئی ہیں۔ اگر کسی مسلمان کی تعریف قرار
 دینا چاہے تو حمید و دروہد رسالت کا منکر بھی کافر نہ ہوگا لہذا لازماً کتابہ پر سے گا کہ یہ امور مسلمان کی علامات
 ہیں سے ہیں اور بعض علامات سے حقیقت ثابت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً جھوٹ بولنے کو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ وسلم نے منافق کی علامت بتایا ہے مگر پوری اُمت کا اللہ تعالیٰ ہے کہ کوئی مسلمان محض جھوٹ بولنے سے
 منافق نہیں ہو جاتا، نیز زمانے کے اختلاف سے علامات بدلتی رہتی ہیں، حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
 زمانے میں کوئی مسلمان ضروریات دین کا منکر نہ تھا اس لئے امور ہوسلمان کی حقیقی علامت شمار
 ہوتے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی میں کفر کی کوئی وجہ نہ ہو جائے کہ بعد بھی بعض علامات
 مذکورہ کی بنا پر اسے مسلمان سمجھا جائے گا، اگر مسلمان کی تعریف ہے تو انہوں میں سے کوئی ایک یا
 کرتے تھے ان کو مسلمان یوں نہیں شمار کیا گیا؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باجماع
 صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مانعین زکوٰۃ کے ساتھ جہاد بھی حالانکہ وہ مذکورہ افعال کے پابند تھے سید
 کذاب بھی نماز پڑھتا تھا ازین داتا تھا اور اس کی اذان میں اشدھان محمد رسول اللہ کا اعلان بھی ہوتا
 تھا (تاریخ طبری ج ۳ ص ۳۵۳) پھر اسے کیوں مسلمانوں کی خدمت سے نکل گیا؟

(۳۲) بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ ایک صاحب کو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا تھا وہ احمق سی کوئی
 حیثیت انکسرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے اور پائنت کیا کہ کیا یہ مسلمان ہے؟ آپ نے اس
 سے پوچھا کہ خدا کہاں ہے؟ اس نے آسمان کی طرف اٹھکی اٹھ دی، آپ نے ان صاحب سے فرمایا لیجائے
 یہ مسلمان ہے۔

یہ حدیث بخاری میں نہیں، البتہ صحیح مسلم، ابوداؤد اور نسائی میں اس قسم کی روایت ہے مگر
 اس کے آخر میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ میں کون ہوں؟ اس نے کہا کہ
 آپ رسول اللہ ہیں۔ جب اس نوٹس نے آپ کی رسالت کے اقرار کے ضمن میں آپ کے ہر مشکم کی
 تعویذ میں کردی تو اس کے ہمسام میں کیا خبر رہ سکتا ہے؟

مضمون بخاری نے حدیث کا جتنا تعصب نقل کیا ہے حدیث کی کسی کتاب میں اس پر کتہ نہیں
 کیا گیا، اگر اسے سید زہرا سلام قرار دیا جائے تو مسلم اور کافر میں کوئی فرق اور امتیاز نہ پائی ضرور ہوگا

منکرین توحید و معبود منکرین رسالت، پیرو انبیاء و اولیائے شریکین سب کے سب مسلمان کی توہین میں داخل ہو گئے۔ "ماشاء اللہ" یہ ہے آجکل کی وسعت نظر۔

اس کے بعد علامہ ادریس علیہ السلام نے فرمایا: "الذاتوں کو توہین" (تاویل قبول تسلیم ہی کی ایک شکل ہے) مشہور ہے کہ سوزل کا فریض، مگر خوب سمجھ لیں کہ یہ انا عام نہیں جتنا بڑا ہے اس سے مفہوم ہوتا ہے بلکہ اس سے انہی تاویل مراد ہے جو انکار قائل کو مستلزم ہو، چونکہ الفاظ قرآن سب سے زیادہ اور مفہوم اکثر سوا انہیں اس لئے کہنا یا جملہ ہے کہ اگر کوئی لفظ قرآن کا انکار نہ کرے صرف مفہوم میں تاویل کرے تو وہ کافر نہیں کیونکہ امر سوا انکار کا انکار نہیں پایا گیا مگر فرق کے بہت سے مفہوم بھی سوا انہیں ہیں۔ لہذا اس مفہوم سوا انہیں تاویل کر لے والا کافر ہو جائے گا چنانچہ میں "لفظ" قائم البتہ نہیں "سوا" ہے، اسی طرح اس کا مفہوم بھی تو ان سے ثابت ہے لہذا اس کے مفہوم میں تاویل کرنا انکار سوا تر ہونے کی وجہ سے بدشعبہ کفر ہے۔

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ خوارج میں سے ایک شخص یامون فرخید کے پاس آیا، یامون نے اس سے عامۃ المسلمین سے منافقت کی وجہ دریافت کی، اس نے کہا کہ کتاب اللہ میں ہے "و من لم یحبکم و ما ازلہ اللہ فاولیک هم الکفار" (اور حضرت علی و حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما نے ایک انسان کو نکاح تسلیم کر دیا، یامون نے کہا کہ تمہارے پاس اس کے قرآن ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اگر براہ امت، یامون نے کہا کہ میں طرح تم نے اس کے قرآن ہونے کے لئے اجماع کو دلیل قرار دیا ہے۔ اسی طرح اسے مفہوم کی نصیحتیں بھی اسی طرح اجماع کو جنت تسلیم کر دیا، اس نے کہا کہ آپ نے درست فرمایا، (ما شاء اللہ تعالیٰ رحمہ اللہ)

غرضیکہ ہمسلاں و کفر کا اصل معیار تو ان سے ثابت ہونے والی ضرورت ہے، دین کی تصدیق یا تکذیب کے لہذا بدیہی اور سوا تر مفہوم کا انکار اور اس سے تاویل قبول کفر ہے البتہ غیر سوا تر مفہوم کا سوزل کا فر نہیں۔

آخر میں امام غزالی رحمہ اللہ کا قول ذکر کیا۔ "جہاں تک ہر سچے اپنی قبلہ کی تحقیر سے اپنی زبان کو روکو، جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قائل رہیں اور اس کے خلاف نہ کریں، اور غلات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی حذر سے یا بغیر خود کے کاذب قرار دیں۔"

بیشک یہی مفہوم ضرور بات دین کے انکار کا ہے، اگر کوئی شخص ایسے مسئلہ کا انکار کرتا ہے کہ اس کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا مستلزم ہو، یعنی ہو کہ گویا اس نے بالمشاورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مناجات اور پھر اس کا انکار کرتا ہے تو کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب نہیں کر رہا؟

اس میں کام ہے کہ ہر مسواک کا انکار کفر ہے یا کفر صرف ایسے مسواک کے انکار کو کفر ہی ہے گا جسکا دین میں ہونا اس قدر مشہور ہو کہ عوام بھی اسے جانتے ہوں۔ اس باب سے میں قول فیصل یہ ہے کہ ایسا امر مسواک ترمیمے صرف خواہی جانتے ہوں عوام تک ایسی شہرت نہ ہوئی ہو اسکا انکار عوام کے لئے تو موجب کفر نہیں اس لئے کہ یہ حکم ان کے حق میں قطعی نہیں، البتہ وہ خواہی جو اس کے قوت و قطعیت کا علم رکھتے ہوں ان کے لئے اسکا انکار موجب تکفیر ہے۔

قال ابن القمام رحمہ اللہ تعالیٰ واما ما ثبت قطعا ولم یعلم احد من الورع فاما مستحق بن زید
ان من صحت البتہ الصغیرہ باجماع المسلمین فظاهر وظاہر العنفیۃ الا انھما یختلفان باجماعہما لیسوا بطرفی
الانکار رسوی القطع فی الثبوت (الی قولہ) ویجب حملہ علی ما اذا علم المسلمون بوثوقہ قطعا (ص ۳۰۷)

تکفیر اہل قبلہ

مکتبہ نقیہ میں ہے کہ "اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہیں" اس سے ظہر میں یہ فریب دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ جب تک کوئی شخص بیت اللہ کو اپنا قبیلہ تسلیم کرنا ہے اسکی تکفیر جائز نہیں یہ بعض نہیں انہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مکملین کی اصطلاح میں اہل اسلام کو اہل قبلہ کہا جاتا ہے اور یہ دونوں لقب مترادف ہیں اور اسکا مطلب یہ ہے کہ جب تک کوئی مسلمان ضروریات دین میں سے کسی کا انکار نہ کرے اسوقت تک اس کی تکفیر جائز نہیں۔ چنانچہ شرح الفتاویٰ الشفیعیہ کی شرح میں اس میں ہے۔

اہل القبۃ فی اصطلاح المتکلمین من یصدق بضروریات الدین الی قولہ (من انکر شیئا من الضروریات الی قولہ) لعلہ یکن من اهل القبۃ ولو کان علیہا بالظن وکن لا یمن بالضروریات من امارات التکلیف کعبہ الصغیر والاحمامہ یا عوشری والامشقرۃ علیہ فلیس من اهل القبۃ (زیور ص ۳۵)
وقال الملا علی نقاری رحمہ اللہ تعالیٰ اعطوان المراد باهل القبۃ الذین اتفقوا علی ما هو من ضروریات الدین کقولہ لعلہ یکن من اهل القبۃ او لعلہ یکن علی بالظن والمیزان او ما شہد ثلاثا من اهل القبۃ لعلہ یکن علی لثلاث علی لثلاث والبدلۃ اجمع اعتقاد ذم الحال لعلہ یکن عوشری ولفظ علی علیہ تعالیٰ بالمیزان لا یرکون من اهل القبۃ وان المراد بعدم تکلیف واحد من اهل القبۃ عند اهل السنۃ انہما یکفر احدہما لم یوجد شیء من امارات الکفر علی ما شہد ثلاثا ولم یصل لثلاثہ شیء من وجہات (شرح الفتاویٰ ص ۳۵)
وفی شرح المقاصد فلا یؤثر فی کفر علی القبۃ لعلہ یکن علی لثلاث باعتقاد ذم لعلہ یکن علی لثلاث
وفی العلم بالمیزان لا یؤثر فی کفر ذلک وذلک یصل لثلاثہ من وجہات الکفر وہ (شرح المقاصد البیحت المذہب)

وقال في العدة: رحمه الله تعالى كان من كان من قبلنا زان في قوله (وان انكر بعض منا
علم من الله بوجوه غيرة كقولنا: وقال العلامة ابن عابد بن رحمه الله تعالى: لا خلاص في كقولنا
في ضرورتنا الاسلام من حدوث العالم وحسن الاجساد ونحو العلم بالجوهرية فذلك كان
من اهل غلبة الخواص طوعا وعرضا على الطغاة كما في شرح التوحيد (رد المحتار ص ۲۳۱)

مشككين کے اس یہ مسئلہ اس طرح پیدا ہوا کہ معتزلہ و خوارج مرکب کبر و کوانہ اسلام سے
خارج قرار دیتے ہیں۔ ان کی تردید میں حضرات مشککین فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ یعنی اہل مسلام
کی تحفیر از کتاب کبر و کی وجہ سے جائز نہیں جب تک وہ ضروریات دین سے انکار نہ کریں۔

نقلہ شرح التوحید ص ۱۰۱ حقیقۃً رحمہ اللہ تعالیٰ لا تکفوا اہل قبلہ بل نہ (شرح التوحید)
وقال في خبر اس معنى عدم تكفير اهل قبله ان لا يكفر بازكايه النواص و لا باكاد الامور
الحقيقية غير المشهوره ههنا متفقہ المحققون (نبراس ص ۵۵)

وقال ابن تيمية في كتاب الايمان وخبر اذ قلنا اهل السنة متفقون على ان لا يكفر
بالتكذيب فانما يزيد به النواص كالزنا والفسوق وادخله نقول في شرح العقيدة الخيرية.

مشککین کے اس قول کا تاثر یہ حدیث ہے۔

عن ابي بن مالك رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تنة
من اهل الايمان اكلف عمن قال لا اله الا الله ولا تكفر بائنا نب ولا تحرف به من
(اسلام بعض العلماء ص ۱۰۱) (ابو داود ص ۲۵۵)

جو کہ مشککین و فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں اہل القید یعنی اہل الاسلام کی اصطلاح اور
عدم تحفیر اہل القید کا یہ مطلب کہ "از کتاب کبر و موجب کفر نہیں" بہت مشہور اور عام ہے
اس لئے بعض دہ صحت آنا لکھ دیتے ہیں کہ اہل قبلہ کی تحفیر جائز نہیں اور اعتماداً علی ہم
الغالب اسکی تشریح کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

خلاصہ بحث

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مشرکوں کی تصدیق کو نبی الامم مانا ہے اور کسی ایک حکم کا انکار کو نبی الامم
کافر ہے انکی معروف تعبیر یہ ہے کہ ہم ضروریات دین کی تصدیق کا نام مسلام ہے اور انہیں کسی ایک

کا نام دکر ہے۔ فقط واللہ اعلم بحمدی الخیر ص ۱۰۱

رشتہ احمد
۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ



○ کیا شیخ مسلمان ہے ؟
 ○ مکتب شیعہ میں شیخین و دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 کی تعریف
 ○ شیعہ کو ایک پر مشورہ

حقیقتِ شیعہ

اشارہ :-

- کیا شیعہ مسلمان ہیں ؟
- عقیدہ تحریرِ سیدِ آل -
- تفسیر -
- مسئلہ بداد -
- شیعہ کی تکفیرِ خودِ الٰہی کا مکتب سے
- اہل تشیع کا آپس میں امن طعن
- اہل بیت سے دشمنی -
- کیا شیعہ اہل کتاب ہیں ؟
- کتبِ شیعہ میں شیخین و دیگر صحابہ کی تعریف -
- نکتہ -
- فضائلِ منوعہ -
- اہل تشیع مخالفِ شیعہ بن جائیں تو سارے بھڑکے ختم -
- تفسیر کی حقیقت -
- اہل تشیع کا امتحان -
- دلائل کا راز معلوم کرنے کا عجیب گُر -
- شیعہ بونہد کو معافو سے قرار -
- اہل اسلام اور اہل تشیع میں مصالحت کے بہترین طریقے -

کیا شیعہ مسلمان ہیں؟

سوال : شیعہ علی مسلمان ہیں یا کافر؟ اگر کافر ہیں تو اہل کتاب کے حکم میں ہونگے یا نہیں؟ اگر اہل کتاب ہیں تو ان کی عورتوں سے بھاج اور ان کے ساتھ تعلقات رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ بیننا الحق المبین ولو نحو ابائہم ان اللین، اجمروا اللہ ورمو القین۔

المحجوب و من الضلّٰی و الضلّٰی

اگر کوئی شخص حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بائی سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمین سے افضل سمجھتا ہے تو صرف اتنے اعتقاد سے وہ کافر نہیں ہوتا، مگر ان کے شیعہ کا صرف یہ اعتقاد نہیں ان کے عقائد کے کفر میں کوئی شبہ نہیں، چنانچہ تحریف قرآن کا مسئلہ ان کے ہاں مسلمات اور متواتر آئیں سے ہے، ان کی تصریحات ملاحظہ ہوں

عقیدہ تحریف قرآن

① المستأذن من مجموع هذا الإخبار وهو من الزواجات من طريق اهل البيت عليهم السلام ان انزلت الذي بين انزلوا ليس بتمام كما انزل في وقت من الله عليه وسلم بل منه ما هو خلاف ما انزل الله عليه ما هو معهود وعرف وانه قد حدثت بعد ان انزلوا من هذا ما هو على كثير من المواقف وفيه خلاف (دیکھا پھر صاف) ان میں سے مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام ہے جو قرآن میں کئی مقامات سے نکال دیا گیا ہے، ان کے علاوہ بھی کئی ایسے مواقع ہیں۔

② لو شئت لقلل ما أضافت من القرآن وقلل مما عجزوا من القرآن لعلوا وقللوا من القرآن النقية انوار (مستند خبری ص ۱۲۰ ج ۱) قرآن میں سے جو کچھ نکال دیا گیا ہے یا اسے تحریف اور رد و بدل وغیرہ کیا گیا ہے اگر کیں ان سب کو بیان کروں تو بات بہت لمبی ہو جائے اللہ عز و جل

ظاہر ہو جائے جس کے ائمہ کی تعقیہ اجازت نہیں دینا ہے

(۳) قال السيد المحقق الميرزا محمد باقر
ان الامام محمد بن ابي طاهر اعلیٰ جلالہ الاعظم
المستفيض المتواترۃ الدلائل بصريحها على
وقوع القرآن في القرآن

(فصل الفیاض علیہا)

(۴) ان الاخير، الدلائل عن ذلك تزيد
على كل حد يث وادعى استغاضتها بجماعة
كالمفيد والمحقق والمآد والعلامة المجهول
(فصل الفیاض علیہا)

(۵) عن علي بن سوري السائي قال كتب
الى ابي الحسن الاول وهو في المنجى راد ما
ذكرت يا ابا الحسن ناسخا معالوم ويزك لا تأخذ
معالوم ويزك عن غير صحيح فانك انت
تعد بهم الحق دينك عن الصادقين الذين
شاوا الله ورسوله صانوا امان الله انهم اؤثروا
على كتاب الله جل وعلى فاشهد ويداوون فطيم
لغة الله وهدى ملكه ولغة ابائي الحكماء
البررة والعق ولفظ شيعتي الى يوم القيمة
(روى عن كشي طبع في سنة ۱۲۰۰ هـ في
مرصد العزى الكشي سنة ۱۲۰۰ هـ)

تمام شيعہ کی قیامت تک پیشکار ہو۔

(۶) مراد بقرآن قرآن محفوظ نزد ائمہ علیہم السلام
ست کہ بعد ہزار گیت ست (صلی اللہ علیہ وسلم)
کافی ۲: ۱۰۰۰ فصل الفیاض علیہا

محدث جزائی کہتے ہیں کہ مراد قرآن پر
ولایت کرنے والی ستور و رواتر کی صحت پر
(ہمارے) سب اصحاب کا اتفاق ہے۔

(فصل الفیاض علیہا)

قریب قرآن پر ولایت کرنے والی روایات و روایات
سے زیادہ ہیں، ایک جماعت نے انکے ساتھ ہونا
دعویٰ کیا ہے جیسے مفید، محقق، آراء اور علامہ
جلسی وغیرہ۔

علی بن سوری کہتے ہیں ابو امی اہل نے مجھ سے
کہا، اے علی! یہ جو تم نے لکھا ہے کہ دین کی
بنیادی باتیں کس سے لیں؟ اپنے دین کی باتیں
سوائے ہمارے شیعہ کے اور کسی سے حاصل نہ کر
اس لئے کہ اگر تم ان کے علاوہ دوسرے کے پاس
گئے تو جو بات تم نے ایسے خیانت کرنے والوں سے علم
حاصل کیا جنہوں نے اشد و رسول سے خیانت کی،
اور جو بات تم نے پاس کی گئی تھی، یہیں خیانت کی
ان کے پاس کتاب اللہ امانت تھی انہوں نے اس میں
قریب کر ڈالی اور اس میں تبدیلیاں کیں، ان پر ہزار
لاکھ میرے نیک آباؤ اجداد، میری اور میرے

قرآن سے مراد قرآن ہے جو ائمہ کے پاس محفوظ ہے
جس کی سترہ ہزار گیتیں ہیں دہائی شرح کافی
کتاب فضل الفیاض علیہا

موجود قرآن میں ۶۰۰ آیتیں ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ دہائی قرآن مائیک اور ایک

تمہارا موجود ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ موجود قرآن سے تین گنا زیادہ قرآن پورے کا پورا عائنہ ہے جس میں موجود قرآن کا ایک حرف بھی نہیں، چنانچہ ”نہ“ روایت میں اس کی صراحت آ رہی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ شبہ غریب کے مطابق موجود قرآن میں ایک حرف بھی صحیح نہیں، اس روایت میں اگر حرف یعنی لفظ کی تادیل بھی کر لی جائے تو بھی ثابت ہو کہ شبہ کے قرآن میں ایمان، کفر، نفاق، روزہ، حج، زکوٰۃ، شہادۃ، نشر، مساب، کتاب، جنت و دوزخ، حتیٰ کہ امر و نہی اور ملائکہ میں سے کوئی ایک لفظ بھی نہیں۔

(۷) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: ان محصفاً فاطمة و ابیہ و محصفاً فاطمہ قال محصفاً فیہ مثل قرآنکون ثلاث مرات والله ما فیہ من قرآنکون حرف واحد (امول کافی ص ۱۱۲) بلکہ و کشور، مسانی کتاب الحجہ ص ۳۰ ص ۱۱۲)

ابو عبد اللہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مصحف ہے۔ ان کو کیا معلوم کرو کہ یہ مصحف ہماری مصحف فاطمہ کا ہے۔ قرآن سے تین گنا زیادہ ہے اور خدا کی قسم نہ اسے قرآن کا ایک حرف بھی ایسی نہیں ہے۔

(۸) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: ان القرآن جاء به جبریل علیہ السلام فی مثل صول اللہ علیہ وسلم سبعۃ عشر الف آیت (امول کافی ص ۱۱۲)

ابو عبد اللہ سے روایت ہے کہ جو قرآن جبریل علیہ السلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے وہی ستر و ہزار آیتیں تھیں۔

(۹) قال ابی ہاشم: ان عندنا بالجامعۃ و ابیہ و ابیہم بالجامعۃ قال قلت جعلت فی الا و ما بالجامعۃ قال صلیفہ طویلی اسمی و ما ابیہ و ما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مسانی جز ۳ کتاب الوصیۃ ص ۱۱۲، امول کافی ص ۱۱۲)

ابو ہاشم کہتے ہیں کہ میرے استاد نے کہا ہے کہ اے ابی ہاشم بڑیگ ہمارے پاس الجامعہ ہے ان کو کیا معلوم کہ جامعہ کیا ہے؟ میں نے کہا، نہیں آپ پر خدا ہوں جامعہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا وہ صحیفہ ہے جسکی لہجائی تصویف صلی اللہ علیہ وسلم کے گزشتہ ستر گز ہے۔

(۱۰) قال: ان عندنا بالجفر ما یدعیہ ابو ہاشم و ابیہ و ابیہم بالجفر قال قلت و ما بالجفر قال عبد اللہ بن النبی بن الوصیین و ما لہما لعلہما اللہ بن معمر بن بن اسوایش (امول کافی ص ۱۱۲)

ہماری کہتے ہیں کہ میرے استاد نے کہا ابی ہاشم ہمارے پاس ”جفر“ ہے، ان کو کیا معلوم کہ جفر کیا ہے؟ میں نے کہا جفر کیا ہے؟ تو فرمایا وہ ایک پڑھے کا تمبیلا ہے جس میں نبیوں، امیروں اور علمائے بنی اسرائیل کے علوم ہیں۔ (امول کافی ص ۱۱۲)

ابو بصیر، ابو عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
هَذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكَ بِالْحَقِّ، یہ ہماری کتاب
راعمال نامہ، تمہارے خلاف شکیک شکیک بولے گا
ابو عبد اللہ نے کہا کہ کتاب دیکھی بول رہی ہے اور وہ
بولے پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تو ہذا رسولنا
یَنْطِقُ عَلَيْكَ بِالْحَقِّ "فرمایا ہے، میں نے کہا
میں تم پر خدا ہوں، تم تو اس طرح نہیں پڑھتے

(۱۱) عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
قَالَ قُلْتُ لَكَ قَوْلُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ هَذَا كِتَابُنَا
يَنْطِقُ عَلَيْكَ بِالْحَقِّ قَالَ فَقَالَ إِنَّ الْكِتَابَ
لَمْ يَنْطِقْ وَلَوْ يَنْطِقُ وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ هُوَ
الْبَاطِنُ بِأَنَّكِتَابَ قَالَ عَزَّ وَجَلَّ وَكَرِهَ هَذَا
رَسُولُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكَ بِالْحَقِّ، قَالَ فَقُلْتُ جَعَلْتَ
قَوْلَ اللَّهِ اتَّالًا نَعْرِضُهَا عَلَيْكَ أَفَقَالَ هَكَذَا أَوَلَا
نَزَلَ جَدِّ بَرِّ بْنِ خَلْدٍ وَكَذَلِكَ رَجُلٌ مِنْ بَنِي إِسْرَءِیْلَ
(محدثین ص ۷۷)

تو فرمایا اللہ کی تم جہر علیہ السلام نے فرمایا اللہ علیہ السلام
اللہ کی کتاب میں غریب کر کے یہ بولی دیا گیا ہے

(۱۲) امرؤوس کاظم عن ابی سدید عن ابی جعفر

موسیٰ کاظم نے موسیٰ بن سید کو حکم دیا کہ جو تمہارے
شیعہ ہیں سے نہیں ہیں، ان سے دین حاصل
مست کرو اور ان کے دین کو درست نہ کرو کیونکہ
یہ دین خیانت کرنے والے ہیں جنہوں نے خدا و رسول
کے ساتھ خیانت کی اور اپنی امانتوں میں خیانت
کی، تمہیں معلوم ہے دو کیا باتیں ہیں؟ ان کو کتاب اللہ پر ایمان بنا دیا گیا، انہوں نے ہمیں تحریف
کر ڈالی اور اسے بدل دیا

(۱۳) عن ابی جعفر قال نزل القرآن اربعۃ
أرباعاً دیم فیما دیم فی مدینہ و دیم صنف
و امثال دیم فرائض و احکام مشرق
(اصول کافی ص ۷۷)

ابو جعفر کہتے ہیں کہ قرآن کے چار حصے نازل
ہوئے تھے، ایک ربع ہمارے بارے میں ہے،
ایک ربع ہمارے دشمنوں کے بارے میں ہے
ایک ربع میں نعمت و امثال ہیں اور ایک ربع

میں فرائض و احکام مشرق ہیں (۱۴ اصول کافی ص ۷۷)

ابو بصیر، ابو عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں
کہ آیت وَ سَمِعْنَا لَوْلَا لَکَ اللَّهُ وَ کَرِهْنَا لَوْلَا لَکَ

(۱۵) عن ابی بصیر عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
لَوْلَا لَکَ اللَّهُ وَ سَمِعْنَا لَوْلَا لَکَ اللَّهُ وَ کَرِهْنَا لَوْلَا لَکَ

لی ولایۃ علی و آلہ من بعدہ فقد غفرنا
علیہما، هكذا انزلت (اصول کافی ص ۱۷۱)

فوزنا عظیماً اس طرح نازل ہوئی تھی "ومن
یصلی اللہ ورسولہ فی ولایۃ علی و آلہ صلی
من بعدہ فقد غفرنا علیہما"

(۱۵) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قولہ
ولقد عهدنا الی آدم من قبل کلہما فی
علی وفاطمة والحسن والحسین والائمة
من ذریعتہم فلیس هكذا والله تبارک علی کل
(اصول کافی ص ۱۷۱)

دو عبد اللہ قریم تھا کہ تیسری کہ آیت ولقد
عهدنا لآدم من قبل علی و فاطمہ اس طرح نازل ہوئی
تھی "ولقد عهدنا لآدم من قبل کلہما فی
علی وفاطمة والحسن والحسین والائمة
من ذریعتہم فلیس"

(۱۶) نزل جبریل هذا الاية علی محمد
علیہ السلام بش ما شر وہابہ انفسہما ان یقولوا
یا النبی اللہ فی قولہ بنیاد (عجلہ ہو)

جبریل نے آیت بش ما شر وہابہ انفسہما
ان یقولوا یا النبی اللہ بنیاد محمد بنیاد
پراس طرح نازل کی تھی بش ما شر وہابہ انفسہما
ان یقولوا یا النبی اللہ فی قولہ بنیاد

(۱۷) نزل جبریل هذه الاية فی حق صلوات
علیہ وسلم هكذا انزل الذین ظلموا آل محمد
حقہم قولاً غیر الذی قبل لہم فالتکذیب علی
الذین ظلموا آل محمد حقہم رجوا من السماء
یا کافرا یفسقون (اصول کافی ص ۱۷۱)

جبریل علیہ السلام آیت قبل الذین
ظلموا قولاً غیر الذی قبل لہم فالتکذیب علی
الذین ظلموا رجوا من السماء کافرا یفسقون
یفسقون کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پراس طرح لائے
تھے۔ فی الذین ظلموا آل محمد حقہم قولاً

غیر الذی قبل لہم فالتکذیب علی الذین ظلموا آل محمد حقہم رجوا من السماء کافرا یفسقون و

(۱۸) هكذا انزلت هذه الآية طوا لہم فالتکذیب
ما یستظنون بہ فی حق لکان خیر لہم
(اصول کافی ص ۱۷۱)

آیت و ما یستظنون بہ فی حق لکان خیر لہم
خیر لہم ہوں نازل ہوئی تھی، و ما یستظنون بہ
ما یستظنون بہ فی حق لکان خیر لہم

(۱۹) نزل جبریل هذه الاية هكذا انزل
اکثر الناس بولاية علی الاکثر
(اصول کافی ص ۱۷۱)

حضرت جبریل علیہ السلام نے آیت فالی
اکثر الناس بولاية علی الاکثر اس طرح نازل کی تھی
اکثر الناس بولاية علی الاکثر

(۲۰) ونزل جبریل هذا الآية وقل
حقیقت یہ ہے

الحق من ربکم فی ولایۃ علی (اے قولہ) انا
اعتدنا للظالمین ال محمد نازل (اصول کافی صفحہ ۱۰۰)
ولایۃ علی (اے قولہ) انا اعتدنا للظالمین ال محمد نازل :

(۲۱) نزل جبریل علیہ السلام ہذا الاية عند ان
الذين ظلموا ان محمد حقد ثم يكن الله ليغفر
لهم ولا يهديهم طريقا (اے قولہ) یا ایہا الذین
ظلموا ان محمد رسول بالحق من ربکم فی ولایۃ علی
فان الله ما فی السموات والارض من کفر وان الله
ما فی السموات والارض (اصول کافی صفحہ ۱۰۰)

الله ليغفر لهم ولا يهديهم طريقا (اے قولہ) یا ایہا الناس قد جاءكم الرسول بالحق من ربکم
فی ولایۃ علی فاستوبوا لکم وان کفروا بولایۃ فان الله ما فی السموات والارض

(۲۲) ستمعون يا معشر الکذابين حيث
انباؤکم رساله ربی فی ولایۃ علی علیکم السلام
والا لانه من بعدی من هو فی ضلال مبين
کذا نزلت (اصول کافی صفحہ ۱۰۰)

من هو فی ضلال مبين :

(۲۳) نزل جبریل علیہ السلام ہذا الاية علی محمد
صلی الله علیہ وسلم فانه هكذا ان کستمر
فی ربیب مما نزلنا من عیدنا فی علی فانوا
بسورة من مثله - (اصول کافی صفحہ ۱۰۰)

(۲۴) نزل جبریل علیہ السلام ہذا الاية علی محمد
صلی الله علیہ وسلم فانه هكذا ان کستمر
فی ربیب مما نزلنا من عیدنا فی علی فانوا
بسورة من مثله - (اصول کافی صفحہ ۱۰۰)

حقیقت غیبہ

سے برابر کہتے ہیں اور عقیدہ ہمارے برابر کرانے کے مذہب میں اور کوئی عبادت نہیں۔

(۱) مَا عِبَدَ اللَّهُ بَشَرٌ وَ مَثَلُ أَجْدَادِ
(۱) اصول کافی صفحہ ۵۷۷

(۲) مَا حَقَّقَ اللَّهُ بَشَرٌ الْبِدَائِمَ
(۱) اصول کافی صفحہ ۵۷۷

(۳) صَحَّحْتُ الرُّسُلَ عَلَيْهِمُ السَّلَامَ قَالُوا مَا بَعَثَ
اللَّهُ نَبِيًّا قَطُّ إِلَّا بِحُجْرٍ أَوْ خَيْرٍ مِنْ خَيْرِ النَّبِيِّينَ
(۱) اصول کافی صفحہ ۵۷۷

(۴) صَحَّحْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامَ يَقُولُ لَوْ
عَلِمْتُ أَنَّ سِرَّيَ الرَّسُولِ بِالْبِدَائِمِ أَوْ سِرَّ الْأَجْرِ أَوْ تَوَافُقِ
عَنِ الْإِسْلَامِ لَمْ يَهْدِ (۱) اصول کافی صفحہ ۵۷۷

(۵) عَنْ أَبِي الْهَاشِمِ الْجَعْفَرِيِّ قَالَ كُنْتُ
عِنْدَ أَبِي الْحَسَنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ (لَا تَوَلَّ) فَقَالَ
نَعَمْ يَا أَبَا هَاشِمٍ بَلَّ اللَّهُ فِي أَبِي مُحَمَّدٍ كَرَامًا
فِي مَوْصِي (۱) اصول کافی صفحہ ۵۷۷

کیا نہ کہہ دے کہ کفر ہونے میں کسی کو شبہ کی گنجائش ہے ؟ بلکہ شیعہ کی تکفیر خود انہی پر ہوا
نہیں ان کے بزرگوں سے منقول ہے ۔

شیعہ کی تکفیر خود ان کی کتب سے

(۱) قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا زِلْنَا
أَعْدَاءَ يَتِيٍّ مِنَ الْمَنَافِقِينَ إِلَّا وَهُمْ فِيهِمْ يَتَمُحِلُونَ
التَّشْيِيعَ (رجال کشی صفحہ ۱۰۸)

(۲) صَحَّحْتُ عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ يَقُولُ (قَالَ)
قَوْلُهُ إِنَّ قَوْمًا مِنْ شَيْعَتِنَا سَيَجُوزُونَ أَحَدِي
يَقُولُوا أَيْضًا مَا أَقْبَلْتُ إِلَيْهِمْ وَدُنِيَ عَنْهُمْ وَرَأَيْتُ أَسْلَمَتُنَا
فِي جَيْشِ بَنِي مُرَّةٍ فَلَا حَرَمَ وَلَا حَقَّ عَلَيْهِمْ إِلَّا بِكُلِّ
مَوْصِي

حقایت شیعہ

میں ص ۹۹ س ۱۲ میں زرارہ پر لعنت کی روایت ہے

(۳۱) اور جلال کشی ص ۹۹ س ۱۱ میں بریدہ کی تعریف اور ص ۹۹ س ۱۲ میں اس پر لعنت کی روایت ہے
(۳۲) اور جلال کشی ص ۱۱ میں محمد بن مسلم کی تعریف اور روایت ص ۱۲ میں اس پر لعنت کی روایت ہے
(۵۱) اور جلال کشی ص ۹۱ س ۱۸ میں ابو بصیر کی تعریف کی روایت اور ص ۱۱۴ س ۶ میں اس کی خدمت کی روایت ہے۔

(۶۱) روایت ذیل سے ثابت ہوتا ہے کہ عتب علی کہنے ہی بڑے گناہ کرتے تھے تو بھی انکی مغفرت بھیجی ہے
سید بن محمد الحیري اشعار و تعریف علی مرتضیٰ
سید بن محمد حیري نے حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی شان میں کچھ حیر شعراء کہے تھے انھیں لایہ
نے وہ اشعار جعفر صادق کے سامنے پڑھے (الی ذلیم)
میں نے کسی کی آواز نہ سنی جو میرا پروردگار کہہ رہا تھا
یہ شعر کہنے لگے ہیں: میں نے کہا سید بن محمد
حیري نے: تو اس نے کہا: اللہ اس پر رحم کرے
میں نے کہا کہ میں نے اسے فہم دیتے دیکھا ہے اور
اُس نے پھر کہا: اللہ اس پر رحم کرے میں نے
کہا کہ فہم درست فہم ہوئے میں نے اسے
دیکھا ہے تو اس نے کہا کہ شراب ہی تو پی ہوگی، میں نے کہا: ہاں! تو کہنے لگے، اللہ اس پر رحم کرے
یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مشرک کسی عتب علی کی مغفرت نہ کرے؟

”روایت ذیل میں اسی سید بن محمد کو دو سیاحی ہی تمدنی سزا ملنے کا ذکر ہے حالانکہ روایت بلا میں گمراہ کر دہ، و نمود شراب پینے کے بہت علی کی وجہ سے متغیر ہے۔

حق ثنی ابو بصیر ابن ابی ہریرہ
قال روی ابن السید بن علی الشافعی و
عن الموت فقال هذا یفعل باولیا وکفو
یا اعدی المؤمنین (وحد کشف ص ۱۸۵ س ۱۳)
ابو بصیر بن ابی ہریرہ مروی کہتے ہیں کہ موت
کے وقت سید بن محمد شرع کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا تو
اسے کہا: ۱۲) امیر المؤمنین! کیا آپ کے احباب
کے ساتھ ہی معاملہ کیا جاتا ہے؟

اس سے ثابت ہوا کہ شیعہ کے بزرگ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان کے ہمین کا چہرہ موت کے وقت سیاہ ہوتا ہے۔

۱۷۰ احسن فضائلہ السلام یونس بن جابر روایت کرتے ہیں کہ یونس بن عبد الرحمن اپنے زمانے میں
 فی زمانہ کسبایان الفارسی فی زمانہ
 (رجل کشی ص ۳۲۳ ص ۶۱) میں تھے (وہاں کشی ص ۳۲۳)

اور سلطان ناری کی تعریف میں، جال کشی ص ۹ س ۱۷ اور دوسرے کتب ص ۱۱۵ میں روایت ہے
 دونوں روایتوں کے مجموعہ سے یونس بن عبد الرحمن کی مدح ثابت ہوئی، مگر جال کشی ص ۳۰۹ س ۲۷ میں
 رشا ہی سے روایت ہے کہ یونس بن عبد الرحمن اپنی زانیہ اور زانیہ سے ہے۔

اہل بیت کے دشمنی :

ان لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عین معاندانہ رویہ کی روایات سے معلوم ہو چکا، اب ذرا
 مدعیان حشمت اہل بیت کا حضرت حسین اور حضرت زکریا علیہ السلام سے متعلق عین معاندانہ رویہ ملاحظہ فرمائیں۔
 (۱) عن ابی عبد اللہ قال ان جبرئیل بنی
 علی ما جہل حق اللہ علیہ وسلم فقال لہ یا جہل
 ان اللہ یشترک بولود یولد من فاطمۃ تقتلہ
 اعتک من بعدک فقال و من ربی اللہ جہلا
 حاجتہ فی مولود یولد من فاطمۃ تقتلہ امی
 من بعدہی تخرج شریطہ فقال لہ جہل و انک
 فقال یا جبرئیل علی ربی اللہ لا حاجتہ لی
 فی مولود تقتلہ امی من بعدہی تخرج جبرئیل
 لی اللہ لہ شریطہ فقال یا جہل ان ربک یقتلک
 اللہ و یثربک بالجنۃ اعل فی ذریئہ الامامة
 والولاية والوصية فقال قد رضیت انوار سل
 الی فاطمۃ ان اللہ یشترک بولود یولد من فاطمۃ
 امی من بعدہی ذرئہ من الی ان اللہ جہل فی
 فی مولود تقتلہ اعتک من بعدک فادرس الی جہلا
 ان اللہ قد جعل فی ذریئہ الامامة والولاية و

جبرئیل بنی جبرئیل علیہ السلام سے پہلے ہو گا
 علیہ السلام پر نازل ہوئے تو فرمایا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 علیہ السلام اللہ تعالیٰ آپ کو ایک بیٹے کی بشارت
 دیتے ہیں جو فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے پیدا ہو گا
 جیسے آپ کے بعد آپ کی امت شیعہ کو دے گی
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے رب پر سلام
 تجھے ایسے بیٹے کی ضرورت نہیں جو فاطمہ سے پیدا
 ہو اور پھر اسے میرے بعد میری امت شیعہ کیے
 جبرئیل علیہ السلام اوپر تشریف لے گئے اور فرمایا
 دیر بعد پھر نازل ہوئے اور پھر وہی بات کہ آپ
 نے پھر وہی جواب دیا، جبرئیل امین پھر واپس
 تشریف لے گئے اور پھر آئے اور فرمایا کہ اے
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے وہب نے آپ کو
 سلام کیا ہے اور وہ آپ کو بشارت دیتے ہیں
 کہ وہ ان کی اولاد میں امامت، ولایت اور

الوضعۃ فارسلت الیہائی تذکرۃ (فی قولہ)
 وھو یرضم بالحسین من فاطمۃ علیہا السلام ولا
 من انتہی کان یوق بہ انتہی علی اللہ علیہ وسلم
 فیضم الحسین فی ذیہ۔ فیرضم مضمنا لیکونہ الیوم
 اوالثلاث (مسند کافی ص ۱۶۴)

بہ تشہید کر دی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ مجھے ایسے بچے کی کوئی حاجت نہیں جسے آپ کی اُمت تشہید کرے، آپ نے پھر پیغام بھیجا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں امامت کو لایا اور وصیت رکھی ہے تب حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) رضی ہوئیں (حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسکا بدلہ اپنی والدہ محترمہ سے یہ لیا کہ اس کے بعد نہ اپنی والدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا اور نہ ہی کسی اور صورت کا) یعنی ان کو جس صورت سے نصرت ہوئی جو انکی پیدائش پر ناخوش تھی، آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا جاتا، آپ اپنا انگوٹھا ان کے منہ میں دیتے، حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) اس سے دودھ پیتے جو ان کو دین و دنیا کے کھاریت کرتا،

(۲) عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال
 لما حملت فاطمۃ بالحسین جاء جبرائیل
 الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان
 فاطمۃ ستنزل علیہا ثقتہ لنتک من جلدہ
 فلما حملت فاطمۃ بالحسین کوھت حملہ و
 حسین وضعۃ کوھت وضعۃ ثم قال (وعد اللہ)
 علیہ السلام ثم رقی اللہ نیا ام تلذ علیہا لکونہ
 ولکنہا کوھت ما علمت انہ یقتل قال وقلیہ
 قلت ہذا الذیہ حملت امہ کوھت و وضعۃ
 کوھت (حوالہ بلا)

تھیں اسلئے کہ وہ جانتی تھیں کہ یہ بچہ تشہید ہوگا (العیاذ باللہ شہادت کی نحوست کی وجہ سے وہ بچے کو بُرا سمجھتی تھیں) حضرت صادق نے کہا کہ آیت حملت امہ کوھت اذہا اسی سلسلے میں نازل ہوئی ہے، (اُس کی ماں نے اسے حمل کی حالت میں بھی بُرا سمجھا اور پیدا ہونے کے بعد بھی) یہ ترجمہ ابلیشیہ

کا ہے حالانکہ آیت کا مضموم یہ ہے کہ ہر انسان کو ماں کا شکر گزار اور بطبع دہن چاہیے اس لئے کہ اس نے حالت جنین اور وقت پیدائش کی تکلیف برداشت کی ہے۔

کسی شاعر نے اسے یوں منظوم کیا ہے

ہائے شہرِ منظوی تری ز دہوی تری بتکہ تین بار
رحیمِ راضی پرچیِ جہدِ عالم پر بھی بھی تری ولادت ہو کر
کرتی ہے اس درم کو تری از کرھا کی آیت آشکار
تو بھی جیتے کا ایسا جو شرمناک دودھ اس کی کلمہ چوسا نہا
دیکھا آپ نے کہ شیعہ نہ سب میں شہادت کتنی بڑی چیز ہے اور حضرت حسین شہید ہونے کی وجہ سے
ان کے خیال میں کس قدر مکروہ و مبغض ہیں اور حضرت عیسیٰ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کریم
کس قدر عداوت اور بغض ثابت کیا گیا ہے۔ اوائفنا انشا تعالیٰ ہذا و امید ہے کہ مضمون بالا دیکھنے کے بعد
شیعہ کی تحریف میں کسی کو بھی شبہ نہ رہے گا۔

کیا شیعہ اہل کتاب ہیں ؟

مستقلہ کے بارے میں تحریرِ شامی کی بنا پر میں شیعہ کو جب کتاب کہتا تھا تب بھی خیر خیر ہو کہ یہ لوگ
ذہبی ہیں، اس لئے انھیں اہل کتاب میں داخل کرنا صحیح نہیں، ذہبی کی دو قسمیں ہیں :

(۱) مبسوطات، یعنی اسلام کا مدعی ہو اور کفر و عقائد چھپاتا ہو و قال للسلامة النفس اذانی و قد افلح من
والا کان ثم اعترافه بنبوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ظہارہ شعاعا ثم لا سلامه بطنی عقائد جو کفر و اعتقاد
خاص باہم از ذہبی، (شرح المفہم ص ۳۶۹) و قال المحقق العینی من جملة ائمہ تہدیی و اختلف
فی نفسہ فی فقہل هو المبطن للکفر بالمظہر الاسلامی کما فی فتاویٰ (عقد الفاری ص ۴۷۹)

(۲) جو شخص عقائد اسلام میں تاویلات داخل کرتا ہو، ایسا شخص اگرچہ اپنے عقائد کفریہ کو پوشیدہ
رکھنے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ ان کی اشاعت کرتا ہے اس کے باوجود اسے ذہبی ہی کہا جاتا ہے۔

قال العلامة (ابن عابدین رحمہ) قدہ تعالیٰ فیقولہ العترة ای بالزندقۃ الذی علی الذی بدعواہم انہ
قد قہ ام فان قلت کیف یكون مع رد ادعای الی الضلال وقد اقرروا فی مضمونہ انہم من یطعن للکفر،
قلت لا یجوز فیہ فان الزندقۃ ہی بوجہ کفر و کفرہ عقیدۃ الفاسد و یجوز فی البصیرۃ الصحیحۃ و ہذا معنی
البدان للکفر فلا یجوز فی اظہارہ الی الضلال و کونہ معروفا بالانصران اہل کتاب
(۱۷۱ المحقق ص ۳۳۵)

وقال الشافعی ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ ان المخالف للذہبی الحق ان لم یعرفہ بلہم یذہبی لا

انہ کان علی اللہ من عظیمہ اور باری فی کل
خطبہ یا ساریۃ الجین وعجبت القصبۃ
ماہذا من الکثر الذوق هذه الخطبة
لقد انضی الخطبة والصورة قالوا فقلنا
فی خطبتک یا ساریۃ الجین فقال اعلوا
انی وانا الخطب وسمیت بصری حتى رأوهم
وقال عطفوا بین یدی جلی هذا وقد جاء
بعض النقاد ولیدلوا خلف حدیث ابن عباس مثلاً
من مودع المسالین فعیطوا بهم فیتسولهم
فقلت یا ساریۃ الجیل لیلن فی الیر فیتسولهم
ذلک من ان عیطوا به ثم یذللوا ومنهم
اللہ اخوا انکوا المؤمنین اناف الذاک فرین
دفعہ اللہ علیہم یلازمہ فی حفظہ اذ
الوقت فیہ علیہم الحلی بنک ، واسبین
الذامۃ وراؤنا اکثر من حسین یونہ .
(تفسیر مسکری ج ۱ ص ۳۳۳)

حالت میں جبکہ آپ شہر پر خطبہ دے رہے تھے
بلکہ آواز سے فرماتے تھے یا ساریۃ الجیل اے
ساریۃ بہار کی بہانہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
اس سے تعجب کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ
جب خطبہ لکھنا سے فارغ ہوئے تو دریافت کرنے
پر فرمایا کہ اثناء خطبہ میں ہمیں نے تقریباً کتنی توکھا
کہ مسلمانوں کا لشکر پیادہ کے نیچے صف بستہ ہے
اور چند کافر بہار کے پیچھے سے آئے تاکہ حضرت
سعد بن ابی وقاص اور دیگر مسلمانوں کا گھرو
کھر کے ان پر حملہ کریں، اسوقت میرا نے یا ساریۃ
الجیل کہا، تاکہ بہار کی طرف ہٹا دیکر کفار کے
گھر دے کے پناہ جائیں اور پھر ان سے مقابلہ کریں
اللہ تعالیٰ نے سارے صحابیوں کو کافروں کا ٹھٹھا
سے نجات دی اور کافروں پر مسلمانوں کو فتح ہوئی
پھر فرمایا اس وقت کو یاد رکھو تم اے پس
اس کی خبر آئے گی۔

مزید مشورہ اور نہادہ (جہاں یا لشکر تھا) کے درمیان پچاس دن کی مسافت سے زیادہ فاصلہ
۱۷) وعن عروۃ بن عبد اللہ قال سئل
ابا جعفر محمد بن علی علیہما السلام عن حلیۃ
السیوف فقال لا بأس بہ فقال قد جئ الیہم
الصلب بن رضی اللہ عنہ صیفہ قلت فمتون
اصدق قوب وثمة واستقبل العبدہ وقال
نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق
نعم، وبعید لہ الصداق فلا صدق اللہ
لہ توکانی اللہ نیا ولا فی اخرۃ ۱۸

ہوں! ہاں میں صدیق تھا ہوں! ہاں میں
حقیقت ہے۔

(کشف اللطیف فی احوال ائمہ شیعیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین) صدیق مختار ہوں !!! اور جو آپ کو مصدق بن گئے
اشتر دنیا و آخرت میں اسکا کوئی قول سچ نہ کرے۔

نکتہ :

انہوں نے شیعہ نے اپنے اہم پیغمبر جو حضرت محمد بن علی باقر کی بات نہائی اور افضل البشر ہے
الذی یامیہم لصلوٰۃ والسلام حضرت ابو جعفر صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ صرف مصدقیت بلکہ مصیبت کے
شرف سے بھی رُفے کی کوشش کر کے اپنی عاقبت بربادی اور امام باقر کی بددعا خلاصہ قی اللہ لہ قولاً
فی اللہ بینہ و لانی (الخ) اللہ تعالیٰ اس کی کسی بھی بات کو دنیا و آخرت میں سچا درست، نہ کرے)
کے سختی ہوئے شیعہ کے حق میں ان کی یہ بددعا قبول ہوئی چنانچہ شیعہ لوگوں نے تقیہ یعنی جھوٹ اور
فریب کو اپنا مذہب قرار دے لیا ہے اور کہتے ہیں کہ جو جھوٹ نہیں بولتا، فریب اور دغا بازی
نہیں کرتا وہ بے دین ہے۔ اس کا ایمان مستبصر نہیں، اس کے ساتھ یہ بھی دعویٰ کیا کہ تمام انبیاء و کرام علیہم السلام
بھی جھوٹ بولتے تھے۔ اس سے بھی بڑھ کر ائمہ ثنائی بڑھی جھوٹ اور افتراء باندھ کر (معاذ اللہ) اشترک
سے غلطی ہو جاتی ہے، پھر مردہ کو دی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف غلطی کو منسوب کرنے سے بڑھ کر کوئی عبادت نہیں،
یہ ان کی تواریک کذب مبالغہ اور افتراء پر داری کا نقشہ تھا، دوسری جانب ان کی اخلاقی حالت کا اس
سے اندازہ کر لیں کہ انہوں نے یہ مذہب اختیار کیا کہ ملوثوں کا بلا خارج بصیغہ مستحکم کسی کے گھر چلی
جانا اور مذہب کے علاوہ اخلاق و روایات کی اندشوں کو بھی توڑ کر یہ سوزی کا مرتکب ہونا، اسے
کار خیر بلکہ مختار ہوں کی کشش کا ذریعہ قرار دینا۔

کتب شیعہ سے فضائل مندرجہ نقل کر کے سے قبل ایک اشکال کا جواب تحریر کیا جاتا ہے۔
کتب شیعہ میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعریف دیکھنے پر اشکال ہوتا ہے
کہ یہ مرد و تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کھٹے دشمن ہیں انھیں تعریف کیونکر؟ اس کے جواب میں :
① یہ تعریف حقیت کی بنا پر نہیں جس پر ان کے ایمان کا مدار ہے، جیسا کہ تقیہ کے بیان میں
ان کا مذہب لکھا جا چکا ہے کہ جو تقیہ نہیں کرتا اس کا ایمان نہیں۔

② اللہ تعالیٰ نے حق میں ایسی تاثیر رکھی ہے کہ وہ بسا اوقات ذیل باطلان اور دشمنوں
کی زبان پر بھی بولتا ہے۔ دنیا میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بعض دغا دے کر کتب شیعہ بھری
پڑی ہیں، ان نفوس مقدسہ کے حق میں ایسی فتنہ گالیاں کہتے ہیں کہ جس مسلمان کے قلب میں

ایسا کیا ذرا سی بھی رست ہو رہ کسی مردود سے ایسی بکراں سے چشم رسد کے بغیر
چیں سے نہیں بیٹھ سکتا۔

فضائل متہ

(۱) قال ابو عبد الله عليه السلام ما من رجل مثله ثم انشغل الا حاق الله من حقل قطرة قطرة من سبعين ملكا يستغفرون له الى يوم القيمة

(در بیان اللہ ص ۵۸۵) ما من رجل مثله ما من

(۲) قال النبي صلى الله عليه وسلم من قمت مرة من محبة الله الجبيل ومن قمت مرتين حشمه

الامار ومن قمت ثلاث مرات صحتي في يومئذ

(شرح احمد ۵۵۰)

ہوگا۔ (توضیحات من خطہ المجلد ۱۰ من کتاب میل سین (۱) اور من اللہ عالی علیہ علی ما لا الاظہر

نہی علیہ اسلام نے فرمایا: جو ایک مرتبہ متہ کرے اسکا

نیمہ حقد آگ سے بجائے پاتا ہے جو دومرتبہ

کرے اس کا دو تہائی اور جو تین دفعہ (دو مرتبہ کلاں

کرے اسکا تمام بدن آتش و دوزخ سے آزاد ہو جائیگا

(العبد المذنب من مشوہ الغیب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایک

مرتبہ متہ کرے اسے حضرت حسن کا درجہ مل جائیگا

جو دومرتبہ متہ کرے حضرت حسین کا درجہ اور

جو تین مرتبہ متہ کرے وہ حضرت علی کا درجہ اور

جو (العیاذ باللہ) پانچ مرتبہ متہ کرے (مسند کا

کے) وہ سیرے درجہ کو پاتا ہے۔

(تفسیر شریعت احمد ۵۵۰)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

شیعہ کو اہم مشورہ

فہرست شیعہ بن جاوید سارے جھگڑے ختم

(مقتبہ حق از تھن بر حضرت امام شیعہ دہلوی کا تہم بہ عہد سلسلہ ۱۰۰۰ء تا ۱۰۰۰ء)

شیعہ کا مذہب بالافتادہ یہ ہے کہ یہ قرآن پر ہمارے پاس ہے اس کا ایک حرف بھی صحیح نہیں ان کے مذہب کی بنیاد اسکا پر قائل ہے اگرچہ بعض شیعہ قرآن کو دیکھتے اور تلاوت کرتے ہوں انکی زبان میں بکھا ہے کہ یہ مسئلہ ان کے ہاں متواترات میں سے ہے۔ سوا اترے کہتے ہیں کہ کسی جیسے نہ کے خبر دینے والے اس قدر ہوں کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کے خلاف کو باور نہ کر سکے۔ جب کہ کہہ کر جو دوس شخص کے لئے بھی یقینی ہے کہ میں نے نہ تو نہ دیکھا جو اسی شخص ان کے نزدیک قرآن کا ایک حرف صحیح نہ ہونا اتنا یقینی ہے کہ اسے کوئی جھٹلا نہیں سکتا، حالانکہ اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کے ایک لفظ کا انکار کر دینے والا بھی کافر ہے۔

ایک امر اعلیٰ اور اسکا ظل

شاید آپ کہیں کہ شیعہ یہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن پڑھتے ہیں قرآن ہمارے گھروں میں رکھا ہوتا ہے ہم پر ہر لفظ غلط اور نہ دہے۔ مگر نہیں کہتا ہوں کہ جب ان کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور وہ ان کتابوں کو صحیح سمجھتے ہیں ان کو پڑھتے ہیں، مینوں سے دگاتے ہیں اپنے گھروں میں رکھتے ہیں تو خیر کتابیں اگر ان کے عقیدہ کے خلاف ہیں تو ان کے ساتھ یہ معاملہ کیوں ہے؟ ہمیں نے ان کی کتابیں خوب دیکھی ہیں، ان کو خوب کھنگال کر دیکھا ہے، جو کہوں گا کسی کی مجال نہیں کہ اس کا ایک حرف غلط جھٹلا سکے، چاہیں تو کتاب بکال کر دکھائوں گا، ان کی کتابوں میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ ایک مجلس میں ایک مجتہد صاحب سے کسی نے پوچھا کہ قرآن کیسا ہے؟ تو جواب دیا کہ صحیح ہے، بعد میں اسے کسی شاگرد نے کہا کہ آپ ہم کو تو رات دن یہ پڑھاتے اور سکھاتے رہتے ہیں کہ قرآن غلط ہے اور آپ نے یہ نئی بات کہی، تو مجتہد صاحب کہنے لگے، قلۃ تعقیبہ میں نے تعقیب کیا تھا۔

تقیبہ کی حقیقت

تقیبہ ان کے (میں کا پڑا ہے، تعقیبہ کے معنی ہیں جھوٹ بولنا و نفاق سے کام لینا، کسی کو دھوکہ

دینا اور ایمان کو انقبیل کرنا) "کسی شیعہ سون ہیں" کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

دینا و غیرہ، ان کے سرب میں تقیہ جائز ہی نہیں بلکہ بہت بڑا ثواب ہے، جو آدمی نفاق سے کام نہیں لیتا، دے دیں ہے، اصول کافی کی روایت ہے: **لا دین لمن لا تقیۃ لہ** اور ایسا روایت میں ہے: **لا تقیۃ لہ**، یعنی جو شخص لوگوں کو دھوکہ نہیں دیتا وہ دے دیں اور بے لایح و جبریل کو طاعتیں۔ ایک یہ کہ ان کے ایمان میں سے یہ ہے کہ قرآن کا ایک حرف بھی صحیح نہیں۔ دوسری یہ کہ جیسا کہ روایت ہے: **لا دینا لہ** دھوکہ دینا فرض ہے بلکہ میں ایمان ہے۔ اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ وہ گھروں میں قرآن کیوں رکھتے ہیں، ہوا سے فریب دہی کے اور کیا ہو سکتا ہے جس کا تمام انہوں نے تقیہ رکھی ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خسرو
جو چاہے آپ کا حسین کرشمہ ساز کرے

اہل تشیع کا امتحان

ان منافقین کا امتحان اس طرح کہ تم اگر قرآن کو صحیح کہتے ہو تو یہ بناؤ کہ تمہارے جس مصنفین، مجتہدین نے قرآن کو غلط کہا ہے وہ مسلمان ہیں یا کافر؟ اگر تم اپنے دعوے میں کچھ ہو تو قرآن کو غلط کہنے والے جتنے گزرسے ہیں سب کو کافر کہو، اپنے مجتہدین کو جو یہ کہتے ہیں کافر ممواد ان کی ایسی نما ہیں جیسا کہ تو ہم نہ لیتا گئے کہ تم اپنے دعوے میں کچھ ہو لیکن اگر ان کتابوں کو چھپتے ہو، ان کی تعظیم کرتے ہو، ان کے مصنفین کو اپنا امام بن کر ان کا احترام کرنے ہو تو معلوم ہوا کہ کچھ وال ہیں کالا ہے۔

پچھلے دنوں قادیانیوں کا بھی اسی طرح امتحان ہو کر جہاں نولنے یہ کہا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہتے ہیں، ہمارا حق بتوت پر ایمان ہے تو ان سے کہا جاتا تھا کہ تم غلام احمد کو کافر کہو اپنی کتابیں خاکستر کر دو۔

حمید آباد دکن کے صدیق دیندار جن سویشور کے چندی کے متفقہ ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم مجاہدینِ مسلم ہیں، ہمارا اسلام پر یقین ہے، ہم دیندار ہیں، ان سے بھی یہی کہا جاتا ہے کہ صدیق دیندار جو پہلے غلام احمد کا پیلا بٹا، پھر ترقی کر کے خود بھی بن میٹھا اور جس نے اسی کا دعویٰ کیا اسے کافر کہو، یہ عجیب بات ہے کہ غلام احمد قادیانی جو صدیق جن سویشور کا بیڑہ ہے دو تو

سنہ اسرار کالی مشفقہ سنہ اصول کافی مشفقہ

صرفت ہی ہوا اور اس کا فرید صدیق دیندار خدا بن گیا۔ حج

بریں عقل و دانشیں بہا بہا گریست

آخر کسی کے دعوے کے صدق و کذب کی کوئی کسوٹی اور معیار بھی تو ہوتا ہے، اس سے
بہتر کوئی کسوٹی ہو تو بتا دو۔ آج اگر خدا نخواستہ جہاد سے پس گوئی، یہی کذب ہے آئے جس میں
لکھا ہو کہ الشوک وجود نہیں ہم اس کو چٹو میں، چائیں، غلات پڑھائیں، سینوں سے نکالیں اور کیس
کہ ہم الشوک ماننے میں تو کیا کوئی ایسا ہے و قوت ہے جو ہمارے اس دعوے کو ماننے کے لئے تیار
ہو، یہی حال ہے ان شیعہ کا کہ ان کی کسی بھی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ قرآن صحیح ہے۔
شیعہ کی کج ہم کتب :

شیعہ کی اہم کتابیں کافی اور صفائی ہیں۔ صفائی دونوں، ایک اصول کافی کی شرح ہے
دوسری تفسیر کے فن میں ہے، ان کتابوں کے حوالے اگر دیکھیں ہوں تو میری کتاب "امین القادری
میں ان کو تفصیل سے دیکھا جاسکتا ہے۔

بہر حال اصول کافی ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کا کوئی شیعہ انکار نہیں کر سکتا، دوسری کتاب
کے بارے میں وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم مجتہد ہیں اور ایسے مجتہد پر دوسرے مجتہد کا قبل جہت نہیں ہونا،
اس کا جواب یہ ہے کہ حرم مجتہدین نے قرآنی نکتہ کا انکار کر دیا ہے ان کو کافر کیوں نہیں کہتے؟ نیز
ان کی کوئی بات گستاخو تو اصول کافی کو بجز نہ چاہیے اس کا وہ کسی طرح انکار نہیں کر سکتے، انکی وہ
بہی مشن لینے، لکھنے پر ابن یعقوب غلبی نے اس زمانے میں یہ کتاب لکھی جب امام ہمدی کی غیبت صغریٰ
کا زمانہ تھا، امام ہمدی کے غلامیں ہا کر غائب ہونے کے بارے میں ان کا خیال یہ ہے کہ ایک
زمانے تک ہم غلامیں وہ چھپے ہوئے ہیں ان کے غلام لوگوں کو اس کا خبر تھا کہ کون میں یہ غیبت
صغریٰ ہے اور جو میں وہ ایسے غائب ہو گئے کہ کسی کو اس کا پتہ نہ چلا کہ اب وہ کون ہیں یہ غیبت
کبریٰ ہے۔ یہ شیعہ بڑے ناز میں ہیں ان کا، امام تو مسلمانوں سے ڈر کر غلامیں چھپے دیے یہاں مجتہد
خواہ خواہ کا فساد کر رہے ہیں۔

کہتے ہیں کہ امام ہمدی شہر مازن راہ؟ میں کسی غلام چھپے ہیں، یعنی اس شہر کو دیکھنے والا خوش
ہو جاتا ہے، ابن یعقوب غلبی نے اصول کافی کو کوفہ میں جا کر امام ہمدی کو دکھائی، امام ہمدی نے
دیکھ کر فرمایا، هذا کائن الشیعہ، یہ کتاب ہمارے شیعہ کے لئے کافی ہے، میں انکی وجہ تسمیہ
بھی ہے۔ اُسے اس کے ساتھ دو، تیس اور ملا دیں، ایک یہ کہ امام ان کے نزدیک معصوم ہوتا ہے

جھوٹ نہیں ہوتا، دوسری یہ کہ ایمان اللہ کے نام پر ہے اس لئے اس سے غلطی نہیں ہوتی۔ تو جس کتاب کی تصدیق امام نے کی ہو نہ اس میں غلطی ہو سکتی ہے اور نہ اس میں جھوٹ کا احتمال ہے، اس قرآن مجید کو صرف یہ عبارت کہی ہوئی ہے، ہذا قرآن فیہ الامام الکبیر محمد اللہ الملقب بهذا الکاف المشیتا، واثمی یہ شیعہ کی پٹائی کے لئے کافی ہے۔

شیعہ صرف قرآن کی تحریف ہی کے قائل نہیں بلکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن موجود کفر کے ستونوں کو مقبول کرنا ہے۔

وَقَدْ بَدَأَ مِنْ ذَلِكَ الْكُفْرُ بِالْبَقِيَّةِ مِنْ دَعَائِهِمْ
سے وہ اپنے کفر کے ستونوں کو قائم کر سکیں۔

شیعہ کو موجود قرآن سے اس لئے عداوت ہے کہ اس میں شیعہ کی فرائض نہیں کی گئی۔
لَوْ أَنَّهُ زِيدَ فِي الْقُرْآنِ وَلَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ
حقاً مطلق ذی حجج (شیعہ مخالفین) کسی عقیدہ پر غلطی نہ ہوتا۔

شیعہ عقیدہ تحریف قرآن کو بطور عقیدہ چھپانے کا خواہ کتنی ہی کوشش کریں مگر پھر بھی کبھی دلی کی بات زیلن پر آتی جاتی ہے، چنانچہ سید محمد ہجوکی اپنی کتب حضرت حیدریہ میں لکھتے ہیں:
ابن نفل قرآن نفی عثمانی است بر شیطان و خبیث
قرآن کی موجودہ ترتیب عثمانی ہے اس لئے یہ بد اس نشانیہ
قرآن شیعہ پر محبت نہیں ہو سکتا۔

دل کار از معلوم کریں کیا عجیب گڑ

یہ امر تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ نئے جنوں انجید وغیرہ کی بیوشی میں دل کی باتیں زبان پر آجاتی ہیں بعض نفسیات سے واقف لوگ اس گڑ کے ذریعہ دل کے راز معلوم کر لیتے ہیں، کوئی ایسی بات کہدی کہ شیعہ دلائل میں اگر ہوش کو پہنچے وہ غیور ہوا لو اس ہو کر دل کی بات اٹھل دے۔
جب مولانا عبد الشکور صاحب گھنوی کے ”التجسس“ نے جہم بپشیا علی بن کر دشمنان قرآن پر تازہ فوڑ چلے گئے۔ وہ ان پر سے تفسیر کی تعبیر کو فاکسٹر کر کے ان کی اصل تصویر کو عریاں کر دیا تو شیعہ جیلا اٹھے، ”التجسس“ کے دفاع کے لئے مستقل تصانیف کے علاوہ تقریباً پچیس رسائل جاری کئے مگر ”التجسس“ کے راکش کے سامنے وہ بیت العنکبوت سے زیادہ نہ ٹھہر سکے اور مخموری غمزدگی دیکر بعد بے بعد دیگرے سب نے دم توڑ دیا، ان رسائل میں سے ایک ہفتہ دار ”ذکر نجف“ بھی

سب کثرت سے جاری کیا گئی تھیں اس کی حکم پر میں مستند کی اشاعت میں علما شیوخ کے خصوصی ترجمان اخبار حسن ہدائی کا مضمون شائع ہوا تھا۔ ہم اس مضمون کا پہلے وہ حصہ پیش کرتے ہیں جس سے ناظرین کو یقین ہو جائے گا کہ مجاز حسن صاحب اس وقت التمجید کی شدید غریب سے ہو گھبرا کر ہوش کھو چکے تھے اس بیوقوفی کے عالم میں انھوں نے سر بہتہ مار کر کوئی کرکھ دیا۔
 ”پیشم ہر دوہ“ التمجید کیسا چمکیا کو کب ہے جیسے دلی والا فلک جرمی کا چمکیا ستارہ
 بس اتن فرق ہے کہ اس کے پر تو سے بل کالے ہو جاتے ہیں اور اس کی خوبی چمک
 سے ثلوث لوازم کا لالہ نام کی بیٹی کی ہٹ ہو جاتی ہے۔

”التمجید“ فریاد دھڑکتا کا طوار ہے اور وہ ایک بے ضرر چیز ہے۔ ”التمجید“
 اپنی بے دھڑکی رقت سے نہ دھسلا تا ہے اور وہ اپنی پیالی سے کبھی بھی چکر دیتا ہے
 ”التمجید“ کی رنگت گڑبگڑ کے۔ نہ بدلتی رقی ہے اور وہ ان دن سے نیلگوں شیشہ تک
 میں ضیا پا رہے۔ ”التمجید“ کی غمست یوم نفس سحر سے ہر جہاز آتا ہے کہ یہ روز بادل
 میں یکساں مرتبہ دیکھنا پڑتا ہے اور ”التمجید“ کی خوبی شعاعیں ہر راہ میں رگڑتی ہیں
 اور سرخنی اتر دکھاتی ہیں۔ ”التمجید“ کی پیشانی پر یہ گیر و بار الشیخ علیہ السلام
 اس کی جیسے جیسے پیر کے سر پر تاج شدت یا عالم بے عمل کے سر پر تاج ہے ایت
 یہ قیضہ پنجابیت کے بدن میں لیس خلافت : جاہلی، حق کی چند یا بدستار غضبیت
 ضیاء و جب طیف ہے کہ وہ خود گمراہ ہے لیکن ہدایت کا دم بھرتا ہے۔ اس کا دم ہر ملہ
 تقدیر فاسق دے دینا ہے لیکن ہم پر پنا سبب رکھتا ہے خود کو بھولنا باقران نہیں
 زائے ہم مشرب مگر پنا گناہ بے مدت جاری حوت منسوب کرتا ہے۔

ان کے چل کر مدیہ ”التمجید“ کو لکھتا ہے :

”مگر تمہیں کیا نہیں آتی اور چلو بھریانی میں دوب نہیں مرتے کہ قصہ کہک ہو۔
 ”ایک بھرتی بجاس سے توبہ کر لو۔“

اب ہم اس کو اس بارش کے اگلے ہوئے زہر سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں :

”رسول کی رحمت کے بعد قرآن کا مرتب ہونا دینی بدعت قرار پاو۔ بدعت پرستوں

سے فتنہ مراد حضرت ابو بکر صدیق ہیں، چنانچہ قرآن مجید کا نام لیا گیا ہے جس پر دینا سے اسلام کا رنج
 اور جس حضرت صدیق اکبر کا خطاب لیا گیا۔ چنانچہ قرآن مجید کی کوئی نہ کی کوئی بدعت اول کا وجود نہیں ہے۔“

اگر تم چتے ہو تو قرآن کی صفات موجودہ عہد رسول واسطے قرآن پر منطبق کر دینا اور اپنے دعوائے باطلہ سے تائب ہو جانا پھر بھی اس قرآن کے اصلی ہونیکا دعویٰ نہ کرنا۔
 ”مسٹر التجہر تم کس منہ سے قرآن موجود کو پورا قرآن بتاتے ہو اور انکا یہ کہ
 اصلی قرآن میں سورۃ احزاب و دو سو آیت کی تھی۔“ اس سورت میں
 آیہ رحیم بھی تھی۔“ اور سورتہ سورۃ توبہ کا صرف ایک حصہ رہ گیا ہے،
 باقی تین حصے غائب ہو گئے۔“ بڑے افسوس کی بات ہے کہ قرآن کے
 توازن کا دعویٰ کیا جاتا ہے مگر حال یہ ہے کہ قرآنی آیات بڑی مشکل سے متنی میں
 معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اصحاب میں کوئی بھی پورے قرآن کا حافظہ نہ تھا۔
 ”الغرض پورا قرآن موجود نہیں ہے اور نہ اسکا دعویٰ صحیح ہے۔“
 ”قرآن سے پورا سورۃ“ تو یہی ”غائب ہو گیا۔“ قرآن موجود میں دو مکمل
 سورے یعنی ”محد و فلق“ بالکل نثار ہیں۔ ”یہ قرآن جو تمہارے زعم ناقص
 میں مکمل ہے۔“ اگر آپ اِنَّا لَنَحْفِظُكَ رَج کے ذریعہ سے اصل و غیر مجموع قرآن
 کی حفاظت کا وعدہ خدا نے فرمایا تھا تو وہ کہاں محفوظ رہا۔“ پس اگر یہود و نصاریٰ
 والا قرآن غیر محفوظ ہے جو مجموع اور غلط نہ تھا تو اسکا وجود صحیح ہستی سے غائب ہے
 اور اگر یہ قرآن مراد ہے تو اس کے خالق جناب عثمان بن بکر کیسے قدیم ہو سکتا ہے
 حضرت ابوبکر کا قرآن غلط ثابت ہوا جس کی ہر ایک آیت دو عادیوں کی گواہی سے
 لکھی گئی تھی۔ اسیں فضول بھرتی ثابت ہونے سے عدل صحابہ اور ایمان صحابہ کے
 ساتھ حضرت ابوبکر کا ایمان بھی رخصت ہوا کہ یہ سب کے سب لفظ قرآن پر ایمان رکھتے تھے۔
 ”مگر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ایجاد بدہ فرمائی۔ اب
 بتاؤ اصلی قرآن کہاں محفوظ رہا۔“۔ آیات کی بڑھتی ملاحظہ ہو۔
 دوسری آیت بالکل بے نظام مقام میں لکھی گئی ہے جیسے آیہ تطہیر از وارج نبی کے
 تذکرہ میں غلوں دی گئی ہے۔“ اور سنو یاد ہویں پارہ کے چوتھے و کورع
 میں طوفانی نوح کا قصہ عجیب عنوان میں لکھی گیا ہے میں سے جامع مشد آن اور
 جہالت کا طوفان یہ تیزی آتا ہے۔“ کیوں بیان عید الشکر پر کرنا
 یہی ترتیب مطابق نوح محفوظ ہے کیا یہی بے ڈھنگی ترتیب تو لینی ہے، کیا یہی

اور جمعی تزیین کی حفاظت کو فدا کرنے و عذر فرمادہ ہے۔ کیا اسکی تزیین پر آپ کا اور

جاسم القرآن کا ایمان ہے ؟

کیا ان اقباسات کو دیکھنے کے بعد بھی کوئی سیدھا سادہ مسلمان شیعہ کے گھر میں قرآن یا اس کے پڑھنے پڑھانے کا مسئلہ دیکھ کر اس دھوکے میں آ سکتا ہے کہ شیعہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب مدظلہم کا ایک شیعہ مجتہد سے مناظرہ اور

مجتہد صاحب کا فرار

ایک دفعہ ایک شیعہ مجتہد نے تقریر میں عام مناظرہ کا بیانیہ دیا کہ جو چاہے میرے مقابلہ میں آجئے۔ سندھ کے ایک مقام پر مجھے بلایا گیا کہ ایک شیعہ عالم دوبارہ بکا کر مناظرہ کا بیانیہ دئے گا۔ میں نے کہا کہ مجھے تحریر ہے کہ جب بھی میں جاتا ہوں وہ لوگ مناظرہ کو تیار نہیں ہوتے، خواہ مخواہ میرا وقت ضائع ہوگا، انہوں نے کہا کہ اس میں اہل سنت کی حقیت ہے، تو میں تیار ہو گیا، مگر جس نے کہ مناظرہ کے مقام پر پہنچا، وہاں کا مجمع تھا، بات وہی رہی جو میں نے مشرعوں میں کہی تھی وہ شیعہ مناظرہ کو تیار نہ ہوا اور غریب بیان کیا کہ اس سے فتنہ فساد پھیلے گا، تو میں نے کہا کہ کبھی بھلا تو آپ لوگوں نے خود کو فساد پھیلنے سے تو آپ نے پہنچ کیوں دیا؟ ایک جب وہ کسی طرح بھی تیار نہ ہوئے تو میں نے کہا کہ واقعی ٹھیک کہا آپ نے، اس سے فتنہ فساد پھیلے گا مگر یہ جو صلح ہے، اسے پائیدار ہونا چاہیئے، لیسا نہ ہو کہ آج صلح ہوا مگر کل کو میدان خالی دیکھ کر پھر جینج شروع کر دیا، اسلئے میں پائیدار صلح کی چند صورتیں پیش کرتا ہوں آپ ان میں سے جو صورت پسند کریں، اسے انتخاب کریں۔

صلح کا پہلا طریق :

صلح کی بنیاد اس پر رکھی جائے کہ جس کے قبضے میں مراکز ہیں، اس مذہب کو تسلیم کیا جائے خواہ غواہ اپنی ذمہ داری کی مسجد الگ بنالیا ٹھیک نہیں ہے مرکزوں کو فیصلہ مقرر کرنا چاہیئے۔ پہلا مرکز الشرف خانی :

شیعہ کے نزدیک سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ جوتی ہے نہیں ایک لفظ اپنی مخلوق سے نہیں کہتا، کتاب نکال کر ان کو دکھا دی، صوفیوں کی روایت ہے۔ ماظم اللہ تعالیٰ مثل اللہ ۱۲، صوفیوں کی روایت ۱۳، دوسری روایت ما عین اللہ تعالیٰ مثل اللہ ۱۴، دوسری روایت ۱۵، صوفیوں کی روایت سمعت الرحمن علیہ السلام ۱۶، ذلنا بعث اللہ نبیا قطالا بحریم الحور

ان بقرۃ بالبداء (ص ۱۰۱) (ص ۱۰۲)

بداء کے معنی ان کے ہاں یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کوئی کام کر چھٹے میں بعد میں پچھتائے ہیں کہ اسے غلطی ہو گئی ہو یا خود باللہ نہ۔ مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر غلطی سے پاک ہے اور نہ اسے نزدیک اللہ تعالیٰ سے غلطی ہو سکتی ہے مگر ہوتی۔ ہن ہے تو یونہی سمجھ لو کہ سارا اللہ شیعہ کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ سے غلطی ہو گئی۔ ہر حال یہ مرکز مسلمانوں کے ساتھ ہے۔
دوسرا مرکز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

رسول مصدوم ہوتے ہیں وہ کسی سے دبا کر باڈ کر کوئی کام نہیں کرتے یہ ہمارا عقیدہ ہے اور شیعہ کا عقیدہ یہ ہے کہ رسول بھی تقیہ کرتا ہے (۱) (ص ۱۰۱) (ص ۱۰۲) (ص ۱۰۳) (ص ۱۰۴) (ص ۱۰۵) (ص ۱۰۶) (ص ۱۰۷) (ص ۱۰۸) (ص ۱۰۹) (ص ۱۱۰) (ص ۱۱۱) (ص ۱۱۲) (ص ۱۱۳) (ص ۱۱۴) (ص ۱۱۵) (ص ۱۱۶) (ص ۱۱۷) (ص ۱۱۸) (ص ۱۱۹) (ص ۱۲۰) (ص ۱۲۱) (ص ۱۲۲) (ص ۱۲۳) (ص ۱۲۴) (ص ۱۲۵) (ص ۱۲۶) (ص ۱۲۷) (ص ۱۲۸) (ص ۱۲۹) (ص ۱۳۰) (ص ۱۳۱) (ص ۱۳۲) (ص ۱۳۳) (ص ۱۳۴) (ص ۱۳۵) (ص ۱۳۶) (ص ۱۳۷) (ص ۱۳۸) (ص ۱۳۹) (ص ۱۴۰) (ص ۱۴۱) (ص ۱۴۲) (ص ۱۴۳) (ص ۱۴۴) (ص ۱۴۵) (ص ۱۴۶) (ص ۱۴۷) (ص ۱۴۸) (ص ۱۴۹) (ص ۱۵۰) (ص ۱۵۱) (ص ۱۵۲) (ص ۱۵۳) (ص ۱۵۴) (ص ۱۵۵) (ص ۱۵۶) (ص ۱۵۷) (ص ۱۵۸) (ص ۱۵۹) (ص ۱۶۰) (ص ۱۶۱) (ص ۱۶۲) (ص ۱۶۳) (ص ۱۶۴) (ص ۱۶۵) (ص ۱۶۶) (ص ۱۶۷) (ص ۱۶۸) (ص ۱۶۹) (ص ۱۷۰) (ص ۱۷۱) (ص ۱۷۲) (ص ۱۷۳) (ص ۱۷۴) (ص ۱۷۵) (ص ۱۷۶) (ص ۱۷۷) (ص ۱۷۸) (ص ۱۷۹) (ص ۱۸۰) (ص ۱۸۱) (ص ۱۸۲) (ص ۱۸۳) (ص ۱۸۴) (ص ۱۸۵) (ص ۱۸۶) (ص ۱۸۷) (ص ۱۸۸) (ص ۱۸۹) (ص ۱۹۰) (ص ۱۹۱) (ص ۱۹۲) (ص ۱۹۳) (ص ۱۹۴) (ص ۱۹۵) (ص ۱۹۶) (ص ۱۹۷) (ص ۱۹۸) (ص ۱۹۹) (ص ۲۰۰) (ص ۲۰۱) (ص ۲۰۲) (ص ۲۰۳) (ص ۲۰۴) (ص ۲۰۵) (ص ۲۰۶) (ص ۲۰۷) (ص ۲۰۸) (ص ۲۰۹) (ص ۲۱۰) (ص ۲۱۱) (ص ۲۱۲) (ص ۲۱۳) (ص ۲۱۴) (ص ۲۱۵) (ص ۲۱۶) (ص ۲۱۷) (ص ۲۱۸) (ص ۲۱۹) (ص ۲۲۰) (ص ۲۲۱) (ص ۲۲۲) (ص ۲۲۳) (ص ۲۲۴) (ص ۲۲۵) (ص ۲۲۶) (ص ۲۲۷) (ص ۲۲۸) (ص ۲۲۹) (ص ۲۳۰) (ص ۲۳۱) (ص ۲۳۲) (ص ۲۳۳) (ص ۲۳۴) (ص ۲۳۵) (ص ۲۳۶) (ص ۲۳۷) (ص ۲۳۸) (ص ۲۳۹) (ص ۲۴۰) (ص ۲۴۱) (ص ۲۴۲) (ص ۲۴۳) (ص ۲۴۴) (ص ۲۴۵) (ص ۲۴۶) (ص ۲۴۷) (ص ۲۴۸) (ص ۲۴۹) (ص ۲۵۰) (ص ۲۵۱) (ص ۲۵۲) (ص ۲۵۳) (ص ۲۵۴) (ص ۲۵۵) (ص ۲۵۶) (ص ۲۵۷) (ص ۲۵۸) (ص ۲۵۹) (ص ۲۶۰) (ص ۲۶۱) (ص ۲۶۲) (ص ۲۶۳) (ص ۲۶۴) (ص ۲۶۵) (ص ۲۶۶) (ص ۲۶۷) (ص ۲۶۸) (ص ۲۶۹) (ص ۲۷۰) (ص ۲۷۱) (ص ۲۷۲) (ص ۲۷۳) (ص ۲۷۴) (ص ۲۷۵) (ص ۲۷۶) (ص ۲۷۷) (ص ۲۷۸) (ص ۲۷۹) (ص ۲۸۰) (ص ۲۸۱) (ص ۲۸۲) (ص ۲۸۳) (ص ۲۸۴) (ص ۲۸۵) (ص ۲۸۶) (ص ۲۸۷) (ص ۲۸۸) (ص ۲۸۹) (ص ۲۹۰) (ص ۲۹۱) (ص ۲۹۲) (ص ۲۹۳) (ص ۲۹۴) (ص ۲۹۵) (ص ۲۹۶) (ص ۲۹۷) (ص ۲۹۸) (ص ۲۹۹) (ص ۳۰۰) (ص ۳۰۱) (ص ۳۰۲) (ص ۳۰۳) (ص ۳۰۴) (ص ۳۰۵) (ص ۳۰۶) (ص ۳۰۷) (ص ۳۰۸) (ص ۳۰۹) (ص ۳۱۰) (ص ۳۱۱) (ص ۳۱۲) (ص ۳۱۳) (ص ۳۱۴) (ص ۳۱۵) (ص ۳۱۶) (ص ۳۱۷) (ص ۳۱۸) (ص ۳۱۹) (ص ۳۲۰) (ص ۳۲۱) (ص ۳۲۲) (ص ۳۲۳) (ص ۳۲۴) (ص ۳۲۵) (ص ۳۲۶) (ص ۳۲۷) (ص ۳۲۸) (ص ۳۲۹) (ص ۳۳۰) (ص ۳۳۱) (ص ۳۳۲) (ص ۳۳۳) (ص ۳۳۴) (ص ۳۳۵) (ص ۳۳۶) (ص ۳۳۷) (ص ۳۳۸) (ص ۳۳۹) (ص ۳۴۰) (ص ۳۴۱) (ص ۳۴۲) (ص ۳۴۳) (ص ۳۴۴) (ص ۳۴۵) (ص ۳۴۶) (ص ۳۴۷) (ص ۳۴۸) (ص ۳۴۹) (ص ۳۵۰) (ص ۳۵۱) (ص ۳۵۲) (ص ۳۵۳) (ص ۳۵۴) (ص ۳۵۵) (ص ۳۵۶) (ص ۳۵۷) (ص ۳۵۸) (ص ۳۵۹) (ص ۳۶۰) (ص ۳۶۱) (ص ۳۶۲) (ص ۳۶۳) (ص ۳۶۴) (ص ۳۶۵) (ص ۳۶۶) (ص ۳۶۷) (ص ۳۶۸) (ص ۳۶۹) (ص ۳۷۰) (ص ۳۷۱) (ص ۳۷۲) (ص ۳۷۳) (ص ۳۷۴) (ص ۳۷۵) (ص ۳۷۶) (ص ۳۷۷) (ص ۳۷۸) (ص ۳۷۹) (ص ۳۸۰) (ص ۳۸۱) (ص ۳۸۲) (ص ۳۸۳) (ص ۳۸۴) (ص ۳۸۵) (ص ۳۸۶) (ص ۳۸۷) (ص ۳۸۸) (ص ۳۸۹) (ص ۳۹۰) (ص ۳۹۱) (ص ۳۹۲) (ص ۳۹۳) (ص ۳۹۴) (ص ۳۹۵) (ص ۳۹۶) (ص ۳۹۷) (ص ۳۹۸) (ص ۳۹۹) (ص ۴۰۰) (ص ۴۰۱) (ص ۴۰۲) (ص ۴۰۳) (ص ۴۰۴) (ص ۴۰۵) (ص ۴۰۶) (ص ۴۰۷) (ص ۴۰۸) (ص ۴۰۹) (ص ۴۱۰) (ص ۴۱۱) (ص ۴۱۲) (ص ۴۱۳) (ص ۴۱۴) (ص ۴۱۵) (ص ۴۱۶) (ص ۴۱۷) (ص ۴۱۸) (ص ۴۱۹) (ص ۴۲۰) (ص ۴۲۱) (ص ۴۲۲) (ص ۴۲۳) (ص ۴۲۴) (ص ۴۲۵) (ص ۴۲۶) (ص ۴۲۷) (ص ۴۲۸) (ص ۴۲۹) (ص ۴۳۰) (ص ۴۳۱) (ص ۴۳۲) (ص ۴۳۳) (ص ۴۳۴) (ص ۴۳۵) (ص ۴۳۶) (ص ۴۳۷) (ص ۴۳۸) (ص ۴۳۹) (ص ۴۴۰) (ص ۴۴۱) (ص ۴۴۲) (ص ۴۴۳) (ص ۴۴۴) (ص ۴۴۵) (ص ۴۴۶) (ص ۴۴۷) (ص ۴۴۸) (ص ۴۴۹) (ص ۴۵۰) (ص ۴۵۱) (ص ۴۵۲) (ص ۴۵۳) (ص ۴۵۴) (ص ۴۵۵) (ص ۴۵۶) (ص ۴۵۷) (ص ۴۵۸) (ص ۴۵۹) (ص ۴۶۰) (ص ۴۶۱) (ص ۴۶۲) (ص ۴۶۳) (ص ۴۶۴) (ص ۴۶۵) (ص ۴۶۶) (ص ۴۶۷) (ص ۴۶۸) (ص ۴۶۹) (ص ۴۷۰) (ص ۴۷۱) (ص ۴۷۲) (ص ۴۷۳) (ص ۴۷۴) (ص ۴۷۵) (ص ۴۷۶) (ص ۴۷۷) (ص ۴۷۸) (ص ۴۷۹) (ص ۴۸۰) (ص ۴۸۱) (ص ۴۸۲) (ص ۴۸۳) (ص ۴۸۴) (ص ۴۸۵) (ص ۴۸۶) (ص ۴۸۷) (ص ۴۸۸) (ص ۴۸۹) (ص ۴۹۰) (ص ۴۹۱) (ص ۴۹۲) (ص ۴۹۳) (ص ۴۹۴) (ص ۴۹۵) (ص ۴۹۶) (ص ۴۹۷) (ص ۴۹۸) (ص ۴۹۹) (ص ۵۰۰) (ص ۵۰۱) (ص ۵۰۲) (ص ۵۰۳) (ص ۵۰۴) (ص ۵۰۵) (ص ۵۰۶) (ص ۵۰۷) (ص ۵۰۸) (ص ۵۰۹) (ص ۵۱۰) (ص ۵۱۱) (ص ۵۱۲) (ص ۵۱۳) (ص ۵۱۴) (ص ۵۱۵) (ص ۵۱۶) (ص ۵۱۷) (ص ۵۱۸) (ص ۵۱۹) (ص ۵۲۰) (ص ۵۲۱) (ص ۵۲۲) (ص ۵۲۳) (ص ۵۲۴) (ص ۵۲۵) (ص ۵۲۶) (ص ۵۲۷) (ص ۵۲۸) (ص ۵۲۹) (ص ۵۳۰) (ص ۵۳۱) (ص ۵۳۲) (ص ۵۳۳) (ص ۵۳۴) (ص ۵۳۵) (ص ۵۳۶) (ص ۵۳۷) (ص ۵۳۸) (ص ۵۳۹) (ص ۵۴۰) (ص ۵۴۱) (ص ۵۴۲) (ص ۵۴۳) (ص ۵۴۴) (ص ۵۴۵) (ص ۵۴۶) (ص ۵۴۷) (ص ۵۴۸) (ص ۵۴۹) (ص ۵۵۰) (ص ۵۵۱) (ص ۵۵۲) (ص ۵۵۳) (ص ۵۵۴) (ص ۵۵۵) (ص ۵۵۶) (ص ۵۵۷) (ص ۵۵۸) (ص ۵۵۹) (ص ۵۶۰) (ص ۵۶۱) (ص ۵۶۲) (ص ۵۶۳) (ص ۵۶۴) (ص ۵۶۵) (ص ۵۶۶) (ص ۵۶۷) (ص ۵۶۸) (ص ۵۶۹) (ص ۵۷۰) (ص ۵۷۱) (ص ۵۷۲) (ص ۵۷۳) (ص ۵۷۴) (ص ۵۷۵) (ص ۵۷۶) (ص ۵۷۷) (ص ۵۷۸) (ص ۵۷۹) (ص ۵۸۰) (ص ۵۸۱) (ص ۵۸۲) (ص ۵۸۳) (ص ۵۸۴) (ص ۵۸۵) (ص ۵۸۶) (ص ۵۸۷) (ص ۵۸۸) (ص ۵۸۹) (ص ۵۹۰) (ص ۵۹۱) (ص ۵۹۲) (ص ۵۹۳) (ص ۵۹۴) (ص ۵۹۵) (ص ۵۹۶) (ص ۵۹۷) (ص ۵۹۸) (ص ۵۹۹) (ص ۶۰۰) (ص ۶۰۱) (ص ۶۰۲) (ص ۶۰۳) (ص ۶۰۴) (ص ۶۰۵) (ص ۶۰۶) (ص ۶۰۷) (ص ۶۰۸) (ص ۶۰۹) (ص ۶۱۰) (ص ۶۱۱) (ص ۶۱۲) (ص ۶۱۳) (ص ۶۱۴) (ص ۶۱۵) (ص ۶۱۶) (ص ۶۱۷) (ص ۶۱۸) (ص ۶۱۹) (ص ۶۲۰) (ص ۶۲۱) (ص ۶۲۲) (ص ۶۲۳) (ص ۶۲۴) (ص ۶۲۵) (ص ۶۲۶) (ص ۶۲۷) (ص ۶۲۸) (ص ۶۲۹) (ص ۶۳۰) (ص ۶۳۱) (ص ۶۳۲) (ص ۶۳۳) (ص ۶۳۴) (ص ۶۳۵) (ص ۶۳۶) (ص ۶۳۷) (ص ۶۳۸) (ص ۶۳۹) (ص ۶۴۰) (ص ۶۴۱) (ص ۶۴۲) (ص ۶۴۳) (ص ۶۴۴) (ص ۶۴۵) (ص ۶۴۶) (ص ۶۴۷) (ص ۶۴۸) (ص ۶۴۹) (ص ۶۵۰) (ص ۶۵۱) (ص ۶۵۲) (ص ۶۵۳) (ص ۶۵۴) (ص ۶۵۵) (ص ۶۵۶) (ص ۶۵۷) (ص ۶۵۸) (ص ۶۵۹) (ص ۶۶۰) (ص ۶۶۱) (ص ۶۶۲) (ص ۶۶۳) (ص ۶۶۴) (ص ۶۶۵) (ص ۶۶۶) (ص ۶۶۷) (ص ۶۶۸) (ص ۶۶۹) (ص ۶۷۰) (ص ۶۷۱) (ص ۶۷۲) (ص ۶۷۳) (ص ۶۷۴) (ص ۶۷۵) (ص ۶۷۶) (ص ۶۷۷) (ص ۶۷۸) (ص ۶۷۹) (ص ۶۸۰) (ص ۶۸۱) (ص ۶۸۲) (ص ۶۸۳) (ص ۶۸۴) (ص ۶۸۵) (ص ۶۸۶) (ص ۶۸۷) (ص ۶۸۸) (ص ۶۸۹) (ص ۶۹۰) (ص ۶۹۱) (ص ۶۹۲) (ص ۶۹۳) (ص ۶۹۴) (ص ۶۹۵) (ص ۶۹۶) (ص ۶۹۷) (ص ۶۹۸) (ص ۶۹۹) (ص ۷۰۰) (ص ۷۰۱) (ص ۷۰۲) (ص ۷۰۳) (ص ۷۰۴) (ص ۷۰۵) (ص ۷۰۶) (ص ۷۰۷) (ص ۷۰۸) (ص ۷۰۹) (ص ۷۱۰) (ص ۷۱۱) (ص ۷۱۲) (ص ۷۱۳) (ص ۷۱۴) (ص ۷۱۵) (ص ۷۱۶) (ص ۷۱۷) (ص ۷۱۸) (ص ۷۱۹) (ص ۷۲۰) (ص ۷۲۱) (ص ۷۲۲) (ص ۷۲۳) (ص ۷۲۴) (ص ۷۲۵) (ص ۷۲۶) (ص ۷۲۷) (ص ۷۲۸) (ص ۷۲۹) (ص ۷۳۰) (ص ۷۳۱) (ص ۷۳۲) (ص ۷۳۳) (ص ۷۳۴) (ص ۷۳۵) (ص ۷۳۶) (ص ۷۳۷) (ص ۷۳۸) (ص ۷۳۹) (ص ۷۴۰) (ص ۷۴۱) (ص ۷۴۲) (ص ۷۴۳) (ص ۷۴۴) (ص ۷۴۵) (ص ۷۴۶) (ص ۷۴۷) (ص ۷۴۸) (ص ۷۴۹) (ص ۷۵۰) (ص ۷۵۱) (ص ۷۵۲) (ص ۷۵۳) (ص ۷۵۴) (ص ۷۵۵) (ص ۷۵۶) (ص ۷۵۷) (ص ۷۵۸) (ص ۷۵۹) (ص ۷۶۰) (ص ۷۶۱) (ص ۷۶۲) (ص ۷۶۳) (ص ۷۶۴) (ص ۷۶۵) (ص ۷۶۶) (ص ۷۶۷) (ص ۷۶۸) (ص ۷۶۹) (ص ۷۷۰) (ص ۷۷۱) (ص ۷۷۲) (ص ۷۷۳) (ص ۷۷۴) (ص ۷۷۵) (ص ۷۷۶) (ص ۷۷۷) (ص ۷۷۸) (ص ۷۷۹) (ص ۷۸۰) (ص ۷۸۱) (ص ۷۸۲) (ص ۷۸۳) (ص ۷۸۴) (ص ۷۸۵) (ص ۷۸۶) (ص ۷۸۷) (ص ۷۸۸) (ص ۷۸۹) (ص ۷۹۰) (ص ۷۹۱) (ص ۷۹۲) (ص ۷۹۳) (ص ۷۹۴) (ص ۷۹۵) (ص ۷۹۶) (ص ۷۹۷) (ص ۷۹۸) (ص ۷۹۹) (ص ۸۰۰) (ص ۸۰۱) (ص ۸۰۲) (ص ۸۰۳) (ص ۸۰۴) (ص ۸۰۵) (ص ۸۰۶) (ص ۸۰۷) (ص ۸۰۸) (ص ۸۰۹) (ص ۸۱۰) (ص ۸۱۱) (ص ۸۱۲) (ص ۸۱۳) (ص ۸۱۴) (ص ۸۱۵) (ص ۸۱۶) (ص ۸۱۷) (ص ۸۱۸) (ص ۸۱۹) (ص ۸۲۰) (ص ۸۲۱) (ص ۸۲۲) (ص ۸۲۳) (ص ۸۲۴) (ص ۸۲۵) (ص ۸۲۶) (ص ۸۲۷) (ص ۸۲۸) (ص ۸۲۹) (ص ۸۳۰) (ص ۸۳۱) (ص ۸۳۲) (ص ۸۳۳) (ص ۸۳۴) (ص ۸۳۵) (ص ۸۳۶) (ص ۸۳۷) (ص ۸۳۸) (ص ۸۳۹) (ص ۸۴۰) (ص ۸۴۱) (ص ۸۴۲) (ص ۸۴۳) (ص ۸۴۴) (ص ۸۴۵) (ص ۸۴۶) (ص ۸۴۷) (ص ۸۴۸) (ص ۸۴۹) (ص ۸۵۰) (ص ۸۵۱) (ص ۸۵۲) (ص ۸۵۳) (ص ۸۵۴) (ص ۸۵۵) (ص ۸۵۶) (ص ۸۵۷) (ص ۸۵۸) (ص ۸۵۹) (ص ۸۶۰) (ص ۸۶۱) (ص ۸۶۲) (ص ۸۶۳) (ص ۸۶۴) (ص ۸۶۵) (ص ۸۶۶) (ص ۸۶۷) (ص ۸۶۸) (ص ۸۶۹) (ص ۸۷۰) (ص ۸۷۱) (ص ۸۷۲) (ص ۸۷۳) (ص ۸۷۴) (ص ۸۷۵) (ص ۸۷۶) (ص ۸۷۷) (ص ۸۷۸) (ص ۸۷۹) (ص ۸۸۰) (ص ۸۸۱) (ص ۸۸۲) (ص ۸۸۳) (ص ۸۸۴) (ص ۸۸۵) (ص ۸۸۶) (ص ۸۸۷) (ص ۸۸۸) (ص ۸۸۹) (ص ۸۹۰) (ص ۸۹۱) (ص ۸۹۲) (ص ۸۹۳) (ص ۸۹۴) (ص ۸۹۵) (ص ۸۹۶) (ص ۸۹۷) (ص ۸۹۸) (ص ۸۹۹) (ص ۹۰۰) (ص ۹۰۱) (ص ۹۰۲) (ص ۹۰۳) (ص ۹۰۴) (ص ۹۰۵) (ص ۹۰۶) (ص ۹۰۷) (ص ۹۰۸) (ص ۹۰۹) (ص ۹۱۰) (ص ۹۱۱) (ص ۹۱۲) (ص ۹۱۳) (ص ۹۱۴) (ص ۹۱۵) (ص ۹۱۶) (ص ۹۱۷) (ص ۹۱۸) (ص ۹۱۹) (ص ۹۲۰) (ص ۹۲۱) (ص ۹۲۲) (ص ۹۲۳) (ص ۹۲۴) (ص ۹۲۵) (ص ۹۲۶) (ص ۹۲۷) (ص ۹۲۸) (ص ۹۲۹) (ص ۹۳۰) (ص ۹۳۱) (ص ۹۳۲) (ص ۹۳۳) (ص ۹۳۴) (ص ۹۳۵) (ص ۹۳۶) (ص ۹۳۷) (ص ۹۳۸) (ص ۹۳۹) (ص ۹۴۰) (ص ۹۴۱) (ص ۹۴۲) (ص ۹۴۳) (ص ۹۴۴) (ص ۹۴۵) (ص ۹۴۶) (ص ۹۴۷) (ص ۹۴۸) (ص ۹۴۹) (ص ۹۵۰) (ص ۹۵۱) (ص ۹۵۲) (ص ۹۵۳) (ص ۹۵۴) (ص ۹۵۵) (ص ۹۵۶) (ص ۹۵۷) (ص ۹۵۸) (ص ۹۵۹) (ص ۹۶۰) (ص ۹۶۱) (ص ۹۶۲) (ص ۹۶۳) (ص ۹۶۴) (ص ۹۶۵) (ص ۹۶۶) (ص ۹۶۷) (ص ۹۶۸) (ص ۹۶۹) (ص ۹۷۰) (ص ۹۷۱) (ص ۹۷۲) (ص ۹۷۳) (ص ۹۷۴) (ص ۹۷۵) (ص ۹۷۶) (ص ۹۷۷) (ص ۹۷۸) (ص ۹۷۹) (ص ۹۸۰) (ص ۹۸۱) (ص ۹۸۲) (ص ۹۸۳) (ص ۹۸۴) (ص ۹۸۵) (ص ۹۸۶) (ص ۹۸۷) (ص ۹۸۸) (ص ۹۸۹) (ص ۹۹۰) (ص ۹۹۱) (ص ۹۹۲) (ص ۹۹۳) (ص ۹۹۴) (ص ۹۹۵) (ص ۹۹۶) (ص ۹۹۷) (ص ۹۹۸) (ص ۹۹۹) (ص ۱۰۰۰)

اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خصوصیت حاصل ہے اور حضرت حسین شیعہ کے مذہب میں الیاذ باللہ بہت بڑے شخص ہیں۔ نقل کفر کرنا شہدہ و در زبان یہ کلمہ کو تیار نہیں ہوتی۔ شیعہ کی کتابوں میں ہے کہ جبریل امین حضور کے پاس آئے اور حضرت حسین کی بشارت دی اور کہا کہ وہ شیعہ ہوگا، تو آپ نے فرمایا مجھے ایسا نواسہ نہیں چاہیے جو شیعہ ہو، پھر دوسری دفعہ جبریل آئے اور یہی کہا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسا نواسہ نہیں چاہیے، پھر تیسری دفعہ جبریل آئے اور کہا کہ انھیں اور ان کی اولاد کو اللہ تعالیٰ امام بنائیں گے تب آپ رضی اللہ عنہ نے پھر آپ نے حضرت ذر کے پاس آوی بھجوا کر بشارت دی، اس نے کہا کہ ایسا بیٹا نہیں چاہیے جو شیعہ ہو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام ہوگا تو یہی حضرت فاطمہ بادل خوسہ رضی اللہ عنہا کو یہ کہ شہادت کی غمست ماست سے بھی نہیں ڈھل سکتی، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی حضرت ائمہ کو کھانا وضع کر دیا، حالانکہ قرآن کریم کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اولاد کو ماں کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کیونکہ اس نے تیری تخلیق نہیں کر اسے جہا ہے اور یہ لوگ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا پر چسپا کر رہے ہیں، پھر یہ لوگ کہتے ہیں کہ امام چونکہ عالم انبیا ہوتا ہے اس لئے حضرت حسین کو پتہ چل گیا کہ ان کی والدہ ان کو نہیں چاہیں تو انھوں نے اقامت لیا اور ان کا دودھ پینے سے انکار

عس یہ عوار کیا شیعہ سمجھتے ہیں؟ کے تحت درج کیا ہے ۲۰

کر دیا، انصاری پہلی اس طرح شریف، تھے اور اپنا الگو عثمان کے منہ میں رکھتے وہ جو سنے اور اس سے سیر ہوئے، دیکھتے اس طرح مان اور بیٹے میں عداوت ظاہر کر رہے ہیں۔ اسی واقعہ کو شیعہ شاعر نے یوں نظم کیا ہے :

ہائے دے شبیر مصلوبی زری مدہری تیری بشارت تین بار
گرچہ راضی ہو چکی تھیں فاطمہ پھر بھی تھی تیری ولادت ناگوار
کرتی ہے اس مدح و قرائن میں نہ کر کہ کی آیت آشکار
تجھ کو بھی غیرت کا ایسا جوش تھا دودھ اس سان کا نہ چوسا نہ ہمار

جو تھا مرکزِ خرمین بہ نثرِ یحییٰ :

یہ چہ دے قبضہ میں ہیں۔

پانچواں مرکزِ قرآن مجید :

یہ بھی مسلمانوں کے پاس ہے شیعہ تو اس کی صحت ہی کے قابل نہیں

صلح کا دوسرا طریق

صلح کی دوسری صورت یہ ہے کہ باری کا طریقہ اختیار کیا جائے یعنی کچھ مدت کے لئے سب مٹتی ہیں اور کچھ عرصہ سب شیعہ تاکہ اتفاق و اتحاد رہے، آگے اس میں اختلاف ہو گا کہ پہلے شیعہ نہیں، مٹتی، اس کا فیصلہ یوں کریں کہ جس کے پاس قانون فی الحال موجود ہے اس کو پہلے کوئی اعلان نہ لیا جائے، پھر قانونِ قرآن و حدیث موجود ہے اور شیعہ کا قرآن امامِ ہدی کے پاس فارم میں ہے جو دست کی زبان کے برابر ہو گا اور ستر گز لبا ہے وہ تو یہاں موجود ہی نہیں، جس نہ سب کا قانون ہی نہیں اس کو لیکر کچھ کام چلے گا اس لئے فی الحال سب شیعہ مسلمان بن جائیں جب بھی امامِ ہدی آپ کا کتاب لے آئیں گے ہم سب اُن کے ساتھ ہو جائیں گے کچھ ہم سے، مگر بارے میں معاہدہ لکھوا دیں پھر جس کو دہشتی بھی کرالیں۔

تیسرا طریق کار

اگر صلح کے یہ طریقہ منظور نہیں تو آسان سی بات یہ ہے کہ شیعہ اصرار ہی شیعہ بن جائے تو سب

جھگڑنے کو بخود ختم ہو رہی تھی، کیونکہ شیعہ مذہب میں یہ احکام ہیں۔

(۱) سیاہ لباس پہننا حرام ہے، وجہ ذات ملاحظہ ہوں۔

(۲) قال امیر المؤمنین علیہ السلام لا یفکھن
اصحابکم ولا یتسوا السواد فانہما ینفیان فروعہ
کأن رسولاً من آلہ من اللہ علیہ وسفریکو
لیس السواد الا فی ثلثۃ العداۃ والحقد
والکدر من لا یحضرہ الغیۃ بجزئ الذی لا یت
(۳) سنن الترمذی علیہ السلام عن
الغزوۃ فی القنسوقۃ تسود انفسہ لا
تصل فیہا ثانی من اهل النار
(من لا یحضرہ الغیۃ بجزئ الاول من)
(۴) روی ابن سعید بن مسلم عن الصادق
علیہ السلام انہ قال اذا دعی الیہ فلبس
الی بن ابن ابیہ انہ قال فلیلبس لایحضر
الاول اعزانی ولا یلبسوا عظامہم الی الی
لا یسکوا احدہم الا بعد الی فیکونوا اعدائ
والناس السواد لثقیۃ فلا یثوبہ
(من لا یحضرہ الغیۃ من ۱۶)

جعفر صادق کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی پر
وحی بھیجی کہ مومنین سے کمد و میرے دشمنوں کا
لباس نہ پہنیں، ان کے کمانے دکھائیں اور ان
کے راستے پر نہ چلیں، اگر وہ ایسا کریں گے تو
میرے دشمن بن جائیں گے، ہاں ایسے تفتیش کے
طور پر سیاہ لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں۔
(ایضاً)

حیرہ میں علیہ السلام کا قاصد اب جعفر صادق
کو بلائے، آیا آپ نے بارش سے بچاؤ کا ایک
ایسا کپڑا منگوایا جس کی ایک جانب سیاہ
اور دوسری سفید تھی امام جعفر نے اسے پہن کر
فرمایا میں اسے یہ جان کر پہنا رہا ہوں کہ یہ
دو ترخیوں کا لباس ہے
(ایضاً)

۱۰۴ نقلی روی عن حذیفۃ بن غزو
انہ قال تحت عتد ابی عبد اللہ علیہ السلام
بالحدیثۃ فاعاد رسول ابی عبد اللہ الخلیفۃ
بینہما فذہا جھڑا منہ و تجمیر السود والاف
ایمن فلبسہ ثم قال علیہ السلام اما انی
العدۃ انما علیہ لہ یسئل اهل النار
من لا یحضرہ الغیۃ من ۱۶

(۲) نام کرنا کا فروع کا کام ہے۔

مفسر صادق کہتے ہیں کہ صبر و صمیمیت سوسن کے

(ا) عن ابی عبد اللہ قال ان الصبر و

پاس آتے ہیں، چنانچہ سوسن پر آفت آتی ہے تو

البلایہ یستقلان الی المؤمنین قرآنہ البلاء

وہ صابر رہتا ہے، ایسے ہی جزع و صمیمیت

وہو صبر و ان المعجزہ بالبلاء و یستقلان الی

کافر کے پاس آتے ہیں، چنانچہ کافر کے پاس

الاعتناء قرآنہ البلاء و وہو جزع و قال

آفت آتی ہے تو وہ جزع و جزع کرنے لگتا ہے

قلت لہ ما المعجزہ قال انشد الحزم

امام جعفر سے جب پوچھا گیا کہ جزع کیا ہے تو فرمایا

انصواخ بالویل و العویل و بطول و ی

اشد ترین جزع یہ ہے کہ داؤد کیا جائے چرو

والتصدیر و جز السمر من التواخی

اور سینہ (شیعہ کی طرح) پٹا جائے اور پستانی

(فروع کافی ص ۱۲۱)

کے بال نوچے جائیں۔

(ب) من اقام الصلوۃ ففرد شریک

میں نے۔ تم اللہ کو کہ جس کو ہماری کس نے

الصبر و اخذ فی صلوۃ بطریقہ

صبر کو چھوڑ کر غیر طریق اختیار کیا

(فروع کافی ص ۱۲۳)

(فروع ص ۱۲۲)

(۳) سنی امام کے پیچھے پہلی صفت میں نماز پڑھنا اتنا ثواب ہے جتنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

پیچھے نماز پڑھنے میں۔

من صلی معہ فی الصفۃ الاولیٰ کم

جس نے اپنی صفت کے ساتھ صف اول میں

صلی خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نماز پڑھی وہ ایسا ہے جیسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

(من لا یحضرہ الفقیہ باب الصلاۃ)

علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی۔

(۴) سنا کرہ کرنا حرام ہے اس لئے کہ یہ تقیہ کے خلاف ہے اور تقیہ نہ کرنے والے کا ایمان

باقی نہیں، اس کے حوالے پہلے بتائے جا چکے ہیں۔

(۵) ڈاڑھی، کھنڈ اور مونچھیں گناہ واجب ہے۔

یہ سب کام کرنے کو تو کیا کوئی اختلاف باقی رہ سکتا ہے۔ شیعہ مذہب میں تقیہ فرض ہے آپ

تقیہ کر کے کٹی ہیں جائیں تو سب جگہ لے ختم ہو جائیں۔ شیعہ کی کتابوں میں درج صحابہ کی روایات موجود ہیں

اور شیخ البلاء میں حضرت علی کے کسی خطبے منقول ہیں جن میں انھوں نے شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی

صالحی ہے اس لئے آپ بھی درج صحابہ کے جیسے کیا کریں۔

۱۴۱۵ھ کے عنوان گنبد شیعہ میں حضرت شیخین اور درج صحابہ رضی اللہ عنہما کی تائید میں گزر چکی ہیں۔

تقیہ مذہب شیعہ

۳۳

۳۳

یہ سب آپ کی سب شیعہ بن جائیں گے تو امام ہمدی غار سے باہر نکل آئیں گے، کیونکہ شیعہ کو کہاں میں نہیں تھا ہے کہ سب آپ کی موثرہ شیعہ، دسے زمین پر ہو جائیں گے تو امام ہمدی غار سے باہر آ جائیں گے۔

آپ شیعہ بننے نہیں، امام ہمدی بھگتے نہیں، ان کو نہ حق آپ نے اپنے کو تو نبی سے غار میں دیکھ لیا رکھا ہے، اپنے امام پر کتنا بڑا ظلم کر رہے ہو، نیز آپ کے خاص شیعہ نہ بننے سے کتنا بڑا فساد ہو رہا ہے، اُن کو ناگراہ ہو رہی ہے۔ آپ شیعہ بن جائیں تو امام ہمدی آجائیں گے اور سارے بھگتے ختم ہو جائیں گے۔

حاضرین سے

اور کچھ نہیں تو آپ یہاں پر کم از کم تین چار سو شیعہ موجود ہیں آپ سب یہیں پر غم کر کے اپنے شیعہ بن جائیں تو فیصلہ ہو جائے گا، امام ہمدی آجائیں گے۔ اگر آپ اتنی تعداد میں ہوتے ہوئے صرف میں سو تیرہ شیعہ بھی نہیں لاسکتے تو معلوم ہوا کہ بی شیعیت سب منافق ہیں بنا آپ کی کتابوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے ائمہ شیعہ کا یہ فیصلہ موجود ہے کہ ہمارے سب شیعہ منافق اور مرتد ہیں۔ شیعہ علماء نے ان امور کا کچھ جواب نہ دیا اور انہیں مسائل پر خواست ہو گئی، اللہ تعالیٰ ہم سب کی مخالفت فرمائیں اور صراطِ مستقیم پر قائم رکھیں آمین۔

(احسن رسالہ کا فیصلہ "احسن الفتاویٰ" کے متن میں ہے)



سہ ماہی (جولائی ۱۹۷۷ء) میں ۱۰۴-۱۰۵ نمبر کی شیعہ رسالہ "احسن الفتاویٰ" کا ہر شور مچا رہا ہے کہ ۱۰۴

۱۰۵ نمبر کے متن میں کہا شیعہ مسلمان ہیں، کے تحت تحریر ہے ۱۰۴



وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدانا لهذا
وَمَا كنا لنجده لولا هُداهُ لَكُنَّا مِنَ الْخاسِرِينَ



حقیقت الحدیث پر مبنیہ بحث

سوال : آج کل انکار حدیث کا فتنہ روز افزوں تر رہا ہے۔ اس کا قلع قمع کرنا اور لوگوں کو یہ قیولہ سے محفوظ رکھنا غم کے وقت ہی کا فریضہ ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ تحریک الحدیث سے متعلق یہ مجال بحث فرما کر علامہ تاجدار دہلوی من مشہور میں لکھے "وَأَمَّا لَا يُضْعِفُ حُجْرَ الْمُحْسِنِينَ"

الجواب ومنه الصدق والصواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَا أَيُّهَا صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا تَبَدَّدًا عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ
بھٹتے برسات غولش راگردین ہمدوست اگر یا و ز سیدی تمام یو بھی ست

عبداللہ مکر الہی نے سب سے پہلے انکار حدیث کا فتنہ برپا کر کے مسلمانانِ عالم کے قلوب پر چڑھ چکا۔ متکبر فتنہ چنندہ روئیں اپنی موت خود مرگیا۔ حافظہ اچھیرا چ پوری نے دوبارہ کس دے ہوئے فتنہ کو دہرای اور کبھی چوٹی آگ کو دوبارہ دہرا کر عاشقانِ شیخ رسالت کے جڑیں ہر وقت پاشی کی اوزاب غلام احمد پر دہرا جلاوی نگراں رسالہ طلبہ اسلام اس نقش کہہ کی توبیت قبول کر کے رسولِ دشمنی پر کمر بستہ ہے اور کیوں ہو جب کہ قادیان دور بارہ دونوں ایک ہی صلیب واقع ہیں۔ بلکہ مثالہ بوجھ سبیل ہونے کے قادیان پر ایک قسم کی مرکزی فوقیت رکھتا ہے۔ مس و مہ سے اگر غلام احمد جلاوی غلام احمد دہلوی سے رسولِ حق ہیں ایک دور ہے اور پڑ پڑ جو بھائے کو کوئی جبر نہیں۔ احمد بن اللہ علیہ السلام کے ان تمام بہادریوں نے بموجب معجزہ مشہورہ یہ عکس نہ ہند نام نہا کا نور "سید اکوئیں صی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دنیا میں بغاوت کا علم مل گیا۔ رسولِ دشمنی پر دہرا لایوسہ اکی گئی ہیں پڑی ہوئی ہے اور یہ امتیازی شان اس کے منحوس نام کا شے یہ سایہ بخت سہری جسم سے سید اکوئیں صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کو بہت آنکھ دبا کہ کما کر چھڑاؤں اور گھٹاؤں بھی پر دہرا کھلاؤں اتھا ہویز اعلا علیہ کو معلوم ہوا یا ہے کہ سرخ پودیزہ رسولِ دشمنی جیسے ناقابلِ معافی ہم میں نہ صرف ناجائز بخت کھو گیا بلکہ سالانہ اوقات تباہ و برباد ہو گیا۔ یہ تو دنیا کا معاملہ ہے جو باہر نہیں داخل۔ اَلْاُخْرٰی کُلُّہم دودن دودن نہیں جس کے متعلق ارشاد ہے۔

وَلَيْسَ بِعَمَلِكُمُ الْفَالِقُ غُلَامٌ عَلَىٰ يَدَيْهِ يُفَلِّقُ جَمِيسَ رَوْضَاهُمْ فَهُمْ يَصَاحِبُونَ

یہ سنی اخبارات فوج اترہ والی سیدھا (۲۶:۲۵) و دیگر لوگوں کی اعلیٰ جو کہیں رسول کے ساتھ (ایران کا) راہ راہ لڑائی۔

تو وہ عربی مادی کے پرکھ کو گواہی مسیحا کاروں کے علی غلزلت سے عافیت رہا چاہے قطعاً فی
الذین یحالیعون عن امریہ ان ھیب ھم فتنہ او یحبیب ھم عذاب ان ھم یحالیعون عن امریہ وہ
بر فہم ھلکین صاحب عنہما شفیق لہما ۱۰ مارچ ۱۹۷۵ء میں تحریر فرماتے ہیں: یہ سنا افسانہ ہو
کے ادارہ کثافت ساریب کے ذرا ہتمام سرکاری اداروں کے بنی ہوئے پروان چڑھا جاتا ہے۔ یہ وہی راد
ہے جس کا ذکر گذشتہ دنوں قومی سینیٹ کے ریزولوشن میں فرمایا تھا اور اس کے بعد مرقی پاکستان کے
سیکٹ پیس کے لیے بھی سبب ہزاروں کے گرانقدر ممالک کا اشتعال ہو گیا ہے۔

مفسد کون ہے؟

موجودہ فتنہ میں جو شخص کسی ایسے مظلومی و اہم مضمون پر قلم اٹھاتا ہے جو جو بہت افسوسناک
کے خدشہ ہو یا اس کی کسی ایک فتنے کو جانے کی کوشش کی گئی ہو تو کسی شرابی اسلام کا بد مضمونوں کی مدد سے
بدگشتہ ہو تو بلا امتیاز حق و باطل اسے مفید و نقصان پہنچاتا ہے۔ قابل غور یہ امر ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چودہ
سوسہ مظلوم عالم دار کی نسبت توہین کرے۔ اس ادارہ کے رکن سابقہ صدر وزارت اعلیٰ متحدہ ہندوستان
میں ہیں جو ان کی غیر متفقہ ہمسای اور شاندار روزانہ تک شک و دودھ سے اس ادارہ کا نامہ روزنامہ قائم ہیں
پہنچنے لگا تو اب یہ جدید مکتب کہہ کر ادارہ کے سابقہ اہلکاران سب کے سب جان بول و قرون سے ناواقف تھے یا
اب اس فتنہ میں نہیں تھا یا سب کے سب غائب تھے یا ان میں عملی اقدام تھا۔ وہ سب تو نہیں ہیں جو دوسراں تک عمل
ہو نہ وہ سراسر خطرات ہیں انہیں قتل کرنے کے تہ تیغ نہیں۔ دار و قتل و دھجری ہر چوں جانداروں کی کشت
اسی ہے جو ہیں کہوں گھر صاحب مرن دی ہے جو پیشہ ورانہ شائے اور نظریہ صرف وہی درست ہے جو پیش
کو تو کہہ ایسے مکتب کے کالج خواہ یا اور محل ہے یہ مفسد ادارہ کے مکان سب بھڑ سے اگر
کوئی کہیں اس جدید کشتن خیال کو سمجھائے اور اس کے خلاف کا جواب دے تو کہ اس کے غصے کو فتنہ اور
فساد سے تعبیر کیا جائے گا۔ مگر اس ادارہ کے ؟ یعنی یہی مسئلہ نظام احمدیہ کی ہے مفسدہ کی یہی شد
علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک دین کا مہر دو چیزیں ہیں جس کی کتابت و دسترس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں دو دستوں پر دین کا عقائد تحریر ہوئی ہے۔ خانقاہ راشدیہ کی یہی گرامر نامہ یعنی عقائد یعنی اسلام پر

فقہار صوفیہ اور تمام عالم اسلام کے علماء و مسننیت بنوہ کو روئے میں جو بیت استیضائے ہیں، مگر تمام اہم پروردگار میں
ہے کہ اب اثبت سند کہ قرآن کی وہ تفہیم اور تفسیر قبول کرنی چاہیے جس پر میرے تمام کی تہا پانگ
ہوئی ہو میری تفسیر غیر قرآن کے علاوہ جو کچھ ہے وہ ملازم ہے، مجھے سادہ ہے، جہل اور نادانی ہے، اب
تک قرآن کو ٹھیک طور پر سمجھ نہیں گیا ہے، بڑے بڑے علماء حدیث اور فقیہین انھیں بے یقینی کے خلاف
سنا نہیں کرتے رہے، یہ بھی سادہ و آوازہ حسن، مہمداؤ فکر مزید مفتشہ کی تخریباتیں سنو تو کہتے تھے میں
نے ان تمام مفتشہ کے عمل ارفع عبد اللہ بن ابی سہرہ و محمد خان اور مسلم جیراج پوری سے فیض حاصل کیا ہے۔
لہذا قرآن کی تفسیر وہ خبر ہے جو میں سنا ہوں، قرآن کو ان بھی سنا ہوں، سے نکات دلائے اور غلویت سے بچنے والے
و لو آؤ، بھاگتے ہوئے تھکاوڑ سے گزر رہے ہو، پر تھے اڑاؤ تفسیر کی کثیر کے پاؤں باندھ کر دو، بیوقوف،
ابن یزید اور القحطانی کو، معارف قرآن پر حصہ، اللہ کی آیات کا صحیح مفہوم اسی میں مل سکتا ہے۔

پروردگار تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت اور وصایت دیا میں حجت نہیں، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو نوح و کے رجوع میں ہی حجت نہیں لایا ہے، یہ لے لے قرآن کے علماء کی بھی سادہ ہے،
پروردگار پاک بدین گستاخ نے جن غلوں قدر میری طرف بھی سادہ کو غلوں کیلئے یہ وہ پاک رجوع میں ہی
کوڑے سے بڑے جاہل اور ظالم کوں کا ظلم و استبداد کو حق سے روک نہ سکا، جنہوں نے کوڑے سے کھائے،
مصلحتیں نہیں، در کے تختوں پر لٹکے، تنقید کے سامنے ہیں اور لوگوں کی گرجوں میں علماء نے حق کی خاطر جانیں
خدا مال کر دیں کوئی فتنہ نہیں مروج نہ کر سکا، نہ ہی کوئی بڑی سے بڑی جمع اور دنیا کا لالچ انہیں رام
کر سکا۔

میں نہ سکتے تھے جو میدان میں آؤ جاتے تھے پاؤں ٹھیروں کے بھی میدان سے اٹھ جاتے تھے
تجھ سے کمرش ہوا کوئی تو بھر جاتے تھے تیغ تو کیا چھینے ہم توپ سے لڑتے تھے

نقل توحید کا ہر دل پر بٹھایا ہم نے

زیر نجر بھی یہ بیف اس بنا ہم نے

یہ دینے غلوں قدر یہ تھے جن کی بدولت ہر فرشتوں کو رنگ تھا جن کے دامن ملائکہ کے لئے سرفے
ہیں سکتے تھے، جن کی پکار ہی کی قسم کھایا سکتی ہے جن کے ہم رات ہر رستوں سے غلوں رہتے تھے جنہوں نے
برسوں ہزار کے حضور سے غریزی نذر پڑھی اور شہین الہیہ جن کے لئے دنیا کی تمام تلذذوں کو کبیر بے یقین
کر ڈالا تھا جو شہنشاہ ناک بدین گستاخان سید رجوں کو قرآن کے خلاف بھی سادہ کی گئے واکا ہے، اگر

اس کا کہنا یہ کہ جو کلام اسلام اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوانح میں ملے وہ تو صرف اس لیے لکھا گیا ہے کہ اس پر غور کیا جائے؟

نایاب عذرا تم

دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف انکار حدیث تک محدود نہیں بلکہ یہ لوگ (علیہم السلام) کے سارے نظام کو مخدوش کر کے ہر امر دینی سے آزار دینا چاہتے ہیں۔ نمازوں کے اوقات غصہ، تعدد رکعات، فرائض اور واجبات کی تفصیل، موسم و صلوات کے مفصل نظام حج کے مناسک، قربانی، بیع و شراء، اموریۃ واری، ازدواجی معاملات اور حاشیت کے قوانین۔ اور سب امور کی تفصیل حدیث ہی سے ثابت ہے۔ قرآن میں ہر چیز کا بیان اجمالاً ہے جس کی تشریح ان تفصیل حدیث میں ہے۔ پر ویز علیہ السلام سب تفصیلات اور پورے نظام کو کسر بد و لالہا ہوتا ہے۔ باقی رہا قرآن۔ سو اس میں بھی ان کی تفسیر کے حقیقی مطالب اور راہی کو ختم کر دینا چاہتا ہے۔ یہ لوگ اپنی قرآن کہلاتے ہیں اور نظام قرآن کی تائید میں معنایی بھی کہتے ہیں لیکن حقیقت یہ انہوں نے بارہا قرآن کے مفہوم کو فکا کر دیا ہے۔ ہم نہیں بلکہ ان کی شایستگی کو فکا کر رہے ہیں۔ عذر تاہم ان فقہاء اربعہ پر یہ شک ان کی کثرت اختلاف کشمکش کے لیے اور قرآن کو دشمنان کے ہاتھوں سے ہم تک پہنچنے والے قرآن کی صداقت پر کیے گئے انکار کیا جا سکتا ہے؟

گندگی چھپی نہیں رہتی

مشہور ہے کہ گندگی چھپی نہیں رہتی۔ کیوں کہ اس کی بدبو ہی اس کی غبت زئی کرتی ہے۔ بلکہ یہ حدیث کی تحریروں کے چند جملہ ملاحظہ ہوں :-

- ① منکرین حدیث ایک جدید اسلام کے بانی ہیں (رسالہ طلوع اسلام ص ۱۲، اگست دسمبر ۱۹۵۷ء)
- ② بالکل صحیح ہے کہ انداد رسول سے مداد و مرکز حکومت ہے (معارف القرآن ص ۲۵۵ ج ۴)
- ③ دینی تمام صلوات کا حکم دیا تھا۔ نبی سے بیچ بچہ نماز پڑھنے کے مراد بن گئی (پریز طلوع اسلام ص ۱۰، جون ۱۹۵۷ء)
- ④ مرکزیت کو ان میں اجزیات نمازیں، تغیر و تبدل کا حق ہوگا (پریز، طلوع اسلام ص ۱۰، جون ۱۹۵۷ء)
- ⑤ میرا دعویٰ تو صرف اتنا ہے کہ فرض صرف دو نمازیں ہیں جن کے کائنات میں دو ہیں۔ باقی سب اوقاف، (عبداللہ اختر طلوع اسلام ص ۱۲، اگست ۱۹۵۷ء)
- ⑥ پھر آج کل مسلمان دو نمازیں پڑھ کر کیوں مسلمان نہیں رہ سکتا (ماہنامہ طلوع اسلام ص ۱۰، اگست ۱۹۵۷ء)
- ⑦ مذہب میں نماز روزہ، عہدہ غیر امتیازی خوشامد نہ ہو سکتا (یعنی منافقانہ زندگی کے خوشامد نہ ہو سکتا)

کے مقابل پر جاتے ہیں (پریز، طلوع اسلام جنوری ۱۹۵۷ء ص ۱۰)

۵) حج ایک بین الاقوامی کانفرنس ہے اور حج کی مسئلہ کا مقصد بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کی جتنے فوری و فوری کاموں کا سامنا کرنا ہے۔ ایک مخصوص حج کی فریاد کے سوا غیر (حد کی قربانی) کو کوئی نوبت نہیں ملتی۔
(رسالہ قذافی از ادارہ علوم اسلام)

۶) عید کے دی بارہ بجے تک دس کروڑ روپے کا قومی سرمایہ ضائع ہو جاتا ہے اور یہ دس کروڑ ہر سال ضائع ہوتے ہیں۔ (رسالہ قربانی)

۷) عید کی صبح بارہ بجے تک قوم کا کس قدر روپیہ بیوقوفانہ ہر جگہ ہے (ادارہ علوم اسلام ستمبر ۱۹۵۸ء)

۸) روایات (احادیث نبویہ، مصلیٰ تاریخی (پرویز طلوع اسلام جولائی ص ۱۰۴ جولائی ۱۹۵۸ء)

۹) الغرض حدیث کا صحیح معنی یعنی تازہ و غیرہ کلیہ۔ اس سے تاویلی ذمہ سے حال کئے جاسکتے ہیں لیکن یہی جنت کے طور پر نہیں پیش کی جاسکتی (اسلم جبریل پوری، طلوع اسلام ص ۱۰۳ نومبر ۱۹۵۸ء)

۱۰) حدیث غنی میں (مقدمہ اول) غن کی بیرونی زبان کی رو سے منع ہے (مقدمہ دوم) نتیجہ حدیث کی بیرونی مسئلہ کی رو سے منع ہے (اسلم جبریل پوری، طلوع اسلام ص ۱۰۵ جولائی ۱۹۵۸ء)

۱۱) بخلاف اس کے نہ حدیث پر ہمارا ایمان ہے نہ اس پر ایمان لائے کام کو حکم دیا گیا ہے

(اسلم جبریل پوری، طلوع اسلام ص ۱۰۶ دسمبر ۱۹۵۸ء)

۱۲) حدیث کا پورا سلسلہ ایک علمی سائنس تھا اور عربی کو شریعت کہا جاتا ہے وہ بادشاہوں کی پید کردہ ہے (پرویز طلوع اسلام ص ۱۰۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء)

۱۳) صرف مردان بہت خون خنجر مارو غیر شیعہ کے ہم کی طرف منسوب چیزیں حمل ہیں۔ ان کے علاوہ اور کچھ حمل نہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ چار چیزوں کے علاوہ باقی ہر چیز کا کھانا نفی ہے کھانے سے انکار کر دینا گناہ اور خدا کے حکم کی معصیت ہے (طلوع اسلام جون ۱۹۵۸ء)

یہی سنا، اُدھا، گیل، بلی، چھل، مٹی کی کشتاب یا فائدہ وغیرہ کا کھانا نفی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مستحبین حدیث خدا کے حکم کی معصیت نہ کرنے کے لئے نفی اور نواب کچھ کر شہان روز مذکورہ چیزیں مڑے لے کر کھاتے ہیں۔ حق د اللہ تعالیٰ وجوہہم

داسن رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھلنے والے انچیز مڑے دیا جائیگا

گنہگار ۱۹۵۸ء کے رسالہ طلوع اسلام سے معلوم ہوتا ہے کہ پرویز طلوع اسلام کی پیشکش

۱۰۰ روپے کا ایک نسخہ مفت میں دے گا

کا زمانہ قریب ہے، اور اس کو اتنی پیش بل سکتی ہے کہ وہ موش کی حرف سے بے فکر ہو جائے اپ
اس کی چند ریزواں بجا بٹھ گئے ہیں۔ لہذا پرویز علی (اب لکھنؤ) کو پوری تنظیم
کے ساتھ جہانے کو ارادہ کر رہا ہے۔

لہذا ہم پر دیر نہ لے کر مستند کرتے ہیں کہ گزشتہ سہ ہفتوں میں غور و خوض میں توہم اللہ ہم اس
بیچ بچ قبول کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور کلام کے لڑائی مردوں کی سنت اور
اسوہ مسند کے سبب اللہ کے فضل سے ہم زندہ ہیں، اور فی دست تک زندہ رہیں گے، جو انہوں سے دوسرے
رسول جہان کے لیے آئے ہیں، اور اچھے اور بے ایمان کے خلاف رہتے ہیں ان کے خلاف رڈا جوش کی ہو گئی
تھوڑا جلدی گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گروہ کے پیچھے آئے ہیں گے اور راہ رسول میں چلنے
بچھانے والے جو دوسری صدی کے لوہے کو اپنی سیہ لاریوں کا تیر و تیا ہیں، جھگڑا ہے گا۔ پاکستان کی ریزواں
اسمیل نے قرار دیا تھا کہ کتاب اللہ کے ساتھ جو سنت کا لفظ بھی شریک کر دیا ہے، اس پر پرویز علی
بہت غصا ہے۔ متواتر بیچ بچا کر رہا ہے اور ہائی دے رہا ہے کہ رڈا راہ مقام سے مستند ہوئی کو حجت
کہ صرف کتاب اللہ کو اپنی رکھا جائے یہ درجہ دین پاکستان میں بہت بڑے فتنہ کا دروازہ کھولتا ہے
ہے اور حکومت کو مشورہ دینا ہے کہ دین کے اصل اصول اور مسلمانوں کے جماعتی عقیدہ کو کٹر ٹھکانا چھوڑے۔
ہمیں یقین ہے کہ پاکستان کے سراب مل وقت کے سامنے ایسی مسئلہ آوریں، خدا بھرنا ہے جو سنگی اگر
بغیر غرضی حال دستور ساز ہیں نے قرار دیا تھا کہ سنت نبوی کو حذف کر ڈالا تو حرجین بخدا کرے (یہاں چلا گیا وہ
دل پاکستان کی اندر میں خندہ تیر کی تیر کا دن ہوگا۔ یہ بات اس محکمہ میں ہیں جن سکتیں ہو کتاب و سنت کے نام
پر جو دین کی جو مسلمان اس مسئلہ ہے یہاں کو اس قیمت پر نہیں چھوڑ سکتے، جو بڑے اندر تحریر سے کسی صاحب کو
کوشش کا شکوہ نہ ہو کہوں کو مسکنین حدیث حقیقت میں مسکنین اسلام ہیں۔ یہ کھرا اور ایمان کا سوال ہے
ہم نہ پرویز علی کو نہیں کہہ رہے ہیں، ہمارا ان سے جگہ اور اس کی ابتدا ہے نہیں کی، انہوں
کی ہے، انہوں نے ہمیں پہلے فتنہ کی ناک کو چھڑا دیا ہے، پس ہم ہیں اس فتنہ کو کھینچنے کے لئے اپنی ناک پر خوش مر
کر دیں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سوہ میات ہندی جان اور ایمان ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام
اور کلام کی حفاظت کے لئے اپنی جان و فتنہ مان کر دنیا ہم انتہائی سعادت سمجھتے ہیں۔

فان ابی والذی وعدنی نعرہ من مستند مستند و فتنہ
حق توہم ہے کہ مستند کے طہر کو تہ تیغ کر کے انہیں ن کے کردار کا نرہ نکال دیا جائے کہ ریزواں

غزاکہ حفاظت اور قرب مسند کے اس کی خاطر موجب قانون الہی کی محرومیت کے گھاٹ تارک اس کے وجود
ماہر سے دنیا کو پاک کر دینا تو دیکھنا یہاں تو اس قسم کے طردی کے متعلق لب کثافی کرتا اور صراحتاً حق
بلند کرنا ہی منظور قرار دیا گیا ہے۔

یہ دستور زبان ہندی ملک ہے تیزی محسن میں یہاں آیات کرے کو ترستی ہے زبان بڑی

دنیا میں بڑے سے بڑا حق پڑا ہوا ہے

پیش علیہ السلام یہ عقیدہ مندوں پر پڑا ہے، عقیدہ مندوں کا تبع موجب باحقانیت کی پس نہیں، مگر کیا حق و شر
میں کوئی ایسا سیٹ فارم نہیں ہیں پر جانے نہ جو امور پر آواز پر کچھ نہ کھلوگ جمع ہوجاتے ہیں۔ ہم نے دیوانوں
اور پانگوں کے پیچھے عقیدت مندوں کی قوموں کو باہم باندھے ہوئے دکھائے پہلی بات میں ایک شخص ایک
ہندو کا اس لئے عقیدت مند ہے کہ وہ ہندو پاک ہے۔ جب قادیانیوں اور سوانی خود قرار کرتے ہے
کے پیچھے ہزاروں حق دار تبع ہو سکتے ہیں تو بنالوی مسکرام کے جٹ کے نیچے اگر جذبہ وقوف اٹھے مہاجرا
نوکیا شعب ہے؟ دنیا میں یہ دفعوں کی نہیں یہاں بڑے سے بڑا حق پڑا ہوا ہے۔

خون پاک فتنے کے مقابل میں کھڑے ہو جاؤ

ہم اور بظاہر کہتے ہیں کہ جو عربی صدی کا اولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو جہان کی تنظیم کے ساتھ جہان پنا
ہے۔ لہذا اسے شیخ رسالت کے پر دفعوں کی قومیں علی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ ملبور و محبوب روحانہ کی محبت اور
عشق کے دھاروں نفع لذتیں کی شفاعت کے طلب کاروں، اٹھ و شتاب رسول کے مقابلہ کے لئے کھڑے
ہو جاؤ۔ بے غیرت ہے وہ شخص جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی آواز سے اور کی جہت ہے میں نہ ہو
جہاں میں ہے وہ سب دہشت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے کے لئے ہے، انھوں سے دیکھیں نہ جو
اس کے دل پر چڑھ نہ گئے۔ مسلمان ہے وہ مسلمان کہولائے و لاس کے رہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام
نور اسوۂ حیات کوٹھا یا جا رہا ہو مگر اس کا رجوں میں خون نہ گرے اور جس کے روئے کھڑے نہ ہوں، ہر
مسلمان پر فریضہ ہے کہ اس شجر ضیئت کی بیج گئی کے لئے مستعد و کمر بستہ ہو جائے۔ اس فتنہ کوڑی اور
عاجت سے رام نہیں کیا جاسکتا، اسے دبانے کے لئے پوری قوت اور شدت سے ہم لپٹا رہے ہیں۔ وہ
اہل ایمان جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا کچھ نہیں ایمان نہ تھے ہیں ان کا فرض ہے کہ تفریقوں، تجزیوں، عام

مصلوہ اور نیک چھوڑیں اس وقت پرکھتے کہیں اور باقی مسلمانوں کو سبے دینی کے سبب سے بچائیں۔ یہ اختلاف مسلمانوں کے خلاف مسابک کے درمیان فردی اختلافات جیسے نہیں یہ ایمان اور نیکو کار کا ہے۔ ہندو تمام تر برائی اختلافات کو چھوڑ کر سترہ روز کا کم کھانا اور مسلمانوں کی جمعہ کا نیک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اس سنت کا مظاہرہ کرنا فرض ہے۔

اس کے بعد ہم حقیقت حدیث پر مختصر چند دلائل پیش کرتے ہیں حضرت خنان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمنان رسول کے مقابلہ میں کھڑے ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے قل وجہدنی معک اس لئے میں دشمن بن رہوں کے مقابلہ میں ہوں کھڑے وقت ہر لمحہ کو انتہائی سعادت اور خوش نصیبی سمجھنا ہوں۔ آج کل ناچار صلی اللہ علیہ وسلم خدا والا دینی کا مذکورہ بالا ارشاد کو لای جیسا کہ کھڑے سامنے آئے تو زور میں نہ رہے موزن ہونے لگتے ہیں حضرت خنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غضب میں جوتا ہو گا۔ اس لفظ اور شراب کے سامنے دینا ہم کی زندگی بے کین اور بے بڑے مصائب اور نیک و فحش کا فرو جو جاتے ہیں یہی اور صرت یہی ایک خدمت ہے جسے ہم اوثق الزلال اور ذریعہ نجات سمجھا ہوں اور یہی ہماری لیے آفاقی اللہ علیہ وسلم کا ہنگامہ ہمیشہ کرنا ہوں جا اگر قبول اقتدر ہے عز و شرف۔

آیات ثقیات

① — مَا كَانَ النَّبِيُّ اَنْ يَّخْلَعَهُ اللهُ [وَلَا حِينَ] اَوَّلَ قِيَامٍ اَوْ اَوَّلَ نَسْفٍ

وہی کو زمانہ رسول کے تہا ہوں نہ زمانہ ہے کہ بظاہر رسول کے بھی وہی ہوتا ہے۔ یہی حدیث ہے۔

② — وَمَا جَعَلْنَا الْفِتْنَةَ اَلَيْسَ كَذَلِكَ خَلَفَ النَّاسُ مَعَهُمْ فَمِنْ اَكْرَبِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ كِي طَرَفِ اسْتِثْبَالِ حُكْمِ اَللّٰهِ

تھا مگر قرآن مجید میں یہ حکم مذکور نہیں۔

③ — عَلِيمًا اَللّٰهُ اَنَّهُمْ كُنْتُمْ مَعَهُمْ مَعًا اَوَّلَ اَلْفَسْكَكُمْ سِے معلوم ہوا کہ پہلے رمضان کی رات میں

یہی جامع کرنا ہم تھا یہ صحت حدیث میں سے تھی۔ قرآن میں اس کا ذکر نہیں۔

④ — وَلَقَدْ اَنذَرْتُمْ اَللّٰهُ بِبَيْتِ ذِي اَلْقُرْبَىٰ اَللّٰهُ اَنَّهُمْ اَوَّلَ اَلْفَسْكَكُمْ سِے مطلع ہوا کہ پہلے رمضان کی رات میں

خدا تعالیٰ نے انزال ملانے کا وعدہ فرمایا تھا۔ حالانکہ قرآن میں موقع ہر پر اس قسم کا کوئی وعدہ مذکور نہیں معلوم

ہوا کہ انزال ملانے کا وعدہ وہی غیر سلسلے تھا جو حدیث ہے۔

⑤ — قرآن کریم میں انبیاء سابقین علیہم السلام کی عبادت مذکور نہیں جو حقیقت حدیث پر واضح دلیل ہے۔

جب انبیاء سابقین کی عبادت کا ان کی امتوں پر واجب الاتباع ہونا قرآن سے ثابت ہے تو ہمارے

نواسی علیہ السلام کی حدیث ہم پر کیوں واجب العمل نہیں؟

⑤ قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا واقعہ مذکور ہے جس میں صریح دلیل ہے کہ نبی کا خواب حجت اور واجب العمل ہے، حالانکہ خواب وحی منسوب نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلا نذر دیا گیا بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے نذر دینا فرمایا۔ پھر مراتب رسالت ہی سے برسوں تک کھٹکتے رہے کہ کوئی غیر وحی اور نبی میں کچھ کفر و فتنہ کے صوبے برداشت کئے مگر خلیل علیہ السلام کے تمام تسلیم و رضا و نعت کے سننے کی ایک شہیدین عالمی اہمال باقی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام خواب کو تم پر یقین کرتے ہوئے خبر تکبر کے نذر کے تمہیں حکم کے لئے صرف تادمہ پہنچاتے ہیں کہ نعت و نذر کو قرآن کریم کی نسیات مستند کی کے ساتھ شروع کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا عزیز بن اکلوتے بیٹے کے ذریعہ اذکار کرنا اور علیہ السلام کا اہتمام شدہ کی بی نے ماکو کرنا اور اللہ تعالیٰ کا قَدْ مَدَدْتَ الرُّبِّيَّ اَوْ ذَا يُنْفِذُ بِيَدِهِ عَظِيمٌ اور شاد و فرادہ اور اس امتحان کو پہلے مہینے سے تعبیر کرنا یہ جملہ امور واضح دلیل ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں نذر و حکم ہوا اور وہ حکم واجب العمل بھی تھا۔

⑥۔۔۔ قرآن کریم میں سورہ اٰتِیٰہُ اللّٰہُ وَاٰتِیٰہُ الْوَسُوْلُ ارشاد ہے اگر نبی یا نبیوں دفعہ قابل اعتبار نہیں تو اٰتِیٰہُ اللّٰہُ کے ساتھ وَاٰتِیٰہُ الْوَسُوْلُ لفظ ہمارا کیوں ذکر کیا گیا قرآن میں ایک جگہ بار بار طاعت رسول کا تاکید کیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر وعید سنائی گئی ہے۔
⑦۔۔۔ اِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰہِ وَالْوَسُوْلِ (۵۹:۲) اگر تم کسی چیز میں جھگڑا کرو تو اس کو اللہ و رسول کے حوالے کر دیا کرو۔

⑧۔۔۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُولًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُو اٰیٰتِہِمْ اَلْیَاسِیَ وَیُزَكِّیْہُمْ فِیْہُمْ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُوْنَ اِلَیْہِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ (۱۱۳:۳) تحقیق اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جبکہ ان میں انہی کا جس سے ایک ایسے پیغمبر بھی ارادہ ان لوگوں کو ان کی انہیں پر مہر دیکھنے کے لئے ان لوگوں کی صفائی کرنے دے یہی اولین کتاب اللہ تعالیٰ میں انہیں بتاتے ہوئے ہیں۔

⑨۔۔۔ کَمَا اَنْتَلُوْا فِیْہُمْ رَسُوْلًا فِیْہُمْ یَتْلُو اٰیٰتِہِمْ اَلْیَاسِیَ وَیُزَكِّیْہُمْ فِیْہُمْ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُوْنَ اِلَیْہِمْ وَیُؤْمِنُوْنَ (۱۱۵:۲) اسی طرح جو تم کو ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں اور تمہاری صفائی کرتے ہیں وہ تمہیں کتاب اور فہم اور ایسے علوم کی تعلیم دیتے ہیں جن سے تم نفع لے گے۔

(۳۵) — يَا أَيُّهَا النَّاسُ لِمَ تَجْعَلُونَ لِنَفْسِكُمْ أَشْيَاءَ تَنْهَوْنَ عَنْهَا وَقُلُوا لِنَفْسِكُمْ أَشْيَاءَ تَحْسِبُونَ (۱۷۷:۱۷۸)

(۲۶) — قَدْ جَاءَكُمْ قَوْلُ اللَّهِ تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ يَحْكُمُ لَكُمْ فِي حَرْبِكُمْ ۚ إِنَّكُمْ عَلَى اللَّهِ لَعَاصُونَ ۚ (۱۵-۱۶) تمہارے پاس اللہ کا حکم آیا ہے کہ تم اللہ پر توکل کرو۔ اللہ تمہارے لیے تمہاری جنگ کا فیصلہ کرے گا۔ تم اللہ کے حکم سے نافرمان ہو رہے ہو۔

(۴۷) — وَمَا كَانَ لِمَنْ يُدْعِي إِلَى الْكُفْرِ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ لَوْلَا رَسُولُ اللَّهِ أَتَمُّ مَدِينًا ۚ فَذَرُوا سَبِيلَ اللَّهِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي سَبِيلِهِ يُلَاقُونَ اللَّهَ ۚ وَكَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۚ

۱۴۰) - وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فِيهِ تَحْفَظُ الْحَدِيثَ وَتُبَيِّنُ الْحَدِيثَ لِقَوْمٍ يُفَسِّحُونَ (۱۴۰)

ہم نے آپ پر قرآن اس لئے نازل کیا کہ آپ لوگوں کے لئے اس کی تشریح فرمائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ علیہ السلام کا منصب تقیہ اور شریع ہے نہ کہ سرور
مردان۔ بیان سے حدیث در افتادہ سے مرد اختیار کیا گیا ہے۔

۴۸۔ — تَقُولُ الَّذِينَ ظَنُّوا أَنَّهُمْ أَخْرَجْنَاكَ مِنَ دِينِكَ إِنَّكَ أَنْتَ قَرِيبٌ مِمَّا دَعَوْتَهُ وَقَدْ خَرَجْنَاكَ مِنَ الْإِسْلَامِ (۱۷)

خیر مت کے دن کہا کریں گے کہ "اے رب ہیں کہ جہلت سے تو ہم پر کیا اور رسولوں کی فاعت کریں۔"

رسولوں کے نافرمانوں کو دشمنی اور اتر ہی مذہب سے لڑنا چاہئے۔

(۴) -- دَیْنُکُمْ نَحْنُ الْعَالِمُ عَلٰی سَیْدِیْهِ عَزَّوَجَلَّ بِمَعْنٰی اَعْتَدْنَا لَکُمْ اَلْمُسَوِّیْنَ سَیْدُکُمْ (۳۰-۳۱)

رسول کے نام سے ان بتھاگروں کے سرکاش مٹی ہر جاقین۔

۴۲) — یَوْمَ نُنْفِثُ رِيحًا مِّنْ مَّوْضِعٍ فِي النَّارِ لَقَدْ كُنَّا يَلْذُنَّكَ أَطْعَمًا إِنَّهُ دَارُ الْوَعْدِ لِلَّذِينَ لَا يُغْنِي عَنْكَ كَثْرَتُ سَعْيِكَ ۖ (۶۰)

روزِ قیامت جس کے کہ کاش مہم اللہ اور رسول کی طاعت کرتے۔

ہم پیدائش کو بغیر خیر خواہی کے متواتر جیتے ہیں کہ اس عذاب اور سوائے ہے پہلے رسول شکی ہے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے۔

﴿٣٧﴾ — وَاتَّبِعُوا الذِّكْرَ الْكَلِيمَ ﴿٣٨﴾ يَذْكُرُ الْيَوْمَ الْآخِرَ وَالْأَوَّلَ مَا خُزِّنَ فِي سُورٍ ﴿٣٩﴾

ایسے لوگوں کو جنت کے دروازے پر اور جنت میں لایا نہیں گئے۔ اور اللہ رسول کی عمر کم کر دینا مشابہہ مکہ خرم نہیں سمجھتے۔

اسی جگہ حکم کے بموجب حکومت اسلامیہ پر فرض ہے کہ بذریعہ قتال پروردگار کی نجات کی کرے۔

﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَاكَ بِالْبَيِّنَاتِ وَيُعْذِرُكَ بِحُجَّتِكَ الْعَلِيَّةِ ﴿۴۶﴾ ۱۵۴- رسول خدا پر جو چیزوں کو حلال اور نصیحت چیزوں کو حرام کرنا ہے۔

﴿۴۷﴾ وَلَوْ اَنَّكُمْ دَخَلْتُمُوهُنَّ اِنَّكُمْ لَوَدُّوْنَ لَظُلْمَۙۤهُنَّ ۙ وَلَٰكِنْ رَّوٰى لَكُمْ اللّٰهُ وَرَسُولُہٗ ۙ لَّعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۸﴾ ۱۵۵- اگر تم ان کے گھر میں داخل ہو گے تو ان کے لئے ظلم ہو جاتا۔ لیکن اللہ اور رسول نے تم کو اس سے روکا تاکہ تم کو علم ہو۔

﴿۴۹﴾ وَبَرِّئَ لَكُمْ ذُنُوبُكُمْ اَنْ تُكْفِرُوْا بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۚ وَرَبُّكُمْ عَلٰۤیۤمٌ ﴿۵۰﴾ ۱۵۶- تم کو اپنی گناہوں کی گواہی سے بری کر دیتا ہوں کہ تم کفر سے کفر کو بدل دینا۔ اور تم کو اللہ اور رسول کی اطاعت میں

مشرق کرنا چاہیے۔

﴿۵۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا اَمْرًا مِّنْهُمْ حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِّنْ اِلَيْكُمْ بِاَلْحَقٍّ ۚ فَتُحْكَمَ بَيْنَكُمْ بِمَا اَنْتُمْ عَلٰۤیۤہٗ سَوَآءٌ ۚ لَّعَلَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ ۱۵۷- اے ایمان والو! ان کے احکام سے نہ چلو۔ یہاں تک کہ وہ تم سے تم کو حق بتائیں۔ تاکہ تم کو ان کے ساتھ حکم دیا جائے۔ تاکہ تم کو علم ہو۔

۱۵۸- لفظ میں قسم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کار پر اپنی آواز کا بلند کرنا جب اعمال کی بربادی کا باعث ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے متذکرہ اپنی رائے کو مقدم کرنا اعمال کی تباہی کا سبب کیوں نہ ہو گا۔

﴿۵۳﴾ اَلَمْ تَجِدْ اَنَّكَ اَوَّلُ رَاٰلِیْمُوْمِیْنَ مِّنْ اَلْعٰجِبِیْنَ ﴿۵۴﴾ ۱۵۹- اے محمد! تو نے نہ دیکھا کہ پہلے تو میرے سامنے خود

ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتا ہے۔

﴿۵۵﴾ اِنَّا اَنْزَلْنٰكَ بِالْحَقِّ ۚ اَلَمْ تَرَ اَنَّكَ اَوَّلُ رَاٰلِیْمُوْمِیْنَ مِّنْ اَلْعٰجِبِیْنَ ﴿۵۶﴾ ۱۶۰- اے محمد! ہم نے تم کو حق سے پہلے تم کو پہلے ہی سے پہلے کر دیا۔

﴿۵۷﴾ فَاَلَمْ تَرَ اَنَّكَ اَوَّلُ رَاٰلِیْمُوْمِیْنَ مِّنْ اَلْعٰجِبِیْنَ ﴿۵۸﴾ ۱۶۱- رسول کے حکم کی اطاعت کرو اور جس چیز سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم روکیں اس سے باز رہو۔

مسلم پر جو چیزیں کتاب ہے، مَّا اَلَمْ تَرَ اَنَّكَ اَوَّلُ رَاٰلِیْمُوْمِیْنَ مِّنْ اَلْعٰجِبِیْنَ کے ساتھ خاص ہے رسول اللہ کی احادیث و روایات میں میں شامل نہیں اور میں میں ایک مضحکہ خیز بات کہنا ہے کہ

حدیثیں چونکہ اقوال ہیں اس لئے ان پر تیار کر لفظ الملاق نہیں ہو سکتا۔ یہ نتیجہ ہے رسول اللہ کی کار خودست میں میں تحریر کرنے لگے قرآن مجید میں کتاب، حکمت، علم، فضل، رحمت، عذاب وغیرہ

بِإِتِّافِ الْأُمَّةِ كَمَا لَاقِيَ الْيَاكُوبَ. اَلَّذِي اَلْحَقَّ وَوَجَّهَتْ يَدَيْهَا وَاَلَّتْ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِهَا. فَلَمَّا اَلْتَمَسَتْ مِنْهُ عَذَابًا بَصُفًا مِنْ الْمَنَارِ وَاقْبَلَتْ اَلْحُكْمَ عَنِ اَلْعَذَابِ اَلْقَاتِ اَلْحُكْمَ. وَاَلَّتْ اَلْمِنْ كَدُّ لَهَا

رسول دشمنی کے حربہ میں غفلت اور غم توڑنے پر ہی کھڑی تھی۔ اب حافظ کا بھی دیوالہ لگ گیا بلکہ سمجھیں بھی چند عیاں گئیں۔ قرآن میں کوئی دس یا بیس ترز نہیں بلکہ بار بار کئی مرتبہ کتاب، علم اور محنت کے متعلق ایسا کمال لفظ وارد ہوا ہے۔ مگر مہارت قرآن کے مدعیوں کی بصیرت کے ساتھ ساتھ بھارت میں بھی سرچوچ ہے۔ اور وہ دن بھی دور نہیں جب کہ دشنام رسول کی زبان پر رُبَّ لَعْنَةٍ تَقِي اَلْعَنَى وَتَدْفَعُ كُفْرَ الْبَغِيضِ ۱۱ اے اللہ مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا حالانکہ میں دنیا میں اندھا نہ تھا اکا دور ہو گا بغرض محال کرنا انکسور انوشوئل کا مافیٰ غنیمت کے ساتھ مخصوص ہونا تسلیم ہی کر لیا جائے تو ہم پوچھتے ہیں کہ جب مایا غنیمت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اور فعل ہم بھی بحث مانتے ہو تو دیگر امور میں آپ کا سوا حسن کیوں ناقابل اعتبار نہیں؟ مابہ الفرق کیا چیز ہے۔

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حقیقت حدیث کا اثبات خود حدیث سے نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا سند و دلیل احادیث مؤیدات کے باب میں ہے۔

مسکین حدیث مازنہ سے اسناد ال کرتے ہیں اور حدیث تو بوجہ تنقید و تنقیح اسناد و زنجیر کے تیار کئے جود جہاں قوی ہے۔ اثبات حقیقت حدیث کے لئے تین قسم کے دلائل قطعی ہیں جن میں سے آیات شریک اور گزشتہ حکمیں اور جماع و عقل سلیم کا بیان احادیث کے بعد آئے گا۔

① عَنْ اَلنَّسَبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم
اَلَا یَاۤئِیْسُ اَحَدًا کَرَحَیْ کَوْنِ اَحَدٍ مِّنْ اَلْبَیْہِ
مِنْ وَلَدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَتَنَاسُ اَجْعَلِیْنَ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
کوئی شخص کس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا
جب تک کہ اس کو میرے ساتھ اپنا اولاد اور
اپنے والد اور سب لوگوں سے زیادہ محبت نہ ہو جائے

(دعاء النبیخان)

محبت مسکرم ہے محبوب کی اطاعت کو

تقسی الرسول وانت نظمہ رحبہ
لو کان حبک صا دقا لاطعتہ
(۲) من ابی امامہ قد رقی اللہ تعالیٰ عنہ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فی خطبۃ یوم حجۃ الوداع اے اللہ اللہ اس
انسانی بعدی بلا امتہ بعد کمر فاعبدوا
ربکم وعلوا اخصکم وصرعوا شہرکم
وادوا ذکوة لہوا لکم طیبہا انفسکم
والطیور ذکاة امور حکم تدخلوا لستہ رتبکم
(مسند امام احمد)

(۳) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کل امتی میدخلون الجنة الا من ابی قالوا
یا رسول اللہ ومن یابی قال من اطاعتنی
دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی
(رواہ البخاری)

(۴) عن انس رضی اللہ تعالیٰ تعالیٰ عنہ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یابی من خدمت
ان یفجر وتسمی ولیس فی قلبک شئ لاحد
فاصل شئ قال یا بانی وذلک من سئل عن
احد سئل فقد احسن ومن احببت کان معی
فی الجنة (رواہ الترمذی)

هذا القہری فی الفعان مبدلج
ان المحدث لمن یحبہ تلجج
حضور مسلم اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس
لوگو میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے
بہ کوئی امت نہیں تم اپنے سبکی
عبادت کرو اور اپنے وقت کی نمازیں، رمضان
کا روزہ اور گشت روزے سے زکوٰۃ اگر گئے
ہو اور مسلمان حکام کی اطاعت کرتے
ہو تو تمہارے لئے جنت ہے۔

حضور مسلم اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری
ساری امت جنت میں داخل ہوگی مگر جو
انکار کرے گا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ انکار
کون کرے گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے
میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور
جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔

حضور مسلم اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے
فرمایا کہ تمہاری امت میں کسی کے ساتھ بغض نہ کرو
پھر اسے دبا کر میری سنت ہے جس نے
میری سنت کو محبوب دکھا اس نے مجھے محبوب
دکھا اور میں نے مجھ سے محبت رکھی وجنت
میں میرے ساتھ ہوگا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات میرے بتائے ہوئے احکام کے تابع نہ ہو جائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے لئے قلعہ بنائے، اسی میں میرے طریقے کو لازم کر لو۔ اگر نبی کا راستہ چھوڑ دے گا تو گمراہ ہو جائے گا۔

جو حکم قرآن میں مذکور نہ ہو اس میں عمل نہ کرو۔ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع فرض ہے۔ حدیث میں روایت پر عمل کرنا ضروری ہے۔

حدیث سے امر اور نہی کرنے والا حق نہیں ہے۔ حضرت یہیں طرح جو نبی قرآن میں مذکور نہ ہو کر کہتے تھے اسی طرح حدیث میں مذکور نہ ہو کر کہتے تھے۔ حدیث میں مذکور نہ ہو کر کہتے تھے۔ حدیث میں مذکور نہ ہو کر کہتے تھے۔ حدیث میں مذکور نہ ہو کر کہتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

کوئی شخص جس نے فقہ کے نام پر میری سنت کو مضبوط کیا اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال کھانے والا اور ہر شر سے پرہیز کرنے والا جنت میں جائے گا۔

⑤ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حق یموت الا ان یتعالم ما حثت بہ (شرح السنۃ)

⑥ عاب کرب بنی رستم للعلماء الوافدين المہدی بن (ابن ہشام)

⑦ ولونک کتوسہ نبیکم لصلواتہ (مسند احمد بن حنبل و دارع)

⑧ وجوب اتباع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یرج الیہ من القول (مسند ابن ماجہ) (۹) ملازمة التحیل للکتاب والسنۃ (مرطالم آقا محمد باقر)

⑩ انہما لخالص السنۃ (دار المعرفۃ)

⑪ کان جبریل یزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسنۃ کما یزل علیہ بالقرآن (دار المعرفۃ)

⑫ السنۃ فاضیۃ علی القرآن (دار المعرفۃ)

⑬ ملعون القوم الذین یستحلون فیصلہ

علینہم (ترمذی بحوالہ فتح)

⑭ عاب بنو نضیر بنی نضیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من تشابہ بسفیق عند ضداد امتی فلیہ اجر مائۃ شہید (بیہقی)

⑮ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احل طیارا حل فی سنة ذلک الحیۃ الخ (ترمذی)

(۱۶) عن ابی رافع رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تغضبوا احکم مکتبہ علی اریکۃ یاتیدہ الامر من ہوی ما احسرت بہ لو نہیت عنہ فہو لای دوری ما وجدہ فی کتاب اللہ ابعناہ (ابو ذر غزوہ)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض لوگ ایسے بھی پیدا ہوں گے جو ماں و دولت کے نشانی فراموش ہو جائیں گے ان کے سامنے اگر کوئی حدیث بیان کی جائے گی تو حدیث کا انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ہم تو صرف قرآن کو پڑھتے ہیں۔

(۱۷) الاول ما حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ من حرم رسول اللہ (ابو ذر غزوہ)

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو چیزیں ہیں جن کی حرمت قرآن سے ثابت ہے۔

(۱۸) عن المغیر بن عبدکرب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا فی ابوتک القران ومنہ معہ الامر شک رجل شیطان علی اریکۃ یقول ہذا القرآن ہذا وجدتم فیہ من حلال فاحسوا ما وجدتم فیہ من حرم فحرموا وانما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ الا یجمل لکم بعد الاھل ولا ینزل کتاب من السماء الخ

علاء اور بھی بہت سے احکام ہمارے لئے آئے ہیں بعض لوگ ان و دولت کی چیزیں میں سے کہیں گے کہ ہم قرآن کے سوا حدیث کو تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ رسول نے ان چیزوں کی حرمت کو حدیث میں بیان فرمایا تو یہی ہم میں سے ہیں جو حدیث کو ان کی حرمت قرار دے گا اور جو حدیث میں ہے۔

(۱۹) عن العراء بن ساریہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لئن اصاب احدکم مکتبہ علی اریکۃ یظن ان اللہ لیسحرم شیقا الا ما فی هذا القرآن الاولی واللہ قد احسرت ویدعت وہبک عن الشیۃ انہ لیسئل القرآن او کل شر الخ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعض لوگ مال و دولت سے غرو ہو جائیں گے کہ ہم صرف وہی چیزیں ہیں جن کی حرمت قرآن میں بیان کی گئی ہے آپ نے فرمایا، غصہ دار لو کی قسم، بد شر میں نے بہت سے ایسے غبار و نواہی کی تبلیغ کی ہے جو قرآن میں جگہ سے بھی نہ یاد ہیں۔

یہ سبھی روایتیں چونکہ ان کی حدیث کے شجر غصبت کی جڑیں لگاتار ہیں اس لئے دشمنان

عقل سالم

① گزرا حدیث کے راوی قرآن کے خلاف علمی سادہ شی کرنے والے تھے اس لئے مرثیہ غالباً توہم نہیں توہم ہی ایمان ہی وس نقطہ سے ہم تک پہنچا ہے۔ پس قرآن کیسے قابل اعتبار ہو سکتا ہے؟ اگر کہا جائے کہ قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (إِنَّا نَحْنُ قُرْآنُكَ الْوَاقِعُ وَإِنَّا لَخَشِيعُونَ) (بے شک ہم نے قرآن کو نازل کیا، وہ میری اس کے محافظ ہیں) تو ہم کہتے ہیں کہ خود اس کیت کا صداقت پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ کیوں کہ یہی قرآنی لوگوں کی وساطت سے ہم تک پہنچی جو کہ حدیث میں وساطت میں۔

۱۶) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین ومن بعدہم، صحیح ائمہ مسلمہ جو حدیث کو کثرت تسلیم کرتے ہیں، کیا اس میں اس سے اجتہاد غلطی ہوئی ہے، یا کہ جان بوتہ کر لیا کرتے رہے؟ اگر اجتہاد غلطی ہوئی ہے تو غور میں حدیث قابل اعتبار تھی مگر سناوت غلطی ہو گئی تھی کہ وہ اسے قابل عمل سمجھتے رہے تو غور کرنے کا حکم ہے کہ کس اہمیت کے متقاضی اور تفریق عالم اور علماء تمام مسلمان اس اجتہاد غلطی میں مساویوں تک تباہ رہے؟ کسی ایک نے نہ بھی اس غلطی کو جسوس نہ کیا؟ اور اگر اسلاف حدیث کو ناقابل اعتبار سمجھتے تھے، اس کے باوجود جان بوتہ کو حدیث پر ایمان کر کے قرآن کے خلاف سازشیں کرنے لگے، جس تو اس امت میں سے مومن کون باقی رہا؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین، صحیح تابعین، ائمہ، محدثین اور صحیح سلف صالحین، محمد ﷺ تو خود باوجود غاک بد میں گستاخ قرآن کے خلاف تھے، کیا بد سہل عام کو خود مسدود لاندگی میں پہلے مومن صرف پریدہ بغیہ ملیں، جی ہاں، جو دین چودہ سو سال تک مروت خالصین اور دشمنوں کے قبضہ میں رہا جو اتنی طویل مدت تک کسی کا کول نما نظر اور نہ سے قبول کرنے والا پیدا ہی نہ ہوا ہو تو ایسے دن پر کیجھا غما کر کیا سکتا ہے؟

(۳) یہ امر دریافت طلب ہے کہ انشاء تعالیٰ نے قرآن مجید اور سابقہ آسمانی کتب کو رسول کے واسطے سے کیوں انارہ؟ اگرچہ تعالیٰ ہر فرد بشر کے پاس کس کس گھائی کتاب بلا واسطہ رسول کے بھیج دیتے تو یہ صریح معجزہ ہونے کے وجہ سے زیادہ خوش رہنا تھا۔ مگر خود اس کے طالب تھے کہ کس کس گھائی کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف ان پر نازل ہو۔ سو اگر یہ طریقہ اختیار کیا جاتا تو مبالغہ محض ہونے کے باعث زیادہ سبب بدامین ہوتا۔ مگر پھر بھی یہ طریقہ اختیار نہیں کیا گیا۔ بلکہ رسول کی معرفت کتابیں نازل فرمائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منتخب فرمائے گئے کہ تو میرے پیغام پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرستے ہیں۔ میں بھیجے گا کہ

میں ان احکام کے مندرجہ میں شامل ہو جائے۔ لہذا نقل اس کے جوہر میں فرماتے ہیں۔

وَلَوْ جُعِلَتْ مَلَكَةٌ جَعَلَتْهُ رَجُلًا ۖ ۱۶-۱۹

اگرچہ فرشتے کو رسول بنا کر بھیجے تو اس کی صورت
یہی رہے گی۔

لَوْ كَانَ ذَلِكَ الْكَافِرُ مَلَكًا لَفَتَنُوكَ فَيُطْلَقُ عَلَيْكَ
لَعَلَّكَ تَسْتَفْهِمُ مِنْ آتِهِ ۚ مَلَكًا وَرَجُلًا ۖ ۱۶-۱۷

نوشہ کہ گواہ ہے کہ خدائی کتب کے لئے رسول کو واسطہ بنانے درجہ اول کے لئے مخصوص

ہے۔ لہذا اگر کتب کے لئے رسول کو واسطہ بنایا گیا؟ اس کا جواب نفی کا ہے۔ مگر یہ ہے وہ آیت کہ میں

تو کہوں: اَلَمْ يَخْلُقْنَا عَلٰی سُلَالَةٍ مِّنْ اَنْفُكُمُ ۚ ۱۷-۱۸

یعنی خدا نے مجھے رسول بھیجے ان کی پشت کا مقصد صرف

یہ رہا کہ وہ ظاہر خداوندی کے مطابق مکتوبین اور خود قوانین الہیہ کے مطابق زندگی بسر کریں اور نہ

شہد احکام کو بہت کرانت کے لئے ایک نمونہ بن کر رہیں تاکہ امت ان کا اتباع کرے۔ اگرچہ واسطہ رسول

احکام نازل کرنے جاتے اور ان کا انھیں و شریعہ کر کے۔ لیکن جو واسطہ بنانے والے کوئی ذات یا تو

وگب آیت کے مفہوم اور معانی میں اختلاف کرتے اور مثلاً اہل مجھے میں غفلت کرتے۔ ان کو کھلے سوا

کوئی نہ ہوں۔ اس صورت کو لو کہ اس مذکورہ فرشتے کو پوچھا جاسکتا ہے۔ مگر ان کے متعلق وگب یہ خیال کرتے

کہ فرشتے تو قوت شہوانیہ غلبہ سے مستزہ ہیں۔ لہذا فی حقیقت و ضروریات سے متعلق ہیں۔ اس لئے

تقول اور جہاد و یکسہرگی کے احکام میں انسان فرشتے کی تعلیم نہ ہو سکتا۔ اللہ ناپسند رکھتا ہے،

کھائے پیئے، چیشاب، پانہ نہ کا تھاج ہے، شہریت و غضب کو قوت رکھتا ہے۔ جذبات و احوالات اور

امراض و عوارض کا شکار رہتا ہے۔ یہی ان کے خجماں میں مکتبہ ارتقاء ہے۔ اس لئے فرشتے کا اتباع

انسان کے لئے کامیاب نہیں۔ وگب کہہ سکتے تھے کہ ہم انسانی کمزوریوں رکھتے ہوئے فرشتے کی تقلید نہ کر سکتے

تعلیم کیسے کریں؟ اس لئے ضروری تھا کہ ایک انسان ان ہی جذبات و عوارض ان کے ساتھ زندگی میں رہ

سکا۔ اس میں وہ تمام معاملات پیش آتے جو ایک عام انسان کو پیش آتے ہیں مگر وہ قوانین الہیہ کے مطابق

زندگی بسر کرے۔ وگب کہ اگر اس طرح انسان خدا کے نازل کردہ قوانین پر عمل کرے۔ قدم قدم پر لوگ کو اپنے

قول اور عمل سے ہدایت دینا اور نصیحت کرنا تاکہ انسان زندگی کی پیچیدہ امور سے کسی طرح پاک کر دے و مستقیم

پر عمل کرے۔ لہذا یہ فطرت میں مقرر تھا کہ کوئی عام انسان نہ ہو جس کے لئے اسوۂ حیات کی تمام چیزیں

میں یہی درجہ ہے کہ خود خدا تعالیٰ نے مجھے لئے صرف کتاب کو کافی نہ کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مے اس وقت خنکی چیر لیا کہ اس کے ساتھ ہم پر لادم کر دیا

اس کے بعد ہم دشنامی رسولِ مصلیٰ علیہ السلام کی عرقا تک کے جواب کی طرف توجہ فرمائیں۔
 پہلا اعتراض :- دشنامِ رسول کہتے ہیں کہ حدیث والا تقاضی ہے اور ظن کی بی بی تو ان کی رو سے شیخ
 ہے۔ وَمَا يَشْعُرُونَ أَتَعْتَبُونَهُمْ وَلَا يَنْظُرُونَ إِلَيْهِمْ عِنْدَ الْكَلَامِ الْغَلِيِّ كَمَا يُفَعِّلُونَ الْحَقَّ شَيْئًا (۱۶۰-۱۶۱) اَلْهٰكُلُ
 يَنْتَظِرُوْنَ مِنْ عِلْمِهِمْ فَتُخَوِّفُوْهُمۡ اِنْ اَرَادُوْا خِلَافَ اَمْرِ اِلٰهِ اَوْ اَمْرًا اَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (۱۶۲-۱۶۳)
 وَإِنْ يَتَّبِعِ اَكْثَرُكُمْ فَاِتۡيَاۤءَ رِجۡلَيْهِ يَظُنُّوْكَ مِّنۡ سَيِّئَاتِ اِلٰهِ اِنْ يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الْكُلُوْبَ وَارۡبَ عَصۡفَرٍ اِلَّا
 يَخۡفَعُ صَوۡرَہٗ (۱۶۴-۱۶۵) وَلَا تَقۡفُتْ مَا لِيۡسَ لَكَ بِہٖ عِلۡمٌ اِنَّ السَّاعِیۡنَ وَالۡبَعۡرَ وَالۡخُلۡدَ اِلَیَّکُمۡ اَوۡ اَیَّکُمۡ
 كَانَ سَعۡیُہُمۡ (۱۶۶-۱۶۷)

نتیجہ یہ نکلا کہ حدیث کی پوری مستند کاری سے منع ہے۔

جواب : لفظ ظن میں معنوں میں اس قدر ہوتا ہے۔

۱۱) اُنکے پیلا دیسل حسن گمان اور تمہیں (۲) شہادہ و شہادتیں سے ملنے غالب (۳) اور بعضی نظری و استدلال علم عقلی جو دیسل و دیوانہ نفس سے حاصل ہو جو۔ مستند و قابل آیات و قرائین عقلیوں میں علم عقیدین کے مسئلہ میں ہے۔ یَعْلَمُونَ اَللّٰهُ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْتَ يٰرَبُّنَا عَلَّمَ الصَّالِیْنَ فِيْ سَبْحِ الْمَغَارِ اِذْ هُمْ بِكَ مُتَوَلِّیْنَ (۲۷۹-۲۸۰) فَانَّا الْبَاقِیْنَ یَعْلَمُونَ اَللّٰهُ سَخَّرَ لِقَاؤُا الَّذِیْنَ هُمْ اَوْلٰی اِلَیْهِ فَاَنْتَ یَا ذٰلِکَ فَتَعْلَمُ خُتْمَ رُسُلِهِمْ وَخَوَّلَ رَاٰیَکَ اَنْتَ اَنْتَاب (۳۷۸-۳۷۹) کَلَّا اَوْ اَنْتَ اَلْبَاقِیْنَ اَللّٰہِ وَفِیْہِ مَنْ مَدَّی وَفِیْہِ اَنْتَ اَلْبَاقِیْنَ (۳۸۰-۳۸۱) اَلَّذِیْ یُکَلِّمُ اَوْلٰدَہٗ اِذَا کُنْتَ اَفْکَرًا یَقْبَلُوْنَ اَلَّذِیْ یُعْطِیْہِمْ مَّا یَشَآؤُنَ (۳۸۲-۳۸۳) قرآن نے عقلی و بعضی اُنکے و تمہیں کی پروردگار سے مشابہ کیا ہے۔ احادیث کا سلسلہ جو اہل کلام بعض اُنکے اور تمہیں نہیں ہے۔ پس احادیث کو نفس کے معنی مثالی (یعنی غالب) اور میں ثابت و عقلی استدلال کے لحاظ سے نفی کہا جاتا ہے۔ بہت سی احادیث علم عقلی و استدلال کا دھرمی دیکھی۔

عنا نظر ابن حجر رحمہ اللہ عن قولہ ^{۸۵۴} وشرح نغیۃ الفکر من زیاتہیں۔

وقد يقع فيها أي في أخبار الأعداء المنقذة إلى مشهور وعزيز وغريب ما يفيد العلم

النظرى بالقوانين على المختار (خروجية غير)

علم یعنی استدلال و ظاہر ہے کہ واجب الانذار ہے۔ پانی رہے وہ حدیثیں جو ظاہر غائب کا فائدہ دیتی ہیں۔ سو مشرعبین ظہور کے تابع غائب کو یقین کا حکم دے کہ واجب الانذار قیام رہا ہے

شعری یقین کے لئے نقصان دل و شہادت انہیں سب کی کہیں دیکھ او کہیں زیادہ کی کافی ہے۔

سودا حادیث میں موجود ہے۔ اس لحاظ سے احادیث سب یقینی ہیں، مگر اس لئے کہا جاتا ہے کہ بعض یقینی، کئی استدلالی ہیں یا اس لئے کہ اکثر احادیث یہ عقائد احوال و نظام موجود ہے شرعاً نہیں، مگر عقیدہ احادیث کو مستحقاً یقینی اس لئے کہا جاتا ہے کہ بعض احادیث میں یقین و یقینی عقلی استدلالی ہیں، و اکثر احادیث میں عقیدہ طلب ہیں اور دنیا میں عقیدہ غالب پر عمل کرنے کے موافق چاہتے ہیں، ہم لوگ دن پہنچتے صحاح و معاملات میں عقیدہ غالب ہی پر عمل کرتے ہیں، و وہ اپنے وقت شفا کا یقینی نہیں ہونا بلکہ زیادہ مضرت کا حامل موجود ہے، موثر دلی، طبرہ در بکری جہاز وغیرہ پر موجود ہوتے وقت میں ان کی مشنری کا کوئی غم نہیں ہوتا۔ مشنری کے پرزہ جات کی درستگی کا کوئی یقینی نہیں ہوتا۔ راستہ کے حوادث سے محفوظ رہنے کا یقین نہیں، مگر گئے، دلی کے پڑی سے اتار جائے، بکری جہاز کے فرق ہونے کا احتمال موجود ہے۔ معہذا ہم دونوں راستان و مروجوں سے غم کرنے ہیں، بازار سے گوشت خریدتے وقت اس کی قیمت کا، درود، مکی، اناج، مشک وغیرہ کی پیمائش کا اہم فیصلہ اور غسل کرتے وقت اس کی ہمارے کمر گزر کر کا مال یقینی نہیں ہوتا اور یہی ہو سکتا ہے مگر ہم ہر معاملہ میں غالب کی پڑی پر مجبور ہیں، یقین غالب کی بیروی کو چھوڑ دیتے تو انسان دنیا میں زندہ ہی نہیں رہ سکتا، سرائیکی پاس جانے سے ہیں اس کے کانٹے کا یقینی نہیں اور کانٹے کے بعد مرنے کا یقینی نہیں اسی طرح زہر پینے سے موت یقینی نہیں۔ معہذا ہم زہر پینے سے بچتے ہیں اور سب سے پرہیز کرتے ہیں، جب ہم شب و روز ہر معاملہ میں غالب ہی پر عمل کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ حدیث کو عقلی ہو سکتا ہے جو فرق کر دیا جائے تو ان یقینی ہے اور حدیث یقینی، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ حدیث کو محض عقل و یقین پر مبنی اور عقل ناقابل یقین قرار دیا جائے، قرآن کے یقینی اور حدیث کے عقلی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ قرآن کا ہر لفظ و آواز ثابت ہونے کی وجہ سے یقینی بدین عقل ہے، حدیث میں چونکہ روایت بالعی جا رہے اس لئے اس کے ہر لفظ کے متعلق تو ان جیسے یقین نہیں ہو سکتا لہذا حدیث یقینی، استدلالی یا یقینی شعری ہے جیسا کہ ان کا علم یقینی ہے اور یہ بالفاظی کہو مگر ان کے عقلی عقلی طور پر کہا ہو سکتا ہے کہ فحائل شخص کی یا اس کے گمراہ کے بارے میں اس یقین کے ساتھ حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ معہذا اب کا علم یقینی شرعی ہے۔

دوسرا اعتراض حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب حدیث سے منع فرمایا تھا۔

لَا تَدْعُو عَمَلِي دَعْوَى مَنْ تَدْعُو الْقُرْآنَ فَلْيَعْلَمِ اَمَّا مَن تَدْعُو مِنْ بَنِي اِسْرَآئِيلَ لِيُحْكَمَ بِهِمْ فَهُوَ كَذِبٌ

ہے کہ حدیث جنت نہیں۔ اس کے بعد تیسری حدیث کے انہی میں نے حدیث میں جمع کیا۔ ان میں بھی

میں ارشاد ہے قسموں ویسے منکر ویسے مومن نے ہم حکم الہی مانا ہے منکر ہی حدیث کا یہ
کہنا کہ قیصری حدیث کے آخر میں حدیث کہ تدوین ہوئی ہے سراسر مغلطہ ہے۔ تدوین کا کاغذ ولی اللہ
علیہ وسلم کے تمام ہی سے شروع ہوا کیا تھا اگرچہ غلام کوشت لاوا باقر کن کے خوف سے کہ بت حدیث کا اجازت
تھی تاہم خاص خاص لوگوں کو کتابت کی اجازت تھی۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ حدیثیں یاد ہیں۔ بحوالہ شعبہ تہذیب اسلامی
العاصل کتبہ کہتے ہیں۔ نہ کہہ سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو عتبہ کا اکٹب (بھنڈاری)

مسند رک حاکم سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی احادیث کا لکھا ہوا ذخیرہ رکھتا تھا چنانچہ اس میں بطور قرائت کے بھی لکھی گئیں۔ ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک حدیث سنائی تو آپ نے اس کا انکار کیا اور فرمایا کہ اگر تم نے یہ حدیث مجھ سے سنی ہے تو میری کتاب میں بھی ہوگی۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب میں یہ حدیث لکھ دی۔ اس حدیث کی روایت بھی ہے۔ اس مقام پر مسند رکب حدیث نے سند اقرض کئے ہیں (۱) بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے عبد اللہ بن عمرو کو علم حدیث زیادہ تھا۔ حالانکہ روایات کا ذخیرہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ مقبول ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری کی روایت میں اس مسئلہ پر غلطی ہے اس لئے اس کا رد کر دیا ہے کوئی نقل ہی نہیں۔ نیز کتبہ مسلم کثرت روایات کو مستلزم نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے بعد حدیث اللہ تعالیٰ عنہ زیادہ تر اہل بیت میں رہے ہیں اور ابو ہریرہ کا قیام حدیث میں رہا ہے۔ چونکہ وہ باہول میں علم کا مرکز حدیث ہی تھا۔ اور کتبہ صحیح مسائل میں حدیث کے علماء کی طرف رجحان کرتے تھے۔ اس لئے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روایات سے باہر کئے کا زیادہ موقع ملا۔

(۲) مستبد حاکم میں یہ کلہو برہم رہی، مگر تعالیٰ نے اس کے پاس ایسی کئی جوتی دی ہیں جو وہ نہیں لے سکتا۔
 تعالیٰ میں ہے "لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا" اس کا جواب یہ ہے کہ اگر میری خود کھانا جانتے تھے کہ اسے پاس جو ذخیرہ
 تھا وہ دوسرے کے کھلوا گیا تھا۔ (فتح البدری صفحہ ۱۵)

طبقات ابن سعد میں عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کا واقعہ کعبہ کے ختم ہونے کی خدمت نبوی میں
وضوح کیا کہ جو حدیث میں ہے آپ سے بالمشافہ بنو بنی ان کے کہنے کی اجازت فرمائی حضور ﷺ
نے اجازت دے دی کہ جب اللہ نے دیالت کیا کہ مروت حالت لیا طے حدیثیں لکھیں یا حال غیب
کی بھی۔ آپ نے اپنے دینی مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سنت سوائے حق کے کچھ نہیں

تکلفاً چنانچہ اہل حق نے اعلیٰ درجے کی مجلس بنی اور اس کا نام "الشفاۃ" رکھا۔ یہی واقعہ ابورؤف کی کتاب العلم فیہ فیہ ہے۔

جب لوگ قرآن مجید کے معجزات و اسلوب حدیث کو بوجہ توہم و خیال اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف ان کی بہت حدیث کی ابتداء دی بلکہ ان کے حکام و بادشاہ کی بھی براہ راست وحی اور نصیحت کو ان کے سامنے رکھا اور یہ خبر پڑ جانے لگی کہ ان کے
 حکام و بزرگان میں اللہ تعالیٰ بھیجی ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہم موانع فی حق اللہ علیہ
 وسلم الحدیث فی وجہہ ولا یحفظہ فتکفر ذلک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال
 یا رسول اللہ انی لا سمع منک الحدیث فی حبیبی ولا احفظہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم استمعوا منی واما بعد العطف (رواہ الترمذی)

(موطا مصنفی صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳ پر اس قسم کی مثالیں ملاحظہ ہوں)

گراس زمانہ میں حفظہ سرور پر نرا ذہن تھا۔ عرب کے لوگ حافظہ میں مشہور تھے۔ طویل و طریف قصیدے مختلف معانی کے انہیں یاد دہانتے تھے اور انہوں گھوڑوں کے نسب نامے حفظ کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ان لوگوں نے خصوصیت سے دیکھی تھی۔ جبکہ حفظ کیا اور حضور میں اللہ علیہ وسلم کو نقل و نقل کو واجب الاتباع جان کر اس کی مخالفت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا تھا وہ دور دراز سے شہر کے صحابہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات دریافت کرتے تھے اور یہی محفوظ رکھتے تھے۔ خود صحابہ نے درستی میں پھر حدیث کی تبلیغ کی۔

دوسری قسم میں جن مہر ان سے روایت کیا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصاف میں جب کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو ابو بکر پہلے دن میں تلاش کرنے لگتا کہ اس سے فیصلہ نہ لیا تو اپنی سطوات اور حدیث میں غور کرتے۔ اگر اس میں بھی قاصر رہتے تو صحابہ میں عام طور پر اسان کو ملے کہ پورے یہاں اس قسم کا مسئلہ پیش کیا کہ کیا آپ صاحبوں میں سے کسی کو اس سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ معلوم ہے؟ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ اگر آپ سے علم نہیں بیان کرتے تو اسے سن کر آپ انہماک سے کہتے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو یاد رکھنے والے موجود ہیں اور اگر اس پر بھی فیصلہ نہ ہوتا تو صحابہ سے مشورہ کر لیا تو اتفاق رائے سے یہ صدر کہتے کہ کوئی شخص ایسی بات کہتا جو صحابہ کرام میں مشہور و مشہور نہ ہوتی تو اس سے اس کے متعلق شبہات طلب کی جاتی خواہ وہ کیسا ہی محترم کیوں نہ ہوتا۔

مختصر یہ کہ فقہ ابو بکر صدیق کے دریافت کرنے پر جب تک کہ جہدہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے تو آپ نے پورا حال معلوم کر لیا کہ کوئی تبرا گواہ ہے اس پر محمد بن اسلم نے یہی گواہی دی تب صدیق نے جہدہ کو سدس دیا (بخاری و مسلم)

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دعویٰ اور اس میں کچھ فرقہ جزیہ مجوسی۔ طاغوت۔ خیر الصالحین سفیان بن یزید المراءہ میں دیکھا۔ اللہ خیرہ سعد بن ابی وقاص فی المسجل الخفین و قریہ مساکن کا فیصلہ اندر مٹ ہو کر۔ محبت نہ کر لیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کے بیان کرنے پر شبہات طلب کی کہ جب کوئی مسلمان باہر سے آئے ہیں یا یہ سہم کہتے پر (اللہ سے) جواب نہ پائے (احادیث کے) کوئی نہ ملے، تو واپس چلے آئے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق و ثبوت و پراپیٹیشن کی پیشانی

رفع ہوئی (مفتاح السنۃ ص ۲۱۹، مکرم بخاری مسلم)

ان واقعات سے ثابت ہو کر محمد بن نے روایات حدیث کی پھر چھانچائی ہے اسی وجہ سے امام الرجال اور موبل جرح و تعدیل کو مستقل فنون کی صورت میں مدون فرمایا اور مزانی امامت کو انھوں نے علمی شہادت کی بنا پر مجموعہ قرار دیا جو اصولی روایت و درایت کے جہد معیار پر پوری اتریں اور قاضی کی حالت میں ان کی کوئی مستقل صورت قطعاً کی دریافت ہو سکی اور ان کے خلاف کسی حدیث کو بھی قبول نہیں کیا۔
ازالہ افتقار میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

”قاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسیار از احادیث فی حدیث روایت کردہ است و در دست مردم مانور باقی است بعد از ان فاروق اعظم علیہ السلام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم را بہ تعلیم والا سلام روانہ ساخت و امر کرد با قیامت شہرہ و روایت حدیث در آنجا“

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روایت حدیث کا اس قدر شغف تھا اور حدیث کی تبلیغ و اشاعت اس قدر ضروری سمجھتے تھے کہ فرماتے ہیں :-

”اگر تم میرے قتل کے لئے میری گردن پر تلوار رکھ دو اور مجھے یا امید ہو کہ میری قبر سے قبل سوال ہوگا صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کلمہ بھی جو میں نے سنا ہے پہنچا سکوں تو میں ضرور کبھ زندہ گا“ (بخاری)

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب احادیث بیان کرتے تو سننے والوں کے ذوق و شوق کی حالت ہوتی تھی کہ آدمیوں کی دیوار آپ کے سامنے کھڑی ہوجاتی یعنی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم لوگوں کی تشریف آورجوم کے سبب مکانوں کی چست پرچہ کر روایت بیان کرتے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما زمانہ نبوی میں کم سن تھے، آپ زیادہ تر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دروازوں پر بیٹھتے وقت سے نیک و پور تک صرف اس سے پیچھے رہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات وہ بیان کریں تو اسے کھلیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور آپ کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں بہت سے ائمہ صحابہ مثلاً معاذ بن جبل، عمرو بن حزم، عبید اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس، جابر بن عبد اللہ بن جابر بن العاص، زید بن ثابت، ابو الدرداء، ابو ذر، ابو بکر اشعری وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم منکر و نہ کوئی، بصرہ، شام، مصر، مدینہ وغیرہ بلاد مملکت اسلامیہ میں پھیل گئے اور ہر جگہ انہوں نے کتاب و سنت کی تعلیم دی۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد تابعین و تبع تابعین کا زمانہ آیا۔ انہوں نے ذیل کے اسلام کے بعد گوشتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کمال حفاظت کے ساتھ پہنچایا۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ گرج زانی اور انیس لکھی ہوئی تھیں۔ سب حدیث کی کوئی مذہب کتاب نہ تھی پہلی
حدیث کے انیس عربی جلد تھے۔ مثلاً اس کے بعد یہ منوال کے ولی اور عربی عربی عربی عربی عربی عربی
انظر ما کان من حدیث رسول اللہ ﷺ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں تھیں جو کچھ لوگ حدیث
فائزہ خانی خنث دروس العلماء و ذہاب العلماء کے مٹ جانے کا خوف ہے۔

(مختار السنن جلد)

اور یہ بھی لکھا کہ عمر بن عبد الرحمن (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) (متوفی ۳۷ھ) اور الفاضل بن محمد
بن ابی بکر صریح (متوفی ۱۲۷ھ) کی احادیث کے جو مجموعے ہیں وہ کھراں کے پاس تھے۔

اسی طرح دو ستر بڑے شہر ہیں کہ کوثر البصرہ، اسحاق بن عمار و غیرہ ہیں اپنے عمال کو توفیق حدیث
کے لئے لکھا۔ امام محمد بن مسلم بن حمید بن عبد اللہ بن الشیبہ ابی الدرداء (متوفی ۳۷ھ) بھی انہی
لوگوں میں سے تھے جن کو توفیق حدیث کے متعلق لکھا گیا تھا (مختار السنن)

خلیفہ عادل کی اس حدیث نے ہر شیخ کی حوصلہ افزائی کی اور انہوں نے اپنی کوششوں کو تیز کر دیا اور
احادیث کی تدوین کا کام بڑے چاند پر شعلہ ہو گیا۔ اس مقدس گروہ میں سب سے زیادہ شمار شخصیت محمد بن
مسلم تھری کی ہے۔ ان کی بیہش سترہ میں ہوئی۔ مسلم و تیار توی کے تھری کے یہ چھ ستون تھے حدیث
میں بہت بڑا درجہ رکھتے تھے۔ امام ترمذی (مدینہ میں) عمرو بن دینار (مکہ میں) قتادہ و یحییٰ بن کثیر (بصرہ میں)
ابو حنیفہ و سلیمان (کوفہ میں)۔

امام زہری نا اعلیٰ کے لقب دار کے محمد بن یحییٰ میں ہیں جنہوں نے احادیث کو نقل کیا۔ بعد میں اسی
دوسری صدی میں جو طبقہ ثانیہ یا تیسری تدوین کا کام امام احمد بن حنبلہ نے جو کچھ اپنا چاہا اور متوفی ۲۴۱ھ
نے سب سے پہلے مکہ مکرمہ میں احادیث کو بصورت کتابت جمع کیا (مدینہ منورہ میں) ابن سنان متوفی ۱۲۷ھ
اور امام مالک متوفی ۱۷۹ھ (بصرہ میں) ابی حنیفہ متوفی ۱۵۰ھ (کوفہ میں) سفیان ثوری متوفی ۱۷۰ھ
(خام میں) ازہار متوفی ۱۷۰ھ (بصرہ میں) احمد متوفی ۲۴۱ھ اور غسان بن ابی البارک متوفی ۲۴۱ھ
و غیرہ نے احادیث کو لکھ کر مدون کیا۔ جس میں اقوال صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ بھی مختلط تھے اسی دور
میں سفیان بن عیینہ، حماد بن سلمہ و سعید بن ابی عقیقہ بصرہ میں۔ ہشیم بن بشیر واسطہ میں و کثیر
بن ابی جراح شام میں۔ عبد الرزاق یحییٰ میں۔ جریر بن عبد اللہ یحییٰ و غیرہ ایسے علما تھے جن کی گذشتہ
پہلیوں کے کاغذ سے جانتا ہوا پانچویں دور دوسری صدی کی چند سندیں تھیں یہ ہیں۔

(۱) مصنف المسند بن سعد (متوفی ۲۵۵ھ) ۲۵۵ھ موطا امام مالک بن انس (متوفی ۲۴۱ھ)

(۳) مصنف سید ابی حمزہ (منزل ۳۹) (۴) مسند الامام الشافعی (منزل ۳۸)

اس کے بعد میری مدد پر میری فوج نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ اختیار کر لیا۔ اس پر صحابہ مستغفرین استغفر اللہ کی تہنیتیں مانگ رہے تھے کہ تم لوگوں کو کونسا حلیہ پہنانا چاہیے؟ صحابہ نے فرمایا:۔

(۱۱) مجمع البحار (مستوفی ۱۲۵۰) و مجمع علم (مستوفی ۱۲۵۰) (۳) مستوفی داور (مستوفی ۱۲۵۰)
(۴) مستوفی التماس (مستوفی ۱۲۵۰) (۵) مستوفی ابن ابی (مستوفی ۱۲۵۰)
این که علاوه بر مستوفی در کتاب مجرای تفسیر مسدود می باشد.

(۷) مسند احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) (۸) مسند احمد بن یحییٰ (متوفی ۲۴۱ھ) (۹) مسند عبد بن حمید (متوفی ۳۶۹ھ) (۱۰) مسند الدلمی (متوفی ۲۵۵ھ) (۱۱) المسند الکبیر للعلوی (متوفی ۲۵۵ھ) (۱۲) مسند الباقی المصلی (متوفی ۳۹۵ھ) (۱۳) تهذیب الآثار والامام محمد بن جریر الطبری (متوفی ۳۲۰ھ) محمد ثنیات کے علاوہ ائمہ فقہ نے بھی حدیث کی روایت کی اور اسودہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم پر ان کے احکام اور سنت الہی کی تفسیر جاری کی۔

امام ابوحنیفہ ثلاثہ وفات شریفہ امام اہل ولادت سلالہ وفات سلالہ -
امام حنفی ولادت سلالہ وفات سلالہ امام احمد ولادت سلالہ وفات سلالہ امام
ابو یوسف ولادت سلالہ وفات سلالہ امام محمد بن حسن ولادت سلالہ وفات سلالہ
موصیہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تاکہ تبلیغ اور
خلافت اکمل طریقہ صلی علی آلہ وسلم کے امت اس سے استفادہ کر لے لی تو قرآن سے فاضل اعتبار
قرار دینا صریح خلافت اور کلمہ الی ہے آیات قرآن سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ
امت پر واجب الاتباع ہے اور یہی بخاریہ کے مکتب فکر کے مکتب سلفوں کے لئے ہے کہ چونکہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں پس اگر امام امت کے ہم رنگ سمجھنے کا کوئی ذریعہ قبل تو قوی نہیں تو خود واقعہ
مکتب کے اس انفرادی فضول فکر کو روکا جائے اور اس کے لئے ممکن ہی نہ ہو۔

عزیزین نے حفاظتِ حدیث کا ہر ممکن طریقہ اختیار فرمایا۔ علمِ حدیثِ صالح کرنے کے لئے دورِ دور کا مکہ کے پایا پیاسفر کے، بے پناہ تلبیس اور مشقتیں اٹھائیں۔ پھر حاکم کرنے کے بعد بیسٹین بن کئی وقت یہ نہیں چھوڑا۔ چنانچہ ام بخاری نے علمِ حدیث کی خاطر منہ مدینہ، شام، بخارا، مرو، ہرات، مصر، بغداد، کوفہ، بصرہ، راجہ، خراسان اور مرو و کرمستان سے حجاز کا ایسے زمانے میں سفر کرنا جبکہ دہلی، موثر وغیرہ سواری کا کوئی بندوبست

دفعہ جہاں حدیث کا چند جملہ پایا وہ وہاں پہنچا جائے۔ ایک ہزار سی شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا اور امام بخاری سے رو برو ہوا واسطہ علم حدیث حاصل کرنے والے شاگردوں کی تعداد رفتہ بہ رفتہ ہے۔

یہ تو تحصیل حدیث اور تفسیح کی حالت تھی۔ پھر صحیح اور وضع حدیث کو رکھنے کے لئے غرض بنے غلام الہیہاں کا فن نکلا۔ اس کی بھرپور تفسیح اور تنقید کی حدیث کی مستند کو رکھنے کے لئے ہر شخص ذریعہ اختیار کیا جس حدیث میں خود اہل ضعف معلوم ہوا یا کسی سید ہوا اس حدیث کو کتاب میں درج بھی نہیں کیا اگر کسی حدیث نے وضع کیا اہل قواس کے ضعف کو واضح کر دیا ان محدثین کے فتویٰ اور پھر غلامی کی حالت گریبان کی جائے تو اس کے لئے وفات بھی کافی نہیں ہو سکتی۔

۱۔ اشعنانی وراثہ ہر حدیث کھنے سے پہلے دو کوٹ فیض پڑھنے کا التزام فرماتے تھے۔ پھر اسناد میں یہاں تک حقیقہ دکھائی اور مروی حدیث اگر ایک ہی نواز میں گزرتے ہوں۔ اُن کا آپس میں اتفاق بھی ممکن ہو۔ مگر جب تک ان کا اتفاق ثابت نہ ہو جائے امام بخاری کا سما کی روایت کو قبول نہیں کرتے، اگرچہ یہ راوی کتنا بھی عادل اور فاضل نہ ہو۔

دشمنان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تجارت حدیث کو نقل نہیں کیا (الغیتۃ ص ۱۶۰-۱۶۱) میں داخل کرنا انتہائی بدھمتی اور کج روی ہے۔ اتباع آباء عمالات اور گری بی بی خرمیہ ہے نہ کہ رشد و ہدایت میں۔ قرآن مجید میں یہ خوب قرآن کریم کا قول منقول ہے :-

قَالُوا لَئِنْ لَمْ يَنْصَرِفْ هَذَا عَنْ قَوْمِنا وَسَيِّدِنَا فَسَنَكُونُنَّ مِنْ الْخاسِرِينَ
وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ إِنَّكَ أَنْتَ الْبَصِيرُ
عَمَّ تَصْرَفُ مَعْبُودَاتِهِ تَصْرَفُ بَابِ وَاوَا اِبْرَاهِيمَ
وَأَسْمٰعِيلَ وَالْمُؤْمِنِينَ وَآلِهَہُمَا كَاۤیْدًا اِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ
فَتَلْبَسُوْنَ (۱۳۰-۱۳۱)

دشمنان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود رسول کوئی ہی تار سے انہماک کرتے ہیں۔ حالانکہ تاریخ کی ہمت کے لئے کوئی سند نہیں۔ تاریخ میں سکندر اور دلاؤ غیر کے فعل و افعال کے ذکر میں مگر کوئی شخص اس کے زیادہ کے وجود ہی کا انکار کرے۔ یا کسی واقعہ کو تسلیم کرے یا اس کے ثبوت کے لئے دلیل درمند ہو سکتی ہے؟ بخلاف حدیث کے کہ اس کی ہر ہر جڑی سند و دلیل سے ثابت ہے پھر منہ کی بھرپور تفسیح و تنقید اور ہر ممکن ذریعہ سے باج پر نکال کی گئی ہے اور محسوس علی شہادت کے بعد قبول کی گئی ہے۔

تیسرا اعتراض :- بہت سی حدیثیں بالاشعنانی موضوع ہیں اور بہت سے راوی خود وہ نہیں بنایا کرتے تھے۔ اس بناء کیسے معلوم ہو سکے کہ صحیح حدیث کوئی ہے اور موضوع کوئی نہیں؟

جواب :- اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے دشمنان دین خود حدیثیں بنا کر اسلام کو نقصان

ان احکام میں تیسروں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔

(پرویز معارف جلد ۳ صفحہ ۶۶)

(طووع اسلام جون سنہ ۱۳۵۷ھ)

(۲) اور بھی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اولیٰ جنت تو ہے، مگر چونکہ ہم تک: اولیٰ جنت سے ہمیں پہنچا اس لئے ظن ہوئے کہ وہ جے قابل اعتقاد نہیں رہا۔ (پرویز طووع اسلام جون سنہ ۱۳۵۷ھ)

(اسلام پریس چوری طووع اسلام نومبر سنہ ۱۳۵۷ھ)

(۳) اور کسی وقت یوں کہتے ہیں کہ روایات حدیث کا سلسلہ قرآن کے خلاف بھی سازش ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ حدیث کو تاریکی و بے ہوشی حاصل نہیں۔

(پرویز طووع اسلام اکتوبر سنہ ۱۳۵۷ھ صفحہ ۶۷)

مسکین حدیث کے اس متعذب سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی جلد سالی کا مقصد صرف یہ ہے کہ حدیث کا کس کسی طریقہ سے انکار کر کے آزادانہ زندگی بسر کریں اس مقصد کے لئے وہ جہاں کہیں جیسا موقع پاتے ہیں کسی ہیابت مزہ سے غافل رہتے ہیں۔ اس امر کی کچھ پروا نہیں کہ نے کہ اس سے پہلے کیا کہہ چکے ہیں۔ آخر میں ہم مسکین حدیث کو بطور نصیحت کہتے ہیں کہ

ظالم اچھی ہے فرصت تو بہ نہ دیر کر

وہ بھی گمراہ نہیں ہو کر بحرِ سبیل گیا

وَمَعْلَمَاتُ إِلَى السَّبَلِ ۝

رشید احمد

۱۸ ذی القعدہ ۱۳۵۷ھ

صفحہ

ایک مسئلہ کے جواب میں روایت کا حدیث کا اندازہ کیا جائے تو ذیل ہے۔

منکرین حدیث کے متضاد نظریات پر ایک نظر

سوال: کہ میں نے یہ حدیث کہ اہل اشیاء و کلام کا رشتہ "لا تکذبوا عنی غیر القرآن" اور "من کتاب عنی غیر القرآن فلیہ عہدہ" موجود ہے، اگر آپ تو اس کا مطلب کیا ہے؟

الجواب: ومنہ الصدق والقبول

اس قسم کے سوالات کا منشاء آئمہ انکار حدیث ہے۔ جو بالکل نہایت آب و تاب سے چل چمک رہا ہے۔ حدیث کے بارے میں منکرین حدیث کی طرف سے کینا قسم کے متضاد خیالات اٹھاتے ہیں انہیں میں۔
① قرآن مجسم کے لئے حدیث کی ضرورت نہیں۔ ہر شخص اپنے رائج سے قرآن مجسم کتا ہے۔

(پرویز، طلوع اسلام)

روایات حدیث کا پورا سلسلہ قرآن کے خلاف بھی ساکس شمس ہے۔ (پرویز، طلوع اسلام)

مقدمہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ تشریح کی قطعاً حاجت نہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قرآن رسول صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کلام و نوان اللہ علیہم رحمہم واجب الاتباع تھا۔
② حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکام بیان فرمائے ہیں، وہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ مخصوص تھے۔ ہر زمانہ کے لحاظ سے ان احکام میں تغیر و تبدل کیا جاسکتا ہے۔

(پرویز، معارف جدیدہ ص ۱۱۱، اور طلوع اسلام ج ۱ صفحہ ۱۱۱)

یعنی آپ کا فرمان آپ کے زمانہ میں محبت تھا۔ ہم پر ہمت نہیں۔

③ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "القول حق" تو ہے مگر چونکہ ہم تک باوثوق ذرائع سے نہیں پہنچا اس لئے ظنی ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں رہا۔

پرویز طلوع اسلام ج ۱ صفحہ ۱۱۱۔ (اسلم ج ۱ ص ۱۱۱، طلوع اسلام نو مبر ۱۱۱)

اگر منکرین حدیث کے مختلف گروہوں کے یہ مختلف خیالات ہوتے تو کوئی تعجب ہوتا عجب امر ہے کہ ایک ہی گروہ ہذا ایک ہی شخص مختلف آراء اور متضاد خیالات کا اظہار کر رہا ہے جسے دیکھ کر ظقروں میں سے ایک کاسیم کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے یعنی یا لو ان کو محض ہکا بکا مخذوذ خیال کہ کچھ اور یا ان کا جانتے کران کا کوئی تعجب نہیں، بلکہ اس ساری جنگ و دو سے ان کا تشدد صرف یہ ہے کہ تعلیمات رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے ہر طرح سے آزادانہ زندگی بسر کریں۔ اس لئے جس قسم کا مورخ

پاتے ہیں ویسی ہی بات منہ سے نکال دیتے ہیں، اس کی پروا نہیں کرتے کہ اس سے پہلے کیا کہہ چکے ہیں، ہم قبل ازین ان کا بول کھولنے کے لئے مختلف مضامین بذریعہ اخبارات و رسائل شائع کر چکے ہیں، اس وقت ہم ان تین قسم کے مختلف نظریات پر بالاختصار بحث کرنا چاہتے ہیں۔

البطال نظر یہ ادنیٰ

① وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ نَسَبٌ وَلَا نِسَاءٌ لِأَنَّ مِنْهُ قُدْرَةٌ قَدْ أَفْضَتْ عَنْهَا أَلْفَ مِائَةِ أَلْفٍ (۲۴ - ۵)

اس آیت میں وحی کا یہاں رسول کے مقابل میں ذکر کرنا دلالت ہے کہ نبی و رسول کے بھی وہی وحی ملتی ہے، یہی حدیث ہے۔

② وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا (۲ - ۱۱۳۳) سے معلوم ہو کہ بیت المقدس

کی طرف استقبالیہ حکم نہیں تھا، حالانکہ ان میں یہ حکم مذکور نہیں۔

③ عَلَّمَ اللَّهُ الْقُرْآنَ نَحْنُ نَخْتَصِمُكَ الْفَسْخُ (۲ - ۱۸۰۰) سے معلوم ہو کہ انبیا میں رمضان میں

کی رات یہ بھی جہاد کرنا حرام تھا، یہ حدیث بھی سے قس قرآن میں بھی اس کا ذکر نہیں۔

④ وَلَقَدْ نَعْلَمُ كَقَوْلِهِ بِذِي الْقُرْآنِ وَالْغَدِ (۲ - ۱۱۲۳) اُنھ کے موقع پر نازل ہوئی

جو یہی مذکور ہے کہ بدین اللہ تعالیٰ نے انزال ملائکہ کا وعدہ فرمایا تھا، حالانکہ ان میں خود وعدہ نہیں ملتا۔

کا کوئی وعدہ مذکور نہیں، معلوم ہو کہ انزال ملائکہ کا وعدہ وحی پر موقوف ہے نہ تھا، حدیث ہے۔

⑤ قرآن میں انبیاء سابقین علیہم السلام کی اعوذتہ مذکور ہے جو بحیث حدیث پھر دلیل ہے، جب

انبیاء سابقین علیہم السلام کی احادیث کا ان کی متون پر واجب الاتباع ہونا قرآن سے ثابت ہے تو یہاں سے

نہی علی الشیخہ وعلی حدیث ہم یہ کیوں واجب متبطل نہ ہوئی؟

⑥ قرآن کریم میں مَا يَجِئُ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ارْضَوْا۔ اگر نبی علی الشیخہ وعلی

کا قول انفعیل قابل اعتدال نہیں تو اَطِيعُوا اللَّهَ کے ساتھ اَطِيعُوا الرَّسُولَ کا لفظ بذریعہ کیوں ذکر کیا گیا

قرآن میں، کیا جگر پر بار بار احادیث رسول کی تائید مل گئی ہے اور رسول انفعیل اللہ علیہ السلام کی نافرمانی پر عید

شعیرہ سنائی گئی ہے۔

⑦ لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ قَسَمَ فِيهِمْ لَكُمْ دَرَجَاتٍ مِمَّا رَزَقْتُمْ أَيْتُهُ

وَبَرَزْتُمْ لَكُمْ دَرَجَاتُكُمْ وَأَلْجَمْتُمْ دَرَجَاتُكُمْ (۲ - ۱۱۶۴) یہ آیت معنی اور شہوم کے لحاظ سے

قطعی طور پر ٹھیک ہے، اس میں صاف دلالت ہے کہ رسول اللہ علیہ السلام کا کام دُعا کے ہر کار سے کمال

میں بلاغ میں نہ تھا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کتاب اور محنت کے علم اور مسلمانوں کے لئے نیک ہی تھے۔ تعلیم کا فرض و حصول اللہ کے حکم کے لئے لگا لگایا تو آپس میں فرق کو ملحوظ رکھتے تھے؛ کیا ان کے طلبہ (صحابہ) آپ سے کسی بات کے بارے میں دریافت ہی نہ کرتے تھے؟ اور اگر کچھ دریافت کرتے تو کیا آپ ان کے جواب میں قرآن ہی کی کوئی آیت پیش فرمادیتے تھے؟ کیا یہ طریق تعلیم قرآن قیاس ہو سکتا ہے کہ آپ کے علم کتاب کی تعلیم سے تو طلبہ تلاوت ہی ہو کر علم کے سوا کوئی بات دریافت ہی نہ کریں اور اگر کچھ دریافت کریں تو اسناد میں جواب میں کتاب ہی کا حتمی رد ہوئے۔ اپنی زبان سے کچھ تشبیہ نہ کرے۔ معلم کا فرض ہے کہ کتاب کے کلمات کی تفسیر اور تشریح کرے طلبہ کے اعتراضات اور غلط فہمیاں کو حل کرے۔ کتاب کے مفہوم و معنی کو واضح طور پر سمجھائے۔ اگر قرآن مجید کے لئے حدیث کی ضرورت ہی نہیں، ہر شخص اپنے دماغ سے قرآن پھر سکتا ہے تو پروردگار علیہ علیہ سے معاوضہ القرآن لکھ کر حالت کا ثبوت کیوں دیا؟ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر تو قابل قبول نہ ہو اور اس گستاخ و فحاک بدشئی کی نسب قبول ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعذیب اپنے قول اللہ فعل سے متعلق کی تشریح فرماتے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا تذکرہ کرتے تھے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اولیٰ الخالی امت ہا نہیں تو معلم کتاب اور نیک کیسے ہوتے؟

① قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کا واقعہ مذکور ہے جس میں صریح و بلیغ کہ نبی کا خود بھی حق ہے اور واجب العمل ہے۔ حالانکہ خواب وحی متلو نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو توراتناؤں کے بعد انھیں میں اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل شرطوں پر حالت رضاع ہی سے بہرہ منگ لیا۔ تھے کہ کوئی بھائی یا بیوی نہ ہو اور نہ ہی کسی کے مدد سے براداشت کئے۔ لہذا علیہ السلام کے مقام تسلیم و رضا کے امتحان کی ایک ضخیم ترین گھاٹی بنی حال بانی نبوی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کو دیکھ کر انیسویں قرون کی ترقی کے زور سے تعمیل حکم کے لئے نہ صرف دادہ جاتے ہیں بلکہ کتب تاریخ و قرآن کرنے کا عمل میں نہایت مستعدی سے ضرورت کو دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مزین ترین اکلوتے بیٹے کے ذریعہ کا تذکرہ کرنا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فاضل مائترونی سمجھانے کا فاضل مائترونی کہنا اور اللہ تعالیٰ کا فضل و خلاقیت اللہ تعالیٰ اور

وَعَلَىٰ نَبِيِّهِ خَلِيقٌ عَظِيمٌ ۝ ارشاد و منہ مانا اور ان کے کان کو بلائے سبب سے تعبیر فرمادے یہ جملہ امر، واضح و دلیل ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں ذریعہ ولد کا حکم ہوا تھا اور وہ حکم واجب العمل ہی تھا۔

④ كَذَلِكَ قَالَ اللَّهُ تَبَّارَ تَقَبَّلَ الْخَمْلَ ۝ میں تشریح فرمائی جا رہی ہے کہ مائترونی کو فرما کر یہ صریح حرکت کی اجازت نہ دے گا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہے جس سے کہ دیا ہے حالانکہ اس آیت کے سوا اور فیصلہ لاؤ گے مائترونی کہیں نہیں معلوم ہرگز یہ فیصلہ وحی غیر مستحکم ہوا تھا۔

⑤ وَأَمَّا الْبُيُوتُ فَكَانَ بِهَا مَأْوًى لِّلْجُنُودِ الْغِيَاةِ وَكَانَ فِيهَا بِبَنِي إِسْرَءِيلَ مَلَكُومٌ مُّصْرِيُّ ۚ (١٦-٢٣) معلوم ہرگز کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب نبی نہیں تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا منصب نبی نہیں تھا۔

[illegible][illegible]

﴿۱۶﴾ وَأَعْلَمُ مَا تُفْقِدُونَ عِلْمَ اللَّهِ فَخُذُوا زِينَتَكُمْ مِمَّا فِي الْبُيُوتِ ۚ وَكُلُوا وَشَرِبُوا لَا تُفْسِدُوا ۚ وَكُلُوا وَشَرِبُوا حَتَّىٰ يَخْرُجَ إِلَيْكُمُ الْمَسْكُوفُونَ ۚ وَمِمَّا يَرْثُ أَخَاكَ وَالْوَلَدَ وَالْأَقْرَبَ ۚ وَلَوْلَا إِذْ يَخْرِجُهُم مِّنَ الْبُيُوتِ وَهُوَ غَافٍ تَلَفُوهَا لَأَفْسَدُوا ۚ فَاذْكُرُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝۱۷﴾ (النور: ۲۴-۲۵)۔

(۳۱) لِسْتَغْفِرُوا لِلذَّنْبِ عَنْ غُلُوبِ الْيَوْمِ (۱۵۷۲) : میں فریاد کر احکام میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں غلو
 طرق کے مطابق ادا کرو۔ حالانکہ مستلزم احکام میں کہ تحصیل مذکورہ نہیں ہوا اس لئے میں حدیث کی طرف
 اشارہ ہے، میں ہی احکام کی باری تفصیل ہے۔

۱۴) بہت ہے انبیاء علیہم السلام کتاب کے بغیر مبعوث ہوئے ہیں۔ پس اگر قول رسولِ حق نہیں تو

اپنے اختیار علیہم السلام کی بحث سے کیا فائدہ؟

دلائل عقلیہ

① قرآن میں ہر چیز کا بیان اجمالاً ہے جس کی تشریح کو تفہیمیں حدیث میں ہے۔ نمازوں کے قدرتی حصہ تعداد و رکعات، قرائن اور وجوہ تکھریص، صوم و زکوٰۃ کے مفصل احکام، حج کے مناسک و قربانی وغیرہ و بیح و شرار، امویہ و خانداری، زردانی و مالکیت اور معاشرت کے قوانین، ان سب امور کی تفہیم حدیث ہی سے ثابت ہے۔ پس حدیث کا انکار سارے نظام اسلامی سے یکسر راتھ دھو بیٹھے کے مترادف ہے۔ اسی طرح بول و بار، کئے، گیسٹ، وغیرہ کی درستہ و قانونی ہر چیز میں چنانچہ اسی قرائن سے پہنچنے کے لئے مستحکم حدیث ان جملہ اشیاء عیسیت کی حاکمیت فائل ہیں۔ بلکہ محمد مصطفیٰ اید و کیت احمد سے کہ قرآن میں مذکور ہر چیز کے سونانی ہر چیز کا کھانا فرض ہے کھانے سے انکار کر دینا گناہ اور خدا کے حکم کی عصیت ہے۔
(طوابع مسلم جون ۲۵۳)

یعنی کتنا گدھا، گیدڑ، یا چوہا حتیٰ کہ بیشاب پاختہ وغیرہ کا کھانا فرض ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مستحکم حدیث خدا کے حکم کی عصیت سے پہنچنے کے لئے فرض اور جواب دہ کر دینا ہر چیز پر مشابہت کر دینے کے لئے کہتے ہوں گے (سورۃ اللہ تعالیٰ بوجہ ہم)

② اگر احادیث کے راوی قرآن کے خلاف بھی ساریں کر دے لے گئے اس لئے حدیث قابل قبول نہیں تو قرآن میں تو وہی وسائل سے ہم تک پہنچتے۔ پس قرآن پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟ اگر کہا جائے کہ قرآن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (لَا تَحْضُرُوا لَنَا اَنْ تَكُوْنُوا اَكْلًا لِّلْخُطُوفِ) (۱۵-۹) تو ہم کہتے ہیں کہ خود اس آیت کی صداقت پر کیسے اعتماد ہوگا؟ یہ بھی تو انہی لوگوں کی وساعت ہی سے جو تک پہنچے ہیں جو حدیث میں وسائل ہیں۔ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن کا اجماعی السبلاہ اس کی صداقت پر دال ہے کیونکہ اگر قرآن ہی معجز من حیث السبلاہ ہونا مختلف نہیں ہے۔ یعنی نئے مجاز من حیث الاشارة من التمشیات وغیرہ لا قول کہ یہ ہے جس کی تصدیق مذکور وسائل کے ذریعہ سے متعین ہے۔ ثانیاً تفہیم اور فہم ہوا ہے پر ترتیب کی تبدیلی سے اجماعی السبلاہ میں بظاہر کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ جیسا کہ "لَا تَحْضُرُوا لَنَا" پر مختلف المعانی میں بحث کی گئی ہے۔ ثالثاً اجماعی السبلاہ معیار صداقت تب ہوگا کہ محمدی ثابت ہو اور آیات محمدی مذکور وسائل ہی سے متعین ہیں۔ رابعاً محمدی من حیث السبلاہ زمانہ موجودہ میں تو معیار صداقت نہیں ہو سکتی کیوں کہ محمدی اس چیز کی مفیدگی

میں کھڑا نہیں ہوتا۔ چاہے جو ظاہر ہے کہ دورِ حاضر میں علمِ الہی کی نسبت سائنس کا بہت زیادہ جبر پڑا ہے۔ پس بدعت کے یہی نام تھے کہ صرف زمانہ تشریل کے ساتھ مخصوص ہوگی اور اس وقت میں بلِ بلاغت کا تشریل کے مثل سے عاجز ہونا یا قیامِ استتک کے لئے صداقتِ قرآن پر دلیل جو کچھ یعنی زمانہِ حاضر میں صرف قرآن پر یہ دلیل نہیں کہ ہم اس کے مثل سے عاجز ہیں بلکہ دلیل یہ ہے کہ بلاغت کے مشہور دور میں بڑے بڑے بلحاظ اس کے مثل سے عاجز ہے اور یہ علمِ اسو یعنی یہ کہ زمانہ تشریل اور بلاغت تھا اور یہ کہ اس زمانہ میں قرآن نے تھوڑی سی جیت لیا بلکہ کئی گونہ کہ سننا بہرِ طغاء قرآنی کے مشن سے عاجز رہے تھے۔ یہی کے واسطے سنتوں میں جن کو قرآن کے خلاف بھی مادی کہا جا رہا ہے۔

(۳۰) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ میں بعدِ تمجید صلی اللہ علیہ وسلم جو حدیث کو حجت تسلیم کرتی آئی ہے کیا اس میں بل سے جہادِ عقلی ہوئی ہے۔ یا جان بوجھ کر لیا کرتے ہے؟ اگر قرآنی عقلی دلیل میں حقیقت میں حجت قابلِ اعتبار نہ ہو گئی کہ سنتِ عقلی کچھ کر دے اور دلیل میں سمجھتے رہے تو فوراً کہنے کا نام ہے کہ مادی مستحکم ہے۔ اور نہ قرآنِ عباد و سحر نام تراشات اسی اپنا عقلی ہی میں مدیونِ ملکِ مطلق ہے؟ کسی ایک فطرے میں اس عقلی کو محسوس نہ کیا؟ اور اگر اس حدیث کو قابلِ اعتبار سمجھتے تھے اس کے باوجود جان بوجھ کر حدیثیں بیان کر کے قرآن کے خلاف سازشیں کرتے آئے ہیں تو اس امر میں سے کون کون باری رہا؟ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ اربعہ، شیخ اور صحیح مسند صحابین تو تو تو واللہ ناک بہرین گستاخِ قرآن کے مخالفت تھے کیا مذہبِ اسلام کی جو وہ سد ساز زندگی میں پہلا مونی گزرا پرویزِ دہلیہ (علیہ السلام) ہے؟ جو دینِ چودہ سو سال تک صرف مخالفین اور دشمنوں کے قبضہ میں رہا جو عقلی طول مدت تک اس کو کوئی عافیت اور اسے قبول کرنے والا پیدا ہی نہ ہوا ہوا ایسے دین پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

(۳۱) یہ امر دریافتِ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور سابلہ آسمانی کتابوں کو رسول کے واسطے سے کیوں اتارا؟ اگر اللہ تعالیٰ ہر فرد بشر کے پاس کھلی کھائی کتاب بلا واسطہ رسول کے بھیج دیتے تو یہ مرکزِ معجزہ ہونے کی وجہ سے زیادہ ڈر ہوتا۔ گناہِ خود اس کے ذمہ بھی تھے کہ کبھی کبھی ان کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے الیا پر نزل ہو سوا۔ یہ طریق اختیار کیا جتنا لازم مزا تھا معجزہ ہونے کے باعث زیادہ سببِ ہدایت ہوتا۔ مگر بھی طریقہ اختیار نہیں کیا گیا۔ بلکہ رسولوں کی حرکت کتاب نزل پر مطلق اور رسول کی صرف نفاذ میں سے تعجب فرمائے، گناہ کہتے تھے یہی ہم پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرستے کیوں نہیں بھیجے مگر رسولِ اکرام کے منزل میں اللہ نے یقین ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں کتابیں

نہیں تو اس کا ازنی غیروہا کا انھیں صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیام قیامت تک کے تمام نہیں جانا کہ
مسند رو ذیل آیات سے کماؤد کر رہی ہیں۔

(۱) أَطِيعُوا اللَّهَ طاعةً مطلقاً اور تمام قیامت تک کے لئے ثابت رہیگا اگرچہ پرستشوران جنس ہے تو قرآن کا یہ حکم کون کرے نہ ہوگا؟

﴿٢﴾ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِلَىٰ رَسُولِ اللَّهِ الْيَكُونُ بَيْنَكُمْ (٤ - ١٥٨)

③ وَأَمَّا السُّنَنُ الْوُضْعَةُ لِلْعَامِلِينَ ۝ (١٠٤)

﴿٥﴾ قَبَارِكُ الْمَلِكُ الْقَلْبُ الَّذِي عَلَى عَرْشِهِ لَا يَكُونُ الْعَالَمُونَ سُدَّ نَزَاهُ (١-٢٥)

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ ۝ ﴾ (٣٨-٣٣)

اور یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ کتاب اللہ کو سمجھنے کے لئے معلم کی ضرورت ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی صحیبِ معلم (مدرسہ) نہیں آ سکا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات قائم و دائم تک کے لئے واجب الاتباع ہیں۔

⑤ رُسُلُ الْغَيْبِ وَمَنْ يُدِيرُ الْأُمُورَ فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَعْلَمُ (الزُّمَر: ۲۶-۱۶۵)

الغیبت میں جو رسل ہیں تو ان کا نام جبرائیل ہے جو کہ زمین پر امور کو دیر کرتا ہے۔

دلائل عقلیہ

① کتاب اللہ کے سمجھنے کے لئے معلم کتاب کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو رسول کو کیوں مقرر کیا گیا اور حضور کے اہل زمانہ پر خصوصی اللہ علیہ وسلم کا نزول کیوں واجب و متتابع قرار دیا گیا؟ اور اگر مسلم کی ضرورت ہے تو ہم ان تعلیمات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے مستغنی ہو سکتے ہیں۔ ہم تو خود بخود کئی اللہ کو سمجھ سکیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے معلم کی ضرورت پڑے۔ مابالغی کی کیا خبر ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اہل لسان تھے، عبادت سے واقف تھے، ان کو کوئی قطع نظر کا مقام نہ ہوا۔ شان نزول کا لفظ تھا، خطائیں ان کے غائبین ولیوں تھے اس کے باوجود ان کے لئے تو معلم کتاب کی ضرورت ہو اور پھر اس کے کوئی ضرورت نہ ہو؟

۴) وہ دلیل جو نظریہ اولیٰ کی ترویج میں دلائل عقلیہ کے تحت نمبر ۳ میں گزری، یعنی قیاس است

جو حدیث کو کتب قبلہ کی آئی ہے ان سے جہاد کی خلاف ورزی ہے یا کہ جہاد بوجہ کفر و کفران کے خلاف سازشیں
کرتے رہے ہیں۔ دونوں میں خلاف عقل اور ورود ہیں۔

الباطل منظریہ ثالثہ

مسئکہ کی حدیث مذکورہ میں کہ حدیث ثانی ہے اور میں کہ ہر دو کی کتاب کی رو سے مندرجہ ہے۔ نتیجہ یہ نکلا
کہ حدیث کی ہر دو کتاب کی رو سے مندرجہ ہے۔ مسئلہ کی حدیث کا یہ استدلال بعض جہاد و تبلیغ ہے لفظ میں
تین مسئلوں میں مستعمل ہے۔

① اٹل میں بلا دلیل بعض گمان اور تخیل۔

② شواہد و مستزاد سے ظنی غالب۔

③ علم ثانی نظری و استدلالی جو دلیل و برہان سے قطعی طور پر حاصل ہو اور مندرجہ ذیل آیات و آئینہ میں
لفظ میں ایلم ثانی کے معنی میں مذکور ہے

① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُلُوْا لِرَبِّكُمْ اَنْتُمْ اَعْلَمُوْنَ ۝ (۲۱ - ۳۹)

② نَالِ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ اَنْتُمْ اَعْلَمُوْا شَاۡءُكُمْ ۝ (۲۱ - ۳۹)

③ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتٰبِ الَّتِيْ نَزَّلْنَا رُبُّكَ وَتَحْمِلُهَا وَاَنْتَ اَبْرٰهِيْمَ ۝ (۳۸ - ۴۲)

④ كَلَّا اِذَا كُنَّ اِلَیْكَ اَلْقُرٰنِیَّ وَبَيَّلْنَا مِنْ تَآۡتِیْهِ وَكَانَ اِنَّهٗ الْبَقَرٰۗۤۤا ۝ (۵ - ۳۸)

⑤ اَلَا یَعْلَمُ اَنَّ اِلٰهَکَ اَللّٰهُ فَبِعِزَّتِیْ لَیُّوْمَ یُعْطِیْجِیْہِمْ ۝ (۸۳ - ۱۰)

ان آیتوں نے ظنی میں تفسیر کی ہے اور میں کہ ہر دو سے مندرجہ ہے۔ احادیث کا اس سلسلہ میں اصل و ثبوت نہیں
نہیں ہے۔ پس احادیث کو ظنی کے معنی میں ظنی غالب (علم ثانی) ثابت (علم ثانی) استدلالی کے خلاف ہے
ظنی کہا جائے۔ بہت سی احادیث علم ثانی استدلالی کا نادمہ بھی دیکھی ہیں۔ حافظ ابن حجر شرح منہج الفکر
میں مفسر نے ظنی و ظنی فیما بین (۱) احادیث الاحوال النفسیہ کی مشہور و غریب و غریبہ ما یستبد
العلم الظنری بالظنری علی الخطا و علی الغلط ای ذلک والخلاف فی التعقیق لظنی لان من جاز ان لا یصدق
العلم قییدہ بکونه نظریا و هو العلم من الاستدلال ومن (۲) العلم فی حق لفظ العلم بالظنری
و ما عداہ عند مطلق۔ جہاد و ظنی خبر غلط ہاتھ کی وجہ سے علم ثانی استدلالی کی جہاد و ظنی کی ہیں۔

① ما اعرجہ الشیخان فاصبحا ہما لیخ حدا التواتر و ما لم یشتد احد من الطائفتین لم یفتح
التعامل بینہما صدق لیسہ۔

① المشهور اذا كانت له طرق مباينة سالمة من ضعف الروايات والعلل.

② المسئل بالائحة لفظ المتعين حيث لا يكون على ما.

پس علم لغت ہی استدلال تو ظاہر ہے کہ واجب التبارع ہے باقی میں وہ مشیخین جو ظن غالب کا غلط فہمی ہیں، سو ضرورت منظر سے ظن غالب کو یقین کا حکم دے کر واجب التبارع قرار دیا ہے شرعی یقین کے لئے ثقہ عادل کی شہادت کہیں ایک کہیں دیکھ اور کہیں زیادہ دیکھ کا فیہ۔ سورہ احادیث میں موجود ہے اس لحاظ سے سب احادیث یقینی ہیں۔ غنی اس لئے کہا جاتا ہے کہ معنی علم لغت ہی استدلانی ہیں۔ یا اس لئے کہ اکثر روایات میں محتالہ احتمال خطا موجود ہے۔ بشرط غائب نہیں۔ غرضیکہ احادیث کو شرطاً غنی اس لئے کہا جاتا ہے کہ صحیح احادیث متفقہ یقین مطلق استدلالی میں اور اکثر علویات موجود ظن غالب ہیں۔ اور وہاں غنی غائب پر عمل کرنے کے لئے سو کوئی چارہ نہیں، ہم رات دن اپنے جمیع معاملات میں ظن غالب ہی پر عمل کرتے ہیں۔ واپس چلتے شفا کا یقین نہیں ہوتا بلکہ زیادہ مغفرت کا احتمال موجود ہے۔ دلیل کار، طیارہ اور بحری جہاز وغیرہ پر سوار ہوتے وقت، زمین ان کی مشینری کا کوئی قسم نہیں ہوتا۔ مشینری کے نما پر زجاجات کی کڑی کا کل یقین نہیں ہوتا۔ راستہ کے حوادث سے محفوظ رہنے کا یقین نہیں۔ طرک اور گزرتے، ریل کے پٹری سے اتر جانے کی جہاز کے گرنے کا احتمال ہوتا ہے۔ مگر خدا ہم رات دن ان ذریعوں سے سفر کرتے ہیں۔ بازاریہ گوشت خریدتے وقت اس کی حالت کا، دودھ، گھی، آماج، مشک وغیرہ کی پاکیزگی کا پانی پتے وقت غسل اور دھو کر تے وقت اس کی طہارت کا ہرگز کوئی یقین نہیں ہوتا اور نہ ہی ہوسکتا ہے مگر ہر معاملہ میں قدم قدم پر ظن غالب کی پٹری پر چھوڑیں، ظن غالب کی پٹری کو چھوڑ دیا جائے تو اس دنیا میں زندگی نہیں رہ سکتا۔ سانپ کا پاس جانے سے بچیں اس کے کاٹنے کا یقین نہیں اور کاٹنے کے بعد مرنے کا یقین نہیں، اسی طرح زہر لہ لینے سے موت یقینی نہیں۔ مہذبہ ایم زہر پینے سے کہتے ہیں اور مانتے ہیں مگر کرتے ہیں۔ جب ہم غیب اور زہر معاملہ میں ظن غالب ہی پر عمل کرتے ہیں تو یہ وجہ ہے کہ حدیث کو غلطی ہوئے کی وجہ سے ترک کر دیا جائے۔ تو ان یقین میں ہے اور حدیث غنی، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ حدیث کو کھنڈ لگال اور یقین بھگنے کا قابل قرار دیا جائے تو ان کے یقینی اور مرثیہ کے غنی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا ہر حرف لفظ تو اثر سے ثابت ہوئے کی وجہ سے یقینی بدیہی ہے۔ حدیث میں چونکہ روایت بالسنی ہوتا ہے اس لئے اس کے ہر لفظ کے متعلق قرآن جیسا یقین نہیں ہوسکتا۔ لہذا حدیث یقین استدلالی یا یقین شرعی ہے۔ جیسا کہ ماں کا علم یقینی ہے اور باپ کا غنی کیوں کہ ماں کے متعلق قطعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ فلان کی ماں ہے مگر باپ کے بارے میں اس یقین کے ساتھ حکم نہیں لگایا جاسکتا۔

منہذنا یا پہلا علی بن ابی طالبؑ -

دلیل عقلی

جب پیغمبر کریمؐ کو رسولِ مصلیٰ اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے واجب الامتاع ہے مگر حدیث کا موجودہ ذخیرہ جس لئے نہیں کہ عقلی ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے جب تعلیمِ نبوتِ رسول کو ہم پر قیامِ یقین تک کے لئے واجب لا یرد قرار دیا ہے تو اللہ تعالیٰ سے ان فضیلت کی حفاظت کے اسباب کیوں نہ پیدا کرے؟ کیا یہ تعلیمِ مالا یطاق اور امت پر ظلم نہ ہو گا؟ کہ ان اقوال کا منہذ ہم پر لازم کر دیا گیا جن کے علم کی تحصیل ہمارے لئے ناممکن ہے۔ غرض کہ نبی کریمؐ رسولِ مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر کے لئے واجب الاتباع تسلیم کر لینے کے باوجود اسے غرضی ہونے کی وجہ سے حجت نہ سمجھنا اللہ تعالیٰ کا طرفِ ظلم کی نسبت کرنے کے مترادف ہے۔ انا ان شاء اللہ تعالیٰ منہ۔

مسئد بن حذافہؓ کا یہ کہنا کہ حدیثِ نیرسری حدیث کے آخرین نسخہ بھی ہے صاف دھوکہ دے رہا ہے، کیونکہ خود حضورِ کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں حدیث کی کتابت شروع ہو چکی تھی۔ حضورِ مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کی کتابت حدیث سے منع فرمایا ابتدائی دور میں اس لئے تھا کہ قرآن سے التباس نہ ہو جائے۔ اس وقت میں کتابتِ قرآن کا عام دستور تھا اور عام قرآنی، حدیث اور اس کے معجزاتِ اعجاز سے بھی پرے رہنا پسند کیے جانے لگا۔ حدیث سے منع کرنے کا یہ مقصد یہ کہ نہ تھا کہ حدیث قابلِ اعتبار نہیں۔ اگر یہ مقصد ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث سے بیان کرنے سے بھی روک دیتے۔ حضورِ مصلیٰ اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا غلیظۃ اذانہ منکم الغائب حضورِ مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور اس کے بعد زمانہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں حدیث بیان کرنے کا عام رواج تھا۔ حضورِ مصلیٰ اللہ علیہ وسلم نے بعد از جنابِ جناب اللہ تعالیٰ منہ کو ایک خدمت پر بھیجتے ہوئے اور نہ ذرا بلکہ تم کس طرح فیصد کو مجھے؟ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ پہلے قرآن پر نظر کرو ورنہ پھر آپ کے قول و عمل سے اس مسئلہ کی کوئی گمان پھر جنتِ حبس سے کام لیں گا۔ حضورِ کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پر متشبہا اختیار فرمایا کہ حدیث کا تصدیق فرمادی۔ حضورِ مصلیٰ اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے "سمعون وسمع منکم ولیعلم من یسمع منکم"۔ راہِ ہدایت کی کتابت یا تعلیم، شرع میں اگر وہ علم کو اختلاطِ اقوال سے محفوظ رکھے تو اس کے لئے واجب کی اجازت نہ تھی۔ تاہم فاس فاس قاص لوگوں کو کتابت کی اجازت تھی۔ طبقاً تاہن سعد بن عبد اللہ بن عمرو بن العاص کا واقعہ مذکور ہے کہ آپؐ نے خدمت نبوی میں عرض کیا کہ جو حدیثیں میں نے آپؐ سے یا انشاء اللہ سنی ہیں ان کے کھنڈ کی اجازت فرمائی۔ حضورِ مصلیٰ اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ پھر عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ذرا اضافہ کیا کہ صرف

حدیث ائمتہ طحطا کی حدیثیں کچھوں ایک روایت منسوب کی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زہن مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس منہ سے سولہ حق کے اور کچھ نہیں نکلتا، چنانچہ انہوں نے معاہدہ کیا کہ جو کچھ صحیح کیا اور اس کا نام ۳۰ الفاظ قرار دے رکھا، پس واقعہ ابوہریرہؓ کا یہ علم یہی ہے، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے سیکڑا بار حدیثیں یاد ہیں، جو عربی، شہزادوں، عربوں، اعرابیوں، یعنی اللہ تمہارا ٹکڑا کرتے تھے اور میں نہیں نکھاتا۔ ۱۰۔ انہ کا یہ حکم تھا کہ لا اکتب۔ (بخاری)

معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی احادیث کا کتبہ جو ذخیرہ موجود تھا، چنانچہ حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک حدیث سنانی تو آپ نے اس کا انکار کیا اور فرمایا اگر تم نے کچھ سے یہ حدیث سنی ہے تو میری کتابوں میں موجود ہوگی، چنانچہ آپ نے اپنی کتابوں میں انکشاف کی تو یہ حدیث مل گئی، اس مقام پر متذکرین حدیث نے دو اہستہ اہستہ کہتے ہیں۔ (۱) بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم حدیث زیادہ تھا۔ حالانکہ روایا سے کافی فرقہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ منقول ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بخاری کی روایت میں استثناء مستقطع ہے، اس لئے اس کا کتبہ بعد سے کوئی تعلق ہی نہیں، نیز کثرت علم کثرت روایت کا مندرجہ نہیں، خصوصاً صلی اللہ علیہ وسلم کے مسائل کے بعد عبد اللہ بن عمروؓ زیادہ تر مسائل میں رہے ہیں، اور ابوہریرہؓ کا ختام حدیث منثورہ ہی میں رہا ہے۔ چونکہ عبد اللہ بن عمروؓ کا نام کتبہ حدیث میں نہیں تھا، لہذا کتبہ میں مسائل میں حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اس لئے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات بیان کرنے کا زیادہ موقع ملا۔ ۱۲۔ متذکرہ حکم میں ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کئی حدیثیں چھوٹی اور بڑی ہیں، ۱۰۔ لا اکتب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ابوہریرہؓ خود لکھنا نہ جانتے تھے، ان کے پاس جو ذخیرہ تھا وہ دوسروں سے لکھوایا گیا تھا۔ (فتح الباری جلد ۱ ص ۱۸۳)

جب لوگ قرآن کے مجرمانہ اسلوب بخوبی واقف ہو گئے تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف کتاب حدیث کی اجازت دی بلکہ لکھنے کا حکم دیا، اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دینی مسائل اور غیرانہ دہلیات خود لکھوائیں۔ فتح مگر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ ائمہؓ فرمایا اور ابوہریرہؓ کی درخواست پر وہ خطبہ لکھوا کر انکو دیا۔ (مفتاح السنۃ بخاری)

عروہ بن جرم کو بھی بھیجے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر تحریر ہدایت نامہ دیا جس میں صدقات، عیادت، وظیفہ وغیرہ کے احکام تھے۔ (مفتاح السنۃ صحیح)

مسلم بن الحارث کے والد کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دکھائی کہ (ابو داؤد) طاہت کے ایک شخص
عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو میں نے ایک کتاب سنائی گی۔ (ترمذی کتاب التعلیل) خطیب کی روایت کے مطابق
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی اسی حدیث کا جوہر تھا جسے انس اپنی اولاد کو کتابت حدیث کا حکم مل
کرتے تھے (ابو داؤد)۔ ابن عبد البر نے جامع میں عبد الرحمن بن حود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ
انہوں نے ایک کتاب دکھا کہ قسم کھاتی ہو کہ ایک عبد اللہ بن مسعود کے ہاتھ لکھی ہوئی ہے حضرت
عبداللہ بن مسعود حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض احادیث کو صحیفہ کی صحت میں اپنے پاس رکھا اور کہا کہ
بعض کثیر الروايات صحابہ مثلاً ابو ہریرہ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ، بابر بن زب
اور انس بن مالک خبر جو (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی روایات کو ان کے شاگردان کے ذریعہ روایت کیا کرتے
تھے (دارمی صفحہ ۳۹، تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۸۸ کتاب التعلیل ترمذی)
حفظہ عمر بنی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمال حکومت کے لئے قریب لاکھ مسافروں کے احکام لکھ رکھے تھے
مولا عمری صفحہ ۱۳ و ۱۲ و ۱۱ و ۱۰ و ۹ پر اس قسم کی مثالیں ملاحظہ ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں اگرچہ کتابت حدیث ثابت ہے مگر اس زمانہ میں حفظہ حدیث زیادہ
زیادہ عرب کے لوگ حافظوں میں مشہور تھے۔ عربی و قرآنی تفسیر و مختلف مضامین کے انہیں یاد ہوتے تھے۔
انہوں نے اگرچہ لوگوں کے سبب اپنے حفظہ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ان لوگوں نے خصوصیت سے
دقیقاً بجز حفظہ کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و فعل کو روایت کیا وہ ان کی حفاظت کی صحابہ
کے بعد تابعین و ہم انداز آئے انہوں نے دنیا کے اسلام کے بعد سے بعد گوشت میں جولاہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کمالی حفاظت کے ساتھ سنبھالیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اگرچہ ذلیل و ناتوان
نہیں تھے مگر حدیث کی کوئی مرتبہ کتاب نہ تھی پہلی صدی کے آخر میں عربی و فارسی و لاطینی سلسلہ
نے مدینہ منورہ کو اپنی ایک کتب خانہ بن کر رکھا۔ انظر کلن من حدیث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فانتبه فان خفت و دروہ العلم و ذهاب العلماء (مفتاح السنۃ ص ۱)
اور ان کو یہ بھی کھانا ملا کہ عمر بن الخطاب (متوفی ۳۵ھ) اور انس بن مالک (متوفی ۹۰ھ) کے اصحاب
استونی سلسلہ کی احادیث کے مجموعے میں وہ کچھ کوان کے پاس بھیجے۔ اسی طرح دوسرے بڑے
شہروں مکہ، کوفہ، بصرہ، شام اور یمن وغیرہ میں بھی ایسے علماء کو ترویج حدیث کے لئے نکھال لیا کہ
بن مسلم بن حبیہ عبداللہ بن عبد الرحمن الشہابی ازہری المدنی (متوفی ۳۵۰ھ) بھی انہی لوگوں میں سے
تھے جن کو ترویج حدیث کے متعلق لکھا گیا تھا۔ (مفتاح السنۃ)

خلیفہ عادل بن اسحاق سے مروی ہے کہ جو مسند ازالہ لکھ اور انہوں نے اپنی کوششوں کو تیز کر دیا اور احادیث کی تدوین کا کام بڑے پیمانہ پر شروع ہو گیا۔ اس مقدمہ کے بعد اس نے زیادہ قلمی شخصیت محمد بن مسلم بن زید کی ہے۔ ان کی پیدائش مسند میں ہوئی۔ سن ۱۵۰ تا ۱۶۰ یوں کے قمر کے یہ چوتھی تھی۔ یہ بہت بزرگ درجہ رکھتے ہیں۔ امام زہری (مدینہ میں) عمرو بن دینار (مکہ میں) وکی بن یحییٰ (بصرہ میں) ابو اسحاق (سجستان میں) زکوفی (امام زہری کا تابعین کے خلیفہ وادی کے محدثین میں سے ہیں جنہوں نے احادیث کو نقل کیا۔ بعد اسی دوسری صدی میں جو طبع ثانیہ آیا اس میں تدوین کا کام عام اور خلیفہ ہو گیا۔ چنانچہ ابن جریر متوفی ۲۵۵ھ نے سب سے پہلے مکر میں احادیث کو بصورت کتابت جمع کیا۔ دینار بن عیینہ (۲۵۰ھ) ابن اسحاق متوفی ۲۴۵ھ امام مالک متوفی ۲۴۵ھ (بصرہ میں) داؤد بن عیینہ متوفی ۲۴۵ھ زکوفی (سجستان میں) ثوری متوفی ۲۴۵ھ (دمشقم میں) اور اسی متوفی ۲۴۵ھ (میں میں) معمر متوفی ۲۴۵ھ اور خلیفہ ابن المبارک متوفی ۲۴۵ھ وغیرہم (جہم اللہ تعالیٰ) نے احادیث کو کھرموں کیا۔ دوسری صدی کے چند مسند لکھیں یہ ہیں: (۱) موطا امام مالک بن انس متوفی ۲۴۵ھ (۲) مسند النبی بن مسلم متوفی ۲۴۵ھ (۳) مسند سفیان بن عیینہ متوفی ۲۴۵ھ (۴) مسند امام الشافعی متوفی ۲۴۵ھ۔

اس کے بعد تیسری صدی ہجری حضرت سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میل القدر زمانہ پہلے میں صحاح تین مسند کتابیں ترقی یافتہ تھیں۔ ان کے بعد امام ابو حنیفہ (مدینہ میں) امام شافعی (سجستان میں)۔

(۱) صحیح البخاری۔ متوفی ۲۵۵ھ (۲) صحیح مسلم متوفی ۲۶۰ھ (۳) سنن ابی

داؤد متوفی ۲۶۵ھ (۴) سنن الترمذی متوفی ۲۷۰ھ (۵) سنن النسائی متوفی ۲۷۰ھ

(۶) سنن ابن ماجہ متوفی ۲۷۰ھ (۷) مسند احمد بن حنبلہ متوفی ۲۴۱ھ (۸) مسند ابی یوسف متوفی ۲۷۰ھ

(۹) مسند احمد بن حنبلہ متوفی ۲۴۱ھ (۱۰) مسند الدارمی متوفی ۲۷۰ھ

(۱۱) مسند الکبیر للترمذی متوفی ۲۷۰ھ (۱۲) مسند ابی یوسف متوفی ۲۷۰ھ

(۱۳) مسند الکبیر للترمذی متوفی ۲۷۰ھ (۱۴) مسند ابی یوسف متوفی ۲۷۰ھ

(۱۵) مسند الکبیر للترمذی متوفی ۲۷۰ھ (۱۶) مسند ابی یوسف متوفی ۲۷۰ھ

فَقَدْ رَوَيْنَا عَنْهُمَا أَشْرَفَتْ وَابْتِغَيْنَا الشَّرِيفُونَ

مَا أَكْبَرَتْ بَنَاتُ الْبَاهِلِينَ

درمید احمد

۳۰ ذی قعد ۱۲۵۵ھ، یوم الجمعہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
وَلَا تُدْرِكُهُ الْبَصَرُ وَلَا هِيَ تُدْرِكُ الْبَصَرَ

ارغام العنيد فی میراث الحفید

پوستے کی میراث

اصول وراثت پر نظر کرنے پر میراث کے اعتراضات کے جواباً

پوستے کی میراث

سوال۔ بیٹے کی جو ہو گئی ہے پیغمبر پوستے کی وراثت کا مسئلہ آجکل خواب بے بسی میں زیر بحث ہے اس لئے اخبارات میں مختلف لوگ اس مسئلہ پر اپنی آراء کا اظہار کر رہے ہیں۔ چنانچہ اخبار انارڈا میں مذکور اور دوسرے اخبارات کی اصلاحات میں ایک مضمون پانواہی اجماعت شائع ہوا ہے جس میں شریعت طحاوی کے قانون کے خلاف حدیث کی وراثت کی پُر زور تائید کی ہے۔ لہذا جناب در خواست ہے کہ اس مسئلہ پر مکتبہ اعلیٰ انارڈا کے چلوں والے جو۔

الاجوبہ فی دعوئنا الضارح واللعنہ علی

مکتوبی حدیث کا اصل مقصد قرآنی کریم کے قطعی نصلے کے خلاف ہے جسے کی موجودگی میں قریم کے لئے کی وراثت کو ثابت کرنا ہے۔ انیسویں یہ ہے کہ مذکور مضمون نگار نے بے ضرورت بحث (مسئکہ اطرح کا زنجیر) کو نوکری طر کیا۔ مگر اصل مقصد پر پہنچے تو صرف ایک ہی جگہ ٹکراس کی حد سے نشر تک کے لئے ہی حدیث نہ ہوئی۔ اس کے بعد بڑا نفس کے بعض مسائل پیش کر کے ان پر وہ دیرینہ اعتراض درپڑے ہیں جو دشمنانِ نبوی مکتوبی حدیث کے قاعدہ اسلام جز جہدی اور ان کے پیروؤں کی طرف طعن اسلام وغیرہ کے صفحات پر ہوا۔ شائع ہو چکے ہیں اور یہ وہ خطا گئے جو ان کی طرف ان کا مسکت جواب دیا ہوا ہے۔ غرض کہ مضمون نگار نے اصل مقصد پر مرتب ایک نیا جملہ لکھ بنا کر لایا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں: "قرآن میں اصول وراثت کو بیان کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ قریب کے رشتہ دار کو بعید کے رشتہ دار سے پہلے ورثہ ملے گا لیکن علماء اپنے بنائے ہوئے اصول کی نافرمانی کے خلاف اس کا مفہوم قرار دیتے ہیں کہ قریب کا رشتہ دار دور کے رشتہ دار کو محروم کر دیتا ہے اسے حب حرام کہتے ہیں۔"

آپ نے یہ نو ٹکھدیا کہ قرآن اہل اصول کے بموجب قریب کے رشتہ دار کو بعید کے رشتہ دار سے پہلے ورثہ ملے گا مگر پہلے ورثہ ملنے کے مفہوم کی تشریح و تفسیر سے باطن پرستی کی ہے جو وراثت کے قطعی خلاف ہے۔ اہل وقت صرف "پہلے ورثہ ملنے" کا مفہوم معنی کرنا چاہتا ہوں۔ غالباً مضمون نگار کو بھی اس سے اتفاق ہو گا کہ "پہلے ورثہ ملنے" کا مفہوم یہ نہیں کہ قریب کا حصہ اس حصے کے وقت ملے اور بعید کو شام کے وقت۔ بلکہ اس کا مفہوم صرف یہ ہے کہ قریب کا حصہ اس حصے سے زیادہ ہے اور یہ الاقرب فالأقرب کا قانون آیت کریم ﷺ بِمَنْزِلَةِ ذَا الْقُرْبَىٰ وَالْأَقْرَبُونَ وَبَيْنَا وَبَيْنَ الْكَافِرِينَ ذَا الْقُرْبَىٰ وَالْأَقْرَبُونَ بِمَنْزِلَةِ ذَا الْقُرْبَىٰ وَالْأَقْرَبُونَ مَثَلًا لِّمَنْزِلَةِ ذَا الْقُرْبَىٰ وَالْأَقْرَبُونَ ہے۔ پس قرآن کریم کا یہی اصل قانون ہے جو مضمون نگار نے بھی تسلیم کیا ہے (بطل وادوں ذوی القربى وحبیب بنی ہاشم جو حکم کی گیس سے ذوی القربى کے سے معین کرنے میں اسی قانون کو ملحوظ رکھا ہے۔ قریب کا حصہ بعید

صورہ پیش کریں۔ اس پر کہ جواب سے دریغ نہ فرمائیے گے۔ پوتے کی ولایت کے بارہ میں یہ سوچنا ضروری ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی زندگی میں اس کی ولایت کا الگ باپ کی ولایت کا ویدوار سے یا نہیں؟ اگر ان دونوں میں تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس بیٹے کا مرنے والا ہونا حق وار ہے یا نہیں؟ اگر آپ نہیں مانتے اس کے برعکس یہ بھی بیٹا اپنے باپ کی زندگی میں باپ کی ولایت کے تحت رہتا ہے جس کو صاحب جائیداد کیا ہی نہیں جاسکتا تو یہی صورتیں اس بیٹے کے لیے (پوتے) کے حقوق کا سوال ہی ضروری ہے۔

عمر و
نکاح
خاندان

منقول شدہ بامصورت میں زید کی موجودگی میں عمرو اس کے کسی

مال کا حقدار ہی نہیں۔ جب عمرو حقدار نہیں تو خاندان کے حقدار ہونے کا سوال ہی باطل ہے جس میں عمرو اپنی زندگی میں مال نہیں کر سکا اس کے لئے اس کا بیٹا کیسے دعویٰ کر سکتا ہے؟ مترشحین نے لفظ ولد میں وصیت پریدہ کر کے اس سے بیٹا کو اور پڑپوتا کو مراد لیا ہے اور یہی کو سر سے چھوڑ دیا ہے حالانکہ ایسا کرنے کے بعد کس قاعدہ کی رو سے جب لفظ ولد سے مراد کو نکال دیا جائے تو پھر کسی صورت کے لئے جن میں نہیں آسکتا۔ دوسری جگہ لفظ قرب میں خیال کا اظہار کر گیا ہے جو بھی محب ہے۔ ذرا خیال فرمائیے کہ زید کی موت کے بعد صرف خاندان (زوجہ، اور بچہ) کا زائد ہی عمرو اس کی زندگی میں فوت ہو گیا۔ اگر عمرو کو اس کی موت کے بعد بھی "قرب" میں شامل کیا جاسکتا ہے تو زید کی پختا ذات اس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ لہذا اگر ایسا کر لیا جائے تو نصف مومنہ جو خاتم حیات پر مبنی ہے دوم پر مبنی ہو جاتا ہے۔ اس سے عمرو کو کسی حالت میں بھی قرب میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے بیٹے خاندان کے قرب میں شامل ہونا ہی ہے زیادہ۔ صرف بچہ اور خاندان ہی قرب میں شامل ہونے کے صحیح حقدار ہیں۔ اس کے بعد لفظ قائم مقام و پر اس طرح سے بحث کی گئی ہے جو سیدھے لوگوں کی نگاہ کا موجب

ہی ہو سکتی ہے۔ حالانکہ قائم مقام اور وارث میں جو فرق ہے اس کو ہر شخص کی بہت کوجہ بوجہ کے واضح نہیں ہو جاتا ہے۔ مثلاً اب حال میں شمس رشید صاحب غلام عمر گریز خیر کے قائم مقام تھے۔ عمرو وارث نہیں تھے۔ لیکن ان کا ولایت وارث تھا مگر قائم مقام نہیں تھا۔ لہذا وہ قائم مقام ہو سکتا ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ وارث قائم مقام ہو سکتا ہے۔ مگر برعکس قائم مقام وارث نہیں ہو سکتا۔ باقی دعا خیم پوتے کی پرورش کا سوال تو شرافت کو اپنے مال سے اچھا کیا ہو کہ وصیت کرنے کی اجازت ہے۔ پس دادا بطور وصیت کے لے پوتے کی پرورش کا انتظام کر سکتا ہے۔ بلکہ خود اپنی زندگی میں ہی مناسب ملکیت پوتے کو دے کر اس کو سماجی مشکلات سے بچا سکتا ہے۔ اگر بالفرض دادا نے پوتے کو کچھ زیادہ اثری وصیت اور قائم العینہ۔۔۔

کی توجہ اس پر توجہ کی ضرورت ہے اور اس کی پرورش کے جملہ معارف پر پھر ضرورت لازم ہے۔ نقطہ
واللہ الہادی الی سبیل الرشاد

۲۔ مجیدی پشاور

سوال۔ آج کل یہ خیاب قانون ساز اہل بیعتیم ہوتے کی وراثت کا مسئلہ پیش ہوئے ہیں جو سے
اس موضوع پر عام اخباروں پر مکتوبات اور اخباروں میں مختلف قسم کے مضامین شریعت اور تائید اور تائید میں متواتر
ہو رہے ہیں۔ آج خیاب کی نظر قضا سے امید ہے کہ اس موضوع پر مدلل اور مفصل مضمون تحریر فرما کر تصدیق
حق فرمائیں گے۔

الجواب ومنہ الصلح والصلح

بیعتیم ہوتے کے متعلق قرآن مجید اور اجماع امت کے اشیائے فیصلے کے خلاف جولوگ میں
میں نظر آ رہے ہیں ان کا اصل مقصد و حدیث کا انکار کر کے سارے اسلامی نظام کو ہر جگہ زائل
ہر امر و نہی سے آزادانہ زندگی گزارنا ہے۔ یہ فکر مستحکم حدیث میں اور اصولی طور پر مسلمانوں سے ایک
میں یہ نظریہ رکھتے ہیں۔ اس لئے ذات و دین مسلمانوں کے لئے مسائل کی بجائے سب سے پہلی کوئی چیز
کے کہ کچھ تک مرتبہ لگا کر ہر دو اور ہر دو جذباتی قریبوں و اقاربوں کے ساتھ ہر حال کے سامنے
مستند نبوی اور پورے مسلمان نظام شریعت و احکامات کا تحفظ فرمائیے۔ بیعتیم ہوتے کی وراثت کا
مسئلہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ پس ذالان لوگوں کے ساتھ کسی خاص چیز کی مخالفت کوئی شخص
اگر ایک چیز کا فیصلہ ہو گیا تو دوسرے مسئلہ شریعت پر جائے گا۔ اس لئے ان کا مقابلہ اصولی طور پر ضروری
ہے۔ چنانچہ قرینۃ الحدیث کے بار میں ہم ایک مدلل و مبسوط مقالہ "فتنۃ انکار حدیث" شائع کر چکے ہیں۔
مستند نبوی اور نظام فقہ و قانون اسلامی کے بار میں جن کے دشمنوں اور مستحکم حدیث و احکامات کے لئے یہ
پر وجہ شریعت کر کے کہہ کر سادہ لوح مسیحین چند لوگوں کے دھوکے میں جہاں کتب ہیں کچھ لکھ رہے
ہیں سادہ لوح کے لوگوں کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہو کر کئی پر محکمہ ہائے جا رہے ہیں۔ سو فیضانِ علم دیکھنے والے حضرات
پر غرض نہیں کہ مستحکم حدیث کا یہ تصور معجز ہاذا کی مخالفت کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ نظام اسلامی اور قانون
فقہ و جہاد و دین کے نصاب سے خارج اور جاری لا اثر و راجع و محدود و محصور ہے باہر ہو چکا ہے
کچھ صرف تسلیم ہی قانون فقہ اس طرح ناقص خاص طرح آج ہمارے ان مکتوبات کی نشان دہانی کرتا ہے۔
یہ قانون فقہ ناقص اسلامی مکتوبات کی اہل باور و بصیرت میں زیر غور و فکر آگاہ کر رہا ہے۔ ناقص و مجمل
اور قانون اسلامی کے ماہروں نے اس کے ہول کو مدعا تو میں روز بروز پیش کرنے والے اختلافات پر مبنی

کر کے اور ہر قسم کے نوید حوادث کو ان قوانین سے حل کر کے اس قانون کا بارہا امتحان کرنے کے بعد اسے انسانی زندگی کا اہل حجاب کو ایک خاص وصیت تک پہنچایا ہے۔ یہ مسجد کے چھوڑ دیں نہیں بلکہ حکومت کے افسران میں، اونیورسٹیوں، تحقیقی اداروں اور عدالتوں کے چہلوں میں جس تک کسی شہان سے پلا ہے ہر طرح کی حکومت کا قانون ان پر چلتا ہے۔ ایک ایک شخص میں اس کے ہولستین کئے گئے ہیں۔ انہیں اصولین نے لائی گئی ہیں۔ ہر بحث میں مصلحت و ضرورت کا ہر پہلو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اور نتائج و مسائل کو ملحوظ رکھتے ہوئے ماہرین قانون نے اس کا سرمایہ نظر دیکھا ہے تاکہ کیا ہے جسے مدتوں تک شمس نے طالع و فحاشت پر چکر کر دینا کیا گیا ہے اور اس کے لئے خاصی قی مضامین وضع کی گئی ہیں۔ پھر یہ نہیں کہ ہر قانون دان فقیر کا فقیرین کر کے رکھی جاتا ہے۔ بلکہ اس کے برعکس ماہرین قانون فقہاء کے درمیان بڑے بڑے اختلافات موجود ہیں۔ متفقہ اصولوں پر اجتماع کے باوجود اختلاف ہیں اختلاف رکھنا یا مانا ہے۔ یہاں تک کہ چار بڑے بڑے منابع فکر جاری فقہ میں پیدا ہو گئے پھر وہ ان میں حوالی طور پر اجتماعی اختلاف نمایاں ہے۔

بعد میں جب یہ نظام فقہ متروک ہو گیا تو اس کا نشو و نما اسی طرح رک گیا جس طرح کسی بھی حکومت کا کوئی قانون نئی زندگی سے برطرف کرنے کے بعد فطری نشو و نما سے رنگ جاتا ہے۔ لیکن آج بھی اس کے سرخوں کی دلیل اس کے اصولوں کی مضبوطی اور اس کے قابل نشو و نما ہونے میں کوئی ذوق نہیں ہوا۔ کسی بھی حکومتوں فارمولوں و کلیات کو جب ایک مرتبہ پسے طور و فطر کے بعد اختیار کیا جاتا ہے تو پھر وہ قانون کے پسے نظام پر قائم انداز ہوتے ہیں اور ان کو کوئی بھی دلتے قائم کرنے، تبدیل دینے، ایجاد کرنے یا کسی مفاد میں کوئی نظریہ پیش کرنے میں پوری طرح مد نظر رکھا جاتا ہے۔ پھر کسی بھی ہولست پر کلیات اور فارمولے کہیں نہ کہیں تبدیل ہیں جا کر جب باہر گزرتا کرتے ہیں تو کچھ کچھ تبدیلیاں ہر فارمولے اور کیے کو پیش آتی ہیں لیکن دنیا کے کئی نظام میں یہ حالت نہیں کی جاتی کہ جب کسی کلمہ جمیدگی کسی کیے کی وجہ سے پیش آتی تو اسے چھوڑ کر خود کو کوئی متضاد جدید کلیہ نظر آیا۔ بلکہ کلیات اور فارمولوں کے سنبھالی دیا جانے کو توڑ رکھ کر اس کے اندر رہتے ہوئے پیچیدگیوں کو حل کرنا کوشش کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی سب طرح اجماع کا انشائیہ و خوشی اسلامی نظام قانون کو ایک عقلی دھماچہ فراہم کرنے کے لئے تصویب کیا ہے اندر کردہ متفقہ علیہ کلیات اور فارمولے سامنے لاتا ہے۔ ان فارمولوں کے تعامل سے نکالیں جا کر کہیں کہیں پیچیدگی رہی خود بخود ہی میں ممکن ان پیچیدگیوں کی وجہ سے اس قانون کو قانون و حکومت کا نشاہ بنانا کوئی معقول حرکت ہو سکتی ہے اور ان فقہی پسندوں کی خاطر قانون کے جوئی دھماچہ کو

تو یہ تصور کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ میں ملک جہاں حق واجب و تمثال کر کے کی کوئی صحیح صورت ہے۔ ان
جزئیات پر غور کیا گیا کہ جو ہر زمانہ اسلامی نظام فقہ و قانون کے مجموعی قریب میں رکھ کر ان کی کلیات اور تفصیلات کو
تحت بن کر مل گیا ہو سکتا ہے۔ وہ حقیقت ایسے مواقع پر جب کہ ایک وقت وہ ان کی کون کون سی چیزیں ہوں جو
سوچا جائے کہ اس پر کیا دیکھ کر ان کے نام نہ لیا جائے کہ ان کے کوئی نہایت کی وجہ سے جو کچھ ہو سکتا ہے۔ جن کو ایسے
مواقع پر منتقل کیا گیا ہے کہ اگر یہ ہو جائے اور اس طرح کے جویدہ مسائل میں ہمارے مدارس فقہ کا پسند سے
اختلاف وجود ہے اور کچھ بھی ہو جو رہے گا۔ مگر یہ سب کچھ بھی تفصیل کے تحت مسائل اور مسائل ہونے
والے اختلافات کی وجہ سے کسی نے ان کی کلیات کی بحث و جمیع سے انکار کیا ہے اور آج تک ان
مجموعہ میں۔ دینا کے ہر نظام قانون میں بلکہ ہر شعبہ زندگی کے علوم و فنون میں کلیات کو تفصیلی و جزئی سے
بہتر نہیں کرتے ہوئے یہاں سے پیش کیا ہے۔ لیکن کچھ اہل فہم بہت بڑی مسلمات کو جزئی اشکالات کی بنا پر
مغفکہ دیگر قوانین میں دیتے ہیں لیکن محسوس حد تک کو یہ سب سے کم ہمارے علماء قانون کی کتابوں میں چھانٹ چھا
کہ وہ جسے نکال لاتے ہیں جن پر اختلافات اور اشکالات اور میان کے ساتھ سامنے لائے جاتے
ہیں۔ لیکن ان کے ساتھ ماہرین قانون نے اختلافات کے جواب دے ہیں اور اشکالات کو جس طرح
حل کیا ہے ان اصولوں کا یا تو بلیک آؤٹ کر دیا جاتا ہے اور یا ان کو حد درجہ کمزور کر کے پیش کیا جاتا ہے
اس طرح فقہ اور حدیث کے خلاف انتشار پیدا کرنے کی کئی کامیابی ہوئی ہے اور جمیعت و فکر کی جھوٹ
بھی قائم ہو چکی ہے۔

موضوع متکررین حدیث جو کہ کلیات اور زیادتی ہوں ان میں مسلمانوں سے ایک عظیمہ جماعت ہے
اس لئے مسئلہ رکھتے ہیں ان سے خطاب کرنا تو بالکل بے معنی ہے۔ البتہ سیکھنا سادے مسلمانوں کے عقائد
کے لئے اس مسئلہ کی وضاحت اور تفصیل ضروری ہے۔ پس ہم فہم ہرگز سے متعلق نظام اسلامی کے
چند حقہ اصولی ذکر کرتے ہیں اور صرف ایسے اصولوں کے ذکر پر اکتفا کیا جائے گا جن کا مسئلہ رکھتے
کے ساتھ جو تعلق ہے۔

اصول اول۔ اسلام یکہ ہر مذہب و ملت میں میرٹ کی تقسیم کا معیار ضرورت و حاجت اور
خدمت یا بہت یا قائم مقام یا تعلیم اور فلاح بلکہ ہر قسم کے ہر شعبہ بلکہ ہر قسم میں بنیاد پر قائم ہونا ہے وہ
قرینہ ہے وہ اگر ضرورت و حاجت پر مدار ہوتا تو ہر شخص کے مرنے کے بعد اس کے مالدار بیٹے
پوتے، باپ زاد، بیوی بھائی، بہن و غیر سب محرم مدتیہ اور مستحق کے اقرار و سائیں اور مستحق وراثت
یا بیٹے۔ نیز وہی جو قائم مقام ہونے کی وجہ سے ملت و قوم میں صاحب اختیار، نص و احوالی و جملہ مہم میں

منفق یہ ہے کہ کسانہ قرآن مجید کی انصوحی تحریر سے بھی ثابت ہے "میتا قرآن کواکلیات واکثر لیل" اور دوسری تمام متعلقہ آیات ہیں اس کی تصریح ہے۔

اصل دوم۔ جب وراثت کا مدار رشتہ و قربت پر ہے تو ساری دنیا اول و دوم ہونے کی وجہ سے ہیں میں رشتہ و قربت کا لفظ کتنی ہے، عاقل و ساری دنیا کو ہی وراثت کا دارانہم؟ عقد ممکن ہے۔ اور کسی حق میں اسے قبول کرنا بھی ممکن ہے، لہذا اقرب ذائقہ "لا فاقون سائے آئے" یعنی درخت پر سے چوڑی منقذ میں وہ قرین کو کھڑا ہر ذرہ محروم کر دیں گے۔ جو لوگ اصول وراثت کو سمجھتے ہیں ان میں درج ذیل کے فقہ و کتب کی وجہ سے بہت اختلاف ہوتا ہے، استحقاق وراثت میں قرب و جد کا تفاوت مندرجہ ذیل ممالک سے ثابت ہے۔

- ① یافوت سلامت جہد نامہ میں ہے۔ عقل طریق سے آگے کیا وہ اصل ہونا اور یہ بیان ہو چکا ہے۔
- ② میتا قرآن کواکلیات واکثر لیل میں "افزون" کا لفظ۔
- ③ علاقہ یونانی زیادہ قرب ہے نہ کی وجہ سے والدین کو خاص طور پر قربوں سے جدا کر دیا۔
- ④ "اکثر لیل اکثر حلیم بعضہم کثیر بعضہم فی کتاب اللہ۔"
- ⑤ اجماع امت۔

پھر قرب و بعد کے لحاظ سے دو صورتیں ہیں۔

۱) حسب نقصان یعنی قرب کو زیادہ اور بعد کو کم سمجھئے۔

۲) حسب قربان یعنی قرب کی وجہ سے دینی حرم و ماحول محروم رہ جاتے۔ ذریٰ الغریب یہ دونوں صورتیں موجود ہیں، انکم ایک میں نے ذہن الفروض کے بہت سہمی کرتے وقت اپنی حکمت سے قرب کے جو جو دلائل بعد کو کھانچ کر نکال دیے ہیں۔ چنانچہ قرآن بعد کے لحاظ سے وارثوں کو تین درجہ تقسیم کر دیا گیا ہے۔

۱) ذریٰ الغرضی — ۲) مصبات — ۳) ذوی الارحام

اور ہر درجہ میں قرب و بعد کے لحاظ سے تین درجات ہیں

۱) جز میت — ۲) اصل میت — ۳) دسی جز اصل میت

مصبات اور ذوی الارحام کے منفق یہ تقسیم مشہور اور کتب منقولہ میں مذکور ہے۔ لہذا ہر جہاں صرف ذوی الغرض کو تین درجات پر تقسیم کرتے ہیں۔

پہلا درجہ (جز میت) اس میں بیٹی، پوتی، خاندان اور بیوی ہیں۔ کیونکہ زوی میں ملکہ کی وجہ سے حلال و جہیزیت پیدا ہوتا ہے۔

دوسرا درجہ (اصل میت) اس میں باپ، دادا اور ذی اہل ذی ہر طرف ہے۔

- ④ ما حرر الولد والوالد فهو لعبته من كان (متداخداً بولد)
- ⑤ فأيامهم تركوا ما لا خير فيه لعبته من كانوا (بخاري كتاب التفسير)
- ⑥ واجعلوا الاغصان مع النبات عصبه (بخاري)
- ⑦ إجماع امت.

[illegible]

- ① وَأُولَ الْأَنْحَامِ رُفَعَهُمْ أُولَى بَعْضُهُمْ فِي كُتُبِ اللَّهِ
 ② فِيمَا هِيَ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنَّكَاحِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ
 وَالْأَقْرَبُونَ لِقَدْ أَرَبُونَ مِنَ تَرَكَ كَاهِرٌ فِيهِمْ وَفِيهِمْ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ
 وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلْمَوْلَا الَّذِي فِي الْأَقْرَبُونَ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلْمَوْلَا الَّذِي فِي الْأَقْرَبُونَ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ

- ۱۶) الخبال وارث من لا وارث له (بخاری)
- ۱۷) التمسک له وارثا لو ذارحم (ابوداؤد)
- اصل سوم کوئی شخص کسی شخص کی زندگی میں اس کا وارث نہیں ہو سکتا بلکہ مرنے کے بعد استحقاق کے وقت ہو سکتا ہے۔ یہ اصل مندرجہ ذیل دلائل سے ثابت ہے۔

- ۱) عقل پر ایمان چنانچہ جلد ادیان کا اس اہل اتفاق ہے۔
 ۲) قانونِ دہشت سے عقلِ نفوسِ قزاقی میں ہاتھ لگنا۔ مثلاً ترکوں، مثلاً ترکوں کے اظہارِ باطلہ اور دینی باطلی کا تواریخ وراثت کی بحث کا موضوع اور تفسیر ہے۔ نہ کوئی ملکی کی زندگی میں گرہ ہو سکتا ہے اور نہ اس میں ایسا یکپشت و رش کسی کا حق ہو سکتا ہے۔

- ٥) إِنْ أَمَرْتُ هَذَاكَ لَيْسَ لَكَ وَلَدٌ وَلَا نَحْوُ ٤ (٢٦١-٢٦٢)

اس میں پوری وضاحت ہے کہ اقوام کے حقوق وداشت کا سوال صورت کے مرتبے ہی پر پیدا ہوتا ہے نہ ملک میں نہیں۔ غرضیکہ اصل میں اقلیہ ہے کہ کسی کی زندگی کوئی دوسرا اس کا دارت قرار نہیں پاسکتا۔

[illegible]

﴿۲﴾ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ فَابْنُ رَجُلٍ ۖ وَالْيَاثُغَارِ الْجَمَلُ ۖ وَنِصْفَ أَمْوَالِ الْيَاثُغَارِ ۚ وَأَكْبَرُ الْبُرْجِ ۚ وَكَانَ الْوَارِثُ ۚ

۵) حدیث اَعْمَالُ وَاَرِثْ مِنْ کَاوَارِثِ لِقَا (الہدیہ) میں کیا تم نے کادارشلہ سے یہ مراد ہے کہ میرے سے اس کا کوئی وارث میری زبان نہ ہو یا جو میری طلب ہے کہ ماماؤں کے سوا کوئی دوسرا وارث نہ ہو؟ نیز کہ اعمال سے مراد ایسا عمل یا مال یا سکنسا جو میراث سے پہلے فوت ہو گیا ہو۔

(۳) عس بریدنا وضع اللہ تعالیٰ حصہ از العین منی اللہ علیہ وسلم جعل اللہ ذیہ الشفیع اذا لم تکن دونہا (اے اللہ) کیا ادا ہو سکتا ہے دونہا، سے یہ مراد چاہتے ہیں کہ کس سے اس پر نہیں؟ یا کہ ان صفات پر طلب ہو گا کہ اس کو توئی لکن ثبوت سے ہیں

کے قلعہ نیچے پاشا پاشا کر دے گا۔ مگر یہ حدیث یہ نہیں ہے کہ قلعہ تیر پونے کی درخت کا مستند کی حد کی تیر پونے
 میں پیش آتا ہے اور مگر یہ حدیث یہ نہیں ہے کہ قلعہ تیر پونے کی درخت کا مستند کی حد کی تیر پونے
 نکر رکھتا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث یہ نہیں ہے کہ قلعہ تیر پونے کی درخت کا مستند کی حد کی تیر پونے
 کی تیر پونے کی حد کی تیر پونے کی حد کی تیر پونے کی حد کی تیر پونے کی حد کی تیر پونے
 ثالث المالک وصیبت کر سکتا ہے۔ پھر تعجب اس ہے کہ ان لوگوں کی نظر ہم صرف تیر پونے ہی پر مرکوز ہے۔
 اس طرف تین تیر پونے ہیں۔ جلی کرانہ الہامی کے وزن جلی اپنی بہنوں سے اور جلی پانی والہا کے سے دستور
 کے بیان دلاتے ہیں اور شہوت خود انہیں قیامت کب کرب کب کر گئے ہیں۔ اگر آپ ہیں ایسا ہی جذبہ پر مرکوز
 ہے تو ایسا ہی جاری اور پیرہنوں کے خلع کیوں قانون پاس نہیں کرتے؟ حالانکہ مستورات کے حقوق کی
 حفاظت کے متعلق ارشاد ہے وَلَیْسَ لَہُمْ مَالٌ لِّمَنْ لَّمْ یَنکُحْہُمْ وَلَیْسَ لَہُمْ مَالٌ لِّمَنْ لَّمْ یَنکُحْہُمْ
 ہر سب مردوں کے احکام میں یہ منہ عورتوں کو مل جائے گا۔ لیکن یہ منہ عورتوں کا حکم مستند
 بیان کیا گیا اور یہ منہ عورتوں کے لئے ہے۔ لیکن یہ منہ عورتوں کے لئے ہے۔ لیکن یہ منہ عورتوں کے لئے ہے۔
 کو کر دیا گیا۔ پھر تعجب اس ہے کہ اس کا حصہ عورتوں کا دینا فرض ہے۔ نیز اس میں
 اس پر بھی دلیل ہے کہ وراثت اگر اپنے حصہ سے جاری کرنے کی یہی اس کا حق ہے۔ لیکن یہ منہ عورتوں کے لئے ہے۔
 کی علی الاطلاق عداوت درزی کی حال ہے۔ مگر اس کے متعلق جب کی یہی عینت نہیں ہے۔ حالانکہ اس کی کو دینا
 بسا اوقات تمہارے ہیں۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْعَدْلِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْعَدْلِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْعَدْلِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْعَدْلِ
 وَیَاْمُرُوْنَ بِالْعَدْلِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْعَدْلِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْعَدْلِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْعَدْلِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْعَدْلِ
 بجائے مستورات کے حقوق کی حفاظت کی یہی عینت نہیں ہے۔ لیکن یہ منہ عورتوں کے لئے ہے۔
 دست نکر دے گا۔ حالانکہ یہ حدیث یہ نہیں ہے کہ قلعہ تیر پونے کی درخت کا مستند کی حد کی تیر پونے
 اس کے چار واجب ہیں۔ اگر خود خواستہ کوئی عورت بھی نہ ہو سکتی تو یہ مالک جلاسا کہ یہ تھا جو کہ کے معارف
 کا کہیں ہوگا۔ اسلامی قانون کو کل طور پر جاری نہ کرنے کی وجہ سے مگر جسے تیر پونے کی حد کی تیر پونے
 ظاہر ہے کہ اس کی ضروری قانون اسلامی کی یہی تیر پونے قانون ساز مجلس پر ہے جس کے ہاتھ میں اس کا قانون ہے۔
 پس آپ کو اگر واقعی تیر پونے کی حد کی تیر پونے کی حد کی تیر پونے کی حد کی تیر پونے کی حد کی تیر پونے

مندرجہ بالا صورتوں سے معلوم ہو گیا کہ مگر یہ حدیث کا یہ سوال کہ عینت پونے کی معاش کی کیا صورت
 ہوگی؟ بالکل باطل ہے۔ قانون وراثت یا وصیت تمام انسانوں کے گزراہ کا ذریعہ تھا ہو سکتا ہے۔ مگر
 اگر لوگوں کے معاش کا ذریعہ نہ ہو بلکہ عداوت کو کر دینا انسان ایسے ہیں جن کے صورت کبھی نہ کر سکتے

زندہ رہنے کی اولاد کو محروم کر دیا گیا جو درجہ میں تہمیر پڑے کے مساوی ہے اور ان کے باپ کو جو کچھ طلب ہے وہ حقیقت میں ان کو نہیں ملا اور یہ بھی کچھ یقین نہیں کہ اگر کسی کو وہ ان کو نہ ملے اور طبعی نواسے والد کے ترکہ کی حیثیت سے ملے گا جس سے تہمیر پڑا ہو گا وہ نہیں۔ ان فرض عظیم پر تہمیر کر کے ان کا قانون شرعی میں تہمیر نہایت سے لوگوں کو بڑے گناہ کا سبب بنے گا اور سب سے بڑا ظلم ہے نفس پر ہو گا کہ ہم ان کی یاد اس کے سوا اور کچھ نہیں ملے پہلے کے اہل قانون میں دست اندازی کرتے ہیں۔

صورتِ تہمیر نظر یہ قائم نہ ملے یعنی جو غفلت بالواسطہ ہونے کی وجہ سے مرتبہ ثانی پر بڑا ہے وہ واسطہ کے پیچ میں سے ہٹ جائے پر مرتبہ اول پر آجائے۔ کہا جاتا ہے کہ فقہاء متقدمین نے خود قائم مقامی کا نظریہ اختیار کیا ہے جیسے حضرت ابو بکر و ابن عباس کے قول "لقد ائب" کے تحت باپ کا حصہ داد کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جب باپ کا خالی جگہ کو والد پر کر کے اسے تو بیٹے کی خالی جگہ کو بیٹا کیوں پر نہیں کر سکتا۔ یہ صورت بھی اصل دوم سے ملتی ہے اور پڑے کو دلوا پر تہمیر کرنا باطل ہے۔ چنانچہ جو دیکھیں پوتے کو بیٹے کا قائم مقام کر کے پہلے کے برابر کر دینے سے "الا اقرب فال اقرب" کا قانون ٹوٹ جاتا ہے اور دادا کو باپ کے قائم مقام کرنا اس قانون کے مطابق ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص کے بیٹے متعدد ہو سکتے ہیں۔ مگر باپ متقدم نہیں ہو سکتے تاکہ یہ سوال پیدا ہو کہ متقدم یا بعد میں سے ایک باپ کے مرنے پر اس کا باپ اس کا قائم مقام ہو کر دوسرے باپوں کے ساتھ شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ "الا اقرب فال اقرب" کے قانون کا حاصل یہ ہے کہ درجہ اول میں سے جب تک کوئی فرد بھی موجود ہو درجہ دوم کا کوئی شخص بھی وارث نہ ہوگا۔ دوسرا اول میں سے اگر کوئی موجود نہیں تو درجہ دوم کے افراد درجہ اول کے قائم مقام ہوں گے۔ یہی قانون اول اور دوم میں دو درجہ طرف جاری ہوتا ہے۔ لہذا جب تک کوئی میٹا موجود ہو گا تو وارث نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ اول میں بھی جب وادی فوت ہو گئی ہو اور کسی کی ماں زندہ ہو جائے اور والدی بھی موجود ہو تو وادی کی ماں کو وادی کے قائم مقام کر کے نانہ کے ساتھ سندس میں شریک نہیں کیا جاتا اور باپ چونکہ ایک ہی ہو سکتا ہے اس لئے اس کی ہم موجودگی میں درجہ اول خالی ہونے کی وجہ سے درجہ دوم میں سے دادا کو اس کا قائم مقام کر کے میراث وراثت ملتی ہے۔ فرض کیا کہ اس کے مرنے پر دادا کو اس کا قائم مقام اس لئے کیا جاتا ہے کہ درجہ اول خالی ہے اور چنانچہ موجودگی میں پوتے کو بیٹے کا قائم مقام اس سے نہیں کیا جاسکتا کہ درجہ اول خالی نہیں بلکہ اس میں چچا (میت کا بیٹا) موجود ہے۔ اگر چچا نہ ہو تو پوتا بھی بیٹے کا قائم مقام ہوگا۔ معین حدیث نے یہ عجیب ضابطہ ایجاد کیا ہے کہ وہ اہل وراثت جو میت کی طرف بالواسطہ منسوب ہو واسطہ کے فوت ہو جائے پہلے واسطہ کے قائم مقام ہو کر میت کا اقرب بنی جاتا ہے۔ حج۔ بزرگ محل و دانش بیاد رکھو

تمام اہل عقل کے نزدیک جس وقت دار کی قربت میت سے جلا سفر ہو وہ اقرب کہلاتا ہے اور جو کہ عقل کسی واسطہ سے ہو وہ بعدہ۔ خود واسطہ زندہ ہو یا مرد، کیونکہ واسطہ کی زندگی اور موت کا رشتہ کی قربت اور اس کے قربے بعد سے کوئی عقل نہیں۔ جو شخص میت سے قربت یا واسطہ رکھنے کی وجہ سے بعد سے وہ جو واسطہ کی زندگی میں۔ بعد سے اسی طرح واسطہ کے ہر جیسے کے بعد بھی بعد ہی رہتا۔ اس کے بقدر قربت کی نوعیت نہیں بدلتی بلکہ وہ اب بھی بعد ہی ہے۔ ہاں قرب کے موجود نہ ہونے پر بعد ہونے کے بعد جو اس کو دارت تسلیم کیا جائے اور ہم قریب ہو کر۔ لوگ چٹکی موجودگی میں پسندے کو تسلیم ہونے کے بغیر ادا کرتے ہیں۔ پس جب بولے کہ تو یہ تو کہا جاتا ہے تو یہ کوئی باطل ہو گیا۔ بیٹے کے مرنے پر وہ تو یہ سمجھتے ہیں کہ تمام تمام ہو گیا اور سے ان ہونے کو درجہ میں گیا۔ یہ بولنے کو کیا کچھ جائز ہے۔ واسطہ قریب کیوں کہتے ہیں؟ غرضیکہ اہل عقل ہی انہیں یہ کہہ کر واسطہ میں لائے۔ سے ابوالقرب نہیں ہوتا۔

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ کی پیشی کو نصت، اپنی کوسہ راہ اور تو پیشی کو روکنا (بخاری ص ۱۹) اس سے معلوم ہو کہ پیشی اور پستی برابر نہیں۔ اس حدیث سے بولنے کی دارت پر اس طرح استدلال کیا جاتا ہے کہ جب پیشی اور پستی میں پستی کی دارت سے تو پیشی کی موجودگی میں ہونا کہیں دارت ہو گا۔ یہ تو یہی چیز وہ ہے بالکل ہے۔

①۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشی کو نہ اور پستی کو نہ جلا کر یہ کہہ دیا کہ یہ بڑے اور بڑے کو برابر رکھتے ہیں۔

②۔ اگرچہ کو پیشی پر کیا گیا ہے تو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشی کی موجودگی میں ہونے کو بھی دارت بنا یا اسی طرح آپ کو چاہئے کہ پیشی کی موجودگی میں ہونے کو محروم کریں۔

③۔ مؤلف، ارادہ کا کل حصہ ہے۔ یکساں پیشی جو پیشی کی سمتی ہے ہندوستانی ۱۰ ہونی کو اہل جا

ہے تاکہ حصہ بڑا ہو جائے۔ جب زیادہ پیشیاں ہوں تو جو کچھ کل ۱۰ ان میں تقسیم ہوتا ہے اس لئے۔ جسے جو محروم رہ جاتا ہے۔ یہ جو کچھ کل ۱۰ ان کا سمتی ہے۔ اس لئے اس سے کچھ بچتی ہیں نہیں ان کا فائدہ کے لئے کہہ سکتے

④۔ ایک پیشی دو پیشیوں کی جاسے ہے۔ پس رب دو پیشیوں کی موجودگی میں ہونی دارت میں پہلی دارت کہ پیشیاں کل ہانی کی سمتی نہیں تو یہ دارت کل مال کا سمتی ہے بعینہ انی ہونے کو محروم کر دے گا

⑤۔ پیشی اور پستی دو چیز ہیں سے ہیں اس لئے ان میں جب نقصان جاری ہو سکتا ہے۔ مرنے اور پڑنے، مصیبت میں سے ہیں۔ ان میں اقرب و اقارب کا قانون مرتب ہے۔ مرتب مرتب میں ہونا کہ جتنا ہے۔ جب نقصان ہو سکتا ہے۔

صورتِ ششم۔ منکرینِ حدیث کے نظریہ ناکام مغامی کا وہ دوسرا قصہ اختیاء کیا جائے جو مندرجہ ذیل قانونوں سے ماخوذ ہے اور جو انہی بخوں میں زیادہ تریشیں کیا جا رہے ہیں۔ نیز جس پر مولانا جلیل الدین صاحب قاضی نے غائبِ بلبلی میں پیش کیا ہے۔ یعنی یہ تصور کہ تقسیم پونا اگرچہ بذاتِ خود وارثت نہیں ہے لیکن وہ اپنے آپ کا حصہ دادا سے لینے کا حق دار ہے۔ یہ صورتِ اصل ہوم اور اہل جہاں سے نکلائی ہے۔ یعنی اس تصور کو تبدیل کرنے کیلئے ہمیں شریعت کو یہ مسئلہ پادری اصولی فقہ کرنا پڑے گا کہ کسی شخص کی زندگی میں اس کے ال بچہ کی کا حق میراث نہیں ملگ سکتا اور یہ اصول بھی ختم کرنا ہوگا کہ تقسیم کر کے وقت زندہ وارثوں کے ساتھ کسی مردہ وراثت کو تسبیح نہیں بنایا جاسکتا۔ اگر ان دو اصولوں سے آزاد رہ کر قانون سازی کی جائے تو صرف پلاؤ کیلئے ہی اس کے مردہ باپ کو زندہ کرنا ہوگا بلکہ ہرگز تقسیم کرتے وقت جملہ فرائضوں کو زندہ فرض کرنا پڑیگا اور اس طریق سے جو رشتہ دار بھی فوت ہو گیا ہو ہر ایک کو حصہ دینا ہوگا۔ قرآن اور حدیث و اہل علم و عقل علیہم السلام کے خلاف اگر اس اجتہاد کو زیرِ نظر لیا جائے تو تقسیم ہرگز ممکن ہی نہیں۔ جملہ وارثوں پر تقسیم کرنا تو زندہ وارثوں کے خلاف ہے اور رشتہ داروں کا مال آپس میں تقسیم قیامت تک تقسیم نہیں ہو سکے گا۔ فرض کیجئے کہ زید کا بیٹا محمد باپ اوداد ہے زید سے پہلے فوت ہو گیا۔ اس نے بکے کے مال سے چار زید کو دیا گیا۔ پھر زید فوت ہو تو بی بی ماں اس کے مردہ بیٹے بکر کو ملے گا پھر بکر کا ترکہ تقسیم کرتے وقت اس سے چار بکر کے مردہ باپ زید کو دیا جائیگا اور زید سے پھر مردہ بیٹے بکر کو اس طرح اور سے بیٹے کو اور بیٹے سے اور تو یہ مسلسل تقسیم ہوگا اور مال تقسیم ہوتے ہوئے (جزائے) انتخابی اور انہیوں تک پہنچ جائے گا۔ آخر یہ دو راہیں کے گوشوں کا دور ہے پھر وہ تمام دنیا میں اس اجتہاد کے ٹکڑے بک جائیں گے۔ اسلامی قانون کی بڑی قدر و قیمت ہوگی اور مسلمانوں کی حاکموں کی اصلاح کرنے والے مشرکوں کے وہ فحش کو کرنے میں نوا جانے لگا۔

مندرجہ بالا تفصیل سے واضح ہو گیا کہ تقسیم کرنے کی وراثت کے متعلق جو بھی صورتیں اختیار کی جا رہی ہیں سب کی سب نظامِ اسلامی کے کلیات کے خلاف ہیں۔ اور قرآن، حدیث، اجماع اور عقل سے ثابت شدہ قطعی اصول کے ٹھکانہ کو پاش پاش کر رہی ہیں۔ لہذا ان صورتوں میں سے کسی صورت کو اختیار کرنا نظامِ اسلامی کو کھیر کھرا کر دینا ہے۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک ہونے والا ہر مسلمان اسلامی تاریخ میں کوئی ایک جہاں بھی منکرینِ حدیث اپنے نظریہ کی تائید میں پیش نہیں کر سکتے حالانکہ اس حدیث میں سیدنا ابوبکرؓ نے نہیں بلکہ ہزاروں صورتوں میں تقسیم کی علامت مجتہدین کے سامنے آئی اور ان کی اس کے برعکس بیٹے کی موجودگی میں پوتے کے وارث نہ ہونے پر بالاعتناء ذیل کے دو ٹوک کیے جاتے ہیں۔

① — عقل اور منکرانِ کریم کی متعدد آیات سے ثابت شدہ قانون ۱ لاقرب الاقرب۔

میں نے تفصیل اور پرکھ رکھی ہے۔

(۳) — لِحَقِّوْا اَنْفُسَكُمْ بِاهْلِيْهَا فَمَا بَقِيَ فَهُوَ لِأَوَّلَى رَجُلٍ ذَكَرَهُ

(۳) — عربی میں فرقاً الرجال پرث نسا و لائمه و ایہ دون اخیہ لایہ۔ رواہ الترمذی
و ماہنہ و الداری اسکو کہتے ہیں کہ اگرچہ یہی و لائمه پرین و تہیہ لایہ اولی و ایت شہدہ ہا کہ
مکرمین حدیث اس پر بھی مصرع۔

۴) — قال زید ولد الیہا ومزلقہ الولدان لعلیکم دونهما ولد ذکرکم کذکرکم ولست اہم
کما اہم بیدقوت کما یرون ومحسبون کما یحسبون ولدت الیہم مع الیہم (نہدی) یہ حضرت
نبیہ پر ثابت رہی اللہ تعالیٰ سے کافی سہجہ، ہم بالفرض ہیں (طہققات ابن سعد ص ۱۸۸)
اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کاتبی اور عبد متقی میں جامع الفرقہ و عبد عثمان میں
نازع مصنف ہیں (بخاری)

چودھویں صدی کے محدثین نے یہاں ایک عجیب نکتہ پیدا کیا ہے۔ یعنی لاہور شہر ولد الامین مع الامین، میں ولد الامین سے صرف وہ پوتا مراد ہے جس کا باپ ازادہ ہوا و اس پر اصول فقہ کو دلیل پیش کیا جاتا ہے کہ الامین جو معروف کی صورت میں منکر لایا گیا ہے حساب اصل فقہائیس سے عین اول مراد ہے۔ مگر انہیں کیا خبر کتبہ ہارے لستہ قحط علیہ ازادہ نہیں دیا پھر توب یہ کہ جس اصول فقہ پر استہزار اور تمسخر کرنے کے لیے یہ نیا اسلام طہورع بور رہا ہے اسی سے استنداد لایا گیا کہ ہے میں۔ ان لوگوں کی بیانی حقیر انگیز ہے کہ صرف لاہور شہر ولد الامین مع الامین، کا لفظ لے کر تاویل کرتے ہیں۔ حالانکہ اس کے مستند روایں "اذا احدکم ولدہم ولد" میں ملکہ منکر کیا ہوا ہے۔ اور پھر بخاری کا ترجمہ اب بھی عام ہے اور اہل میں مرفوع حدیث میں عام ہے۔ یہ لوگ حویا مصلحتی تھے کہ کون زحمت گزار کر کے بخاری سے لے آئے اور ان کی جو سی او بددیانتی ظاہر کرے؟ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اگر بھی مراد ہو تو حقیر لوگ بیان کرتے ہیں تو اس کے سب سے سب سے حدیث عاریت ہوئی لاہور شہر ولد الامین مع الامین۔

(۵) - معنی شوق بخاری اور طہائیں ابن کی موجودگی میں لڑائی کے غم و رنج پر جامع منقول ہے۔ موطن
کی عبادت یہ ہے الامر للجمع علیہ عندنا (الی قولہ) فان یجمع الولد للصلب وولد الابن مکان
فی الولد للصلب وکفر فانه لا میراث حصہ لاحد من وولد الابن فان لم یکن فی الولد للصلب وکفر
وامات انتہ میں فالکفر من ذلك من البنات للصلب فانه لا میراث لهن ابنا ابیہن جمع من الا
ان یکون مع بنات الامن ذکر الخ (موطن ماثلہ)

① — لَنْ يَكُونَتْ حَيْطُ الْأَعْيُنِ اور اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا الْبَيْضُ سے صاف ظاہر ہے کہ کسیت کی جب صرف ایک ٹوکی ہو تو وہ صرف نصرت کی صفت ہو چکی اور اگر اس کے ساتھ پانچ سو ہو تو باقی نصرت وہ لے جائے گا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے برابر حصہ نہ رکھا ہے اور نہ لڑکی کے لئے آدھا رکھا تو سہا لڑکے کے لئے آدھے کا دو گنا ہونا چاہئے جو مکمل ہے، جب ہی تنہا مکمل مال کا سہمی ہو گیا تو پوتے پوتیاں محروم رہیں گے۔

② — حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسیت کو نصرت، پوتی کو سہ لڑکے اور پوتی کو ایک لڑکی کا جگہ اس سے مسلم ہو کر چلی اور پوتی کی طرح بیٹے اور پوتے میں بھی مساوات نہیں اس حدیث سے منکرین جنت کے استدلال کا جواب جزیر چکا ہے۔

کبھی یہ سوال پیدا کیا جاتا ہے کہ آخر یتیم پوتے کے لئے صورت معاش کیا ہوگی۔ اس کا جواب اور معاش کی صورتوں کی تفصیلی صورت اول کے تحت گذر چکی ہے۔ اگر کہاجائے کہ کسیت الممالک کل موجود نہ ہونے کی وجہ سے ان کا گزارہ مشکل ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا حل یہ نہیں ہو سکتا کہ رہے جسے اسلامی قوانین کو بھی ختم کر دیا جائے۔ بلکہ اس کا واحد ملاج یہ ہے کہ ایسی ترسیع ہمیشہ کرنے کی جائے ان قوانین میں یہ کہ کو نافذ کروائیں جن کے ذریعہ یتیموں اور یتیموں کی کفالت ہو سکے اور پنجاب قانون ساز اسمبلی کو بھی ہمارا مشورہ ہے کہ وہ اس قانون شریعت میں جو باع امتثال ثابت ہے ترمیم کا فطرانہ اقدام ہو کر نہ کرے۔ اس مسئلہ میں مسلمانوں کی تمام جماعتیں متفقہ مشافہ، ماکمل، جھٹلی اور اہل حدیث وغیرہ سب متفق ہیں اس میں اختلاف کرنے والے صرف ایسے چند لوگ ہیں جو قرآن کو تعلیمات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غلط کر کے اپنی اپنی رائے بنا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں کی مسلمانوں کے مقابلوں کو کوئی فائدہ ہے نہ نہ ہی کوئی فائدہ علی حشریتہ رکھتے ہیں حکومت کی طرف اس قسم کا فطرانہ اقدام اس کی اسلامی حیثیت کے منافی ہے۔

اصول وراثت پر منکرین حدیث کے اعتراضات کے جوابات

پہلا اعتراض: قرآن نے وصیت کا پورا پورا اہتمام کیا ہے اور کہیں یہ نہیں لکھا کہ وصیت صرف مرنے والے ہی ہو سکتی ہے۔ اللہ نے وصیت کے حکم میں کہیں یہ نہیں کہا کہ وصیت صرف مرنے والے حصہ میں ہو سکتی ہے بلکہ مرنے والے کے کہیں تو وصیت صرف مرنے والے حصہ تک کر سکتے ہیں، یعنی (معاذ اللہ) خدا کو تو قیامت تک کہیں نہیں آتی تھی کہ وصیت مرنے والے حصہ میں کی جاسکتی۔ وہ اس کے لئے بھی روایات کا حجاج ہو گیا۔ یہ ہے ملا کا

حق کی وجہ سے ناجائز ہے۔

⑤ سرزمینِ ملت بھی وصیت کے حکم میں ہے کیونکہ حضرت سعد کا سوال حدّ ذکر کے بارے میں تھا۔ بعض روایات میں وصیت کا لفظ ہے، لفظ یہ ہے کہ پہلے وصیت، مجمع المال کی جب ضرورت نہ ہو تو وصیت منع فرمایا تو نقل مال کے تصدّق کا ارادہ ظاہر کیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ بھی کمالِ وصیت ہے۔ معلّم کتاب (مکتبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی ثابت بالقرآن سے انحراف کرنا اور اجماعِ امت کو ٹھکرا کر اور فتویٰ کریم میں اپنی ہوا کے مطابق تحریف کی منکرینِ حدیث کے مبارک اسلام کا ظلم ہے اسی نے ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ ان کا اختلاف مسلمانوں سے اصولی اختلاف ہے۔ جب تک یہ لوگ اسلام کے اصول کو قبول نہیں کرتے اس وقت تک ان سے کسی جزئی مسئلہ پر بحث کرنا فضول ہے۔ دو کسرا اقطاع۔ اور سب بڑی افسوس ناک صورت یہ کہ اس قانون کی رو سے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ دعا، اطلاق خدا پر مبنی جماعت کے بچوں جتنا بھی حساب نہیں جانتا اس اصول کو ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ جب کسی چیز کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا جائے تو نام حصوں کی حامل جمع ایک (۱) آئی چاہے، اگر حاصل جمع ایک تیس آئی تو یہی معنی کے ابتدائی قاعدہ کی رو سے تقسیم غلط ہے مثلاً $\frac{1}{2} + \frac{1}{3} + \frac{1}{6} = 1$ (تقسیم درست ہے لیکن $\frac{1}{2} + \frac{1}{3} + \frac{1}{6} = 1$) تقسیم غلط ہے کیوں کہ ان حصوں کا مجموعہ ایک نہیں بلکہ $(\frac{1}{2} + \frac{1}{3})$ ہے (ظہور اسلام جون ۱۹۵۷ء)

جواب۔ منکرینِ حدیث کو اللہ تعالیٰ نے قرآن اور حدیث کے علم اور ان پر عمل سے محروم رکھا ہی ہے مگر اب ظاہر ہوا کہ احکامِ حدیث اور رسولِ مبینؐ جیسے جرم کا نتیجہ یہ ہے کہ حساب کے ابتدائی قواعد سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ حساب کی تفصیل میں کہی گئی تھی ایسی صورتیں پیش آتی ہیں کہ سہام کا مجموعہ خرچ سے بڑھ جاتا ہے۔ چاہے ایسے مواقع پر سہام کو اللہ تعالیٰ کے مطابق گن کر خرچہ کامل کرنے کے لئے اہل حساب نے مختلف قوانین اور طریقے نکالے ہوں۔ اگر حساب میں ایسی صورتیں ملتی ہیں یا قواعد میں تبدیلیاں آتی ہیں تو ان قواعد اور طرق کے وضع کرنے کی کیا حاجت تھی؟

حقیقت یہ ہے کہ تفصیل اور جزئی صورتوں میں تحقیق کی کمی یا بیشی کی وجہ سے اگر سہام میں کچھ فرق پڑ جائے تو اس کی وجہ سے سہام کے کلیات پر کوئی اقطاع نہیں کیا جاسکتا۔ ذرا غور کیجئے اگر میت پر ایک شخص کا ہزار روپے تھے جو اور دو سو روپے کا چھاپاں روپیہ یا میت نے ایک شخص کے لئے ہزار روپے کی وصیت کی تھی اور دو سو روپے کے لئے چھاپاں کی مالاکہ میت کا کھل کر صرف ہزار روپے ہو تو ان صورتوں میں آپ طریقِ عمل کے سوا کوئی دوسرا طریق اختیار کر سکتے ہیں؟ نیز رد کی صورتوں میں بھی انوارِ باشر آپ اللہ تعالیٰ پر جہاں

کہ ہم لگا دیں گے مثلاً لڑکی کا حصہ قرآن مجید میں $\frac{1}{16}$ ہے اور ماں کا $\frac{1}{8}$ مگر جب کوئی دوسرا ورثہ نہ ہو تو آپ کیسے گے گواہ خدا نے تقسیم کر کے کا خوب طریق ایسا کیا اور فیصلہ کی کہ جو حق جانتا وہ لے لے لے جی اسے چاہتے ہیں یعنی سو کی طرح پوری ایک تہیں $(\frac{1}{16} + \frac{1}{8} = \frac{3}{16})$ مگر تقسیم غلط ہے اور اگر مرتب ایک لڑکی ہو تو زیادہ عقب ہوگا واللہ تعالیٰ عن کر کے کو تو تقسیم کر لے جی کر لڑکی کو $\frac{1}{8}$ دید اور بس۔ معاذ اللہ فرماتے کہ چیزیں صرف ایک کسر $(\frac{1}{16})$ سمجھی ہے گویا خدا کے ہاں $(\frac{1}{8})$ اور $(\frac{1}{16})$ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اسکول کی ابتدائی کلاس میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر کا ایک واقعہ درج ہے کہ تین شخصوں نے تقسیم کا کہا کیا جو کسر وہ اتوں میں میں طرح شریک تھے کہ ایک کا $\frac{1}{8}$ دوسرے کا $\frac{1}{8}$ تیسرے کا $\frac{1}{8}$ حضرت علی نے ایک اونٹ بیت المال میں سے ملا کر اٹھارہ اونٹوں میں سے $\frac{1}{8}$ دانے کو ۹ اور $\frac{1}{8}$ دانے کو ۱۰ اور $\frac{1}{8}$ دانے کو ۱۱ دے دیے۔ اس طرح پورے اونٹ تقسیم ہو گئے اور اٹھارہ اونٹ بیت المال میں دے دیں کر لیا۔ ہر شریک کو اونٹ بھی پورے ملا کر مل گئے اور ہر ایک کو حصہ بھی زیادہ ملا گیا۔ پھر بیت المال کو اونٹ بھی بچ گیا۔ اسکول کے بچے اس مسئلہ کی اصل حقیقت اور طریق تخریج سے ناواقف ہوتے ہیں اور اس کی حقیقت ہی اس ظاہری صورت کو سمجھتے ہیں جو سادہ اور سادہ لوگوں کو بھانپنے اور مٹھانے کے لئے اختیار کی گئی تھی۔

خیال ہے کہ پروردگار پاک پر پیش بھی معاذ اللہ نہ کرنا جانتا ہے یہاں کے لئے یہ واقعہ پریم صورت اور حیدر اختیار کرنا ہو گا۔ مگر اکلے سے کیا معلوم کہ اس مسئلہ کی ظاہری صورت بدل دینے کے بعد بھی حقیقت وہی ہے جو وہ اور معلوم کی۔

یہ مسئلہ کافی کے عدلی گزاراؤں میں بھی خور کوئیے نویر غرض پیدا نہ ہونا لگتا ہے کیا معلوم کر بول کا طریق خود قرآن میں بھی موجود ہے یعنی لڑکی جب کیسی ہو تو اس کا حصہ $\frac{1}{8}$ ہے اور اگر کھلیا ہو تو لڑکی کا حصہ ہے۔ مگر دونوں جمع ہو جائیں تو لڑکی کو $\frac{1}{8}$ اور لڑکے کو $\frac{1}{8}$ ایسا ذکر مفسرین حنفیہ ائمہ کبارین نے کیا ہے کیا فقہار کا اختیار کر وہ طریق عدل اس کے موافق نہ دوسری فریب رکھتا ہے ؟

پھر جو پوچھتے ہیں کہ طریق عدل نہ بدل دیا جائے تو لا محولہ بعض وارثوں کو بالکل محروم کرنا پڑے گا کیا یہ ان پر تسلیم نہ ہوگا ؟ اور سب سے بڑا ظلم تو اسے نفس پر ہوگا کہ زمین داروں کو لڑکی کے لئے غرضہ قرار نہیں دیا گیا خصوصاً قطعہ سے ان کے بہانہ تئیں ہیں ان کو صرف اپنے خیال سے محروم کر دیا گیا۔

یہ لوگ عینی جائیداد کی وراثت کے بارے میں حضرت عمر کا قول پیش کرتے ہیں اور عدل سے تسبیح حضرت عمر کے بقول کہ خدا کا بیٹے ہیں شاید کہ مسئلہ عدل میں ممکن حد تک کا حق نظر ان عباس کا قول ہے۔

ابن عباس کی یہ رائے تھی کہ ایسی صورتوں میں عدل سے کہنے کے لئے ان ذوی الفروض کو محروم کر دینا حق

جو کسی وقت عصبہ نیر یا سبغ الخیر ہو جاتے ہیں۔ جو زوی الغرض کی حالت میں بھی عصبہ نہیں ہوتے انہیں تقیم
 کہتے تھے۔ اگر وہ حقان لوگوں کے خیال کی بنیاد میں یہ ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ عہد کی صورت میں سخت
 فیضیکہ موجودگی میں سخت عید محروم رہے مگر یہ لوگ اس کے برعکس بنو الامان کو عمری سے پکڑنے کے لئے
 بار بار حضرت عمر کا قول پیش کرتے ہیں۔ عرض کیا ان کی چوٹی اس طرف گئی ہے نہ اس طرف، مگر یہ میرٹ
 کے ہاں اگرچہ سخت خطیہ اندر غیبیہ میں کوئی فرق نہیں۔ سخت غیبیہ بھی ارض فیہ کسی حد عصبہ ہو جاتی
 ہے۔ مگر یہ بھی ان کا وہ اصل اور جہالت ہے جس کی تفصیل مقرر کیا گئی ہے۔ مولیٰ کے ہاں یہ باتیں
 کا مذہب تشریک کے خلاف ہے۔ نیز اس سے پہلے حضرت عباس کی تحریر کے حضرت عمر کے سامنے لایا
 مولیٰ پر مصابہ کا اعلان ہو چکا تھا۔ اس لئے افسس میں سے کسی نے بھی ان میں اس کا قول قبول نہیں کیا۔
 تیسرا احمر ارض: قرآن نے کہا ہے کہ تمہارے اقرب جو چھوڑ کر مرے اس کی تعظیم میں ہوں گی یعنی
 دیکھا ہے جو گا کر مرنے والا اپنے زندہ ارشدہ داروں میں سے کسی کا اقرب ہو گا۔ یہ مطلب نہیں کہ
 زندہ ارشدہ داروں میں سے جو بیت کا سب سے قریبی ہوا اس کو حصہ ملے گا۔

(طلوع اسلام جون ۱۹۷۷ء ص ۲۵)

جواب: اس انوکھی تفسیر سے مستحکم حدیث کو کچھ فائدہ تو کیا پہنچ سکتا تھا کہ الالبیت میں بیسبیل
 ان کے لئے بلانے جان ہی گئی ہیں۔ مسئلہ اگر کسی شخص نے بھوپا اور بیسبیل اور شہر طے تو جانے کر
 پہونک ٹی مال کی حق پر اور بیسبیل عروم نہ جاتے کیونکہ بیت بھوپا کا بیسبیل ہے اور بیسبیل کا چچا۔ اس لئے
 بیت بھوپا کا اقرب ہے۔ اسی طرح باپ کی موجودگی میں بیت کا بی عروم ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ
 بیت کا اپنے باپ سے عزت کا تعلق ہے اور بیٹے سے ابوت کا اور بیٹوں کا رشتہ زیادہ قریبی
 فرض کیا یہ اجتہاد خود جنس کے لئے باعث تنگ ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ بیت بھوپا پر یا اطرش کی گئی جواب
 دیا کہ اس کا جواب مانتا سلم میرا چ پوری سے طلب کیا جائے۔ تعجب ہے کہ ایک شخص اجتہاد کرے اور
 جواب دوسرے سے طلب کیا جائے۔

ابجد ہے یا زوردار کا زہن دراز میں
 لو خودی اپنے دام میں صید آگیا
 اب پر دہر حضرت سے کہہ رہا ہو گا، تا

جواب تلومہ کا ش ان دونوں معلوم ہو جاتا

اور پھر جب حافظ اسلام حیران پوری سے یہ سوال کیا گیا تو ارشاد ہوا کہ باپ اور بیٹے کی وراثت کے

۱۲ | متعلق جوابات آپ نے لکھے ہیں اور قیاس لگا رہا ہے اس کی کیا ضرورت پڑی۔ کہنے کی آیت یٰٰصَلِّیْکُمْ اللّٰہُ

ہیں۔ اُنہ نے ماں باپ اور بیٹا بیٹی کی وارثت متصل بیان کر دی ہے اس کو کہوں نہیں دیکھتے اور غلط فہم اس کہوں بچہ میں لاتے ہیں۔

یہیے اب تو چیلے کے اجنبی کو خود گردی نے خاک میں ملا دیا
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چرائے سے

صیغہ تہ ہے کہ ترک الوالدان والا قرین ہیں تو بہت ہی قریب ہے اس سے فقہاء نے کہا قرین
فالا قرین کا قانون اس طرح استنباط کیا ہے کہ اگر کوئی نے وارثت کا مدار قرین پر رکھا ہے پس میں مستثنیٰ
میں بہ سبب وارثت قوی ہو گا اور جو وارث زیادہ قریب ہو گا وہ مقدم ہو گا بعض کا بھی یہی مقتضی ہے۔ یہ
قرین و بعد میت کی طرف سے نہیں بلکہ مستثنیٰ کی طرف سے ملحوظ ہو گا۔ کیونکہ اس سے کہہ بخت نہیں کر دینے
والایہ مل جھڑنے والا کوئی ہے بلکہ سوال یہ ہے کہ لینے والے مستثنیٰ کون کون ہیں۔ خود متنازعہ عہد میں
ترک الوالدان کا قطعاً اس پر یقین دلیل ہے کہ قرین و بعد وارث کی طرف سے ملحوظ ہے۔ موصوٰث کی طرف
سے والدین کو جلا قرین سے جدا کر دے۔ قرین زمین وارث الاولان کے شقاق کی اہمیت تصور
ہے۔ علاوہ ان میں قرین کریم ہیں جتنے بھی متصل بہام ہو کر میں ان میں خود کرنے سے ظاہر ہے کہ موصوٰث کی طرف
سے قرین و بعد کا لحاظ نہیں کیا گیا بلکہ وارثت کے قرین و بعد پر بہام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

مستمک لکھنے والے محکمہ مسلم، عدلیہ دہلی نے بھی ضابطی فتوے دلائے ہیں۔ ذکر کے ارشاد سے اس کی
پوری وضاحت فرمادی۔ شاہ عہد قادیان صاحب نے قرین کا ترجمہ قرین تر شدہ دیکھا ہے اس کی
وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اگر کوئی کا ضعف للرجل کے محل پر ہو یا قرین کا رنج والدان کے جوار کی وجہ
سے ہو۔ "فذلک لفتاویٰ قسم ثانی میں غلط علی اللفظ کی مستقل فصل ہے۔

جو تھا اعتراض۔ اگر یہ قاعدہ "الا قرین فالا قرین" اپنے ظاہری معنی میں رکھ جائے یعنی
یہ کہ مطلقاً درجہ کے لحاظ سے جو قرین ہو وہ بعد کو محروم کر دے تو وارثت کے بہت سے مسئلہ
اور اہمالی مسائل ٹوٹ جائیں گے۔ اس کے بعد چند مثالیں پیش کر کے ان پر غور فرمایا گیا ہے۔
(ظہور، جون ۱۹۵۷ء ص ۲۱)

جواب۔ اس اعتراض کا منشا یہ ہے کہ "الا قرین فالا قرین" کے قانون کو جب عربان میں منصر
کر دیا ہے جو مالک ہم ادھر بیان کر چکے ہیں کہ ذوی الفروض ہیں ان کے قانون کے جہاز کی درجہ بندی ہیں۔
۱۱) اقرب کو بعد سے زیادہ حصہ ملے۔

(۲۲) قرب کی وجہ سے اہل باطل محروم ہو جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے قرب و بعد کے لحاظ سے ذوی الغرض کے حصے کم و بیش معین کرتے ہیں اور ان میں جب حرمان کا اصول یہ ہے کہ واسطہ کی موجودگی میں ہی واسطہ محروم ہوگا بشرطیکہ سبب وراثت منقطع ہو یا واسطہ مکمل الگ کا مستحق ہو۔ اسی قاعدہ پر جو علویہ اسلام میں اعتراض کیا گیا ہے اور دو مثالیں پیش کی ہیں، وہ ہیں مسلمان میں کیوں کر بیٹی ہوتی کہ لے لے اور عیسائی میں ملازم میں کیسے واسطہ نہیں۔ علویہ اربعی پورنی اور مثال ہیں کہ صرف نمرتہ لاشعین حصہ دیا گیا ہے۔

پانچواں اعتراض - جب حرمان کا سبب قاعدہ یہ چاہتا تھا کہ دونوں ذریعہ جانی جو اس کے واسطہ سے رخصت رکھتے ہیں اس کی موجودگی ہی محروم ہوں، لیکن نہیں ہوئے، دوسرا قاعدہ بھی یہی چاہتا تھا کہ ماں پڑوسی رشتہ دار ہے ماں ہی بھائیوں کو محروم کر دے لیکن نہیں کر سکی۔

(طلوع جون ششہ ص ۷۷)

جواب - اعتراض ملے کے جواب میں گنہ چکا ہے کہ ذوی الغرض میں اہل کا محروم ہونا لازم نہیں۔ باقی یہ کہ بھائیوں کا حصہ ماں کے کیوں کم نہیں۔ اس کا جواب اصل دوم میں مفصل گنہ چکا ہے اور یہاں واسطہ کی وجہ سے ذی واسطہ اس لئے محروم نہیں کہ سبب وراثت مختلف ہے اور واسطہ مکمل الگ کا مستحق نہیں۔

چھٹا اعتراض - تعجب پر تعجب ہے کہ ماں جو کمزور ہے وہ تو وادی کو محروم کر دیتی ہے اور باپ جو قوی وارث ہے ناں کو نہیں محروم کر سکتا۔ (احوال بالا)

جواب - رافعی جس چیز کی محنت بھیجی نہ آئے اس پر تعجب ہوتا ہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وادی اور ناں کا انتخاب ہی اس لئے ہے کہ یہ حکماں ہیں پس حقیق ماں کی موجودگی میں ہی ماں محروم ہوگی اس سے نظریہ قائم مقامی کا جھگڑا نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ وادی اور ناں کی محروم موجودگی میں اپنے درجہ میں رہتی ہوئی باوجود بھید ہونے کے اپنی ذاتی قرابت کی وجہ سے وارثہ ہوتی ہے۔ باپ کا حصہ ناں کی طرف منتقل نہیں ہوتا اس لئے دو ناں کو محروم نہیں کرتا۔ بلکہ صرف وادی کو محروم کرتا ہے اس لئے کہ باپ کا واسطہ ہے اور وہ مکمل الگ کا مستحق ہے۔

ساتواں اعتراض - دنیا میں کون شخص ہے جو کہہ سکتا ہے کہ حقیقی بھائیوں کو محروم کر کے اغیانی بھائیوں کو حصہ دینا صحیح و عادلانہ ہے؟ کسی عقلی اصول وراثت پر مبنی ہے۔ یہ سب سے کم بات ہے کہ جس رشتہ سے اغیانی وارث بنائے گئے حقیقیوں میں اگر باپ کے رشتہ کا نہ بھی خیال کیا جا تو کم از کم

وہ رشتہ ضرور موجود ہے۔ چنانچہ اگر مرد کے گناہ کی سزا ہے کہ اس سے کفر میں صورت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قہراً نہیں کرتے تھے (طبع: جون سنہ ۱۳۲۷ھ)۔

جواب:۔ اور معلوم ہو چکا ہے کہ عید کا مردی نہیں بلکہ مردی کا قہراً عید کا حصہ کم ہو۔ چنانچہ اہل بیت علیہم السلام سے بغیر کا ہم اقل ہے۔ یعنی وہی بھائیوں کا مردی بھی بھائیوں سے قوت تر نسبت کے لحاظ سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ اسی لئے ان کی بیٹے کی طرح عید کیا گیا اور حقیقی وارث عید ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر عادات میں حقیقیوں کا حصہ حقیقیوں سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔ معاہدہ ازبغی بھائی ہمت کی وجہ سے مردی ہو جاتے ہیں۔ یعنی مردی نہیں ہوتے۔ نیکو عید بھائیوں کا درجہ اور اختلاف حقیقیوں سے بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ اگر وہ مثال میں بھی حقیقیوں کو قہراً کم نہیں بلکہ زیادہ ایک بھائی صورت میں ان کے لئے باقی کچھ نہیں چاہی۔ اس بڑی صورت کی شرافت اور کوئی عید کی پیدا ہونے سے قانون کی کوئی قوت بہت بڑی طاقت ہے۔ مافی رہا حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خیال اس واسطے کہ ملت بھی ہے کہ عید بھائیوں کی ماں کے رشتہ میں شریک ہیں اس لئے ان کا حصہ حقیقی بھائیوں سے کم ہونا چاہئے۔ مگر حضرت عمر کا یہ قول خود انہی کی بیان کردہ علت کے خلاف ہے۔ چنانچہ جب ایک عید اور معتد میں بھائیوں کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سو شریک کو دلائے تھے اور ایک سو عید بھائیوں کو تقسیم کرتے تھے۔ (مدار المقتدر جلد دوم ص ۳۷۰)

اس صورت میں حقیقیوں کا حصہ حقیقی سے بہت کم ہو جائے۔ غرضیکہ حضرت عمر کا خیال ہو کہ انہی کی بیان کردہ دلیل کے خلاف ہے اس لئے امت مسلمہ اتفاق یہ خیال غریب و برائے قبول نہ کر چکے ہیں۔ تعجب ہے کہ مشرکین ہریت اس صورت میں حقیقیوں کو حصہ دلائے گئے لئے حضرت عمر کے قول سے استدلال کرتے ہیں۔ مگر عیدوں اور حقیقیوں کے درمیان فرق تقسیم کے بارے میں حضرت عمر کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں۔ ان کا غضب اور مسلسل انوکھی ہی نوعیت رکھتا ہے۔

طبع اسلام جون سنہ ۱۳۲۷ھ کے حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کنین حدیث خبیثہ بھائیوں کو حصہ دینے میں۔ اور سورہ نسا کے آخر میں کلاذلی آیت کو عین حلی خبیثہ جبرائیل کے بحال ہونے کے لئے عام کہتے ہیں۔ اور آیت قرآن کان رجل یؤتی کلاً لہ او امرأۃ کلاً لہما آخ او ائمتہ فلیکلوا لحدیثہما اللہ فیہ کے متعلق کہتے ہیں کہ میں نے ان کی تفسیر کا مرجع کلاذلی ہے اور لیکلوا لحدیثہما میں تفسیر رجل و امرأۃ کی طرف رجوع ہے کہ اگر ان کی طرف کی طرف۔ اور بحث باب الحال سے ہے جو دوسے نہیں ہیں آیت کے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی مرد

کسی کفار کا وارث بنایا جائے گی کیوں نہ ہو کہ اس کفار کا کوئی بھائی یا بہن جو تو اس منہ خدا عزت میں سے ہر ایک کو ایک ایک سے ملے گا۔ اس گیت میں بھائی اور بہن کا حصہ قطعاً نہیں بیان کیا گیا بلکہ عہد شریف اور ان کا ہے جو والدین کے مقتدر آئینہ گھٹا آئینہ گھٹا نصیب پہنچے۔ — میں مذکور رہی۔ بھائی اور بہن کا ذکر صرف اس وجہ سے کیا ہے کہ یہ والدین اور اولاد کی طرح عہد شریف وارثوں کو عہد میں نہیں کرتے بلکہ ان کی ہولناکی میں وارث ہو سکتے ہیں اس وحشی کے اثبات کے لئے لکھے ہیں کہ قہار اور مفرق ہے۔ کی واحد ذکر غائب کی خبر کو راجع اور مراد و فانی کی طرف راجع کرتے ہیں میں ہی امرۃ منونت جتنی ہے وہ کہیں اس کا سرچ ہو جائے نہیں سکتی۔ اس صورت میں لہا یا لکل واحد سما ہونا چاہیے تھا۔ نیز اس آیت میں "لام" کا لفظ اور تفسیر کلام دلی آیت میں جو انصوریہ میں ہے "لا ب واقم" یا "نا ب" بڑھانے کا کوئی قرینہ نہیں ہے۔

مسکین حدیث نشہ اشہاد میں اس حد تک مست ہو گئے ہیں کہ قرآن کی ہر ہر نص میں بھی تحریر کرنے لگے ہیں۔ اس سے زیادہ کہ اہانت ہو چکی ہے لڑیل بھائیوں کو عہد پہنچانے عہد کی شخص ہوسکتا ہے جو نسب میں شریک ہو اور نسب مرتب باپ کا طریق ہوتا ہے اس لئے خفی بھائی ہرگز نص میں ہو سکتے ہیں آیت میں خفی بھائی اور بہنوں ہی کا حصہ معین کرنا مقصود ہے اور اس پر بلائی جس نے ملی ہیں۔

① خلیفوں کا حصہ قرآن مجید پر بھی دوسری جگہ قطعاً نہیں ہے۔ سورہ نساء کے آخر کی آیت میں بالاجماع عرف یعنی اولین کا بیان ہے۔ اس پر اجماع امت کے علاوہ یہ قرینہ بھی ہے کہ اس میں امت اور ارفع کے اعتبار کے وقت لفظ کی مطلق الاثنین تقسیم کرنے کا حکم ہے۔ حالانکہ خفی بھائی اور بہن حصہ نہیں ہو سکتے۔

② امت اور ارفع کا حصہ ہے اور تم بیان کیا گیا ہے اور اس کے ماترین میں اس کا حصہ بھی ہے اور تم بیان ہو چکا ہے۔ اس مناسبت سے معلوم ہوا کہ یہ حصہ مادر یا بھائی اور بہنوں کا ہے۔ ان قرآن کی دہرے اس جگہ "لام" اور دوسری آیت میں "لام" واپ کا لفظ ذکر نہیں کیا گیا۔

③ حضرت سعد بن ابی وقاص اور ابی بن کعب کی گزارش میں "لام" کا لفظ بھی موجود ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ لفظ انہوں نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور تفسیر کے سنا ہوگا۔ مسکین حدیث (معاذ اللہ)

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی زیادہ قرآن رانی کے مدعی ہیں (طہم باطیم)

④ اس آیت میں خفیوں کا حصہ مذکور کرنے پر جملہ امت کا خارج ہے۔

باقی رہا "لام" کی خبر کا سوال سو اس کی جہت وجود میں۔

① عرب کا قاعدہ ہے کہ جب دو اسم کو صبیغ میں ضم کر دیں تو دونوں میں سے ایک کی طرف ضمیر کو لائی جاتے ہیں جیسے کہ **وَالْمُتَحَلِّیْنَ اِلَیَّهَا فَطَلَّقَ وَارْتَفَعَتْ لَهَا** لکھ لیا گیا ہے۔ قال النکاح اذا نجاہ حروفان بمعنى واحد جازا لساناً والتضمین الی (یہما) اريد ويحذف لساناً الیہما ايضاً بخلاف (۲) وہ کی ضمیر رجل اور امراۃ ہر ایک کی طرف ہے مگر ذکر کو طلبہ کی ضمیر پر لائی گئی ہے جیسا کہ **وَإِنْ كَانُوا اَخَوَةً اَوْ اَصْنَانًا فَتَزَوَّجُوا مِنْ كَانُوا اَوْ اَخَوَةً** ذکر میں۔

③ ضمیر حرف وجہ کی طرف ہے۔ عورت کا حکم بالشیخ خود بخود معلوم ہوا جائے گا۔

④ ضمیر لفظ "عدها" کی طرف سے ہو کر ہے اور حرف "اوستہ" منقول ہے۔

⑤ سو روٹ منکر حرف راجع ہے۔

⑥ مثبت کی طرف ہے۔

⑦ اگر ضمیر نہ ہو گا لار کی طرف کہا جائے تو بھی مقصود کے خلاف نہیں۔

⑧ آپ نے ضمیر "لہ" کی اصلاح کے لئے توت کی تحریف معنی کر دی۔ مگر یہ نہیں ہوا کہ اس تحریف کے بعد میں آپ اسی بصیغہ میں مبتلا ہیں۔ آپ کی تحریف کے مطابق میں "اوستہ" لفظ کی وجہ سے عبارت یوں ہو گئی **إِنْ كَانَ اَمْرًا اَوْ تَزَوَّجَتْ** اس میں "کَانَ" اور "تَزَوَّجَتْ" ذکر میں۔

آپ کی بیان کردہ تفسیر مندرجہ ذیل وجوہ سے محض تحریف اور باطل ہے۔

① یہاں عہدی پرستہ زوار مراد لینے پر کوئی ذمہ نہیں۔

② امراۃ کا عامل کان، اور ضمیر پورٹ، مگر یہ ہے جو آپ کے خیال میں درست نہیں۔

③ حال ذوالحال کے عامل کسے لئے قید ہوتا ہے۔ پس جملہ حایہ **وَلَا اَنْ اَوْ اَنْ اَوْ اَنْ** استعجابی سدس کے لئے قید ہوگا آپ نے خود اس کا ترجمہ "کمالیکہ" کیا ہے اور آپ کے مقصود کے خلاف ہے آپ کے نظریہ پر ان کو صلیب کے ساتھ **وَإِنْ كَانَ لَمْ اَنْ اَوْ اَنْ** ہونا چاہیے تھا۔

④ قرآن کریم میں اس آیت کے سیاق و سباق میں درویش کے لئے فعل مجرور سے صیغہ معلوم استعمال کیا گیا ہے **"وَوَرَقًا اَبْوَاکَ"** و **وَوَلَّوْا بَرْتَنًا** وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ پورٹ، میں مجرور سے صیغہ معمول ہے اور رجل سے مراد سو روٹ منسبہ نہ کہ وارث۔

⑤ آپ کی تحریف پر لازم آتا ہے کہ یہ قول کا حصہ قرآن میں مذکور نہ ہو یا خبری ہو یا بھیجہ ہونا اور یہ دونوں امور باطل ہیں۔

⑥ یہ تحریف حصہ دیگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر کے خلاف ہے جو سعد بن ابی وقاص اور ابی بن کعب

میں منقول ہے۔

⑤ یہ تحریف اجماع امت کے خلاف ہے۔ یہ قدامت حرفت ابی بن کعب کی نہیں بلکہ ابی مسعود احمد ابن ابی وقاص اور عبد بن ابی وقاص سے پہلی متحول ہے (فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۱) و آخر جبریل واحد صحت صحیح ابن ابی وقاص (رواہ ابن ابی کعب کی قراءت میں متحولین کا ذکر ہے) یہ قراءت جو ابو عتاج نقل ہے، عبد اللہ بن مسعود کی طرف سے نقل نہیں ہے اس کی تحقیق نے تردید کی ہے اور کہاہے کہ عبد اللہ ابن مسعود پر یہ نہ ہے۔ ملاحظہ ہو الحلی لابن خزم کا شروع، شرح تہذیب النہوی، ابن ابی ام کی کتاب احتراق کی شرح ج ۱ ص ۱۰۰، شفاء اللقمانی علی من لا یمکی کی شرح منہج علی القاری ج ۲ ص ۱۰۰، اللؤلؤ ابن ابی کعب کی قراءت پر متواتر قرائن سے خارج ہیں تو کیا کسی صحابی کا ایک قول غیر متبادل ہونے کی وجہ سے اس کا ہر قول نہ دیکر جا سکا ہے خصوصاً جبکہ حضرت ابن ابی کعب مسند القراءین کی مکتبی تفسیر تہذیب ایسے ہی پہلو ہیں جس پر روایات ضعیف ہونے کی وجہ سے اس کی جمع روایات کو رد کر دیا گیا ہے متفقین پر نہیں خصوصاً جبکہ فتح الباری اور رد المحتار میں بھی دیگر مقام پر یہ قراءت متحول ہے اور اس پر اجماع صحابہ۔

آٹھواں اعتراض۔ اقرب وہ رشتہ دار ہے جو بلا واسطہ مورث سے رشتہ رکھتا ہو یا بلا واسطہ لیکن رشتہ وفات مورث کے وہ واسطہ موجود ہو جس طرح کو مرنے کے وقت اگر اس کا باپ موجود نہیں ہے تو والدہ بھی ہے پس بچہ کھا جائیگا۔ اس لئے کہ حج میں جو واسطہ تھا یعنی باپ جس کی وجہ سے داود مجرب ہو جانا خدا نہیں ہے۔ لہذا داود اس واسطہ کی عدم موجودگی سے خود اقرب ہو گیا۔ اور اب کوئی قریب خود وہ مدینہ کی کوئی نہ ہو واداکو مجرب نہیں کر سکتا۔ (طلوہ سائبر ص ۱۲۱)

جواب۔ اس کا مفصل جواب اور پوری تحقیق صورتِ غم میں گزرتی ہے۔

اگر عصبانیت ہو، اولیٰ میں ذکر، آپ بطور قانون کلی کے فرماتے ہیں تو خود کو کین
 اس مثال میں بیٹیاں ذہنی العوز ہیں ان کو ۲ ٹنٹ دینے کے بعد
 جو کچھ بچا تھا وہ اس کا قدرتی روستہ سمجھ کر جو اقرب تر ہو
 یہ ملتا ہے۔ لیکن وہ محروم کر دیا گیا اور بہن جو نہ مادی ہے
 ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۵ | ۶ | ۷ | ۸ | ۹ | ۱۰ | ۱۱ | ۱۲ | ۱۳ | ۱۴ | ۱۵ | ۱۶ | ۱۷ | ۱۸ | ۱۹ | ۲۰ | ۲۱ | ۲۲ | ۲۳ | ۲۴ | ۲۵ | ۲۶ | ۲۷ | ۲۸ | ۲۹ | ۳۰ | ۳۱ | ۳۲ | ۳۳ | ۳۴ | ۳۵ | ۳۶ | ۳۷ | ۳۸ | ۳۹ | ۴۰ | ۴۱ | ۴۲ | ۴۳ | ۴۴ | ۴۵ | ۴۶ | ۴۷ | ۴۸ | ۴۹ | ۵۰ | ۵۱ | ۵۲ | ۵۳ | ۵۴ | ۵۵ | ۵۶ | ۵۷ | ۵۸ | ۵۹ | ۶۰ | ۶۱ | ۶۲ | ۶۳ | ۶۴ | ۶۵ | ۶۶ | ۶۷ | ۶۸ | ۶۹ | ۷۰ | ۷۱ | ۷۲ | ۷۳ | ۷۴ | ۷۵ | ۷۶ | ۷۷ | ۷۸ | ۷۹ | ۸۰ | ۸۱ | ۸۲ | ۸۳ | ۸۴ | ۸۵ | ۸۶ | ۸۷ | ۸۸ | ۸۹ | ۹۰ | ۹۱ | ۹۲ | ۹۳ | ۹۴ | ۹۵ | ۹۶ | ۹۷ | ۹۸ | ۹۹ | ۱۰۰ | ۱۰۱ | ۱۰۲ | ۱۰۳ | ۱۰۴ | ۱۰۵ | ۱۰۶ | ۱۰۷ | ۱۰۸ | ۱۰۹ | ۱۱۰ | ۱۱۱ | ۱۱۲ | ۱۱۳ | ۱۱۴ | ۱۱۵ | ۱۱۶ | ۱۱۷ | ۱۱۸ | ۱۱۹ | ۱۲۰ | ۱۲۱ | ۱۲۲ | ۱۲۳ | ۱۲۴ | ۱۲۵ | ۱۲۶ | ۱۲۷ | ۱۲۸ | ۱۲۹ | ۱۳۰ | ۱۳۱ | ۱۳۲ | ۱۳۳ | ۱۳۴ | ۱۳۵ | ۱۳۶ | ۱۳۷ | ۱۳۸ | ۱۳۹ | ۱۴۰ | ۱۴۱ | ۱۴۲ | ۱۴۳ | ۱۴۴ | ۱۴۵ | ۱۴۶ | ۱۴۷ | ۱۴۸ | ۱۴۹ | ۱۵۰ | ۱۵۱ | ۱۵۲ | ۱۵۳ | ۱۵۴ | ۱۵۵ | ۱۵۶ | ۱۵۷ | ۱۵۸ | ۱۵۹ | ۱۶۰ | ۱۶۱ | ۱۶۲ | ۱۶۳ | ۱۶۴ | ۱۶۵ | ۱۶۶ | ۱۶۷ | ۱۶۸ | ۱۶۹ | ۱۷۰ | ۱۷۱ | ۱۷۲ | ۱۷۳ | ۱۷۴ | ۱۷۵ | ۱۷۶ | ۱۷۷ | ۱۷۸ | ۱۷۹ | ۱۸۰ | ۱۸۱ | ۱۸۲ | ۱۸۳ | ۱۸۴ | ۱۸۵ | ۱۸۶ | ۱۸۷ | ۱۸۸ | ۱۸۹ | ۱۹۰ | ۱۹۱ | ۱۹۲ | ۱۹۳ | ۱۹۴ | ۱۹۵ | ۱۹۶ | ۱۹۷ | ۱۹۸ | ۱۹۹ | ۲۰۰ | ۲۰۱ | ۲۰۲ | ۲۰۳ | ۲۰۴ | ۲۰۵ | ۲۰۶ | ۲۰۷ | ۲۰۸ | ۲۰۹ | ۲۱۰ | ۲۱۱ | ۲۱۲ | ۲۱۳ | ۲۱۴ | ۲۱۵ | ۲۱۶ | ۲۱۷ | ۲۱۸ | ۲۱۹ | ۲۲۰ | ۲۲۱ | ۲۲۲ | ۲۲۳ | ۲۲۴ | ۲۲۵ | ۲۲۶ | ۲۲۷ | ۲۲۸ | ۲۲۹ | ۲۳۰ | ۲۳۱ | ۲۳۲ | ۲۳۳ | ۲۳۴ | ۲۳۵ | ۲۳۶ | ۲۳۷ | ۲۳۸ | ۲۳۹ | ۲۴۰ | ۲۴۱ | ۲۴۲ | ۲۴۳ | ۲۴۴ | ۲۴۵ | ۲۴۶ | ۲۴۷ | ۲۴۸ | ۲۴۹ | ۲۵۰ | ۲۵۱ | ۲۵۲ | ۲۵۳ | ۲۵۴ | ۲۵۵ | ۲۵۶ | ۲۵۷ | ۲۵۸ | ۲۵۹ | ۲۶۰ | ۲۶۱ | ۲۶۲ | ۲۶۳ | ۲۶۴ | ۲۶۵ | ۲۶۶ | ۲۶۷ | ۲۶۸ | ۲۶۹ | ۲۷۰ | ۲۷۱ | ۲۷۲ | ۲۷۳ | ۲۷۴ | ۲۷۵ | ۲۷۶ | ۲۷۷ | ۲۷۸ | ۲۷۹ | ۲۸۰ | ۲۸۱ | ۲۸۲ | ۲۸۳ | ۲۸۴ | ۲۸۵ | ۲۸۶ | ۲۸۷ | ۲۸۸ | ۲۸۹ | ۲۹۰ | ۲۹۱ | ۲۹۲ | ۲۹۳ | ۲۹۴ | ۲۹۵ | ۲۹۶ | ۲۹۷ | ۲۹۸ | ۲۹۹ | ۳۰۰ | ۳۰۱ | ۳۰۲ | ۳۰۳ | ۳۰۴ | ۳۰۵ | ۳۰۶ | ۳۰۷ | ۳۰۸ | ۳۰۹ | ۳۱۰ | ۳۱۱ | ۳۱۲ | ۳۱۳ | ۳۱۴ | ۳۱۵ | ۳۱۶ | ۳۱۷ | ۳۱۸ | ۳۱۹ | ۳۲۰ | ۳۲۱ | ۳۲۲ | ۳۲۳ | ۳۲۴ | ۳۲۵ | ۳۲۶ | ۳۲۷ | ۳۲۸ | ۳۲۹ | ۳۳۰ | ۳۳۱ | ۳۳۲ | ۳۳۳ | ۳۳۴ | ۳۳۵ | ۳۳۶ | ۳۳۷ | ۳۳۸ | ۳۳۹ | ۳۴۰ | ۳۴۱ | ۳۴۲ | ۳۴۳ | ۳۴۴ | ۳۴۵ | ۳۴۶ | ۳۴۷ | ۳۴۸ | ۳۴۹ | ۳۵۰ | ۳۵۱ | ۳۵۲ | ۳۵۳ | ۳۵۴ | ۳۵۵ | ۳۵۶ | ۳۵۷ | ۳۵۸ | ۳۵۹ | ۳۶۰ | ۳۶۱ | ۳۶۲ | ۳۶۳ | ۳۶۴ | ۳۶۵ | ۳۶۶ | ۳۶۷ | ۳۶۸ | ۳۶۹ | ۳۷۰ | ۳۷۱ | ۳۷۲ | ۳۷۳ | ۳۷۴ | ۳۷۵ | ۳۷۶ | ۳۷۷ | ۳۷۸ | ۳۷۹ | ۳۸۰ | ۳۸۱ | ۳۸۲ | ۳۸۳ | ۳۸۴ | ۳۸۵ | ۳۸۶ | ۳۸۷ | ۳۸۸ | ۳۸۹ | ۳۹۰ | ۳۹۱ | ۳۹۲ | ۳۹۳ | ۳۹۴ | ۳۹۵ | ۳۹۶ | ۳۹۷ | ۳۹۸ | ۳۹۹ | ۴۰۰ | ۴۰۱ | ۴۰۲ | ۴۰۳ | ۴۰۴ | ۴۰۵ | ۴۰۶ | ۴۰۷ | ۴۰۸ | ۴۰۹ | ۴۱۰ | ۴۱۱ | ۴۱۲ | ۴۱۳ | ۴۱۴ | ۴۱۵ | ۴۱۶ | ۴۱۷ | ۴۱۸ | ۴۱۹ | ۴۲۰ | ۴۲۱ | ۴۲۲ | ۴۲۳ | ۴۲۴ | ۴۲۵ | ۴۲۶ | ۴۲۷ | ۴۲۸ | ۴۲۹ | ۴۳۰ | ۴۳۱ | ۴۳۲ | ۴۳۳ | ۴۳۴ | ۴۳۵ | ۴۳۶ | ۴۳۷ | ۴۳۸ | ۴۳۹ | ۴۴۰ | ۴۴۱ | ۴۴۲ | ۴۴۳ | ۴۴۴ | ۴۴۵ | ۴۴۶ | ۴۴۷ | ۴۴۸ | ۴۴۹ | ۴۵۰ | ۴۵۱ | ۴۵۲ | ۴۵۳ | ۴۵۴ | ۴۵۵ | ۴۵۶ | ۴۵۷ | ۴۵۸ | ۴۵۹ | ۴۶۰ | ۴۶۱ | ۴۶۲ | ۴۶۳ | ۴۶۴ | ۴۶۵ | ۴۶۶ | ۴۶۷ | ۴۶۸ | ۴۶۹ | ۴۷۰ | ۴۷۱ | ۴۷۲ | ۴۷۳ | ۴۷۴ | ۴۷۵ | ۴۷۶ | ۴۷۷ | ۴۷۸ | ۴۷۹ | ۴۸۰ | ۴۸۱ | ۴۸۲ | ۴۸۳ | ۴۸۴ | ۴۸۵ | ۴۸۶ | ۴۸۷ | ۴۸۸ | ۴۸۹ | ۴۹۰ | ۴۹۱ | ۴۹۲ | ۴۹۳ | ۴۹۴ | ۴۹۵ | ۴۹۶ | ۴۹۷ | ۴۹۸ | ۴۹۹ | ۵۰۰ | ۵۰۱ | ۵۰۲ | ۵۰۳ | ۵۰۴ | ۵۰۵ | ۵۰۶ | ۵۰۷ | ۵۰۸ | ۵۰۹ | ۵۱۰ | ۵۱۱ | ۵۱۲ | ۵۱۳ | ۵۱۴ | ۵۱۵ | ۵۱۶ | ۵۱۷ | ۵۱۸ | ۵۱۹ | ۵۲۰ | ۵۲۱ | ۵۲۲ | ۵۲۳ | ۵۲

[illegible]

نہیں ہے، کیونکہ اخلاص کے صاحبِ فرض ہونے کے لئے نیت کا کلام بننا شرط ہے اور صرف میں جن کی موجودگی میں اخلاص کو صاحبِ فرض قرار نہیں دیا گیا۔

دسواں فقرہ اخلاص، تیسرا ارادہ کے جوہر کہنے میں ایک غرائی تو یہ ہے کہ محبوب اولاد کے دلوں میں محرومی کی وجہ سے غمخیز پڑ جائے گا، کیونکہ شخصِ مذکورہ نہیں ہے کہ مادی جذبات سے باز رہے انسان کہ فطرت اس قسم کی وضع ہوئے ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ میرے عزیز گروں کی مکانات سے جن کا خون میری گونہیں گروں میں گردش کر رہا ہے میرے چچا زاد بھائی کو پیش و پشت کرتا اور میں دیکھتا ہوں کہ اس سے بالکل محروم ہوں تو اس کو میرے عزیز سمجھتا ہوں اور دوسری غرائی یہ ہے کہ جب ماضی میں کوئی جوہر باپ کے خدمت گذار رہا اور اس کی ملکیت کے انتظام و تدبیر میں دن رات مشغول اور مشغوش کرتے ہیں یہ یہ یقین ہو جائے گا کہ اگر اتفاقاً وہ اپنے باپ سے پہلے مر جائے تو ان کی اولاد محبوب ہو جائے گی تو وہ باپ کی خدمت اور اس کے کاروبار سے پہلو ہٹ کر نہ لگیں گے بلکہ اپنی کمانڈ اور کوشش سے اپنی جگہ ملکیت پیدا کرنے کی فکر میں پڑ جائیں گے اور تیسری غرائی ایک مثال سے سمجھیں اس کی ہے، فرض کیجئے کہ ایک دولت مند کے دو بیٹے ہیں جن میں سے ایک بیٹے کے چار بیٹے اور ایک کا صرف ایک ہی بیٹا ہے۔ اب اگر چار بیٹوں کا باپ خود اپنے باپ کی زندگی میں ہی مر جائے تو اس کے چار بیٹوں میں سے ایک کو باپ کے قانون کی رو سے میراث ملے گی اور وہ اپنے باپ کی ملکیت سے وہ دارا کے مرنے پر چھوٹا اور پھر اس سے متعلق ہو کر چھوٹا اور بھائی کہے گی، ہم چاروں بھائی تو ہمیشہ کے لئے اس سے محروم ہو گئے، اس نے ان میں سے اگر کوئی غریب کے خیال سے فیض و مغفبت میں اگر اپنے بھائیوں کی غفلت بلان کے شروع کر کے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر دلائی زندگی میں بھی کسی حیدر سے مار ڈالے تو باطل ترین خیال اس ہے اور۔

(ظہورِ اسماء جون ۱۹۵۵ء ص ۴)

جواب، حقیقت تو یہ ہے کہ اسرارِ باطن اور نفسِ پستی کے فتنے میں ہر محوِ چیزِ محبوب اور ہر محبوبِ تیز نمود و نظور نہ لگتی ہے، چنانچہ مسلم سائنس نے اجتہاد میں اگر پوائے کو جوہر کرنے کی خرابی نہ توکھ دی، مگر اس کے برعکس محبوب کہنے میں عین یہی خرابیاں بلکہ اس سے بھی زبردہ مضرتیں ہونے کے باوجود چشمِ کدے سے غفلت ہی، غور کیجئے کہ جیسے کہ چچا کا در مقابل اور قیہ بناوینے سے چچا کے دل میں فیض پیدا ہوگا، ہر شخص و صاحبِ چچا کے متبر داروں کے ہوں، زمین کیجئے کہ تیرے پوتا ایک ہے اور چچا کے پانچ لڑکے ہیں تو کل مال میں سے ۱۰ صرف پوتا کے لئے جائے گا اور چچا کے لڑکے فی الحال محروم ہیں اور ان کے والد کے مرنے پر بھی یقین نہیں کہ وہ ان کے لئے کچھ ملکیت چھوڑ جائے گا، پھر اگر ملازمین تو وہ دارا کی ملکیت سے نہیں بلکہ ان کے والد کی ملکیت سے ملے گا اور وہ ملازمین کو تیسیم ہوتے سے پہلے ہی گناہ کیا یہ چیز حرام اور حجاز دار بھائیوں سے عداوت اور

خانہ بادی کا باعث نہیں۔ اور جب بھی کو تعین ہو جائے گا کہ تہم بڑے کو میرے لڑکوں سے پانچ گنا زیادہ حصہ ملا۔ بلکہ خود میرا قریب بن جانے کا حال اگر میرے لڑکے دارا کی وراثت سے باقی محروم ہو گیا اس صورت میں چلا جائے یا نہ جائے کاروبار اور اس کی خدمت سے یہ ملو بہی کر کے اپنی جگہ ان ملکیت میں داخل کرنے کی فکر میں نہ پڑے گا، اور اگر چاہیے تو اپنا ہم درجہ اور مساوی خلیفہ دیکھ کر ادا دے لڑکوں سے منقسم فی الاستحقاق بکھریں۔ اگر اسے قتل کر لے۔ چچ کے لڑکے اس عرصہ میں کہ ہم نور دلا کی مہارت سے غور ہو رہے ہیں اور یہ ہمارے باپ کا شریک ہو رہا ہے۔ پھر اگر کسی وقت میں ہماری طرف یہ ملکیت منتقل ہو گئی تو اب بھی اس کا حصہ ہم سے پانچ گنا زیادہ ہے۔ بیشتر و شہرت میں زندگی گزارے گا اور ہم سنگدلی میں رہیں گے۔ کہ قتل کر دیا اس کو کیا یہ تین تیاں نہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ خاندان میں اتفاق اور محبت تب ہی باقی رہتا ہے کہ کس قسم ہوتے ہو چچ کے لڑکوں کا درجہ دیا جائے۔ جیسے وہ داد کے وارث نہیں اس طرح تہم بڑے کو تہم بڑے نہ ہو۔ اس صورت میں چچ اس کے لڑکوں کے دل میں عداوت کا گولہ، عداوت نہ ہو بلکہ تہم بڑے کی وجہ سے لڑکی شہرت ہو جائے گی اور جس طرح چچ کے لڑکے اس لئے اس کے فرمانبردار رہیں گے کہ خود کو چچ کے مالک ہی نہیں اپنے باپ کے قتل کے جیسا کہ اس طرح تہم بڑے کو بھی اپنے چچ کا معجزہ ہے۔ اس کے جس ملک چچ کا ہم درجہ بنایا جائے تو یہ چچ کی اعانت نہ کرے گا بلکہ اس کا مد مقابل اور ہر معاملہ میں اس کا قریب ہوگا جس سے خانہ بادی ظاہر ہے۔

یہاں ظہور اسماء کے مضمون سے مراد ان امور کا جواب دیا گیا ہے جو موجب شہرہ ہو سکتے تھے جو عزیز و محرم اور بعض اہل عیال میں ان کے جواب کی ضرورت نہیں۔ مگر یہ چریت نے وراثت سے متعلق نظام اسلامی کے پورے ڈھنچے کو پاش پاش کر دیا ہے۔ لیکن ان پر لازم ہے کہ اصول وراثت کا کوئی جدید و ناجائز ترمیم کر کے پیش کریں۔ یہ تہم بڑے کا مسئلہ جس پر مذہب، ائمہ، علماء، صوفیاء، اخبار، خلیفہ، ملکہ شافعیہ، متنبیہ، شیعہ، یزید، غلام، اہل بدعت وغیرہ ساری امت کا اجماع ہے اس کا انکار کرنے سے دھوکہ دینا کا مقصد قرآن کی خفایت کو توڑ دینا ہے جبکہ جوئے خود و سوسائٹک کوئی ایک فرد بھی یہ مسئلہ سمجھ کا بلکہ ساری امت غمناک میں مبتلا رہی تو ان مسائل کے ہاتھوں ہم کب پہنچے ہوتے قرآن و رسالت کی نظام پر کیسے اغما کر دیا جاسکتا ہے؟

میں آخر میں حکمین ہر بیت سے ضروری سوال کرتا ہوں جو روزنامہ زمیندار بابت (اچھری سے مستعد) میں پیش کیے گئے پر روزنامہ زمیندار اس کے جواب کا مطالبہ کر چکا ہوں۔ مگر آج تک یہ حکمین حدیث کے منبر پر حکومت کی ہوئی ہے۔

وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلْعَالَمِينَ



الرُّجُومُ الشَّهَابِيَّةُ
على
الفرقة الذِّكْرِيَّةِ وَالْإِبَاضِيَّةِ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر ہی مندرجہ

سوال ۱۔ بلوچستان اور بعض طور سے ضلع کلان میں ایک ہمدی فرقہ بنامہ ذکر ہی مشہور و معروف ہے یہ دراصل ہمدیوں کی ایک شاخ ہے جو سو سو سال سے یہاں سے متصل ہیں مندرجہ ذیل سوال کے جوابات درکار ہیں۔

① ان سے رشتہ نکاح کرنا جائز ہو یا نہیں؟ ہمارے بعض جہلاء ان سے رشتہ لیتے اور لیتے بھی ہیں۔

② اگر نکاح کریں ہو تو اب مسئلہ معلوم ہونے کے بعد کیا کریں؟

③ بصورت افراق اس نکاح سے جو بچے پیدا ہوئے ہیں وہ کس کے ہیں؟

④ کیا یہ لوگ اہل کتاب شمار کئے جاسکتے ہیں؟ جبکہ یہ قرآن کو سنتے اور پڑھتے ہیں اور ائمہ شریعت سے کچھ ہیں۔

⑤ ان کے ہاتھ کا ذبح کیسا ہے؟ جبکہ ذکر کے وقت کھڑا رہتا ہے اور ذکر کرتے ہیں۔

الجواب باسمعہم الصواب

سوالات کا جواب دینے سے قبل مناسب ہے کہ ذکر ہی مذہب پر ایک سرسری نگاہ ڈالی جائے۔ آپ کو یہ سکر شاہ مذہب ہوگا کہ ذکر ہی مذہب ایک ایسا مذہب ہے جس کا کوئی مضابطہ نہ ہے بلکہ واقعی طور پر اس کے پیشوا میں کوٹائی کہا جاتا ہے وہ جو کچھ حکم دہریا ہی ان کا دین ہے، ان کا مذہب پر ان کا کوئی کتاب اصولی طور پر ان کے مذہب کے بانی یا ان کی پیشوائی میں ہے، تو اپنی تو وہ اہل ہے اور ایک وہ نسخہ سے زائد نہیں۔ مزید یہ کہ یہاں تک کہ کتاب اللہ کسی کی طرح وہ انداز گزار ہونے تک برسرِ حال نہیں لائی جاتی، بلکہ وہ ایک دو نسخے یا متن جہاں کے مذہبی پیشواؤں کا پاس منتقل ہونے چلے آئے ہیں۔ تاہم ان کے مذہبی عقائد میں حد تک میں معلوم ہو سکے ان میں سے چند اصولی چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد مذکورہ سوالات کے جوابات تحریر کئے جاتے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ۔

ہمدی مندرجہ

ذکر یوں کے عقائد ذکر کرتے ہیں کہ یہ مذہب ضروری ہے کہ ذکر ہی مذہب حقیقت میں وقت ہمدیوں

کی ایک کتاب ہے، ہمدوی فخر میراں سید محمد جوہری کی طرف منسوب ہے، مختلف جگہوں پر اس کے مختلف نام ہیں، کہیں یہ "لوگ" ہمدوی کہلاتے ہیں، کہیں "دائرہ واسطہ" کہیں "مسوقہ" کہیں "ذکر" کہیں "ذاتی" اور کہیں "حالی" کا نام رکھتے ہیں۔ (ہمدوی تحریر ص ۵)

ہمدوی جوہری

میراں سید محمد جوہری، جمادی الاول ۱۲۲۷ھ مطابق ۱۸۱۱ء جوہر (ہندوستان) میں پیدا ہوئے۔ (ہمدوی تحریر ص ۵) والہ کا نام سید علی شاہ باوریا شیخ محمد علی شاہ کا علم علی سلسلہ نسب جاپوڑ ہے والہ کا نام احمد غفران اور عرفہ انعام علی ہے (ہمدوی تحریر ص ۵) سید کے علوم سید محمد جوہری کی "میراں سائیں" اور "مکملات و ابدان" کے ذکر کی ذرا کم کے لقب سے ان کا تذکرہ کرتے ہیں، جمادی الاول ۱۲۵۷ھ میں جوہر کو حیدرآباد کے مختلف علاقوں میں گشت کرتے رہے، یہاں تک کہ سلسلہ میں ان کو پہنچے اور سلسلہ میں حج کے لئے چلے گئے، فرمایا کہ حضور میں قیام رہا اور وہ کہیں "اور" مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہو کر اعلان کر دیا کہ میری ذات وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل انبیاء رسالت سے جس کی آمد کی خبر دی تھی اور یہ کہا کہ ہمدوی، اخروانی میری ذات ہے (تقریب ہمدویت ص ۵) شیخ محمد ابراہیم نے روایت فرمائی کہ اس واقعہ کو اس طرح لکھا ہے کہ:-

۱۔ سلسلہ میں انہوں نے حج کیا اور حضرت سید محمد علی ہمدویت کا دعویٰ کیا۔

اس کے بعد واپس ہندوستان آئے، سب سے پہلے احمد آباد (گجرات) میں داخل ہوئے، چنانچہ شہرہ میں وہ موجودہ پاکستان کے علاقہ ٹھٹھہ میں آئے اور یہاں تقریباً چھ ماہ قیام کیا، ٹھٹھہ میں ان کو جانے قیام آج تک زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔

ٹھٹھہ سے چل کر بلوچستان کے قریب لاہور و خوار گوردوارہ استوں سے ہو کر آپ کی کنیر وایت کو سامنے لے کر قندھار پہنچے، قندھار سے فرار (جو افسوس ہے کہ) میں ایران میں داخل تھا، اب قندھار تالابی شامل ہے، آئے اور فرار میں ۱۶ ذیقعد ۱۲۵۷ھ میں روزہ درخشہ اتفاق کر گئے۔

(ہمدوی تحریر ص ۵)

مہدی ہونے کا دعویٰ اور سلاطین کو دعوت نامہ

دول میں ہمان کا ایک دعوت نامہ نقل کرنے ہیں جو انہوں نے مختلف امراء و سلاطین کو لکھا ہے۔ یہ خط شمس الدین مصطفیٰ نے اپنی کتاب مہدوی تحریک میں "قول الہود کے حوالے سے نقل کیا ہے یہ خط مقام ہرنی درجرات سے مشفقہ میں مختلف امراء و سلاطین اور فوائین کے نام جاری کیا گیا،

اے لوگو! اس امر کو کہ لوگو میں محمد بن عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم نام ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے ولایت محمدیہ کا خاتم اور اپنے نبی کی بزرگ امت پر خلیفہ بنایا ہے۔ میں وہی شخص ہوں، جس کے آخری زمانے میں یوشعہ بن نون کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اور میں ہی ہوں جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے میں وہی ہوں جس کا سابقہ پیغمبروں کے میثاقوں میں ذکر کیا گیا ہے میں وہی ہوں جس کی اگلی اور پچھلی عمر دو ہونے کا وصیفہ مل گیا ہے۔ میں وہی ہوں جس کو روحانی خلافت دی گئی ہے۔ میں اللہ کی طرف بصیرت پر مستوفی کو اللہ کے حکم سے بلاتا ہوں، میں اس دعویٰ کے وقت نشے کی حالت میں نہیں ہوں، بلکہ باوجود شش ہوں بھوش میں لائے جانے اور سیدہ رکھے جانے کا اعتقاد نہیں ہوں، اللہ کی طرف سے مجھے پاک و رقی ملتا ہے اور مجھے سوائے اللہ کے کسی شکر نہیں ہے نہیں، میں ملک و حکومت کا طالب نہیں ہوں اور نہ مجھے ریاست و سلطنت کا نام کرنے کی خواہش ہے۔ میں امارت، ملک اور ریاست کو بغیر خیال کرتا ہوں۔ دنیا کی خدمت سے چھڑانا میرا کام ہے۔

میری اس دعوت کا باعث یہی ہے کہ میں اللہ کی جانب سے اس دعوت پر آمادہ ہوں تاکہ سیدہ تہدید سے میں اپنی دعوت تم تک پہنچاتا ہوں۔ اللہ نے مجھے مقرر کرنا اطماعت بنایا ہے زمین میری اطماعت زمر ہے؛ میں تمام آسمانوں کی طرف اپنی اس دعوت کو پہنچاتا ہوں، اس میں مغربوں سے کہ میں ولایت محمدیہ کا خاتم ہوں، میں اللہ کا خلیفہ ہوں جس نے میری اطماعت کی اس نے اللہ کی اطماعت کی اور میں نے مجھے "وگوانی" کی گویا اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے درخواست کی۔ اسے کوئی مجھ پر ایمان نہ آوے کہ تم کو کچھ شکار العیب ہو۔ میری بات سناؤ اور میری ہر وہی کرنے میں جلدی کرو تاکہ تم

التحریر الشہیدہ —

فصل چہارم جو کوئی میرا ذکر کرے گا اور جیسا احکام سے سزا کرے گا اس کو اللہ جی سیدہ پر نہیں کرے گا
 اسے لوگوں میں اس دن کے عذاب سے بچائیں۔ یہ بات ایک ریت کی طرح میرے لئے جو بنے گی۔ تم اس دنیا سے اس صحت
 میں مسرت کرو کہ اگر ان میں کوئی بیمار ہو جس کو اب صحت اختیار کرو۔ اس غیب ہنستہ کو کھوٹے دامن کے ہونے نہ
 بچو۔ تم بھلا رہو اور تم کو کچھ بھلاؤں میں اور میں اللہ تعالیٰ پر غور کرو کہ میں تو بہار ارض ہے خوشی کرو وہ
 میں ہنستہ کے بعد وہ جس کے وہ اگر تم نے میری بات پر غور نہ کی تو بہار ارض ثابت ہوگا۔ تم حق بات کی
 تحقیق پر غور کرو اور اگر تم نے مجھے جھوٹ پر غور کیا تو لازماً تم کو غور ہوگا۔ میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کھانا ہوں اللہ
 شہادت کے لئے کافی ہے کہ میں صحت تحریر کا دل میں طاقت ہوں اور اگر ای سے بچنے والا ہوں۔ تم پر لازم ہو
 کہ وہ جس میں نہ ہو بلکہ میرے مخالف اور مخالف اور مخالف کو تو ان کے ساتھ اور غور کرو اگر میرا ہر کام اور میرا
 ہر عمل انسان کے مطابق ہے تو میرا کیا فائدہ ورنہ مجھے قتل کر دو۔ یہی تمہاری نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ کے
 ڈر اور قرب عاجز ہے اس کی جانب متوجہ ہو کر کہ وہ نیران اور غور ہونے والا ہے۔ وہ اپنے بندوں
 پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ یہ بات نصیحت ہے اس کے لئے جس نے قرب حاضر اور غور کرے اس کو
 سنا۔ تم اللہ کی تحریک صفا بملک بحوالہ قول خود

زمینہ مہر ویت

سیدہ محمد بنوری کے والد کا نام محمد بن تھا، اور وہی والد کا نام آیت بک حبیبہ محمد بن محمد بن ہونے کا
 دعویٰ کرنے کا راہ کیا تو یہ خیال مذکر گھر میں محمد بن کے والد کا نام عبداللہ اور والد کا نام آیت بک ہے اسلئے
 اپنے والدین کے نام تبدیل کر کے صریح کی ان میں کوئیوں سے مطابقت نہیں رہی جاتے، چنانچہ اپنے والدین
 کے نام تبدیل کر دئے، جب وہ ان ناموں سے مشہور ہو گئے تو محمد بن ہونے کا دعویٰ کر دیا، اس کے بعد محمد بن
 میرے کوئی بھی والد کا نام عبداللہ اور والد کا نام آیت نہیں لکھتا، بعض محققین کی عبارت اور ذیل میں ہے:-

الجواب عنہ:۔۔۔ سید محمد کا اعلیٰ نسب میں سید خان المعروف بڑا اولیہ اور والد
 آق علی محمد بن ہونے کا دعویٰ جو خود میں پروردگار نے ۱۳۴۰ ہجری اولیٰ میں ۱۰۰۰ سیر سے لے کر
 پیدا ہوا۔ محمد بن محمد بن کے کوئی بھی اس کے والدین کا نام عبداللہ اور آیت نہیں بتاتا جبکہ محمد بن ہنستہ
 مثلاً مزاج الانصار میں دعویٰ کیا گیا ہے۔ بظاہر اس کا مقصد یہ ہے کہ ان ناموں کو نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے والدین کے ناموں سے جانا جائے گا کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں کو نبی کریم صلی اللہ
 کی تحفہ کرام اور غیر الدین الہی کے جو خود نام میں ان ناموں کا ذکر ہے، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقربین

(دارالافتاء اسلامیہ لاہور ۱۴۰۰ھ والفقہ العجمی لاہور)

دار فکری کے نگران اعلیٰ محترمین کی مشورہ کتاب پر خطوط کے سلسلہ میں لکھے ہیں۔

الشیخ الفکر محمد بن یوسف القصبی الحنفی الشہر بالہند ولد سید ذوالعین ولمان مائتہ و ثلثۃ
جونیر (زحۃ القراطیوس ۳۲۷ ھ) اسی کتاب میں کہہ چکے ہیں کہ اس کی مزید نقاب کشائی نہ کرے

میں، " قال اور جلد الشاہ اسماعیل النہدیۃ للحدیثۃ لکن القصبی نے اپنے اصحاب میں
ذیل میں مندرجہ الفاظ میں فرمایا: "قلت اجد ان اسمہ بیدہ بعد اللہ واسم القصبی بکسر و تشدید
فی الناس و من کتابی اصول دلائل الذہب" (زحۃ القراطیوس ۳۲۷ ھ) ص ۱۸۱ (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵)
ظاہر القاصد یہ ہے کہ اس کتاب کی تاریخ "مستقب النظار" کے مترجم مولانا محمد قاسم نے "مستقبل" لکھا ہے
"مستقبل" جو کہ پہلے پہل لکھا ہے، لکن وہ بالکل نام درست تھا، ایک مجدد کتب شیخ ذوالیال کے مدرسہ دہلی میں تھے
(ترجمہ مستقب النظار ص ۱۸۲)

بہر حال سید محمد جوہر جوہری کے دارالافتاء میں یہ کتاب پڑھ کر سید خان علی رضا خان نے اس کی بات پڑھ کر
ثبوت کو پہنچا دیا ہے کہ والد کا نام عبد اللہ بن سید کے شوخ کے بعد رکھا گیا ہے، اچھی والد کا اصل نام آناک
تھا جسے جوہر محدث نے "مستقبل" دیا، آناک آناک کوئی نام تجویز کر دیا، اس سے قاری حضرت
نبوی الشافعی کے کہنے پر سید محمد جوہری نے "مستقبل" والین کے نام بعد از نقی کو ذکر کیا ہے جسے جوہر محدث
محقق ہے جبہ القاصد یہ کہ مستقب النظار کے تیسرا باب لکھا ہے۔

ذکر می مذہب

یہاں تک یہ بات ثابت ہوئی کہ سید محمد جوہری نے ہمدی آخوانان پہلے لکھا ہے کہ
اب ہم مذہب ذکر کے متعلق کچھ غرض میں آئے۔

یہ لوگ اس کے قائل ہیں کہ سید محمد جوہری ہمدی آخوانان ہیں، نیز اس کو رسول بھی مانتے ہیں، چنانچہ
ان کا کلام اسلام کے کلمہ کے برعکس ہے: لا ائلا الا اللہ، لا اولاد الا اللہ، لا اولاد الا اللہ، لا اولاد الا اللہ
(جلوس تان غوطر جلد ۱، آواز دہلی ص ۱۸۲)

نیز یہ کہیں چنانچہ ہمدی پڑھتے ہیں: لا ائلا الا اللہ، لا اولاد الا اللہ، لا اولاد الا اللہ، لا اولاد الا اللہ (ص ۱۸۲)
یہ لوگ اپنے پیغمبر کو عام طور پر محمدی اہل کہتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ ان کا پیغمبر محمدی ہمدی ہمدی
(غالب) سے کوئی آیا تھا، وہ ایک نور تھا جو ظاہر ہو کر ان کے بزرگوں کو دین کا راستہ بتا کر وہ پڑیں جو گد
ان کا خیال ہے کہ اس واقعہ کو چار پانچ سو برس گزر چکے ہیں، اور ان کے تحصیل حالات (ہمدی نامہ)
میں لکھے ہیں، مگر یہ کہ کسی کو نہیں دکھائے، یہ کتاب فارسی زبان میں ہے۔ (الغرض دہلی ص ۱۸۲)

لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے، یہ گمراہی سید محمد جوہری ہی کو کہتے ہیں اور ہم شیخ بنائے ہیں کہ سید محمد جوہری کمران کے علاقے میں گئے ہی نہیں بلکہ جب حجاب (ہند) سے نکلے تو یوں چلا کہ جس راستے سے گئے جو قندھار رہا ہے، پہلے قندھار اور پھر فزاہ چلے گئے اور فزاہ ہی میں انتقال ہوا اس لئے کمران میں ان کے آئے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اب سید علی محمد جوہری جو بڑی بات پر بحث کرتے تھے کہ انھیں کمران میں آئے ہو چکا ہے اور علاقے میں سیدوں کی حکومت تھی یہ ہندوستان کا نام نہ تھا، اس زمانے میں ملک میں صلوات اللہ علیہ کا حال بھی خراب تھا اور قندھار میں سلطان سلیمان اول کی حکومت تھی، پرتگیز اولنڈز اور انگریز اس زمانے میں بحیرہ عرب کے ہندوستان میں تجارت اور سیاحت قسمت آزمائی کرتے ہیں معروف تھے، ان کی وجہ سے ہندوستان کے عادیین کا کوئی وقت انھیں ملنے نہ پڑا۔ یہ تعلیمات ہندو مت کی تحریک کے متعلق تقریباً سب ہی کتب میں لکھی ہیں۔

ذکر یوں کے عقائد

مہدی اور ذری فتنہ کے تاریخی حالات پیش کرنے کا یہاں موقع نہیں ہے، چند باتیں بطور پس منظر واطلاہ حقیقت ذکر کر دیں، اب ذیل میں ان کے چند عقائد ذکر کئے جاتے ہیں۔
(۱) ذکر یوں کا کلمہ الگ ہے | ذکر یوں کے کلمے متعلق کچھ حوالے ہم شیخ ذکر کر چکے ہیں، مرنے والے

ملاحظہ ہو۔

”ہوں آنکہ فرزند ایمان محمد حبیب را بدین طریق میگویند لا الہ الا اللہ محمد مہدی
رسول اللہ“ (حدیث الوسائل ص ۵۵)

ان کے جدید کلمے نور پاک کا اضافہ بھی ہے (یہی ذکر یوں ملاحظہ ۱) نیز ذکر ی اور دای لوگ ”رسول اللہ کی جگہ بسا اوقات ”امراشدہ“ یا ”امراشدہ بھی کہتے ہیں۔ ان کا ایک کلمہ وہ ہے جسے وہ اپنی پنجگونی سیاحت میں پڑھتے ہیں۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ
الامین (ترجمہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے، برحق ہے، غافل نہیں، نور محمد مہدی اللہ کے رسول ہیں جو وصی کا سچا اور امانت دار ہے۔

(ذکر توحید ص ۱۴۱) و مہدی تحریر ص ۱۴۱

(۲) نماز کے منکر ہیں | یہ لوگ نماز کے منکر ہیں اور نماز کی بجائے ہر وقت ذکر کرتے ہیں،
(عبرانی مہدی ص ۱۴۱)

دوم آنکہ وہ ایمان دروای نہ زنجبک نہ بود، انکار و اعراض آمدہ اند و کسی کو یہ نہ اندازے کہ کتنا زمان
میخیزد در پنج وقت علی القیاس زمین فجر و ظهر و عصر و مغرب و عشا بشوق تدر و توطا و تعلقان حکم عدم
قرب نماز و ادہ است بقتضای آیت **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَءُوا القرآنَ** (ترجمہ) اے
مومنان نزدیک مشغوبہ نماز را (عزۃ الوسائل از مولانا محمد موسی صاحب مدظلہ)
(کمران ۲: ۱۰۸ کے آئینہ میں ص ۱) و غیرہ

(۳) **روزہ رمضان کے منکریں** سوم آنکہ نہ شب والا ایمان و نہ جہاد باہر سنا
المبارک روزہ نمی دارند و تمام ماہ رخص و شہرستان
لشوق و ذوق و درغور و درچریدن مشغول اند از فریبت صیام منکرند و یگویند کہ خداوند تعالیٰ گفتہ است
بخوبیہ و خوشیہ خطاب بامؤمنان کہ دوست **ثُمَّ لَئِنْ أَتَاكَ لَفْظٌ مِّنْهُ فَاصْبِرْ لَهُ** (عزۃ الوسائل ص ۱)
نیز ذکر یوں کہ اپنی کتاب میں ذکر می ہوں کہ میں کھلے کہ جو روزہ رمضان کے بجائے دوسرے روزے
جو کہ ہمارے مذہب روزوں کے داخل ہیں، وہ اس طرح کہہ دو شبہ ایمان میں اور ذی الحجہ کے آٹھ پہلی تہی
ماہ آنحضرتی جو گئے (ابن زکری ہوں ص ۱۷۷ و صفحہ ۳۸۰، ۳۹۰ ج ۱)

(۴) **حج بیت اللہ کے منکریں** یہ لوگ ذکری اور داعی (ع) بیت اللہ کے منکریں اور حاکم کو قتل
لغویہ میں کرتے، حج بیت اللہ کے بجائے تہ کوہ مراد میں
جا کر کہتے ہیں جو تربت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قریب ایک میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ ہے۔
(ماخوذ از مہدی تحریک ص ۱)

مولانا محمد موسی صاحب دہشتی لکھتے ہیں :-
”چہارم آنکہ منکر بیت اللہ خانہ کعبہ شریف بقصد زیارت ہستند (القول) و کوہ مراد را
کہ ذکر آن گذشتہ بود قبل خود مقرر کردہ اند (القول) برای زیارت و طواف کوہ مراد
فازیم و جمع می شوند (عزۃ الوسائل ص ۱۷۷)
یہ لوگ ۷۰ روزہ رمضان اور ۱۰۰ روزہ ذی الحجہ کو زیارت کے بہانے حج کرتے ہیں۔
(مہدی تحریک ص ۱) سپاس آں کہ شان ستم ذکر می نمائند (ع ۲)

(۵) **کعبۃ اللہ کے قبلہ ہونے کے قائل نہیں** مولانا محمد موسی مولانا سائل ہیں لکھتے ہیں :-
”ایضا بحکم آنگہ از خود بطریق کعبہ ضرورت مباد

نذائند، میگویند ملائیکہ کا آیا تو کوا کثرت و جمعہ کثرت پس ہر جا کر دی، ارباب پسر، انجانا دی تھا
ہست، لہذا تو مجھ کو قبل از موت نذارد (عمدۃ المومنین ص ۳۳)

دین یا مذہب

عام مومن کو مبالغہ میں ڈالنے کے لئے دین مذہب کی عجیب تشبیہ کی گئی ہے۔
ہم مسلمانوں کا دین یکساں اسلام ہے، لیکن مذہب الگ الگ ہے، جیسا غنی، حنبلی، مالکی،
شافعی، جعفری، شیشی، امامی، ذکری اور مابلی حدیث وغیرہ وغیرہ۔ ہمارا دین ایک ہے کا
دین اسلام ہے اور جو اسلام سے غار ہے وہ کافر ہے (ہیں ذکری ہوں ص ۱۸)
یہ عجیب اتحاد اسلام ہے کہ کلمہ مسلمانوں سے لگائے، نماز، روزہ، حج جیسے مہولی اسلام کے منکر ہیں
مومن مسلمان ہیں۔

عبادات کا ذکر مختصراً

کتاب "میں بگڑی ہوں" کا معنی عبادات کے بارے میں اپنا نظریہ یوں لکھتا ہے۔
"میری عبادت یہ ہے، ذکر و نماز وغیرہ پانچ وقت، رکوع اور سجدے تین وقت اور
روزہ ہم سب مذہبوں کا زیادہ رکھتے ہیں، یعنی سال میں تین ماہ آٹھ دن اور کوئی چالیس
پرانیک اور عشرہ یعنی دسواں حصہ ہر کادی پر یکساں پراور ہم فرض جانتے ہیں
(ہیں ذکری ہوں ص ۱۸)

ان کے علاوہ "ذکری غفل بعد جماعت و احتلام کے قائل نہیں (عمدۃ ص ۳۳)
میت کے لئے نماز جنازہ کے تعداد کی نہیں، عمرت دعا کرتے ہیں جو ذکر غنائ میں بہت
ہے (ہیں ذکری ہوں ص ۱۸)

ان کے علاوہ اور بھی کئی غرائز ہیں، جن کا تحریر میں لانا مناسب نہیں۔

ہوکان یا مذہبی رقص

اس سے قبل کہ ہم ہستی میں مندرجہ سوالات کا جواب دیں، ذکر یہ کہ ایک مہولی رقص کا
تذکرہ کرتے ہیں۔

چوچگان | ایک قسم کا سماجی رقص ہے جسے مذہبی رنگ دے دیا گیا ہے۔ یہ چوچان چاند لڑکوں اور مذہبی رقصوں میں عام ہونے کے سبب لڑکوں میں پڑا ہے۔ چوچان، بچے اور بڑے سب سے بڑے انہماک سے حصہ لیتے ہیں۔ چوچگان میں شریک ہونے والے ایک دائرے میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور وسط میں کوئی خوش گلوں کو دیا عورت چوچگان کے قدیموں اور رقصوں سے کماحقہ واقف ہوتا ہوا چلتی ہوئی کھڑے ہو کر صحت ہمدی اور صحت کے اشعار پڑھا شروع کرتے ہیں اور تمام شرکاء جن میں جوانی کہا جاتا ہے شاعر کے منہ سے نکلنے والے الفاظ پر حرکت میں آتے ہیں۔ ہمارے گریں اور شکر کا آخری حصہ ایک زبان دہرائے ہیں۔ چوچگان میں کسی قسم کا کوئی رقص متوال نہیں کیا جاتا۔

چوچگان کے بول میں طرح کے ہونے ہیں، دو چالی، سہ چالی اور چار چالی مثلاً "تھاویا ہمدی تازی" ہمدی۔ "اندیک، ہمدی برقی، یاروں ہمدی، طویش، ہمدی سنی دلیہ مارا" وغیرہ

(ہمدی تحریک ملکہ)

اس چوچگان (سماجی رقص) میں یہ لوگ دائرے کی شکل میں کھڑے ہوتے ہیں، جب چوچگان کے بول بولے جاتے ہیں تو رقص کی طرح وہ اوپر نیچے ہو جاتے ہیں اور آگے پیچھے اس طرح سے ہستے جاتے ہیں کہ دائرہ اپنے اصل پر باقی رہتا ہے۔ گوری طرب میں یہ رقص بہت بڑا نواب ہے۔ اس میں شامل ہونے والوں کے ثواب کا کوئی اندازہ ہی نہیں، اس کے تماشائی بھی بہت بڑا نواب کی طرح ہیں۔

ایک طریقے نے بتایا کہ انہوں نے دو ہمدی ہمدی آوازوں، "دیجے ہیں....." ذکر کی طرح انہوں نے بھی اپنے سامنے والوں کی اصلاح کے لئے اسی سے فرمایا ایک مذہبی رقص اختیار کیا جو پہلے جڑیوں حسب ضرورت لڑکیوں کی مثال ہوتا تھا۔ ذکر کو بالاد و ہمدیوں میں سے ایک لڑکی لڑکیوں کو شکر پھیلوات کو بڑھاتا ہے اور اب معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خود اپنے اور لوگوں کو پانی کا خوشنوی ہوا نوازی میں پس اور خواہشات انسانی کو پورا کرنے کے لئے ہمدی ویت کا مال استعمال کیا۔ B

دل کو پہلانے کے لئے یہ چال چلی ہے

یہ لوگ سیدھو چوچوری کے ایک جملہ سے اپنے دائرہ یا مذہبی رقص پر استلار کرتے ہیں، اگرچہ سیدھو چوچوری کا اصطلاحی دائرہ کسی بار ڈھنگ کا تھا، وہ قول یہ ہے:

"میرے دائرے کا کتا بھی جناح نہیں ہوگا۔" (ہمدی تحریک ملکہ)

ذکری کا فرہیں

ذکری چونکہ ہمدی کو رسول مانتے ہیں، اس کے نام کا ذکر بھی پڑھتے ہیں۔ در اصول اسلام نماز

روئے، مع غیر کے کہیں ان لوگوں کے کافر ہونے میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔

آمد م بر سر مطلب

ابن خلیل کے جواب مختصر مطلوب سوالات کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ذکر یوں سے نکاح جائز نہیں ہے، قال فی الدور (وحریم نکاح (الوثنیۃ) قال فی الخاصیۃ تحت (قولہ الوثنیۃ) ویدخل فی هذه الاصل عبدۃ النفس الذی قال فی شرح البیہدوی مذهب یحییٰ بن عقیل وہ قال فی الدور ذوالنصریۃ والیاسیۃ فلا یحل منکحہم ولا یزول ذہبیہ لا یہدویس لہ کتاب سنائی (الثانیۃ ص ۲۵)

(۲) چونکہ نکاح شریعت سے جاری نہیں اس لئے مجتہد کی اختیار کرنی جائے اور اسی مدت جو بلا نکاح میاہری کی صورت میں یک ماہ ہے اس سے قویہ کہے۔

(۳) جو بچے پیدا ہوئے ہیں وہ ولد الزامی مان کا شبہ ثابت نہیں، جو کہ ان کا باپ نہیں اس لئے مان کی کفالت میں رہی ہے، باپ کے ساتھ ان کی وراثت کا کوئی تعلق نہیں۔

(۴) اہل کتاب وہ ہیں جو کسی بچے رسول کی طرف منسوب ہوں اور ذکر مذہب والے محمد ہد کا کو رسول مانتے ہیں جو ان کے کلمہ کلا لا الہ الا اللہ، موس پاک محمد مہدی رسول اللہ سے صحت ظاہر ہے، حالانکہ سید فرخواری نے یہ نہیں اس لئے لوگ اہل کتاب نہیں۔

(۵) ان کے ہاتھ کا زہر جلال نہیں ہے، ہمارے سوال مل کے جواب میں ملاحظہ ہو، ذہبی کے حوالہ ہونے کے لئے صرف کلام ذرا لکھ کر کہنا کافی نہیں بلکہ اس کے لئے مسلمان یا اہل کتاب ہونا لازم ہے۔

لفظ والله تعالیٰ اعلم

محمد رفیع الآخ مشفق

ابن خلیل

سوال۔ سلطنت عثمانیہ اکثر و بیشتر ایسی زندقہ جو کفار کے نزدیک ہے ایک فرقہ ہے، لوگ رہتے ہیں اور اہل السنۃ والجماعہ کے لوگ بھی کثرت تعداد میں وہاں پر زندگی گزارتے ہیں، بلکہ غافقہ طوائفیں اکثر لوگ بنتی پڑتے ہیں، اب وہاں برفی کی پید میں ابائی مستقل پیش امام ہیں اور وہی نماز پڑھاتے ہیں

الشیوخ الشاہیۃ —

کیا ان کے پیچھے اہل سنت والجماعت کی نماز ہو جاتی ہے ؟ شیوا تو جواہر

الجواب بالاسم علیہ السلام

مستقل ہیں جواہر ہی وتر ہے ، ان کے صحیح عقائد کیا ہیں ؟ اس کی ہمیں تحقیق نہیں ، ان کے تعلق صحیح فیصلہ یہ ہے کہ صاحب کر ان کے عقائد میں ذکر کئے جائیں۔ اللہ عزوجل ان کی جانب منسوب جو فضائل مذکور ہیں اور جو نوافل ہی کی مشائخہ ہے ، ان کے عقائد کو انہوں میں لے لیں۔ مگر یہ فرقہ بعینہ وہی ہے یا ان کے عقائد ان کے مطابق ہیں تو ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ، اس لئے ان کے پیچھے نماز نہیں جائے۔

سلف کی کتابوں میں ان کے متعلق مندرجہ ذیل مقام میں لے لیں:

قال العلامة الشيخ محمد ذکاء الدین بن مصطفیٰ بن محمد الطرابلسی الحنفی شہید عاقل جلیل حلایس الغرب الذی لا یتذہبون بسذہب من المذاهب الاربعۃ ماعداہم ومن هو امامہم ، فالجواب انہم یتذہبون بسذہب عبد اللہ بن ابی قحطہم ایاضیہ وجسم من حجتہ الخواصیہ وقد قسم فی الواقع الخواص فی سبع فرقۃ احدثہا الاضانیہ ، قال انہم قالوا نعم القونان اهل القبلة کفار غیر مشرکین شیوز من کتبہم وغنیۃ اموالہم من سلاحہم وکرامہم حلال عند العرب ودن غیرہم واما اسلامہم کلامہم سلفانہم وقالوا انہم شہداء فمخلفہم ودر تکذیب کبیرہ موصوفہ غیرہم من بناء علی ان الاعمال داخلۃ فی الایمان والاستطاعۃ قبل الفعل وفعل العبد مخلوق للہ متکامل کما فی الکبیرۃ کما فی کونہ لہ لاملۃ ولہ نقول ان تکمیلہ لازم الکفار وقد صہم ولہ نقول ان النفاق لہو شرک ام لا فی جوازہ منہ رسول بالذلیل ومجربۃ وتکلیف لاتباعہ فہا یجوز الیہ اسی تردد وافی ان ذلک حائز ام لا کفر ولعلہ ان ذلک اصحابہ وان تردوا ان ذلک انظرہم فی الواقع واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ کاملیہ ص ۳) فیہ قند ہار افغانست

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱ ذی القعدہ ۱۴۱۰ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ازالة الزيب عن مسألة علم الغيب

مسألة علم غیب پر عقلی تحقیق
علم عقیدہ علم غیب علی

انزالۃ السَّيْبِ ۸

اشارتہ

- خبر اللہ سے نئی علم غیب سے متعلق نصیر منترانیہ
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہر گوان کا علم نہیں دیا گیا
- علم غیب سے حضرات معالجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عقیدہ
- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ
- ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا عقیدہ
- حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا عقیدہ
- نقباء کرام و مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عقیدہ
- چند نکات نفیسہ
- اہل بدعت کے دلائل کی حقیقت
- علم غیب کی نقل سے متعلق اہل بدعت کے پیروان کی عبارات
- حکم عقیدہ علم غیب کی



مسئلہ علم غیب پر مفصل تحقیق

سوال : آپ کو یہ شخص لایعلم من الاشیاء سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم مختص بالشرعاً ہی ہے۔ حالانکہ ان میں سے بہت سے امور کا علم غیر شرع کو ہونا شاہد سے ثابت ہے پس علم غیب بالشرعاً ہی کی تفصیل کیا ہے۔ اُن تحریر فرمائیے۔

الْحَقُّ وَالْغَيْبُ وَمَا فِي الْقُلُوبِ

آیہ کریمہ میں خاص لایعلم من الاشیاء پر دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔

اولیٰ یہ کہ ان پانچ چیزوں کے اختصا ص کی کیا وجہ؟ حالانکہ تمام انبیاء علیہم السلام اور جیسے مخلوقات کا علم متناہی اور باری تعالیٰ کا علم غیر متناہی ہے اور متناہی کو غیر متناہی سے کٹانے کے بعد غیر متناہی ہوگا۔ پھر ان پانچ کو غیب کیوں کیا؟ ان پانچ کے علاوہ بھی بہت سے علم ہیں جن کو صرف ان شرعاً ہی جانتے ہیں۔

دویم یہ کہ ان کا اختصا ص بظاہر مشاہدہ کے خلاف ہے۔ ایک نہیں ہزاروں واقعات ہیں کہ بعض کو ان چیزوں کا علم ہو گیا، چنانچہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی لڑکی کا قسم قبل از ولادت معلوم فرمایا تھا، شاہ عبدالعزیز صاحب توحید دیکر یہ بھی خبر دیدیا کرتے تھے کہ تمہارے ہاں لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی قدس سرہ نے اپنی موت کی خبر پہلے ہی دی ہی تھی۔

اول سوال کا جواب یہ ہے کہ کتاب النقول السیوطی میں ہے کہ آپ سے ان پانچ چیزوں کا سوال ہوا تھا اس لئے جواب میں ان کا ذکر کیا۔

دوسرے سوال کا جواب چند مقدمات پر مبنی ہے۔

(۱) کسی علم کے اصول حاصل کئے بغیر کسی کو اس کا عالم نہیں کیا جاسکتا۔ اگر کسی کو ہزاروں نسخوں یا ہزاروں جزئیات غیب کا علم ہو جائے تو وہ طبیب یا فقیہ نہیں کہلا سکتا جب تک کہ ان جزئیات کے اصول سے واقف نہ ہو۔ پس معلوم ہوا کہ حقیقتہً علم غیب اصول ہے۔

(۲) علم کلیات جزئیات کے لئے مستلزم ہے

(۳) غیب عبارت ہے ان امور غیبیہ سے جن کا درجہ حواس اور دلائل عقلیہ دریافت نہیں ہو سکتے۔ پس معلوم ہونا چاہیے کہ علم غیب کے کچھ کلیات و جزئیات اور اصول و فروع ہیں۔ نیز میں ایک آئہ کی حرکت بھی بغیر اصیل و ضوابط کے نہیں ہوتی۔ اگر کسی کو ہزاروںوں کے محل

کا علم ہو جائے تو یہ جزئیات ہیں، اگر ایسے ولی سے دریافت کی جائے تو وہ کشف ہی کا حوالہ دینگا۔ ایسے ہی تمام بھی ستاروں کی تاثیرات وغیرہ علمات غیبیہ سے معلوم کرتا ہے، یقینی طور پر اسے وہ بھی تعالیٰ ہاتھ ہے، کوئی طبیب یا ڈاکٹر اسکا دھوکا کھاتا ہو تو وہ آلات کے ذریعہ مشاہدہ یا اہل طبیعت پر ہونی ہوگا، معلوم ہوا کہ منیبات کا بلا واسطہ علم اور اس کے اصول و کلیات فقہائے شریعت تعالیٰ ہیں۔ یاد رہے کہ منیبات دو قسم کے ہیں، تشریحی اور تکوینی۔ تشریحی میں وہی تمام اہل تفسیر تفسیرات میں سے کچھ کلیات بقدر ضرورت تفسیر کئے جاتے ہیں، اور تکوینیات میں کلیات نہیں بتلائے جاتے۔ انہی کلیات کو مفاہیح سے تعبیر فرمایا ہے، خزائن سے وہی کچھ نکال سکے گا جس کے پاس معراج ہوگی، میں ظاہر ہوا کہ علم کلیات مفاہیح جزئیات ہے، چنانچہ ارشاد ہے، **وَسُئِلَ مَعَاذُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيُعَلِّمُ مَا يَشَاءُ** اور **وَلَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ شَيْءٌ وَلَا يَظُنُّ إِلَّا بِرَبِّهِ** اور **وَمَا تَشَاءُ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ فَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ**، غلامیہ کہ کلیات تکوینیہ کا علم اور اس طرح علم فروع کا اس طرح علمی احاطہ کہ کچھ بھی خارج نہ رہے، نہ باری تعالیٰ ہے غیر کو یہ نہیں حاصل ہو سکتے، لہذا اگر کسی ایک جزئی کے علم کی بھی غیر سے نفی ثابت ہو جائے تو احاطہ کی نفی ثابت ہو جائے گی چونکہ اہل بدعت، ایجاب کلی کے قائل ہیں لہذا ہزاروں جزئیات کے علم کا ثبوت بھی ان کے لئے مفید نہیں، اور اہل سنت دفع ایجاب کلی کے قائل ہیں، اس لئے ایک جزئیہ تنفیہ بھی ہمارے لئے دلیل ہوگا اس لئے ہم بعض ایسے دلائل پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ بعض ایسے امور بھی ہیں کہ ان کا علم مفہور کرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیا گیا۔

(دہلیں آؤں) آیات ذیل سے ثابت ہوتا ہے کہ علم قیامت خاصہ باری تعالیٰ ہے۔

(۱) **إِنَّ مَعَ الْعِلْمِ لَآئِمَّةً كَالْعِلْمِ نَازِلَةٌ فِي كُلِّ فَتْرَةٍ** یعنی ہر کلام نبوی اللہ تعالیٰ معلوم سے

اس کی تفسیر میں مشغول ہے۔ **وَإِذَا نَزَلَ بِرَبِّهِمْ فَسُورَاتٌ خَالِفَاتُ** اور **وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ**

(۲) **يَسْتَوِي عَلَى السَّعَاءِ** اور **يُنْزِلُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ** اور **وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** اور **وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ**

اور **وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** اور **وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ**

(۳) **يَسْتَوِي عَلَى السَّعَاءِ** اور **يُنْزِلُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ** اور **وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ**

(۴) **وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** اور **وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ**

(۵) **وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ** اور **وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ**

مسئلہ یاروق حسب ہر اس مسئلہ پر مابین آیات اور ایک سو پچاس احادیث پیش کی ہیں ۱۰۰

مقدمہ اولیٰ و ثانیہ: اعلیٰ القلوب الہیہ، اس میں رفع عالی کو رفع مقدم کے لئے مستعمل قرار دیا گیا ہے، اور مقدمہ ثانیہ اس سے قبل لا احکام النفس الہیہ اس میں رفع عالی کا بیان صحیح عالمی کے ہر دوزخ و وقت وفات تک مرتفع ہیں آخر وقت تک آپ کے عام حالات کے علاوہ خود عقل وفات رفع عالی پر مشابہ ہے بالخصوص آپ کا بار بار غسل فرما کر مسجد میں جانے کی کوشش کرنا اور ہر دفعہ میں مجبوس ہو جانا۔ اگر آپ کو اس وقت یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ ارادہ پورا نہ ہو سکے گا اور جب میں انھوں کا غشی طاری ہو جائے گی تو یقیناً یہ ارادہ نہ فرمائے، ہر کسب یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ آخر زمانہ حیات تک دم اسکنانہ خیر اور اس سو میں آپ کا وہی حال رہا جو پہلے سے تھا یہی معلوم ہوا کہ اس وقت تک بھی آپ کو ایسے خوب کام علم نہیں دیایا جو اسکنانہ خیر و اجتناب عن منہ الشیطان میں مادۂ مؤثر ہو تھے ہیں۔

(ولیس یوم) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہم انی اعوذ بک من عیو لا ینفد من قلبہ لا یجشمہ (مشکوۃ) کیا کسی کو جرأت ہے کہ اس دعا کے دم استجابہ کا تصور کرے، واما کے ثانی جزو کا مقبول ہونا ظہر من الشمس ہے بلکہ اس کا انکار کفر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فیما ردہ: فمن اللہ انت لعلہ لو کنت فحظاً غلیظ القلب لا تقصوا من حوالہ۔ پس ملک اعلیٰ کا مستجاب ہونا بھی متیقن ہے، تصور میں بھی، کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ جو چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لایعنی ہے وہ لایعنی لکسی ہے اور ایسے ظلم کی نفی قرآن میں ہے۔ فرمایا، وما علمنا ہذا الا انما دما یسبغ لہ۔ جن روایات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مضمون شعر کے وزن پر منقول ہے وہ رجز ہے۔ وہ قال لا یخفشی انی انزل علیہ شعر فیضہ لیلاری ص ۳۳۳، بعد تسلیم وہ حکمت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جوش میں بلا قصد جاری ہوئے اور شعری تصریف میں قصید کی شرفا ہے (کما صرح بہ علام العزیز) وزن بعض آیات قرآنیہ مثلاً انزلنا القرآن حقاً متفقاً اور منظر اشرہ قروا منقو متفقہ لاری، شعر استوھولہ، قصیدوں کا شعر ہونا لازم آئے گا علامہ قرآن اس سے بڑی ہے دما ہو بقول شاعر، اور قصید شعر کچھ کمنا ثابت ہو جائے تو پھر وہ شعر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا نہیں بلکہ غیر سے نقل کیا ہے اور اگر اپنا ہی تسلیم کر لیا جائے تو آپ اسے شعری وزن پر ادا نہ کر سکتے بلکہ وزن ٹوٹ گیا، جیسا کہ صاحب مادک و دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ: انما یسبغ لکذب، انما ابن عبد المطلب کے رجز میں آپ نے کتب کی یاد کو مفرح اور مطلب کو محزون پڑھا تھا جس کی وجہ سے اس میں شعر کا وزن ہی باقی نہیں رہتا

اسی طرح ۱۔ م بخاری رحمہ اللہ ج ۱ ص ۵۵۵ باب الحجۃ میں تحت قولہ علیہ السلام ان
الاحبار والافقہاء اور اشباب زہری سے نقل کیا ہے۔ ولو یبلغوا فی الاحادیث انہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یخلف بہت شعرتا م غیر ہذا البیت، ہر کسٹ اس درجہ سے نصرت قرآنی کے
فہم و حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم طبع ثابت کرنا اور یہ دعویٰ کرتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درجہ
شعر کہا ہے خطرناک خطرات ہے۔ فتاویٰ قاضی خاں میں مشکی حنفیہ سے ایسے شمس کی تحریف نص
کی ہے جو یہ کہنے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کہا ہے (فایشیون کذاب الرد)

حاصل یہ کہ یہ قطعی چیز ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی کمالات سے نوازنے کے باوجود
شعر کا علم حاصل نہیں فرمایا تھا اور اس میں حکمت یہ تھی کہ اگر آپ شاعر ہوتے تو دشمن کر سکتے تھے
کہ جناب یہ تو پہلے ہی سے کاسیاب شاعر ہے۔ اگر اس نے اپنے شانِ عزت کمال سے قرآن میں نصیر
و بیع کتاب بالی تو کیا محب ہے۔ پس حق تعالیٰ نے اس قسم کے شکوک کا دروازہ بند کرنے کے
لئے اور آپ کی نبوت پر سب سے بڑی دلیل یعنی قرآن پر سے شکوک و شبہات کے بادل چھانٹنے
کے لئے آپ کا علم شعر سے قطعاً محفوظ رکھا اور اس کی طرف سے طبیعت میں استعداد پیدا کر دیا آپ
محبس کسی دوسرے کا شعر بھی ٹھیک وزن نہیں پڑھ سکتے تھے، اور یہ بالکل اسی طرح ہے جس
طرح حق تعالیٰ نے آپ کو فنی رکھا۔ اگر آپ کچھ پڑھے ہوتے تو نزدیک بہ طنز دشمنوں کو یہ کہنے کی
محتمل ہوتی کہ جناب انصرون نے یہ اعلیٰ صف میں کسی کتاب سے نقل کئے ہیں۔ قرآن میں ہے۔ ما
کنتم تنزلوا من قبلنا من کتاب ولا خطۃ یمسک انما الارباب المبدعون
علم غیب سے متفق صحابہ کا عقیدہ :

(صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ) ابن سعد ابن ابی حاتم اور عز بنی نے من بھری
سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کسی یوں پڑھا کرتے تھے کہ ان کو باسلام والشیب
لنور ناھیا۔ حالانکہ موزون مصرع یوں ہے کہ ان الشیب والاسلام لنور ناھیا، مگر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم حدیث نبویؐ آٹھ ہٹ کر کے پڑھتے تھے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا نجد انہ
رسول اللہ ﷺ الشعروعا ینبج لہ (حضور داہن کنیں اس میں دلاہت و اخو ہے
کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم شعر نہیں دیا گیا تھا جو کہ ماکان
دعا ہو کر میں داخل ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ، مسلم شریف ج ۱ ص ۸۰ باب انہ یخبرون

اموائہ لا یكون مطلقاً، میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے: یلزم کہ ایک بالاعتاد میں تشریف فرما تھے۔ حضرت عمر تحقیق حال کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو کمرہ کے دروازہ پر آپ کے غلام حضرت رباح کو پایا۔ حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ میرے لئے اذن حاصل کریں۔ دو تین دفعہ اذن طلب کرنے پر جب جواب نہ ملا تو حضرت عمر نے باوجود جبر عرض کیا کہ حضور کا شاید یہ نہیں ہے کہ میں اپنی لڑکی حفصہ کی سفارش کے لئے آیا ہوں یہ صاف بتلاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کو عالم الغیب نہ سمجھتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ:

قال ابو یوسف علیہ السلام الا الحسن بن سہر الزانی (درمنثور ج ۵ ص ۵۴) نیز حضرت علی سے طبرانی الا ابن مردودہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے سورۃ النور کی آیت منہومن نقصان علیہ درمنثور من نقصان علیہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: بعث اللہ علیہا حبشہ انبیاء فہو منہم یقصہ علی علی علیہ (درمنثور کذا للعلی ج ۳ ص ۲۴۰) اسی طرح سورۃ نساء رکوع ۴۰ کی ایک آیت کے تحت حضرت علی کا یہ قول روایت ابن ابی حاتم منقول ہے (درمنثور ج ۵ ص ۲۴)

راوی ہے کہ حضرت علی سے پہلی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کو نکال دینے کے بعد بھی بانی علوم غیر متناہی ہیں جن کو حضور کسی مخلوق کے لئے حال علی و شرعی ہے۔ حضرت علی کے روایت ثانیہ بھی اس پر قرینہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک علوم غیبیہ کے علاوہ بھی بعض دیگر علوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا نہیں کئے گئے، پس اس قسم کے الفاظ جہاں کہیں کسی صحابی سے منقول ہیں ان کا یہی مطلب ہے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا عقیدہ:

اذا امر الربی الا (سورۃ حوج) ان آیات کا شہین نزول صحیح بخاری وغیرہ میں یوں منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش کے پاس جایا کرتے تو وہ شہد پیش کرتیں جو آپ کو مغرب تھا، آپ یہ شہد نوش فرماتے تھے، متفاضلے نسوانت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض اہل بیت ازواج کو اس پر فریعوں رشک آیا تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو وہ یوں کہے کہ آپ نے سفار کھائی ہے (یہ ایک کہہ الراجح گوند ہے) چنانچہ انھوں نے ایسا کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو شہد پیاسہ کو کھنڈ لیں کہ شہد کی کھنڈی نے سفار چوسی ہوگی، آپ نے قسم کھائی کہ میں آپ سے شہد نہیں پیوں گا اور

اس خیال سے کہ زمین پر رکھیں نہ ہو اس کے انکار کی تاکید فرمائی مگر اس خیال نے دوسری سے کٹ کر
تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت بدوئی اس کی اطلاع دی گئی، آپ نے ظاہر کرنے والی قیامت سے
دور نہ کیا تو اس نے کعب سے پوچھا من انبأک هذا، تو آپ نے فرمایا نیاقی العلیہ العین
یہ آپس میں مشورہ کرنے والی ازواج عائشہ اور حفصہ تھیں اور بعض روایات میں ہے کہ حفصہ
شہد پلانے والی اور عائشہ، سودہ اور صفیہ مشورہ کرنے والی تھیں بعض روایات میں شامہ زوال
کا اور طرح بھی قصہ آیا ہے۔ ممکن ہے کہ کئی واقعات ہوں اور سب کے بعد یہ آیات نازل ہوئی ہوں
بہر صورت ہمارا مقصد اس قدر ہے کہ ان ازواج مطہرات کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خفیہ
تہذیب کرنا اور پھر دریافت کرنے پر من انبأک هذا کہنا، اس پر بین دلیل ہے کہ ازواج مطہرات
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مآکان و مایکون کا حکم وغیر ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتی تھیں،
سورۃ نمل کی آیت کہ یرید قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ الذی التفسیر
میں اہل کثیر روایت ابن ابی حاتم حضرت عائشہ سے نقل فرماتے ہیں۔ قالت من زعم انہ
یعلم ما ینکون فی غیب فقد اعظم علی اللہ العزیم لان اللہ تعالیٰ یقول لا یعلم من فی السموات
والارض الغیب الا اللہ (ابن ماجہ ۳، ص ۱۷۲) اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے روایت ہے۔ من حدیثک انہ یعلم ما فی غیبک کذبت لہ قرأت و ما ذکر فی
نفسک ما تکتب غدا (بخاری ۳، ص ۱۷۲)

دوسرے میں ہے، قال لعائشہ رضی اللہ عنہا اھل کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یشکلون بشئ من الشعر فانت کانت کانت بغض الخصل ینت الیہ غیر انہ کانت بتمش بیت اخی
بجوز فیس بجعل اولہ الخوی و اخرہ اولہ ویقول و یاتیک من تحتہ بالانہ یقول ابو بکر
لین ھکذا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا واللہ ما انا ما شاعرو ما ینبغی لی۔
امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا عقیدہ :

تفسیر مدارک التذکر میں ائمہ اللہ علیہ السلام کے تحت مذکور ہے، رأی للصحیحین
منامہ صریح ملک الموت و سأل عن ملک عمرہ فاشار الیہ باصابع الخمس فہو خمس سنوات
و خمس اشھر بحسبہ ایام وقال ابو حنیفہ ھو اشارة الی هذه الایۃ فلا یعلم ھذا
العلوم الخمس الا اللہ (مدارک التذکر ج ۳، ص ۱۷۲)

امام مالک رحمۃ اللہ کا عقیدہ : (الربا تکلم نیا الذین من عندکم قوم نوح و عاد و ثمود و الاربع

اس کی تفسیر نہیں بیان کیا گیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک یہ مکرہ ہے کہ کوئی شخص اپنا نسب حضرت آدم علیہ السلام تک بیان کرے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ میں بھی نکلیں مسلک ہے کیونکہ درسیاتی کتاب و اجداد کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں (مسند النضر ۲: ۲۵۷)

اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: اِنَّ كَلِمَةَ الْفَسَادِ لَا تَجَاوِزُ عَنْ مَعْدَنِ ابْنِ مَرْثَدَةَ (تفسیر ترمذی ۳: ۵۵۷ و مسند سلیمان ۲: ۵۷۵)

فقہاء کرام کا عقیدہ :

ابو الرقی و قاضی خاں وغیرہ کتب فقہ کی کتاب النکاح میں تصریح ہے کہ جو شخص بوقت نکاح یہ کہے کہ ہمارا شاہ اللہ اور رسول ہے اسکا نکاح نہیں ہوگا اور قاضی بوجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھنے کے کافر جوہانے گا۔

پندرہ نکات غیب :

مجھے اشیاء کا علم خواہ از قسم غیب ہوں یا شہادت صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور ایسا علم محیط خدا تھا کہ لئے ضروری اور صرف اس کے لئے کمال ہے۔ بندوں کے لئے ایسا علم نہ ضروری ہے اور نہ ان کے لئے کمال ہے بلکہ ہر مذہب کے لئے اتنی چیزیں کا علم موجب کمال ہے جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا اس لئے کہ اصطلاح شریعت میں علم کے معنی بھی ہیں۔ لغت میں تو ہر چیز کے جاننے کو علم کہتے ہیں مگر اصطلاح شریعت میں صرف ان اشیاء کے جاننے کا نام علم ہے جنکا جاننا وسیلہ تقرب الہی اور ذوق تقرب لازمی ہو گیا۔ یہی کاروبار کے بنانے اور اسے چلانے، ٹیسٹنگ، وغیرہ کے مسائل جاننے کو علم کہا جائیگا؟ یہی وجہ ہے کہ انگریزوں کو علماء نہیں کہا جاتا۔ علماء کا خطاب صرف علم دین کے حاملین کے ساتھ مخصوص ہے۔ حدیث: *مُطَلِّعُ الْعِلْمِ فَهُوَ عَلِيٌّ كَالْخَمْرِ مَصْفُوفٍ* میں بھی علم کے اصطلاحی معنی میں ضروریات دین کا معلوم کرنا مراد ہے۔ دراصل بندوں کے لئے حقیقی کمال و رضائے موعود علی کی تخصیص ہے اور جتنے کمالات ہیں وہ سب اسی اصل کمال کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ لہذا بندوں کے لئے ہم بھی وہی کمال ہے جو رضائے الہی کا سبب بنے۔ وضا فانیوں کا عقیدہ ہے کہ سوال شرعیہ میں علیہ السلام کو خدا کے تعویذ اور دعوتوں کے بشوں کا علم ہے اور ہر وقت ہر شخص کی حرکات و سکنات سے واقف ہیں۔ گو یہ کہ مشغل خدائے تعالیٰ کے ہر جگہ پر حاضر و ناظر ہیں۔ یہ چیز آپ کے لئے باعث کمال نہیں بلکہ آپ کی ذات مقدس سے اس کی نفی کرنا ہی آپ کی شان کے لائق ہے۔ آپ کی طلب مبارک عوام و بانیہ اور صافات اللہ کا خیر ہے نہ کہ مادیات کی صورتوں اور حرکات و سکنات کا۔ آمین

(۴) علمت حضور اللہؐ نہیں دانتھوئے کا یہی مطلب ہے کہ اذہین و آخرین کو تقرب الہی رضے کوئی کے ایمان کی تعلیم میں تدریجی تھی سب کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔ جہاں عقیدہ ہے کہ اصطلاح شریعت میں جسے علم کہتے ہیں یعنی مقربات یا نگاہ الہی کا علم۔ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ہمسرو مساوی نہیں نہ کوئی فلک مغرب آپ کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل۔

(۵) کسی چیز کا عالم کسی کو کتنا دوسروں میں منحصر ہے

اولیٰ یہ کہ اس علم کے جس مسائل کو جانتا ہو۔

دوم یہ کہ مسائل کی مقدار کثیر کو جانتا ہو۔ مثلاً فقہ کا عالم اسے کثیر سمجھے جو فقہ کے تمام مسائل یا مقدار کثیر کو جانتا ہو کسی کو وضو یا نماز کے دس میں مسائل معلوم ہو گئے تو اسے عالم فقہ نہیں کہہ سکتے علیٰ ہذا فقہ میں۔ عالم طب ایسے شخص کو کہیں گے جو طب کے تمام مسائل یا مقدار کثیر کا علم رکھتا ہو صورت: مقدار جان لینے سے کہ تحصیل عار ہے اور کافور باند، مٹھو یا سسل ہے۔ تعقیر اخلاص سے بخار جو جاتا ہے، عالم طب نہیں ہو سکتا۔

اس تمسید کے بعد غور کیجئے کہ عالم الغیب یا غیب دان کسے کہہ سکتے ہیں۔ اس میں یہی دو صورتیں ہیں۔ یعنی تمام غیوب کو جانتا ہو یا ان میں سے کثیر مقدار کا عالم ہو، غیب کے تمام اُممہ کا علم تو حق تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ تخصیص آیات قرآن سے اس صراحت کے ساتھ ثابت ہے کہ انکے خلاف عقیدہ رکھنے کو فقہ کرام نے کفر قرار دیا ہے۔ بہن برکت بھی تمام غیوب کے نقل نہیں کیا ہے۔ اب یہ مقدار کثیر کا جانتا تو اس کے متعلق یہ خیالی کرنا ہے کہ کثرت باعتبار کل کے ہوتی ہے کیونکہ کثرت وقت اضافی، مرتبہ۔ مثلاً کل کی تعداد ایک سو ہے تو ساتھ ستر کو کثیر کہہ سکتے ہیں۔ لیکن اگر کل کی مقدار ایک ہزار ہے تو ساتھ ستر کو کثیر نہیں کہہ سکتے۔ پس ضروری ہو کہ غیب کی کثرت مقدار معلوم ہو اور پھر یہ معلوم ہو کہ اس میں سے کتنی مقدار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تھی دونوں امور کے معلوم ہونے کے بعد دیکھا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر امور غیبیہ کا علم دیا گیا وہ کل غیوب کے لحاظ سے کثیر ہیں یا نہیں۔ حالانکہ یہ دونوں امر محمول ہیں، مگر جانتا ہے کہ کل غیوب کتنے ہیں۔ اور کون جانتا ہے کہ کتنے امور کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ دیکھا جائے۔ غرضیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب یا غیب دان یا غیب کا دانے والا کسی شخص میں بھی نہیں کہہ سکتے۔ نہ کل کے لحاظ سے یہ مقدار کثیر کے لحاظ سے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے

قرآن مجید میں عالم الغیب کا لفظ صرف اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔ انبیاء عظیم السلام کے لئے (نہاد اور اطلاع کا لفظ فرمایا) کما قال عالم الغیب فلا ینظر علی غیب احد الا من اراد ان یرى من ربہ ومن اراد ان یرى من ربہ فلا یصلح علی الغیب ولكن اللہ یجفی من وسعہ من یشاء۔ دیکھئے ان دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء عظیم السلام کے لئے غیب پر (نہاد اور اطلاع فرمایا ہے۔ عالم الغیب کا لفظ ان پر اطلاق نہیں فرمایا، بلکہ اپنے لئے خاص رکھا۔

(۲) قرآن مجید میں جہاں بھی غیب کا لفظ آیا ہے ان سب مواضع کو مسبقاً و سابق سے ملا کر دیکھئے سے معلوم ہوگی کہ آیات قرآنہ میں غیب کا اطلاق صرف دو چیزوں پر ہوا ہے۔ ایک دہی اور سماعت قیامت۔ انبیاء عظیم السلام کو جس غیب پر اطلاع دینے کی بابت فرمایا ہے وہ دہی الہی ہے۔ میرا یہ مقصد نہیں کہ غیب کا لفظ از روئے لغت ان دو چیزوں کے ساتھ خاص ہے لغت میں تو تمام ہمشوا، خانہ کو عام ہے۔ مگر اصطلاح قرآن میں صرف دہی اور وقت قیامت کے ساتھ مخصوص ہے۔

اہل بدعت کے دلائل کی حقیقت :

(۱) اہل بدعت اس مسئلہ میں سفورہ مکرر کرتے ہیں کہ اپنے غی الغیب کو کافر یا سنت خارج سمجھتے ہیں، پس مسئلہ جب اس قدر اہم ہے اور عقائد میں سے ہے تو انہیں چاہئے کہ اس کے متعلق کوئی ایسی دلیل پیش کریں جو قطعی الدلائل اور دہی الثبوت ہو، ایسی دلیل وہ ہرگز نہیں پیش کر سکتے نہ ہی کتب عقائد میں سے اپنی کوئی تائید حاصل کر سکتے ہیں۔

(۲) توسیع کمال کی خاطر اہل بدعت فقہ حنفی کو چھوڑ کر قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور اقرانہ ان کے لئے ہم بھی یہ طرز قبول کر لیتے ہیں۔ درندہ منہ کے لئے صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے۔ عبارات فقہیہ چونکہ ناقابل تاویل ہیں۔ اس لئے اہل بدعت بس طرف آتے ہوئے گھبراتے ہیں۔ پس ان پر لازم ہے کہ کیا تو فقہ حنفی کو نہیں تسلیم کریں ورنہ کلام بوضیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی تنقید کا دعویٰ چھوڑ دیں اور فقہ منہ منہ کے نام اعلان کر دیں۔

(۳) یہ لوگ تو دل قرآن کے اختتام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طوع و کرمہاں جیسے دلائل کو دیکھتے ہیں اللہ ان پر ضروری ہے کہ اثبات دعویٰ کے لئے قرآن کی سب سے آخری آیت پیش کریں ورنہ دعویٰ دلیل میں انطباق نہ رہے گا۔

(۴) قرآن کریم میں جہاں کہیں غیر اللہ کو علم غیب کا اعطاء معلوم ہوتا ہے وہاں ایجاب

جزئی ہے اور جہاں نفی ہے وہاں دفع ایجاب نکل ہے۔ اس تقریر پر قرآنی آیات میں قطعی ہو جاتی ہے ذاتی و عطفائی کی قطعیت پر جسے جاری نہیں ہو سکتی۔

(۵) ”نکل“ اور ”ما“ اپنے علوم قطعی نہیں، جو دلائل اہل بدعت پیش کرتے ہیں ان میں جہاں کہیں نکل کا لفظ وارد ہو ہے وہاں استغراق حقیقی نہیں اور نہ ہی یہ ہو سکتا ہے، اس لئے کہ غیر متناہی علوم کا حصول مخلوق کے لئے محال قطعی و مشرعی ہے۔ خدا کی سے مراد کونسی چیز ہو۔ نکل بول کر کثیر مراد سینا عام شائع و ذائع ہے۔ قال اللہ تعالیٰ یحبون البیہ شرار کائنات (سورۃ قصص) ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ میں دنیا کے تمام ثمرات نہیں آتے کہ کوئی بھی غایب نہ رہے، اسی طرح بغیر شیعہ متعلق ارشاد ہے (وہیت من کل شیء) اور ذوالقرنین کے متعلق فرمایا واثقناہ من کل شیء سببا، حالانکہ موجود زمانہ کی ایمازات ان کے پاس نہ تھیں، ایسے ہی ذوالحقین حاضر یا قیوم من کل شیء معنی معنی معنی میں استغراق نہیں۔ امام ترمذی نے نقد نکل کے اس اطلاق کے متعلق امام الحدیث والفقہ حضرت عبد اللہ بن مبارک کا یہ ارشاد نقل کیا ہے۔ جہاں ذوالقرنین کا ذکر ہے اذناہم اکثر الشیخو صام کلہ (ترمذی)

خود مولوی حمزہ رضا صاحب نے بھی اس اطلاق کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ اپنے فتاویٰ میں ایک جگہ فرماتے ہیں ”کبھی کل سے مراد آخر ہو جاتی ہے“ (فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۱۷۷) اسی طرح ”من“ و ”ما“ کے متعلق صاحب منار متین نور اللہ فرماتے ہیں من و ما بجمہلان العموم والخصوص ترمذی کریم میں بھی خصوص کے لئے مستقل ہے چنانچہ بیہود کے متعلق ارشاد ہے (والمستعملون تعلمون) (انعام ۱۱) و لیعلمکم ما لہم لکنوا تعلمون (البقرہ ۱۸)

اہل بدعت مولانا اس قسم کے الفاظ سے استدلال کرتے ہیں جو کہ مراد میں قطعی نہیں، اسی طرح جو حدیث پیش کریں گے وہ علاوہ قطعی الثبوت ہونے کے قطعی الدلیل ہوگی مثلاً لعموم ترمذی کے مقابلہ میں مستبرہ ہوگی۔

(۶) اہل بدعت کی استدلال آیت میں جہاں ”ما“ ذائع ہے اگر اسے عام لیا جائے تو خود ان کے دعویٰ اور دلیل میں انطباق نہیں رہتا کیونکہ ان کا دعویٰ خاص پیدا کرش عالم سے نیک قبائست تک کے منہیات کے حکم کا ہے جس منہیات کا دعویٰ نہیں کرتے (۱) سبج (۲) اور اگر ”ما“ کو فہم کرتے ہیں تو خاص کے بہت سے افراد ہیں، متبعین مراد اس سے کیسے ثابت ہوئی؟

علم غیب کی نفی سے متعلق اہل بدعت کے پیشواؤں کی عبارات

(۱) فاضل برطی "الدونۃ المنکبۃ" کی نظر ثانی میں فرماتے ہیں۔ العالم للانی والمطلق
العیط المستطیع محتسب بالذات تالی .

(۲) اسی کتاب میں مذکور کہ نظر خاص میں ہے لا نقول بمساوفا علو الله تعالى ولا بمصوفا
بلا مستقلا ولا منسب بعباء الله الا البعض .

(۳) نسیم الدین مراد آبادی انکسار العیادہ میں فرماتے ہیں۔ میں اشیا جملہ کائنات عینی
تمام حاضر و غائبہ کا علم عطا فرمایا ، بدلتی عینی ابتداء آفرینش سے و عولی جنت و دوزخ
مکسب سب مثل کعب دست ظاہر کر دکھایا۔

(۴) بحوالہ بالا اذیض رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نہ ہم جمیع غیبیہ غیر متناہیہ کا
علم ثابت کرتے ہیں نہ جملہ معلومات الہیہ کا۔

پس اہل بدعت پر لازم ہے کہ اپنے اس مخصوص دعویٰ پر کوئی ایسی دلیل پیش کریں جو اس
سے ملحق ہو۔ ورنہ خطا لغت اور نقطہ و الحمد للہ اذ لا یختر۔ ربنا لا یزوم قلوبنا بعد اذ ہدانا
وہب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب۔

رشد حلیہ

علم عقیدہ علم غیب کی :

۲۸ رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۸ھ

سوانح : ماہنامہ الصدیق دارالکلام غیر نظر سے گزرا۔ اس میں فاضل علم غیب کی کوکاز کئے ہیں
اصطلاحات سنو ان سے فتویٰ پر نظر پڑی مستثنیٰ نے دوسرا سینیہ دلی کا جو جواب نقل کیا ہے اور اسی
کے قریب دارالعلوم دیوبند کا جواب بتایا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اہل بدعت علم غیب عطائی
کی تاویل کرتے ہیں اور سونوں کا فرض نہیں۔ اور مولانا عبد اللہ صاحب مفتی خیر الدین اس کی طرہ سے
اس ہفتہ کے جواب کا خلاصہ یہ ہے جو شرح فقہ اکبر سے نقل کیا ہے کہ جب تک کسی قول میں کوئی عیب نہ
ہو بعد ازیں ایسی ہو سکے جو موجب کفر نہیں اس وقت تک اس کے قائل کو کافر نہ کہنا چاہیے۔ اگرچہ قول کا
ظاہر موجب کفر ہو۔ اس مفتی سے خلق اپنی رائے سامی سے ملنے فرما کر منوں فرمائیں۔ بینوا استجدوا

الجناب ورنہ المصدق والقول

فتاویٰ انکسار کی وہی وجہ صحیح ہے جو دوسرا سینیہ دلی دارالعلوم دیوبند کے جواب میں مذکور ہے
مفتی عبد اللہ صاحب کی بیان فرمودہ کو جہ میں یہ اشکال ہے کہ شرح فقہ اکبر میں مذکور ناقدہ کے لئے

ضروری ہے کہ قائل خود اس عقیدے کا انکار نہ کرے۔ اگر قائل خود ظاہر پر کھنے کی تصریح کرتا ہو اور اس پر معترض ہو کسی دوسرے احتمال پر عمل کرنے سے روکتا ہو تو اس کے قائل کو خلاف ہمارے عقیدے بعد پر کھنے سے انکار کیے صحیح ہو گا۔ بخود ملاحظی قادی نے شرح فقہ اکبر مشرق پر تحریر کر دی ہے۔ نسخہ ان کا من لفظاً: **الواجب ان لا یضم التکفیر بقول مسلم و ان کان بعدہ الوجه الذی یوجب التکفیر**۔ یہ نقطہ فتویٰ المغنی و قوس علم غیب مطائی میں کوئی محل بعد ایسا نہیں کہ قائل علم غیب اس محل کا بھی قائل ہو یا کم از کم اس سے سکت ہو اور انکار نہ کرتا ہو اس کے کلام کا کوئی ایسا محفل نہیں جو سخت جس کے یہ خود قائل ہوں اور اس کی ہمارے تکفیر سے حراز کی جاسکے۔

نقطہ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ صفر سنہ ۱۳۶۶ھ

سوال متعلق بالا

سوال: بندہ نے عقیدہ علم غیب کلی کے متعلق ایک مستفاد پر پچھا تھا اس کے جواب میں کچھ شعر باقی ہے۔ اسید ہے کہ کل ذکر مطلق فرمایا ہے۔ مختصراً نے احتیاطی تکفیر کی بناءً مؤول کا اثر نہیں کو قرار دینے کی تصدیق فرمائی ہے۔ اس پر شعر یہ ہے کہ نص قطعی کے معانی بھی اگر تو اس سے قطعی طور پر ثابت ہوں تو اس معنی کا انکار کرنا اور کوئی دوسری دلیل کرنا کفر ہے۔ لا یراد انکار ما ثبت من الذین خودیۃً۔ لہذا مؤول کا اثر نہیں کا قاعدہ مخصوص ہوا ایسی شخص کے ساتھ کہ ان کے لفاظاً تو قطعی ہیں مگر معانی قطعی نہیں۔ سوال کا انکار کہ کوئی دوسری تاویل کرے واقعی موجب کفر نہیں۔ تاویلی خاتم نہیں کے لفظ کے مترسین بلکہ معنی کے منکر ہیں یعنی تاویل کرتے ہیں۔ مگر اس کے باوجود کا فر ہیں۔ کیونکہ خاتم نہیں کے وہ معنی ہیں کہ انہوں نے انکار کیا ہے قطعی ہیں، پس اب صورت زیر بحث میں یہ دریافت کرنا ہے کہ کیا مخصوص تا قیہ علم غیب کلی کا علم دل کی کوشش ہونا قطعی نہیں؟ اگر ان مخصوص کا علم تو اس سے ثابت نہ ہو اور معنی عام قطعی نہ ہوں تو جیسے مؤول کو کارکننا صحیح نہ ہوگا۔ غرضیکہ علم غیب کلی عبادی کا غیر اللہ سے منسلک ہونا قطعی اور ثابت ہونا اس پر یا نہیں؟ بینوا یمان شافیا کو جو (الاحزاب ۱۰)

الجواب حصۃ الصدق و الصواب

وہ قطعیات کہ جن کے ثبوت اور دالالت دلوں میں قیہ علم غیب کلی ثابت ہاں تو اس میں اور دالالت علیٰ لسانی ظاہر قطعی ہوں گا انکار کفر ہوتا ہے لیکن کسی یہ قطعیات خود دالالت دین سے

[illegible]

اور حقیقہ شائبہ بافتور المذلول علیہا قطعاً جب وہ ضروریات دین سے نہ بنا ہو بلکہ خواہی
کے دائرہ میں ہو جیسا کہ نفی بطور القیاب عن غیرہ نقیضاً للنفی اللہ تعالیٰ کل شیء حتی الاستقلال
الإختیار لیس للعباد وقد ام القرآن اس کا انکار اگر من تاویل (دو ضعیف اثبات) من غیر دلیل
یعنی (۱) اور ان کا تمسک بھی کتاب سنت سے ہو تو ہم کہیں گے کہ اگرچہ یہ انکار کفر ہے اور یہ عقیدہ
کفر ہے لیکن اس کا معتقد ہو کہ اس تاویل ضعیف و تمسک بالدلیل الشرعی من الکتاب والسنۃ
فارجع الی اسلام نہ ہو گا۔ خلق کل شیء، خالق کل شیء، خلق فکر و مائع معلوم جسے نصیب
تقصیر کی سوچو گی میں حضرت انسان کو نہایت، فعال اختیار یہ مانتے ہیں لیکن شرح عقائد نسفی میں ملکہ
فتنہ زانی نے ان کے مدد کفر کو جمہور کا قول بتلایا ہے اور اس مقدمہ پر بھی لکھتے ہیں کہ ملک
دارالمنہر نے ان کی تعلیم میں مبالغہ کیا ہے حتی قالوا ان المجوس اسعد حالاً منہم
حیث لم یضعوا الاشرکین وکذا وکذا اور یہ لائق و نامتھی فاضل مانتے ہیں۔ بہر کیف بعض علماء
اس زمانے میں بھی تیز ادب و سنت اقدام کے قائل تھے، لیکن جمہور نے احتیاط سے کلمہ لیا اور اب بھی
وہی معاملہ ہے۔ البتہ بشریت انبیاء و صمیم اسلام اور غیر اللہ کا متصہن فی الامور نہ ہونا میرے نزدیک
ضروریات دین سے ہے بلکہ انکار (دو بعن تاویل) کفر ہے۔ فقط واللہ الیہادی فی سبیل اللہ
۳ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ



میں کچا تھا جسے حضورِ درینِ میں زہاد
نقاب اُن تودہ ہرزہ دہا لیں نہیں بکلا

بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا یعنی دیندارِ اجمن

ہندو نے اسی موضوع سے متعلق سنسنی مچائی کہ ان کا نجوم و ترقیب تحریر کے لئے ایک
ایسے اہل قلم کے سپرد کر دیا جن پر نظریہ تحریر کثیر اشعار اور عبارت آرائی کا غلبہ ہے
جب انھوں نے یہ سادہ تحریر کر کے پیش کی تو میں نے اس میں سے صفات کے صفحات نکال کر
کئے اس کے باوجود عبارت کی تطویل اور اشعار کی تکرار کے علاوہ اس کا طرزِ نگارش بھی نہ
کے اسلوبِ تحریر سے بہت مختلف ہے، امید ہے کہ جو حضرات ہند کی تحریر سے مانوس ہیں
وہ اس خلافِ رجحان تحریر سے اپنے مطلب کی رحمت گوارا فرمائیں گے۔ برصغیرِ ہند

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله وكفى والعقل والسلام على عباده الذين اصطفى

اعتنا بعد

رَبَّنَا اَلْخَيْرُ فَاكْرِمْ تَابَعُدْ اِذْ هَكَذَا يَنْتَابِعْ كَذَا امْسِكْ لَكَ نَتَكَ رَحْمَةً اَلَا
كَتَبْتَ الْوَقَالَ

کسی مذہب اہل یا مستحکم کا تئیں کو وطن کے خطرات کا سامنا ہوتا ہے، جب مخالفین کی فلول کو کام بنانا چاہتے ہیں تو وہ اپنے طور پر اردوں بلکہ لاکھوں عربہ ہتھیار استعمال کریں مگر سب کا مہل اندر نہیں مارتا اور ہر طرف بھرتا ہے اور کس۔ کوئی مذہب یا نظریہ یا کسی بھی ملک کا ایسا وجود کیا ہے جو نیکیاں کر کے خفا کوئی سازش میں لگا ہوا نہ ہو، ورنہ اود اللہ بھیڑی ہے کہ اسی تعاقب کے میدان میں لڑ کر رہے کھوٹے کا پتہ چلا ہے۔

عام طور پر کسی نظریہ کو قبول کرنے کیلئے ابتداً خارجی وسائل پر پے کار لائے جاتے ہیں اور جب ان سے ناامید ہی ہو جاتی ہے، تو اندر کی طور پر ایسے لوگ نیا رنگے جاتے ہیں، جو اس تحریک کو ناکام بنا کر اسٹانہ و آراء نفس کی ان سخت گھڑیوں میں بھی ات کھا جاتے ہیں اور بعض اس آزمائش سے عہدہ در ہوا جاتے ہیں۔

اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسلام وہ نظریہ ہے، نظریات انسانی کی صحیح زبان اگر کہیں پائی جاتی ہے تو وہ صرف اسلام ہے، نظریہ اسلام اور دیگر مختلف نظریات میں جہاں وہ سرزد کرتی ہیں وہاں فرق نہایت واضح ہے کہ وہ تمام قوانین و نظریات جو غیر اسلامی ہیں وہ ایک خاص طبقہ اور مکتب فکر کے ہدایت کے ترجمان ہوتے ہیں اس لئے وہ خالص جذبات پر مبنی ہونے کی بنا پر اول تو مصالح و مشورے سے باخلاف ہوتے ہیں اور اگر ان میں کچھ عظمت ہو بھی تو وہ مخصوص طبقہ اور مخصوص زمانے تک محدود ہوتے ہیں۔ بخلاف اسلام کے کہ وہ چونکہ خالق کائنات کا اپنی مخلوقات کیلئے بنایا ہوا ضابطہ ہے جو عالم و غیر ہوئے کی وجہ سے ہندوں کے حالات یا بعد واقعات سے بخوبی واقف

ہے، اس لئے اس منابطہ حیات میں ہمیں جذبات انسانی کی رعایت کرنی ہے و ہاں اس کے غاصر بلکہ دیکھ گیا ہے کہ وہ سالانہ کی خبیثت سلیمہ اور نظریہ دہریہ کی عقلی ترمانی گناہ اور شرارت بانی ہے۔

فَأَمَّا مَنْ جَعَلَ لِلنَّاسِ حُسْنًا فَوَظَرَ إِلَّا لِنَفْسِهِ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْخَاسِرِينَ
يَخْلُوفُ عَلَيْهِمْ زِلْزِلَةُ النَّارِ ثُمَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَا تَدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَاطِنَ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ فَلْيَعْلَمُوا ۝

و ایسے تو ہر روز و ہر لمحہ جب اپنی طرف سے اچانک کسی عیب پر آتا ہے تو وہ اسی کو اپنی معراج و برکات کی نجات کو اھرد و پھر قرار دیتے ہیں۔ ارشاد ہے۔

أَلَمْ يَكُنْ لَهُ الْبُزْجُ إِذْ يَنْهَىٰ عَنْ صَبَاحٍ ۚ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَاطِنَ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ فَلْيَعْلَمُوا ۝

لیکن جب واقعات اور حقائق پر نظر ڈالی جاتی ہے تو نوٹ کر بات پھر دہی، اگر وہ کہ جاتی ہے چہاں ہم چلے گئے کہ

أَلَمْ يَكُنْ لَهُ الْبُزْجُ إِذْ يَنْهَىٰ عَنْ صَبَاحٍ ۚ وَهُوَ يُدْرِكُ الْبَاطِنَ ۚ وَهُوَ عَلِيمٌ فَلْيَعْلَمُوا ۝

لیکن ظاہر ہے کہ ایسا عالمگیر مذہب اور عقیدت و فطرت انہی پر مبنی منابطہ حیات و شمولی کو ایک سمجھ نہیں دے گا۔ اس لئے ہرگز وہاں جب اسلام کا سورج چمکا تو شہر و چمنوں کی سمجھ نہ ہوئے گئیں اور دیکھنے والوں نے دیکھ لیا کہ اس کو ختم کرنے کی کمر کھڑی لافان کی گئیں مگر وہ قدم قدم پر اسلام کی طرف تکی کا موجب بنتی رہیں۔

آخر کار جب ان دشمنان اسلام نے دیکھ لیا کہ اس خیر سے ان کا انہیں جل رہے تو انہوں نے دشمنی کا دوسرا روپ اختیار کر لیا، چاہے تو اسے وہ ملائکہ کہیں جسے رئیس منافقین عبد اللہ ابن ابی نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدوت میں شروع کی تھا۔ یا جو ہی نبوت کا وہ ختم زمین کی کہیں جس کی آبیاری مسیلہ کذب و اس کے ہنواؤں سے تاج اور عینجی سدی نے کی تھی، ہر حال میں یہ سب ایک ہی شجرہ حیات کے برگ و بار الکھڑکھٹے و احد کا کاؤ توں اٹھ رہے، نام اور کام کے رنگتے مختلف کا فرق ہے اور نہیں ۛ

عشق کی پوٹ تو پڑتی ہے دلوں پر یکساں

طرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

اور شاعر نے یہی ہی حالت کے مطابق کیا خوب کہا ہے ۛ

سستہ کار رہے ازل سے تا امروز

چراغ مصطفوی سے سستہ ابوہی

میرزا میرزا ۛ — ۛ

مکرم اور بے گناہ نام جسے اندر دینی ہوں یا بیرونی جس طرح اب تک ان کے لئے تیر مفید رہے ہیں، اسی طرح آئندہ بھی ان کا ہر حربہ بے نقاب ہو کر انہی کے لئے ذلت و رسوائی کا موجب ہو گا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کی اہمیت کو کہہ کر نہ بکھائے، یہی ہے (پکی کڑی) اور لگانے کیلئے جہاں دیگر ذرائع کام میں آئے ہیں اب فتنہ و دعوائی فتنہ کا بھی ہے، یہی جتنے کو ایسا آسان کر دیا گیا کہ جب چاہیں بھی بیجا بنیں

یوں تو مسلمانوں کا دوسرا اصل لشکر و جہ کے انتقال کے بعد کتنے لوگوں نے نبی، رسول، مسیح و عیسیٰ یوسف و موسیٰ ہوسنے کا دعویٰ کیا، بلکہ ہر روز محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوسنے تک کے دعوے بھی ہوتے۔ لیکن مردم خیزی کا جو شرف ہندو پاک اور صوفیائے ہندوین پر غالب کو غیب ہو رہے وہ دنیا کے کسی اور نقطے کو ثابت نہیں ہو گا، اس خطہ مقدس میں مذہم اور قدیم نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا حوزہ ہے جو کشتہ نبوت ہوئی ہے، اور جس کے پورے پرانے چہرے ہیں۔ شرف کسی اور شخص پر اسلام کو کم ہی نصیب ہو گا اور

ایں چہ شور لیست کہ در دور قمری بہنم

عجب بات ہے کہ سستا وزیر (ظلام احمد دہلوی) کو درخت نبوت سے نہ چرہ کے اور مرد (مصدق دیندار چن بسویشور) نبوت سے زنی کے مطلق عذاب میں نے خدا کیے کو ناخن ترسے ورنہ... اگر ان کی بازی مردہ تم نہیں سے تو نالائک ہو کر کہہ گئے۔ صورت خالی سے آخر کو کون پہچانے گئے

مجھ کو حیرت ہے کہ نبوت کیوں نہ مانے گئے

واللہ! یہ اور ان کے پجاری خوب جانتے ہیں کہ خدا جس نے ساری کائنات کو مخلوق ان کے پیدا فرمایا ہے وہ کوئی اور ذات ہے، مسدین دیندار چن بسویشور خود خدا ہے، نہ اس کا منہ اور نہ کوئی نیکی ہندو بلکہ یہ سب گورو کہ دھندلے، ایسا مظلوم ہونا ہے کہ اکبر کے سامنے بھی ایسا کوئی بے وقوف ہو گا، ارشاد ہے۔

واعظا ہم بھی سمجھتے ہیں خستہ کوئی اور

دل لگی کہنے ایک بت بھی لگا دکھا ہے

مگر ان عجب اردوں کا قصور نہیں، ان کو ان کے دادا انگریز، سنی سنی سکھایا ہے، کہ قسمت آزمائی کرتے ہو، ہو سکتا ہے قرعہ بازی میں مرزا صاحب کی صاحبیت کی بدولت خدا بخشنے کیلئے بڑا کامیاب ہو جائے۔

جس میں سیرت النبی کے چلنے بھی کرنا تھا۔ خود چونکہ نعرہ میں زیادہ اچھا تھا، اس سے بڑے جلسوں کو روزی افروز کرنے کے لئے جس واسطے حضرت کو بھی بلا کر لانا تھا۔ صدیق چن سوسنور عزم حنفی اور بی کے ساتھ میں غائب رکھنا تھا، لیکن بشیر امین محمود طیفیق دیوان سے جا کر بچت کیا، پھر مدلل لہجہ می مریانی سے بآواز فاری تفسیر فرمائی اس کے بعد پھر حیدرہ وکن ترکہ ہندوؤں کی کتابوں اور مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشگوئیوں کو کھینچ کر پڑھا اور کہا کرتے ہوئے ہندوؤں کا افکار تھا جسو بشیر ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ یوسف محمود، مشیل ہونی، مظہر خاں کے دعویٰ کے ساتھ ساتھ یہ بھی دعویٰ کیا کہ غلام احمد کو لہ واقع آیت منکر احمد آباد کو بھی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوبارہ بعثت ہوئی ہے، نیز اچھے کو اللہ قیامت کو ہالک اور شر شرع شرعی کھائیے سب ان کے انکار کرتے انہی کتابوں کے جو سلسلے سے پیش کی جائیں گی۔

چن سوسنور کے تصانیف میں اب تک "بہر نبوت"، "تھام خاتم النبیین"، جامع اعجاز معراج المؤمنین اور دعوت لائٹ کے حوالے سے بیہ دان کے علاوہ دوسری تصانیف ہیں جو بیانات کی کتاب۔ قدس کی حق تصانیف کا گارہ ہونے پر میدان میں آئیں گی۔

مؤخر الذکر کتاب "دعوت الی اللہ" کے مذہب و درجہ کتابوں کا سنگ بنیاد ہے۔ ان کتاب کی کتب و درمیان کی درجہ تصانیف گراہی کی تشریح و تشریح ہیں کہ ان کے سرمدی پر یہ عبارت بھی دلی ہے، "دعوت الی اللہ، لائق القدس باب حضرت تہ مولانا محمد تقی دیندار چلی و سوسنور یوسف محمود سرمدی تفریق۔ جو باقیہ ان کے دیندار محمد تقی دیندار پر ہیں جس طرح کہ درجہ لائٹ لائٹ ۱۳۵۰ ہجری میں حیدر آباد سے شائع ہوئی؟

دیندار انجمن

صدیق دیندار چلی ہونے سے مسئلہ اللہ میں بے مش کی کہ گے بڑھانے کے لئے ایک نئی قائم کی، جس کو ہم دیندار انجمن رکھا، نام کی تبلیغ سازی نے بہت سے مادی بور سمادوں کو دیکھ کر جن کی گرفت بڑھا کر دینار انجمن کی اصول یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے اس بات کی ظاہر کی جائے جو ان کی نظر میں کئے عذاب ہوں، مثلاً جہاد کی ترقیب، اتفاق و اتحاد کی کوشش وغیرہ، وہ ان کے نبی چن سوسنور کے اصل مفاد لائٹ کی کتابوں میں ہیں جنی الامکان یہ کوشش رہے کہ وہ علوم کے سامنے نہ آئیں۔

بھلا ان انجمن کی ان تحریکوں میں فتنہ ہوں سے چل رہی ہیں، ان کی وندہ اس لئے کہ ہندوؤں

ہے کہ کہیں جو اہم کسی دوسرے نام سے ان کے دھوکے میں نہ آجائیں۔ پورے ہندو پاک میں ان کے مبلغین پھیلے ہوئے ہیں، ہندوستان میں یہ تحریک "حزب اللہ دینداران" کہلاتی ہے، اس کی ایک شاخ کراچی میں بھی ہے۔ کراچی میں یہیں سعید بن وحید بنی۔ اسے (ملک) کی امانت میں "حیثیت مجاہدین بنی سید علیہ السلام" دیندارانہی کے نام سے بد لوگ کام کر رہے ہیں۔ یہ انہیں آجکل فقہار سلفین اسلام دیندارانہی اور یاد آور صرف دیندارانہی کے نام سے کام کر رہی ہے، جس کا سربراہ سعید بن وحید سعید ہے۔ اس انہی کا مرکزی دفتر کوئٹہ کراچی میں ہے، تیسری تحریک مرکزی دیندارانہی کے نام سے ہے جس کے مبلغین پنجاب اور پشتاد وغیرہ میں ظاہر اور پوشیدہ طریقوں سے کام کر رہے ہیں، انہوں کو دھوکہ دیا کہ ان کے مبلغین کے دو خاص پتے ہیں، بعض اہم قوم بن کر سید میں امانت کرتے ہیں اور بعض ہیری کے لیے حلقہ اداوت میں، روبرو بنا رہے ہیں، ان کی وضع قطع ٹھوس ہے اس لئے اسے میں سمجھا جاتا ہے، انکارا وقت مسلمان ان کو مصلحت سے پہچان کر ان کا انکار کرنے سے بچ جائیں۔

وضع قطع

انہی دیندار کے لوگ ہرے رنگ کے عمامے باندھتے ہیں جس کے نیچے نمونہ سا دھڑی ہوتی ہے، رنگ ہونے کی وجہ سے پہنتے ہیں، سر پر لمبا نہیں، لمبی ڈاڑھی، بال پرانہ، فقہانہ نہیں میں نظر آتے ہیں۔

زائد صدیقی صاحب سابق مبلغ دیندارانہی، جو اسے صاحب سمجھے ہیں، خدا کی قسم تو وہی وہی

میں لکھتے ہیں،

"راقم الحروف نے چار سال کا عرصہ سماجیت حزب اللہ دیندارانہی کو ایک سنگی امانت تصور کرتے ہوئے زندگی وقف کر کے اپنی خدمات پیش کر دی تھیں، اس کے بعد سے مندرجہ بالا واقعہ تک میں ایک سرگرم مبلغ کی حیثیت سے مغربی پاکستان میں دور کرتا رہا، امانت ہزار بار غور کی، اس امانت کا انکار کرنا اور انکار کرنا، لیکن یہ کچھ خبر تھی کہ انہیں میں نے غلام علی کی بجائے وہ قادر علی بن لودھریان، تم تبت میں، صوفیاء علیہ السلام وضع قطع، فرقہ کے اقل کے تعلق، مغربی پاکستان میں آپ دیکھا کہ کبھی یہ تھوڑے ہی کے اس طرح قطع کے لوگ میں دیندار کی اکثریت کے دینی اور شرعی مسائل کی اور بد قطع کرتے ہوئے،

اقتباسات

یہاں تک اس شخص کا اجمالی تعارف کرایا گیا ہے، اب انھن کے بانی صدیق و چندار چن بسویشور کی تعریف سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں، ان سے ان کے معتقدات جو اہم اور کئی دیگر فوائد آپ کو معلوم ہوجائیں گی، اور پھر اخلاذہ الگائیں کرہ گوگ (دیندارانھن ملے) حقیقت میں کیا ہیں اور کس روپ میں دکھائی دیتے ہیں، ان عقائد و فرائض کے حاملین عوام میں چہا دو اتحاد کے نام سے تبلیغ کر کے عوام کو اپنے حال میں پھنسا رہے ہیں۔

اس شخص پر بانی سیکڑوں دین میں بھی پھرتے ہیں

اگر دنیا میں رہنا ہے تو پھر سچان پسند کر

بیچے اقتباسات کا خلاصہ دیکھیں

چن بسویشور اور مرزا غلام احمد قرآنی

دیندارانھن کے بانی صدیق و چندار چن بسویشور فرماتے ہیں:

”نجیب کے اسرار بھر رکھنے کے دو اسباب ہیں، پہلا سبب یہ کہ بغیر مشائخہ میں فتنہ و قتال سے کما حقہ واقف ہو کر تجھ کو مسیح میں تھا، مسئلہ میں مسیح (مرزا غلام احمد) کو پورا اور نہایت غلط طور پر اثبات میں ملایا کی طرف سے ترک دنیا کر کے مزید حصول علم کے لئے قادیان پہنچا اور مرزا صاحب کے قہر و کرم سے ہزار صفحات سے بھی بڑی ہو کر مسیحیت کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جو پورا اور واقف ہو گیا، اس طرح اسرار نبوت کے کھلنے کا اس بغیر یہ پہلا سبب ہے۔“ (چرنوٹ، ص ۱۰)

اس اقتباس سے عین باری معلوم ہوتی ہے، چن بسویشور کا قادیان جاننا، مرزا غلام احمد قرآنی کو مسیح موعود ماننا اور اس کی تعائین سے استفادہ دینی اور اسرار نبوت کا کھلا، قادیان میں حضرت مسیح (ع) اقتباسات کو دیکھ کر غصہ کرتے جاتیں اور یہ بات دیکھیں کہ یہاں سے دیندار، جب مرزا صاحب کو نہایت اچھی عبارت میں آدھو لیں اور ان کی تشریح کی آیات قرآنیہ پر جو علم ہوا ہے وہ سب کو انہیں بلکہ ان کا یہاں تک کہ

کھینے شروع ہو گئے، اس وقت اٹھائیس برس کی عمر ہے آج کرک وینا کرکے مرزا کی کتابوں سے کفر و نفاق کی خوشبو پھیلی ہوئی ہے، ابھی تک پتہ چلا کہ اس سوار پر نبوت کھلے ہیں یا جنہم کے انکار کا سچا دامن بھر رہا ہے۔

آج جو کفر سے معروف ہیں سرگوشی ہیں

ہوش آنے کا نہیں موت کی بڑبڑ بھی ہیں (اکبر الہ آبادی)

غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے اسرار نبوت فک لٹے وہاں تو اعجازِ انسانی کے طولی پیمانے کی گنج گاہ میں شکار کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں کہیں زقوم کے کانٹوں میں بھی پھول ملا کوئے ہیں؟ اب تو ہم پر سید ہوئے کے بعد جن پر شیطان صیقل پائی ہوئی ہے کہتے ہیں کہ کاش میں وہاں نہ جاتا، گھر اب تو بیانیہ بی بی گشتی گشتی گشتی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آنے کا۔

مہ نون بیٹھا تر سے ہنگامہ شربت میں ہیں روشنی کی جستجو کرتا رہا حکمت میں ہیں

آہ وہ یوسف نہ تھا تیرے بازار میں مدتوں دھونڈا کیا نظارہ گل خار میں

دیار قادیان سے ناامید لوئے بھی تو قادیانوں بالخصوص میاں محمد سے روٹے اور پانی مشکل نبوت اور مامور و موعود ہونے کے دھویدار بنے اور زبانِ حال سے یہ کہتے ہوئے صبرِ قادیان سے لوٹے کہ

چشم حیران بھوشنی اب اور نظام سے کو ہے

آرزو ساز کی کچھ لوٹان کے مارے کو ہے

چھوڑ کر مانند بی تیرا جن حبتا ہوں میں

رضعت لے بزم جہاں سوئے دھونڈا ہوں

یعنی نبی بننے کا راستہ دھونڈ رہا ہوں جو آپ کے پاس نہ ملا۔

اسے میرے خضرِ ختم کب ہوتی ہے مری طلب

اس کو چلا ہوں دھونڈنے خواجہ گمان نہیں

یوسف موعود

صوفیوں و پندار چن بول شور نے چمکے قادیان میں جا کر غلام احمد قادیانی کے طوطی قرآن سے کافی استفادہ کیا تھا، جس کی وجہ سے اسرارِ نبوت آپ پر شکست ہو گئے تھے، اس لئے اب دھولے نبوت کو نہ میں کیا دیر تھی بس حیدر بار بچھا تھا کہ دھوی کر دیا میں یوسف موعود ہوں، آئندہ اللہ ہی پریشور ہوں،

اور اپنے دھوکے کو دماغ صحت کے لئے ایک کتاب "خادمِ حق" میں لکھیں، جس کے نام سے کچھ دلی سپر ہیگزٹرو
بیشتر مرزا غلام احمد قادیانی کے لہجہ میں پیشگوئیوں سے لپٹے دھوکے کو مہر میں کیڑے، آپ بھی چند اقتباسات
من کو قوت دینے کا اندازہ کر لیں۔

"اب حق آگیا، اس کی طرف حضرت صاحبِ مرزا غلام احمد قادیانی نے اشارہ کیا تھا
کہ جب تک کوئی روح القدس سے تائید نہ کرے گا تو ہم سب مل کر کام کرنا اور اس کے بعد
اس کی اتباع کرنا، اسی میں غماز ہے، اس کام کے لئے اپنی جہالت میں دل دانا نہ دھار کرنے
پر مجھے کئے کہا تھا۔"

حسبِ حق جماعہ احمدیہ تو ہم سب مل کر

منظرِ حق کے تھے آج وہ موجود آیا۔

"گزشتہ تین سال میں میرا صاحب کے نام میں نے متعدد خطوط بھیجے اور بار بار لکھا کہ
وکن کے اوسب (اڈر) ہندو سادھو وغیرہ کی کتب پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ آپ شخص
شمال میں دہرہ سنت (اولو لہزم) نمود آدھی پیدا ہوگا، دشمنِ غلام احمد قادیانی کی گاردی
پرہیزے گا۔"

اس کے بعد اور بھی تفصیل ذکر کر کے بشیر الدین نمود کو ہندوؤں کی کتابوں سے موعودانہ
ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنے مخالف لکھا ہے کہ :

"اس کی اصلاح صدیقی و نند ادرین ہو لیٹر کر گیا (خادمِ حق) صبیحہ نشہ، زردیلہ مرزا ہونڈہ

لیکھے یوسف موعود کا دعویٰ ڈرا اور وحاحت سے فرماتے ہیں

"حضرت مرزا غلام احمد، صاحب کی بشارت میں ماضی معتمد یوسف موعود کی کتاب

دو گلی کمال درجہ پر چھ پڑھاؤں آئی ہیں : (خادمِ حق) صبیحہ نشہ

اس کے بعد ہی کہ ہیں صفحہ سے صفحہ تک رات کے درجہ ایک حسین فوجانہ رنگ کا ان کے
بستر میں آگریٹ جانے کا واقعہ ذکر کیا ہے، اور آخر میں حضرت یوسف موعود علیہ السلام پر اپنی فضیلت کی چھوڑ
ذکر کیا ہیں

یوسف موعود کے دنیا میں نہ کرو گونگ صراح کرنے کی رویت ہندوؤں کی کتاب یا جہر مرزا غلام احمد
قادیانی کے الزامات سے کوئی پیش کرے تو کرے، لڑان۔ حدیث کو کتبِ مشرق میں تو اس کا نام و نشان

مہر بہت سرد و گرمی خوب پانہ پڑا ہے، دھان مرد بھی نہ اور یوسف موعود صبیحہ نشہ

نک نہیں ہے

سر خدا کو عبادتِ اہل کسے نگفت !
در جرّ تم کر یا دہ فروش از کجی شنید

مأمورِ وقت

جب صدیق و مینار نے ہمدردوں میں چلنا شروع کیا تو اس سلسلے میں کھڑے
”وکن میں ایک مامور کا، منتظر تقریباً کچھ سو سال سے ہوا کہ جبے اور اس
دھوم سے گزرتا تھا کہ ہرچہ بڑا وقت ہے ، اتنا انتظار کسی مامور کا مسلمانوں
میں نہیں ، اس کثرت سے نشانات بیان کئے گئے ہیں کہ مہربانی اور مسیح کے
بھی نہیں ، (خادم خاتم النبیین ص ۱۱۱)

مزید سنئے اور چن بہر پیشہ صاحب کی تمام کام میں ہدایت کی بھی داد دیجئے ،
” میری مأموریت کے انکار کی صورت میں ایک سزا چبدا ہوتا ہے اگر وہ موجود
میں نہیں ہوں تو دوسرا کوئی پیش کرے ، (خادم خاتم النبیین ص ۱۱۱)
ٹھیک فرمایا حضرت والا نے ، کہیں دور رس نگاہ ہے ، محاذِ عالی را دہو می گرد ، مأموریت
جیسا ہم سب غلامِ بڑا دربارِ رب نہیں دیتا ، ایسا معصوم بڑے کے جواب کی شانِ عالی
میں سزا دیکھ گئے ہیں ۔

دلِ نفس کا نالغِ خلعتِ نبوی کی حقیقت کی پہچان
نہیں تو انہیں اپنے گمراہی میں بھی رہے مگر

یوسف موعودؑ ہونے کا دعویٰ ایک رُپ میں

خدا کے ذیل کا دعویٰ آپ کی گھڑی میں بجائے ، سنئے اور سوچئے ،
” یوں تو حوالہ کے لحاظ سے موسیٰ بھی ہوں اور داؤد علیہ السلام بھی مسیح موعود
کہہ رہے ہیں ان دونوں کا دعویٰ بھی کیا ، اس کی وجہ یہ کہ یوسف مہر کے بارشہ تھے اور جس
قوم پر حکومت کرتے تھے وہی انیس قوم تھی ، قبل از یوسف مہر وہ ہزار سال کا اندر و تہا قوم
ہندوستان کی جنوبی علاقہ میں تھی ، یہ پچھلے کچھ باری اور شرک پر قائم رہا ان میں

اور ایں لکے مولک کی شان پر اُن کی حق حکومت کا اُن کی کسبِ حق کے اُن کی منشا پر اُن کا مقصد کے لئے ملے
کے ہیں، درحقیقت یوسف کا آخری نام ہے، قوم لکایت میں فتح کا نام سے پیشتر،
دفعۃً مانا جاتا ہے، اور یہ آخری نام ہے، آج سے اُن کے سال چہشتہ لویا اور ہندو صا و صو
نے اس کو دینا شروع کرنا شروع کیا ہے، (دعوتِ اللہ اور دینِ اللہ)

قارئینِ محترم! کیا مجھے، حضرت یوسف علیہ السلام معصومِ عرب کی ایک تہ نہیں ملے گی کہ تو اُن کی جو شہر
اور سے قبل سنائیں (نور و ہندوستان کا قوم لکایت میں شریف لکچر ہے، اب اُن کی جو شہر ایک
ہندو میں جو پیشتر کے روپ میں تھے، نور و ہندو میں شہر ایک، خدا کا فیض اور ہندو کے روپ میں، اللہ پاک
ہائے یاد ہے کہ یہ دعاوی کہ اُن کی شہر ہے، اُن کے چل کر حضرت یوسف علیہ السلام پر اپنی توفیق لگا
ہیں، غرضی اور اللہ کے بدلائل، وہ جانے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں، بات یہیں آئے تو کوئی عرض ہی کرے
یہاں پر تو

درخت آسماں میں ہے نہ راحت زمیں میں ہے

لپٹنے کی سہولت کا جوش ہے سب کچھ میری ہے

اپنے قارئین دوستوں کو اس اخبار پر مزید بھروسہ دلانے اور اس سے بڑھ کر یوسف و درویش کا تعارف مختصر سے نہ کر لیا جاسکتا ہے۔ لہذا یہ کہتا ہے اور وہ یہ کہ جس قدر آپ کے ذہن میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ مبارک گنگنا رہتا ہے یا بھولنے کی بدھوتی کا اندازہ کر لیں اور یہ حقیقت ہے کہ مبارک آئینہ نہیں اس کو بچھڑکے نہ زیادہ حیرت میں گذرا ہے دیکھنے والے بھی ایک زندہ پیوستہ برعکس نیست نام نہان نبی کا ماحور

مہدی آخر الزماں

جو شخص نبی بننے کی صلاحیت رکھتا ہو اس کے لئے جہدی آخر الزماں دنیا کا مشکل تھا جبکہ اس سلسلہ میں ایک فرد ہی بطور تائید نظر آیا تھا، فرمانے لگی :

”جنوری، اشد علیہ وسلم نے میری طرف اٹھنے سے اشارہ کر کے حکام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب تک کوئی شخص اس میں فساد نہ کرے اور نہ ہی اس میں آگ لگے۔“ (معاذ اللہ)

میرے آقا سرور کو نبی علی الشریعہ وسلم کی طرف جھوٹا انتخاب نسبت کر کے آسان سے توہم و غلطی

جہالت کا اب لوگوں کو دھوکہ دینا تو باتیں، باتھ کا کھیل تھا، اب یہ صحت میں دعویٰ مہدویت و وحیت و ملوان لینے میں کیا چیز رہ گئی؟ جس پر سارے ملاحم مسلمان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ بشارت سنی اپنا تہ مناجح قرآنی کرکٹ اللہ جہدی مان کر بیعت کر لی، ایسے جن سوشلور کی اپنی زبان :

”ہم پہلی میں ایک عورت میرا لفظ سنی ہی تھی، وہ عہدیت کا اثر ہو گا کہ بعد میں مجھے سنی ہو بشود نظر آئے ہے اور ہر ایک آواز پر مجھ پر بولتا ہے، اگر مرغ ہلکے سے تو کیا ہو بشود کہتا ہے، اور کچھ سنی ورتا ہے تو کیا ہو بشود ہی کہتا ہے، گنگا پر چھا جولا ہے تو چھ ہو بشود آواز آدمی ہے، کئی دن، بیسارہا، اس معاملہ میں وہ عورت گھر آگئی، اپنے خاوند کے لئے کر میرے پاس آئی میں نے فرحت لیکر دعا دی، اب تک وہ اچھی ہے، بہت سے لوگ ہیں جو بعد وہ لوگوں کے پکارا گئے کہ آپ جہدی ہی، بعض نے جہدی مان کر بیعت کر لی؟“
(خادم ختم النبیین ص ۱۵)

ایسے ہی کسی کتاب میں اپنی وہ عہدیت کا ایک اور واقعہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :۔
”وہ لکھتی تھی کہ میں مسند کرات میں مجھ سے آکر بیٹھ گئی“

یہ میں جہدی آخر ازمان کی روایت ہے کہ کھٹے ج

دور کہ داڑھی نہال خود پر شدہ آفتاب

آپ کا کوئی قصور نہیں اصل میں، مسلمان کو چھوڑے ہوئے کافی زمانہ گزر گیا ہے، اب یہ نہیں رہا کہ جہدی کیا ہوتے ہیں، بس کچھ لفظ ہے، بجا رہے ہیں جھگڑا جہدی آخر ازمان کی کوئی اس قسم کا خطہ ہوگا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون ۔

گھر کو چھوڑے ہوئے مدت ہوئی میں آدھے

کس میں ہیں قاتلین یہ نہیں یاد ہے

تعب ان دیوانوں پر نہیں ہوتا، اس سے کہہ سکتے ہیں اگر سب پہلا دار ہوش پر کرتی ہے، جب غلہ خردی رخصت ہو گئی تو پھر کسی کا کیا رہتا، مگر تعب ان مسلمان بھائیوں پر ضرور منسلک ہو جیسا فرما آئے بچے والوں کے سامنے ہاتھ باندھ کر ادب سے کھڑے ہو جاتے ہیں اور انہیں اپنا درجہ تسلیم کرنے پر تیار ہو جاتا ہے مگر لکھن ساقطہ لافطہ کے قانون پر اس کے بغیر علی ہی نام لکھن تھا ۔

گردش چرخ بدل تی ہے دنیا کو طہری

ہو جی جلتے ہیں سب اس شہر پر تو کیا تھ

جہالت میں جہالت — ۱۲

گل تازہ شگفت

مگر میں احمیوں کا امور بخیر نہیں تو دوسرے کوئی تلمذ کہ جو میں وقت ضائع نہ کرے
میں آیا۔ اگر میاں محمود صاحب کے امور ہونے کا انتظار ہے تو وہ بالبدانتہ
غلط ہے پہلے تو اس پر غلط ہے کہ مامور بھی ایک نہ درست جہات کا خلیفہ نہیں
ہوا کرتا۔ کیونکہ مامور کے ساتھ ہونے والی کو ایمان بالغیب اور اسکا نجات میں ہے
گذرنا پڑتا ہے اور سوائے اس کے حضرت (مرزا صاحب) نے یوسف موعود
کے لئے غلط اور صحت کھا ہے اور لکھا ہے کہ وہ مولیٰ انسان ہوگا تمہاری نظریں، ہر کر
کھا جائیں گی۔ درہم سنت الشیخہ ایسی صورت میں نہ خواجہ کمال الدین مدنی
کھڑے ہو سکتے ہیں اور نہ مولانا محمد علی صاحب اور نہ میاں محمود صاحب
بیکل مشہور انسان ہیں، اگر یہ لوگ اس کام کے لئے مامور ہو جائیں تو خدا کی منست میں
فرق پڑتا ہے، اسی وجہ سے اللہ جل جلالہ نے اپنی منست کے مطابق جماعت امیر
کے ابتلا کے زمانہ میں مسیحی کا انتخاب کیا۔ دیر آمدہ زمانہ دور آمدہ کلام
پڑا کیا۔ اس کا تفصیل وار ذکر آئندہ آنے لگا۔

ہر غلط جیش کوئی کا تعمیر پس پاں پوتا ہے، پہلا تو یہ نشان کہ وہ غلط
خلق کی طرح ہے، اس کو دیکھ کر لوگوں کا غلط و حق کو کھا شکی وہ اس طرح کہ پیدائش
کے لحاظ سے ہی میرا حال ہے کہیں حدود کا کمرور پیدا ہوا تھا۔ دینے کی آواز
میں نہیں ملتی تھی والدہ تعالیٰ یہ کہا کہ یہ بچہ کیا جیتا ہے؟ کوٹھے پر پھینک دو (کاش کہ اس کا
بانتہ الی بنائی، رشید احمد) والدہ نے کہا میں جہاں ہے نہ اٹھو انجیل
اور یہ سے کام لیتا چاہتا ہے، ان میں غلطی تو کثرت سے ہیں اللہ اس جانت
کو چھوڑ نہیں چاہتا پھر دوبارہ فضل بولے، حضرت (مرزا صاحب) نے لکھا ہے
کہ جینک کوئی روح حق پاک مگر انہوں نے سب مل کر کام کروا اس روح حق کو لے لیں
ہو جائے اور وہ مسیحی رہے ہیں ہے، غلط اور غلط کی طرح ہے، حقیقت نظر آئے گا
دھوکہ نہ کھانا غرض اس وقت جو کچھ ہو رہا ہے وہ خدا کے دھوکہ پورے ہوئے ہوئے ہے

(غلام نظام الغیبیین مدنی)

نصیب فرمایا آنجناب نے واقعی آپ احمدیوں (قادیانیوں) کے مآذوروں میں، جو ملک کے
کاروبار کا شہدائے امت من القادیانیین و متبہم لعنہ اللہ علیہم وعلیٰ خلائک غلام احمد
وعلیٰ من حذاکذک انی یوم النین اذواخذکم اللہ اذنیضہ مقتدر۔

بڑا انصاف ہوا آپ کے خلیفہ وصید بن سعید کی کتاب ہ تخم نبوت کا قرآنی مفہوم، دیکھ کر
اس نے صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے آپ کو اور آپ کی جماعت کو قادیان جماعت سے الگ کر
بڑا رنڈا کر رکھا۔ بیشک آپ قادیانی نہ ہونے کے الزام سے بری ہیں، بلکہ آپ کے قادیانی ہیں۔

چن بسویشور کی روح معذب کو میرا مشورہ ہے کہ اس ناخلف خلیفہ کو کوہِ سج ۲۱ میں رہتے ہیں
جلدی ریٹائر کر دیں ورنہ یہ تمہارے مذہب ہی کو مٹا دینے کو تیار ہیں۔

ان تمام دلوں کے خضر پروردگار کو تمہارے

چن بسویشور نے لچر، امور و دلت ہونے کے دھوکے کے سلسلے میں ہندوؤں کی کانٹوں سے
بھی بھری پیش گوئیاں درج کی ہیں :

• مشیہ خود دنیا کی ایک سو ایک ذالوں کو ایک کرنے کے گا..... دس اذکار کے رنگ
میں خود گھوڑے پر سوار ہو کر ملک ملک پھرے گا..... بسویر بھوس کو انسان بھکر لگا کر کر کے اس سے بات
مت کرو..... دائم قائم رہنے والا پالنا خود اتر لے، عجیبہ دکھائے گا..... ایشور کے روپ
والا..... دنیا میں ایشور آتا ہے کوئی دیر نہ ہوگی..... دنیا کا ایشور چن بسویشور دنیا کے کھیل اور
قریب فائنل کرے گا۔ شکریہ میں پارتے گا۔ (روح اللہ ص ۱۵۸)

دیکھ لیا چن بسویشور قائم رہے ورنہ الہی یعنی حوالہ حق النقیور ہے، بہت خوب
یہ عجیب الہی القیوم ہے کہ مدت ہوئی بھنم رسید ہو گئے۔

شیو کو تو ہم سب سے جانتے ہیں کہ وہ غلام احمد قادیانی ہے، ایشور کی حضرت نے تشریح کر رکھا کہ
وہ چن بسویشور ہے، مگر یہ شکرا اور پرانا عجیب نہیں آیا، کیا بلا ہیں، ویسے جس میں تو میرے کچھ ہیں
کہ وہ اب بھائی ہیں۔ اور دس اذکار جن کے رنگ میں ایشور صاحب کا ظہور ہو گا اور وہ ملک ملک پھرے گا،
اس کی تشریح ابھی رہنے دیتے ہیں۔ اس کا غصہ کوئی اور دوست انشاء اللہ سمجھا دے گا۔

ابھی ابھی بسویر بھوس کا بیان ذکر ہے کہ وہ آپ کو انسان سمجھیں گے، اس نے تو واقعی بہت
بڑے جرم کا ارتکاب کیا، ننگ انسانیت کو انسان بھنا یہ تو واقعی اس کی نا اچھی ہے، مگر

نہیں پتہ ملا کہ یہ مرد مجاہد بسویر بھوسے کون ؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر محبت

نبوت اور مأمور ہونے کی تینوں اہم اقسام محمد قادیانی کے اہلکات اور ہندو سادھوؤں کی پیش گوئیوں پر انکشاف کرتا تو محبت نبوت کیوں کروہ می زمرے میں شمار میں، مگر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اپنی تائید کی جو تہمت لگائی محسوس میں جوٹ اور ویدہ دلیہ کی حد درجہ ہے، لکھے ہیں۔

”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تاریخ پیدا کی تھی جی جی ہے وہ حالات بتائے

ہیں وہی ادیان و کین (سادھوؤں) نے بتائے ہیں۔ اور انہوں نے جو تاریخ پیدا کی

اور حالات بتائے ہیں وہی حضرت مرزا کی کتب میں نظر آئے ہیں“ (خام نہاد فلسفین ص ۱۱)

جھوٹ، مضید جھوٹ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہاں فرمایا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اتنی بڑی تہمت ہے کہ اس پر جو بھی بڑی سے بڑی سزا تجویز کی جائے وہ اس جرم کی بقیت کہے۔ ۱۰

مسترد خدا کا باد و زاہم کے سخت

وہ حسیہ تم کہ بادہ فرشتی از کج شنید

علی سے ان کو بادہ فرشتی کہا، در زیر میں بادہ نوش

مثیل موسیٰ علیہ السلام بننے کا دعویٰ

مسح مسموئے نبی سیری نسبت و نہاد کر کے اہام ہوا ہے کہ ایک موسیٰ ہے، میں اس کو ظاہر کر دوں گا، (دعوت الی اللہ ص ۱۱)

سچ منسلق ہے، وہی بھی تائید کرتا ہوں کہ آپ مثیل موسیٰ ہند میں موسیٰ ہیں، لیکن یہ ہے کونسا موسیٰ؟ وہی موسیٰ جس کے بارے میں ارشاد ہے ج

فعموسی الذی ارثاہ جبریل کا خضر

آپ کا کوئی قصور نہیں، مرزا کا اہام سمجھنے میں کچھ غلطی ہوئی ہے اور یہ اجتہاد ہی غلط ہے آپ کے مسیح الخ حضرت مرزا علیہما علیہما ایسی ہی اجتہاد ہی غلطی ہوئی تھی، مثیل بیان نے دلیں دھم والے انہوں نے کچھ کہہ دی نازل ہو رہی ہے۔

بہر ننگے کہ خواہی جاہلمی پوش

حدید کر دی کہ جو بے بوت جب بڑھی تو اپنے لئے مختلف نام تجویز فرمائے، اور بونا بھی چاہئے،
اس لئے کہ مرتضیٰ چن بسویشور، یوسف محمود، منیل موہلی، صلح و غور، نامور وقت، رشکراہ
پر ماتا وغیرہ کے خطوط سے کہاں اس کو تسلی ہوتی، چنانچہ اپنے الہامی ناموں کا اعلان کر دیا،
”لہذا آج پچیس سال مجھے سے نکالو الہیہ جدی ہے اور میرا لفظ نام

یہ میرا ہے“

”اے میرا پیر، مستند، امام الغیب، صدیقی، کلیم اللہ، سپہ سالار، محبوب
تو مجھ کا ہے، ہمدی آخر الزماں، وحن قیام، دیندار، محمدی، صادق، جگہ
سرمیچی، اے تاج الاولیاء، فاتح ہندوستان، نور محمد، محمود صدیقی، محمد رفیع
اے نبی کے فخر زندہ، مسکن، اعظم، عبد القادر، عبد اللہ، موہلی، ملیان،
مولانا، شگب خان، اے صلی، اے پہلوان، عادل، میرا صاحب، اے میرے ساتھی
کتنا سے ملی ملی دلا کے لعل، لڑ چوٹی، ابرے صابر چڑھو، سلطان، سلطان، کرونا، یا
منصور، اور کئی نام ہیں، ان ناموں کے علاوہ مجھے بارہ بیعتیں پکار گئی تھیں لفظاوی
اللہ تعالیٰ نے کیا روئے ہے، اے صدیقی، اوکھا تو میری بسویشور، (دعوت الی اللہ)“

ایک ہی شجر کے برگ و بار

خلیفہ قادیان کے بارے میں لکھا ہے:

”اے خلیفہ جماعت احمدیہ میں آپ کو ایک نام سے جانا ہوں گا آپ متقی مرفوعہ ہیں۔
(خادم قائم النبیین علیہ السلام)

اسی صغیر پر مزید تفصیل بیان کرتا ہے:

”بھلا اس وقت کیا حال ہو گا جب دیر بخت، اولوالعزم کی تشریف لائیں گے،
میں میاں مسجد احمدیہ کو کوئی کی بشت نہ توں کی بنا پر خلیفہ جماعت احمدیہ
ماننا ہوں، گو لاہور کی جماعت مخالف ہیں کیوں نہ ہو“

حقیقت یہ ہے کہ صدیقی دینا دہلی جماعت ہو یا قادیان یا لاہور، سب ایک ہی درخت کے

پتوں کی صورت میں پھیلے۔

خود بانی جماعت کی کتابوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ ان کی جماعت قادریانِ جماعت کی ایک شاخ کی حیثیت رکھتی ہے۔ قادریانِ اولیٰ کے ساتھ جن بولشویروں کا عقائد اور نظام امرِ قادری کو مستح موعود وغیرہ ملنے کی تصریحات بھی دیکھے ذکر کی جا چکی ہیں اور خود بانی کے دعوائِ نبوت سے متعلق بھی بعض عبارات دیکھے آپ کی ہیں۔ وہ بعض آئندہ آدھا گیا۔ یہ ایسے عقائد ہیں جن کا انکار کسی طرح نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ان عقائد میں میلین حضرات کو ان عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہے تو یہ خوش کام ہے، مگر صریح انکار نہیں کافی نہیں، بلکہ جن لوگوں نے بمسحول جن بولشویروں نبوت کا دعویٰ کیا ہے ان سب کو علی الاطلاق نفرتنا بخیر قرار دیا کریں اور ان کی کتبوں کو میدان میں رکھ کر چلائیں۔ ان کی جماعت سے اپنی برکت کا اظہار کریں۔ اگر اس کے لئے تیار نہیں بلکہ بانی انہی کے نام سراؤں میں اپنے کو شمار کرتے ہیں۔ ان کی تحریک کو کنگے بڑھانے میں معروف مل رہے ہیں ان کی کتابوں کو چھپنے اور ان کی اشاعت کے قریب تو خود ہر شخص کہ صرف زبان سے یہ کہہ دینا معتبر نہیں کہ ہر اذان کے عقائد سے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ جس طرح بانی نبوت جن بولشویروں اپنے عقائد کفر کی بنا پر قبول ابد دائرۃ اسلام سے خارج قرار کیا جاتا ہے یہی حکم ان کا بھی ہو گا۔

قابلیں حضرات اس کا تصور کریں جب میں بیٹری کی صورت میں کسی بیمرے کو دیکھیں، اسی میں اور سب بڑی دلی کمی نظر سورت منافقت سے ملتا ہے، ہر کوئی اور لڑا اس کے طعنوں پیرہ ہی برائے کے دل کی ظلمت نمایاں ہوگی، مزید تجویز کے لئے اس سے غلام احمد قادری اور ختم نبوت سے متعلق ردیف کتب قیودہ مرزا قادریانی سے سنت، بزرگوار اور ختم نبوت پر ایمان کی تفریر کر لگا، مگر آپ اس سے صحت قادریانی کو تین برسوں کی تھک چکے سلطان کا مطالعہ کریں قیودہ مرزا اس پر تیار نہ ہو گا۔

آج سے تقریباً بیس برس قبل خاندانِ نبوت میں مجھے دارالعلوم کوئٹہ میں اطلاع ملی کہ انیس برس ضعیف ٹری کی مسجد میں دیندار نہیں کا ایک منافق امام ہے، میں نے دارالعلوم سے ایک طالب علم کو جن بولشویروں کی کتابوں کے حوالے کیا کر کے جس کے رد میں اس مسجد میں بھیجا انہوں نے وقتِ نماز میں حرام کھانے سے اس مردودہ کے غنا کا پانچ چاک کیا لوگوں نے اس ملعون کو انتہائی زلت کے ساتھ مسجد سے نکالا، وہ بھاگا ہوا میرے پاس پہنچا اور مجھے یہ باور کرائے کی کوشش کی کہ اس کا ردیندراجی اہل عقاید میں کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور وہ بنگا مسلمان ہے بالآخر یہاں تک کہہا کہ چلے آگئیں پہلے مسلمان نہیں تھا تو اب آپ کے سامنے اسلام قبول کرتا ہوں اور مرزا قادریانی اور جن بولشویروں کو کافر کہتا ہوں آپ میری امامت اسی مسجد میں کمال کراؤں، میں نے کہا کہ آپ جو کہے روز اسی مسجد میں یہ مسلمان کریں

۱۰ میں پہلے تو غالب دوزخ میں نے اسلام قبول کر لیا۔ میں غلام احمد قادیانی اور مرتضیٰ دین محمد کے بڑے دوست تھا اور میرے بھائی بڑے بڑے علماء تھے۔ کوئی تعلق نہیں رکھتا تھا۔

بڑے بڑے اعلیٰ اخبار جنگ اور انجمن ام میں بھی شائع کریں۔ اس کے بعد آپ کو مسلمان قرار دیا جائیگا جانی رہا امت کا مسئلہ تو آج بھی کوئی سکھ اسلام قبول کرے اور فوراً اسے امامت کا منصب بھی دیدیا جائے یہ نہ تھا قادیانی تسلیم ہے نہ شرقاً نہ غرباً۔ ایک سال تک آپ کے حالات کا جائزہ لیا جائے گا اور دینار انجمن سے قطع تعلقات کا طے کرنا ہونے کے بعد آپ کو امام بنایا جاسکتا ہے۔

اس منافق نے جب دیکھا کہ یہاں اس کا کوئی دائرہ نہیں چلتا تو وہاں ذرا اختیار کی کبھی دوسری مسجد میں جاکر امت کی صورت میں غلام کے ایمان پر غارتگری شروع کر دی ہوگی۔

دائرن، ڈاکو، طیرے، خود غرض حق نہ تھامیں

بھڑکے پیسے ہونے پھرتے ہی بھڑوں کا لباس

حضور علیہ السلام کی بعثت ثانی

اپنی کتاب مہر نبوت میں لکھتا ہے :

”الحمد للہ اعلان نبوت منجانب احمدی مسیح موعود کی شہرت کا باعث بنا اور یہ شہرت قیامت کے قائم ہونے کی ایک عظیم الشان جنت تھی، یہی ایسا ہی قیامت بعثت ثانی کے ثبوت میں بیات بن کر بلائیکے پہاڑ کی طرح سر بلند اور متحکم کھڑا ہے“ (مہر نبوت صفحہ ۵)

اس عبارت سے تشفی نہ ہو تو مزید تشریح یہ ہے :

”عجیب بعثت ثانی“ میں ان کے باپ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے ان کو چھوڑ کر احمدیوں نے ولد اللہ کی حقیقت کو قائم رکھتے چاہا جو ان کو فتنوں میں مبتلا کر دیا“ (مہر نبوت صفحہ ۵)

میرے خیال میں قادیانی حضرت نہیں سمجھے ہوں گے یہ دفعہ دخل مقدم ہے، مطلب یہ کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ کوئی برحق ہے تو یہ احمدی (قادیانی) کچھ کہیں نہیں مانتے؟ جواب یہ دیا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو اکثر مسلمانوں نے نہیں مانا، اسی طرح مسیح موعود کے بعد جب دوبارہ حضور کی بعثت ثانی شکل میں سامنے ہوئی تو ان احمدیوں نے بھی

عادت سابقہ کی طرح زمانا، اگلی عبارت اس کی مزید وضاحت کر رہی ہے ملاحظہ ہو
 ”وذكر الله في الحديث ان من جاوز في صلاة من غير ان يقرأ في آخرها الحمد لم يزل
 يكره الى ان يقرأ الحمد“ اس کیفیت کی وجہ سے ہر روز پندرہ رکعت ہے، اسی وجہ کی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
 ظاہر ہوتا ہے جو ”ان الله يعلم الغيب لا ينظرون“ کی حقیقت کھٹک کر نہ کہنے کے لیے کچھ
 کی طرح کچھ کہہ کر دس رکعت کی طوفاں چلا رہے، قیامت کا علم دینے کے لیے
 اس کی بدنامی مقدر ہوئی ہے۔ (مہربان ص ۳۴)

فاریخی حضرات اس عبارت میں آخری فقرہ بدنامی مقدر ہوتی ہے، کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیے
 کیا آپ کو یہ گوارا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کی بدنامی مقدر ہو لیکن نہیں، تو کیا جو خدا کا نبی یا رسول
 نبی ہوگا اللہ کو یہ گوارا ہو سکتا ہے کہ اس کی بدنامی ہی مقدر ہو، ظاہر ہے کہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ
 اس ”سوا سر بازار“ کو امتحان و آزمائش اور بدنامی میں استہیذ نہیں، لیکن ایسا ہوا ہے نبی قلم
 سے تقسیم مناسب کر دی، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا مقرب اور نبی ہوتا ہے، بعض لوگوں پر اللہ تعالیٰ اسے
 آزمائش میں ڈالتے ہیں۔

آزمائش ہے نشان بند جان محترم

جنگ ہوتی ہے الہی کا حق ہو لہذا کرم

اور جو نبی نہیں بلکہ مستنبی (جھوٹے نبوت کے دعویدار) ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کی جانچنے ان کے لیے
 بدنامی مقدر ہوتی ہے، چنانچہ یہودیوں کو نبی حقیقت کا علم کو تھا ہی اس نے حقیقت ظاہر کر دی کہ وہ
 ایسا بدنام ہو کر بدنامی اسی کے لیے مقدر ہے۔ سو اللہ وجہ بدنامی اللہ تعالیٰ۔

بروز محمد کی تشریح

پہلی عبارت میں بروز محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تشریح اگرچہ اچھی ہے کہ اس ولی کے وجود میں
 حضور مسیح الخاریؑ نہ تھے ہیں، لیکن اس کی مزید تشریح اشعار میں بھی کر دی ہے، اسے بھی ملاحظہ فرمائیے:
 بروز محمد ہے نبیوں کا جاسم

ہے مغرور کا امیر ان کا ہے عالم ہے قاضی مشہر حوصلہ کوڑ کا قاسم

(مہربان ص ۳۴)

سردار و جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو تو حق مقرر نہیں فرمایا سیدہ دکنہ اندہ تو

فرمایا ہے لیکن حاکم انبیاء نہیں مقرر کیا، اس لئے یہاں بروز محمدی جو شہر ترک کی ہے وہ ایسا بار
ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی قدرت میں بڑھا ہوا ہے بلکہ انسانی مشہور یا ملک مشرق و مغرب
خداوندی میں اس لئے بلا سابقہ بروز محمد کا مطلب یہ ہوا کہ وہ خدا جو مغرب و مشرق کے ساتھ
بیکل ہندوؤں بسویشور کی ہے، وہ یہ بندہ ناچیس ہے ۔

نزد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خسر و

جو چاہے آپ کا کسین کر شہر ساز کرے

مذہبہ چن بسویشوری میں اس کے اندر کوئی استعمال نہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک ملان
کا درجہ نبی کے برابر ہے، اور جو جامع الانبیاء ہو وہ ظاہر ہے کہ کم از کم خدا تو ہو گا ہی، مسلمان
اور نبی کا وہ برابر ہو سکے بارے میں خود چن بسویشور کے الفاظ سن لیجئے : ط
نہیں کوئی مسلم ہے نبیوں سے کچھ کم

دھرم نہ ملتا

یہی وجہ ہے کہ انہوں نے ایک نبی ہونے کا دعویٰ نہیں کیا و نہ عام مسلمانوں کے برابر ہونا۔

العجب شتم العجب

بسویشور کے دربار میں نبیوں کا اجتماع

ط یو کس نے کر دیا ہے محکمہ کوئے نوبہ انساں کو

حد ہو گئی ہو کس چاہ کہ، مآبور وقت سے لے کر ہمدی آخر زماں اور بسویشور جو عود و دوسرے
خیالی مراتب تک پہنچنے کے بعد اب بھی ہو کس پوری نہیں ہوتی تو سمجھنے لگا کہ تمام انبیاء میرے دربار
میں مقرر دیتے ہیں، فرماتے ہیں :

”بروز محمد سے مطلب بخت ثانی میں آخرین منہم کے ملک اور آقا ہیں۔۔۔

یہی وقت اجتماع انبیاء کا ہو گا، جب کہ انہی جمع رہیں گے ان پر حاکم

ایک امتی فانی الرسول ہو گا جو بروز محمد کہلائے گا“ (مہر نبوت ص ۵۷)

جب خود بروز محمد ہو گئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بخت ثانی شکل چن بسویشور ہو گئی، میں اللہ تعالیٰ
کی بکائیے حبیب آباد کو میں انبیاء کرام جمع ہو گئے، حاکم بسویشور صاحب مقرر ہو گئے آیتوں سے نزول
قرآن کے خیالی قصور میں کیا دیکھ گئی اس سے اور شاد ہے :

”علم قرآن جب خبیث ہوگی میں اولیاء کی محنت کے زمانہ میں ہندو کے ایک ہزار سال کے اندر آسمان پر چڑھ جائے تو دوبارہ وہ ذات یا برکت تشریف لائیں گے اور پھر ہی علم قرآن نازل ہوگا۔“ (مہر نعت ۹)

مجیب، وہ قرآن جس کا نزول سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے وہ دنیا فساد کا حقدار ہے اور دنیا میں بسویش پور اس کا نزول جیسا کہ دکن میں ہوا۔ خط
واسے سے قرآن ظہور فرما

یہاں یوں کہ کتابِ اقدس دنیا میں مل کے لئے آئی تھی، فساد و گمراہی کے دور سے ناکر چھپ گئی، فساد گمراہی تو پھر نزول کی گئی، اس دشمن خدا کے نزدیک قرآن میں ایک ہزار مال تک جھگ کر آسمان پر چھا رہا، اب جن بسویش کی موجودگی میں یہ ربا کا فساد و گمراہی ہوئی تو وہ اترا آیا۔ خط

واسے ناکامی متاثر عقل ہی نہارت گئی
اسے دشمن خدا! ہوش کے ناخن لے کہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب بھانپ کر رہا ہے۔ کتاب اللہ
نواس لئے آئی ہے کہ بے عمل کے زمانے میں لوگ اس سے عمل سیکھیں۔

دریدہ دہنی کی انتہاء کر دی

پہلے میلہ کڈا یہ کی بوجھت سن کر داد دیں،

”یہ فقیر فانی الرسول اپنے اندر سے حضور منج انوار کی قدسی طاقت کو ظاہر کر

رہے، جس کی وجہ سے میرے سامنے نہیں بلکہ حضور منج انوار کے سامنے شکل

انبارِ زانوئے ادب طے کئے بیٹھے ہیں“ (مہر نعت ۱۵)

دیکھ لیا میں تو شدم تو میں شری کا عجیب و غریب مظاہرہ کنگھی انبار میرے سامنے نہ گئے
ادب طے کر کے بیٹھے ہیں اگر میں چونکہ ہر روز محسوس ہوں اس لئے در حقیقت حضور کے سامنے انبار
درجے بیٹھے ہیں، یہ عجیب منطقی جملہ ہے، نبوت بھی اپنی اپنی داور منطق بھی،

یہ مسلمانوں کی غیرت کو بیخ کن نہیں تو اور کیا ہے، تمام فرائد و کرام علیہ السلام کی ایسی تو ہیں کہ
وہ ایک ہندو و کذاب کے سامنے نہ گئے ادب طے کئے بیٹھے رہیں۔ اس انجمن کی کوئی
تصنیف اس قسم کی لغویات سے خالی نہیں، ضرور ان حکایات و شیعہ کے پس پردہ کو آنکھیں کھولتے

کام کر رہا ہے، مگر

سنبھل کے رکھنا قدم دشتِ غار میں مجبوز
کراس نواح میں سودا بزمِ چاہی ہے

جنت نہیں ہے بے کارخانہ

تصورِ آخرت، جہنم کا خوف، جنت کی طلب، یہی چیزیں ہیں جو مسلمان کو مل کی طرف دعوت دیتی ہیں اس لئے اس کو شیعہ خدا کے دل میں یہ ضرورت پیدا ہوتی ہے کہ اس تصورِ کارخانہ کو دبا جائے تاکہ آگے مختلف دعاوی کی گئی ہوئی ہو سکی اور تصورِ آخرت دل سے مٹ جائے کہ بعدِ امان مغرور نفس بیکار کی ہو سنا کہیں کو برداشت کر لیں، ارشاد ہے :

”جب دنیا میں گناہوں کا اندھ بھٹکے تو جنتی ارجح کو پیش ہوتی ہے، اللہ کے اذن سے بصورتِ اولیاء اللہ کو کام کرتی ہیں، ورنہ یہ خیال کیا جائے کہ جنتی لوگ جہیزِ جنت میں پڑے ہوئے ہیں، اس سے توجہ نہ ہوتی بیکار خانہ ہوا، بیکاری انسان کی بیکاری کا باعث ہو گئی ہے۔ بیکار انسان جنت نہیں کہلا سکتا“
(مفراج المؤمنین ص ۵۵)

برادرانِ اسلام! اس طرزِ فکر کو کھینچے مرنے کے بعد انسان کامل کہاں جاتے ہیں؟ دوبارہ لوٹ کر گناہوں کی دنیا میں کھلتے ہیں؟ لوٹنے سے قبل کہاں تھے؟ بیکار خانہ جنت میں، جہاں ہوشیور کے طبقے کے مطابق اب ساڑھے تیر سو سال کے بعد حضورِ علیؑ کی ولایتِ مسلم کی بعثت ثانی ہوئی لیکن اس ساڑھے تیر سو سال میں حضور کہاں رہے؟ کیا انورِ باہر بیکار خانہ میں رہے؟ اگر نہیں تو ذرا یہ اس درمیانی وقفہ میں کہاں رہے؟

مسلمانو! ہوش میں آؤ، کچھ کہے ہو کیا جا رہا ہے؟ جہاں ہوشیور کیسا ہے، تصورِ آخرت غلط ہے، جنت بیکار خانہ ہے، حضورِ مسلمؑ بیکار خانہ میں رہے نہیں سکتے، اس لئے آپ اسی دنیا میں لباسِ دیگر تشریف لائے ہیں، جب تمہارا ہی اس بیکار خانہ میں رہنے کو پسند نہیں کرتا تو تم جنت کی مسک میں لٹک کر کیا سماعت کر رہے ہو؟

یہ جو ہم اسلام کی خبریں کانٹنے میں کسی قدر تنہک ہیں، اگر ستم بلاتے ستم یہ کہ مسلمانوں سے چندہ لے کر کہے اسلام کے خلاف یہ سازشیں ہو رہی ہیں یہ حالت دیکھ کر دل دوڑنے لگے نابوجود جو بے جا

ہیں، کاش کہ اللہ تعالیٰ کو وہ وہ لا شرک لہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے والے مسلمانوں کے شک میں ختم حکومت نبوت اور خدا کی مدد میں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی تائید کرنا اور ان کے متبعین کو سربازار موت کی عبرتناک سزا دیکھ اپنے ایمان کا ثبوت دیتی اور عوام حکومت سے ایسا پروردگار کے لئے نیک نر مردوں کے وجودنا مسعود ہے پاکستان کو پاک کئے بغیر (نہیں) ممکن نہ آتا، مگر ۔

دائے ناکافی مستطاع کاروان جاہل

کاروان کے دل سے اس نیاں جاہل

راز کھل گیا

اسلام پر مرمیئے والو! خوب سمجھ لو، جن بسویشہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت نہیں کہ آپ کا ربوہ اور خانی الوہابی کہل رہا ہے بلکہ یہ سراسر مشعل انگیزنے سورج کچھ کشتار کی ہے، جب انہوں نے یہ دیکھ لیا کہ مسلمانوں کو اپنے پیغمبر سے عشق کے وجہ تک محبت ہے اور اس کو کم کر کے اور کو صورت نظر نہ آئی تو ان کی نظر نقاب اس پر پڑی کہ لوگوں کو پسند یہ اور لایا جا کہ حضور کا بیسٹم مع اچھی تمام صفات کے کسی دوسرے انسان میں حلول ہو جاتا ہے اور پھر جو بد اخلاق غفلتوں کو اس دھوی پر تیار کر دیا تاکہ مسلمان یہ دیکھ لیں کہ ہمارا نبی جس پر ہمہ مرتے کو تیار ہیں وہ ان اخلاق وعادات کا مالک ہے۔

لیکن اس بد خیال گو یہ نہیں معلوم کہ جو منافق ہیں وہ اس کا ساتھ دیتے ہیں اور سلام کو ان کی عزت نہیں بلکہ یہ بودگان کے ذریعہ کھڑے کھڑے الگ ہو گئے اور جو مسلمان ہیں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات عالیہ و اخلاق حمیدہ کا دم رہا عزت نے اپنی آسمانی کتاب قرآن مجید میں دیدیا ہے

وَكَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ (حدیث) آپ کے اخلاق قرآن کے مطابق تھے۔

یہ سب مسلمانوں کو اس قدر یاد ہونا چاہیے کہ بھلانے سے نہیں بھولتے، تمہارا کس سازش کا صرف یہ نتیجہ نکلا ہے کہ جو منافق بشکل مسلمان اسلام کے دھویا رہے تھے وہ الگ ہو گئے فَطَنَ اللَّهُ الظَّالِمِينَ۔

مجھداوتار

جن بسویشہ کے متعلق حقیقت حال جو ان کی زبانی معلوم ہوئی کہ وہ اپنے کو مسلمانوں کا پیغمبر نہیں ہرند و فلک کا افکار کہتا ہے، ہر نبوت کی عبارت ملاحظہ ہو :

”ہے کوئی دنیا میں ایسا جس کے دربار میں انبیاء جمع ہوں؟ آدم سے نیکو
 نہیں، نیک کل انبیاء۔۔۔۔ اور محمد (قنار سے نیکو تو کم بدھ و قنار تک کل انبیاء
 جمع ہوں؟) (مہرِ نبوت ص ۷۷)

پھر وہ ایسا ہی نکلتا ہے، اس کی خود تشہیح فرماتے ہیں،
 "ہر فقیر فانی الرسول اپنے اندر سے حضور منجیٰ نواذ کی تدبیر طاعت کو ظاہر کر
 رہا ہے، جس کی وجہ سے میرے سامنے نہیں بلکہ حضور منجیٰ نواذ کے سامنے کئی ایسا
 زائغے ادب طے کر چکے ہیں (مہربان ملّا)"

دیکھتے تھے کہ ہمارے قوم میں یہ دکھایا جا چکا ہے کہ انہوں نے ہندو سادھوؤں کو اولیاء اللہ کہا ہے، یہی تو اس پر تعجب ہوتا تھا کہ ہندوؤں کو اولیاء اللہ کیسے کہا، مگر جو خود کو ہندوؤں کا اذکار کہتے ظاہر ہے وہ ہندوؤں کو اولیاء اللہ ہی کہے گا، ایسی تحریروں دیکھ کر بے ساختہ ان کی غلط پراپیٹم کرنے کو بھی نہ ہنستا۔ مسلمانوں میں دعوت و تبلیغ کرے ہیں اور اپنے کو ہندوؤں کا اقا و ثابت کرے یہ مگر سولے اس کے ہم سما کر سکتے ہیں کہ ۔

یہاں پر تجاویزِ نظامہ بہت
نہیں پر بھی دُمد از تارے بہت

نہیں کوئی مسلح بے بیوں سے کچھ کم

دل پر انتہائی تہر کر کے کہہ رہا ہوں۔ ورنہ دقت ہم ایسی بے انتہی تھیں کرنے کو تیار ہے، نہ مغیر اس کی اجازت دیتے ہیں کہ ایسی جواس کو نقل کیا جائے، انتہا کرام صلیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ایسی توہین اذیتیں دیکھ کر جذبات قابو سے باہر ہو جاتے ہیں، جو خفاش فاش ہوا جاتا ہے، خدا کی قسم مسلمانوں کو ان سے مکالمہ سے بچانے کی خاطر یہ عزائم ان کے سامنے رکھ رہا ہوں ورنہ ان خدائے کاخل کا انورہ کرنا اس کو بیکھنا ہم گناہ کبیرہ سمجھتا ہوں۔

جیسا کہ پہلے بتا دیا ہے، میری یہی کجی آخرت بنا کر ڈالی، ان کو سبزا رنگ دکھ کر ان کا غمیزہ مٹا دیا، کیسے ممکن تھا کہ میرا صاحب تو "محمد ثانی" بن چکے ہیں اور میرے پیچھے نہ نکسے رہے، اس نے اپنے مرید کو انبیاء کا معزز لقب دے کر انہیں ان لوگوں کا، قادیان حضرت کو بیار ہو گیا کہ کلام احمد خدا دہانی لے آئے ہیں ان کو سماوی کاتب دیا تھا کیونکہ ہر انسان خداوند مقرر کیا جاتا ہے، والا معاملہ ہے۔

ارشاد ہے ۔

ہم محمد بن قاسم الرسول

ہم انبیاء و رسلنا

جہاں اپنے مہدین کو خوش کرنے کے لئے انہیں نبی کا خطاب دیا ، وہاں امام مسلمانین کی دلجوئی کے لئے امام قائل بنادیا ہے کہ

نہیں کوئی مسلم ہے بیوں سے کچھ کم

چلے گئے ، انہوں ، چنا ہو کر اپنی عبارت ملاحظہ فرمائیں :

• جو مسلمان پیدا ہوتا ہے یا مسلمان ہوتا ہے وہ اپنے ہی قدم میں کسی

نبی کا شین بننے کی بالقوة طاقت رکھتا ہے اور دوسرا حضرت مسیح النور کا

مسلمان ہونا یہ چل رہا ہے کہ کسی مسلمان کو خیال نہ کہیں ہرگز کہ وہ اپنے کسی

بچہ کا نام کسی نبی کی غلامی میں رکھے ۔ جیسے عام طور پر غلام محمد ، غلام احمد ، غلام

علی ، غلام مسیح نام رکھتے ہیں ۔ اس طرح غلام ابراہیم ، غلام موسیٰ ، غلام حسین

رکھنے کا کسی مسلمان کو خیال نہیں ہونا کیونکہ

نہیں کوئی مسلم ہے بیوں سے کچھ کم ۲ (مہربان ملت)

اس خاندان ناسانی کو کچھ کران کی غفلت پر قضا مانا گیا جائے کہ ہے ، اس قابل بھی نہیں کہ اس کا ورد

کرنے کے لئے کاغذ ضائع کیا جائے ۔ لیکن اس کی آڑے کر دینا انہیں کے موجودہ نگران اعلیٰ مسیحیت کا

نے کشمیر میں سیرت النبی کے جلسہ میں کہا تھا کہ :

• جہاں سے نبوت ختم ہوتی ہے وہاں سے نوموس کے کمال کا آغاز ہوتا

ہے اور کوئی موس اگر نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اپنے مرتبہ سے نیچی بات

کا دعویٰ کرتا ہے ۵

دریدہ دہنی کی انتہا ہو گئی کہ موسیٰ نبی سے بڑے درجے کا ہوتا ہے ، نبی اگر موسیٰ کے کم درجے

کا ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ معاذ اللہ انبیاء علیہم السلام موسیٰ نہیں اور جب انبیاء

کے لئے مومن ہونا ضروری نہیں تو وہ کافر ہی ہوں گے جیسا کہ چنا ہو کر صاحب ، محبوب مصلحی جان

ہے ، نبوت ایسا سستی کردی کہ ایمان کی ششہ چھی اڑا دی ، اگر نبوت ہے ایمانی اللہ کے طریقہ کا نام

ہے تو وہ نہیں ہی مبارک ہو ۔

بہر کی صورت میں میرزا ۔ ۲۴

رقیب سرعینکٹ دیں تو عشق ہو نسیم

ہر کسی سے عشق تو اب ترک عاشقی ادنیٰ

داگر

حقیقت کچھ اور ہے، انہیں خود بھی پتہ نہیں کہ کیا کہتے ہیں، دراصل غلامِ اہلِ دہلی کی بدولت مسیح موعودؑ ہستیِ آخر الزماں اور نبوت کے دعوے کو کھاتی پھرتی، چنانچہ بیسیوں چھوٹے بڑے اسی زمانے میں پیدا ہوئے، آپ کو بھی ملحق ہو کر چلوں ہم انہی کے ساتھ ہے

نہیں معلوم منزل ہے کہ ہر کس سمت جاتے ہیں

پچھنے فاقہ میں شور مچا کر مل جائے ہیں (اکبر)

چن بسویشور نے اپنا تصانیف میں بار بار نظامِ مسلم کو مقامِ نبوت سے اعلیٰ فرضی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اپنی تصنیف ”مہرِ نبوت“ کے مشعر میں رقمطراز کیا ہے

نبوت کے اس درجے انتہا ہیں بفضلِ خدا اس کے درجہ پہ داہیں

کہوں رازداری کے اسباب کی ہیں میں ان کی جگہ ہوں وہ میری جگہ میں

کہ نبیؐ ملک میں قدرِ انبیاء ہیں وہ رفقاءِ کبارِ رسولِ خدا ہیں

فتاویِٰ رسولیٰ خدا ہوئے وہ لا ریب حق میں فنا ہو گیا ہے

کو شیعوں سے دربار میں کاہر ہے میں رفقاءِ نبیؐ یہ محبِ ماجر ہے

نیز اسی کتاب کے شروع میں یہ بھی ہے

ہے فاقہ ہارا دل ہر نبیؐ پر

انتہا کردی جن بسویشور کے شاگرد مولوی عازی ابوالکلام عبدالحسن نے، پیر ملحق صرت اپنے رفقاء کی انبیاء پر فضیلت ثابت کی، مگر عبدالحسنؒ سوا الشرحہ نے تو یہاں تک کہہ ڈالا کہ جن بسویشور کا بیعت ہو کر موصلیٰ الشریعہ و سلم کی منت میں آجائے، دوسرے انبیاء کے لئے باعثِ علاج ہے، **إِنَّمَا اللَّهُ وَآلُ اللَّهِ الرَّحْمَنُونَ** لکھے ہیں۔

محمدؐ امت میں پیران کا آنا

نبیوں کا گواہ ہے مسراج پانا (شمس الحسنی علیہ السلام)

ایہ معلوم ہوتا ہے کہ جن بسویشور ”مہرِ نبوت“ لکھنے وقت یہ قسم کھا کر بیٹھا ہے کہ حضرت نبیؐ کو اعلیٰ مقامِ اسلام کی توہین جس قدر ہو سکے اس پر کوئی کسر نہ اٹھا کرے گا۔ لکھتا ہے:

بھڑکی سرت میں بیڑا۔۔۔ ۲۸

”من کا ایک دوست کوئی انبیاء کو اپنے اندر رکھنا تھا، اسی واسطے سے انبیاء
اقوام عالم جن پر صرت سلام تھا، ”مترشحاً“ یعنی اللہ کے حقداروں کے
(مہربانوں کے)

ستم بالائے ستم

تو یہی نبوت کا جو کردار جن سویشور نے ادا کیا ہے، اس کو کوئی تسلیم پر دیتے ہوئے ہوتا
کاٹنے لگتے ہیں، ایسی ہی ان کے مرید ابو الکلام علیہ الغنی نے تو یہی نبوت کا جو بیڑا اٹھایا ہے بلا شرم
جن کو دل میں ذرا بھی ایمان ہو وہ اس بد بخت کا سہہ کچلنے کے لئے بے قرار ہو جاتا ہے۔ دیکھ
رہتے تھے دل نازک قدم مجبور بخش تھے،

اے کاش کہ مسیحہ مسلمان بھائیوں کو ان کی خرافات کا پہلے سے علم ہوتا مگر مجھے
’نفل کفر‘ کی ضرورت پیش نہ آتی اور خدا شاہد ہے کہ ”نفل کفر“ فریاد نہ کر سائے رکھ کر
یہ قدم اٹھا رہا ہوں۔ حسب الغنی تذکرہ کی عبارت ملاحظہ ہو :

”جماعت و مہندران کو خطابات منیٰ نبی اللہ ہے، دو سو سے زیادہ مرد
میدان اکڑوں نے انہوں کے منازل طے کئے ہیں وہ متعدد انبیاء کے ناموں سے
پکارے گئے، وہ دربار بروز محمد (خانقاہ سرور عالم، آصف نگر دکن) میں جمع ہیں
صوت زام اور کرکشن، اذان بھی ایکے دہن سے زیادہ ہیں۔“
(شمس الفضل ص ۱۱۱)

غور فرمائیے! کیا یہ چیلہ اپنے گرد سے سبقت نہیں لے گیا؟ واقعی لائق انعام سے
چٹکیوں میں جماعت کے درجنوں نواز کو ہندوئی کا رام اور کرکشن اوتار بنادیا، کئی حضرات کو
آپن واحد ہی بنادیا اور جو منتظر نبوت ہیں ان کو خطابات منیٰ نبی اللہ تقسیم کر ڈالے،
یہاں تو قادیانیت بھی شہسوار ہے، وہاں تو چچان ہیں کئے بعد نبوت مل کر کرتی
تھی، مگر یہاں تو منازل نبوت بہت جلدی طے ہو جاتے ہیں۔۔۔ اور تو یہ ظالم عوام کلا خاں
کو اپنا سماں طلب بنا کر قہس کر رہے ہیں، اور ہنوا نہ بڑیں خرافات بھی جاری ہیں اور وہ
لوگ جن کو نبوت کا سر ٹھکانے والے انتہا میں بیٹھے بندوں کی طرح ان بد بختوں کا کلا
رقص میں مصروف ہیں

صحابہ کی گروہ بندی

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو اعزاز حاصل ہے اس پر ہر بشر اپنی جھوٹی ہمت پلیرین لانے والے لوگوں کا بھی وہی مرتبہ بتا رہا ہے۔ یہی سب صحابہ کے دو درجہ تھے ہیں، اسی خوشی کی گروہ بندی کو ذکر کر کے دونوں سے متعلق لکھتا ہے :-
 ”اب تکلمہ یہ وعدہ در حد پورا ہو چکا،

(۱) : زجاجہ مستدل اولی (۲) : زجاجہ مستدل اخری ۔

(مہر نبوت جلد ۲)

یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ مشور صاحب تو مشور چائیں اور با مشور صاحب خاموش نہ کئے رہیں اسی نے گروہ کی لے میں لے کر حب الفی با مشور فرماتے ہیں یہ
 عیاں قرآن اولی میں عمی ان کی قلت
 عیاں قرآن اخری میں ہے ان کی قلت (شمل الفی مش)

شمس الفی

اس کتاب کا مصنف ابوالکلام عبدالفی ہے جن کی کتاب کے متعدد حوالے پہلے گزر چکے ہیں، اس کتاب پر دیندار احسن کے بانی جن بسویشور کی تقریظ ہے، اس تقریظ کی وجہ سے کتاب کی اہمیت اور بڑھ گئی، جن بسویشور اپنی تقریظ میں لکھتا ہے :-

”مصنف کتاب ہذا مولوی غازی ابوالکلام عبد اللہ صاحب مصنف

میشاقن از تہیاء نے مضامین تبلیغ کو مسدود کی صورت میں منضبط کیا

ہے، وہ کتاب میری نظر سے گذری، انسانی مسخوفیت سے کام لیا ہے

جاری نمبر کے جذبات کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے، درحقیقت وہ

جذبات کیا ہیں قرآن کریم عمل میں ہے یہ کتاب ہم کو یہ بے کھافت ہوگی

مذاہب کو بدعہ ہوگی پڑھنے والوں کو مراط مستقیم پر لانے گی۔“ فقط

دعخط دیندار مجاہد بسویشور

المرقوم ۲۵ رجب ۱۳۵۸ھ

بقول صاحب تحریظ یہ کتاب مسلمانوں کی ہدایت اور صراطِ مستقیم پر لانے کی غرض سے تصنیف کی گئی ہے، وہ صراطِ مستقیم کیا ہے؟ اس کتاب کی خاکہ عبارت اور چوبیسوں کی تعانیف کی فراغات کو سامنے رکھ کر فارسی حضرات خود فیصلہ فرمائیں کہ یہ کتاب خیر ہے، تو ہیں انبیاء علیہم السلام، چنانچہ بشور کو روضہ موعود، مشیل برکتی، معراج موعود، نامور وقت، امام الحسن، مالک قیامت، بروز محمد، اور اللہ کو شکل میں بشوریاں لینا، نمودار باشد میں ذلک

لَسْتَ ذُو مَالٍ دَا

کہتے ہیں شیطان کی آنت بہت لمبی ہوتی ہے، ان کی لغویات کا یہی عالم ہے کہ بیان کرنے والا قلم جتنا ہے مگر ان لغویات کا عشرِ عشر بھی نہیں سمجھ پاتا لیکن لَسْتَ ذُو مَالٍ دَا کی جو تفسیر کی ہے وہ تو دریا کے منہ سے ہے، خاص کر اس پر جو عبارت قیامت کمر کے اس آیت کی وضاحت کی ہے وہ تو بے نظیر ہے، جلدی سے سن لیجئے ایسی بے بہار نعمت اور کہیں سے نہیں ملے گی :

”وہ اس خانقاہ میں کیے آتے ہیں، جن کے سینے میں قرآن پڑھنے کا جذبہ نہ ہو مبارک میں وہ جنہوں نے آسمان زبان میں یعنی صدیق کی زبان سے قرآن کو کم کے ہونے کیلئے صدیق کی زبان دراصل مسند کی زبان ہے کہ جس سے ہم پرستار کی تزلزل ہوا، قرآن کریم نے محمدؐ کی زبان سے پڑھنے کی قید رکھی ہے، اَلَمْ يَأْتِ بِشَيْءٍ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ اور آئے ہے لَسْتَ ذُو مَالٍ دَا، یعنی آپؐ آخر زمانے میں قرآن آسمان کرنے کے لئے تشریف لائے گئے“ (شمس المعنی ص ۵۱)

مصنف کو اعتقاد کا موضوع ہے، صدیق کی زبان سے جو کتاب تم پر آسمان کی گئی وہ قرآن نہیں، ہندوؤں کی وید ہے، جسے تو نہ دانی سے قرآن سمجھا ہے اور جس نے قرآن دیکھا ہو، وہی بیان کرے، اپنے گرو سے پڑھ کر تو آئے وید اور تفسیر کرنے لگے قرآن کی

صور بتا دیں نہ دیکھ پڑے یا دیوانہ ہیں شاعری ان کو نہیں کی زبان دان ہو گئے

تبلیغ و ہجرت حرام

کتاب شیعہ النبی کے دینا چاہیں غازی مسیحی کہتے ہیں :

”اب ہم صاف کہہ دیے ہیں کہ چار اصلی موعود اور پندرہ تواریک یا چارگزریہ مستغنی
میں موعود ہے، اور دوسری گزریہ کے ساتھ اس قسم کی تبلیغ، ہجرت اور
غزوات نیز سو سال تک نہیں ہوں گے“ (دینا چاہیں مسیحی)

جہاد کی حرمت کا حکم تو ان کے گرد غلام احمد قادیانی پہلے سے گونج چکا تھے اب پہلے سے اگر تبلیغ
اور ہجرت پر بھی بند پڑی ہوگی مگر برعکس نہند نام زد بھی کافر کے مطابق غازی کہہ رہے ہیں
حضرت یحییٰ فرماتے ہیں، جس تبلیغ کے لئے دیندار صاحب تشرف نہ لے سکیں کسی کو کیا حق پہنچتا ہے
کو وہ اگر تبلیغ شیعہ شروع کرے، یہ میراث تو انہی کو آیا جس قبیل ہوئی ہے اس پر دوسروں کی
دست اندازی جائز نہیں۔

گھنچہ

مسلمانو! گھنچہ تمام کر گھنچہ کر کے معنی سمجھ لو، اور پھر دیکھو کہ جن بسوشتور صاحب کس کو
گھنچہ کر چکا ہے اور خود طوفانی دور سے پر جاتے ہیں۔

حضور (علیہ السلام) نے فرمایا، میرا مہتمم ہو گیا، میں ایک طوفانی دور سے پر جاتا
والا ہوں، میں ہمیشہ آزاد ہوں گا۔ اللہ بڑا گھنچہ کر ہے، وہ کسی کی گھنچہ نہیں
آتا، اگر وہ کسی کی گھنچہ میں آگیا تو وہ خدا ہی نہیں (مشق صفحہ ۱۷)

برادرانِ اسلام یہ باتیں علم غواب میں نہیں کہی جا رہی ہیں، کسی عذوب کی ہر نہیں ہیں، یہاں
ہر بات میں گھنچہ کر، تصنیف کے لئے قادیان ہو کر مصنف قدم نہ لے لے کر دیکھا جائے کہ کون کون
ہے، کسی نے ان کی تکلیف بد معاش، شرابی اور عری کو فتنے میں لایا ہے، ان کے نہیں دیکھا ہوگا
اس پر قرعہ ہو کر دیندارانِ حق اللہ انہیں بھول جائیں، پر فحشیت جوئے جلتے ہیں، اور بقول خود کہتے
مسلمان بلکہ غیر ملکی ہیں، جن کو سنا تو رہیں یہ امتیاز ہے کہ دیندار کہلاتے ہیں۔

سوچ لو !

اے مسیحی قریب خوردہ بھائیو! اب بھی پرشش سے کام لو، ہمارا تمہارا دین ایک، خدا ایک

نہی ایک، قرآن ہی ایک، اذکار مشہدات پڑھ کر دوبارہ انہی کی آغوش رحمت میں آرام کروا کر وہاں حکمران
کے گھن پکڑ میں آکر پناہ و ایمان، مال و اکبر و برباد کر و ہواست سمجھ میں نہ آئے تو کسی سے پوچھ لو،
خود بھی نہ عقل سے کام لو، یہ عقل ایسے ہی موقوف پر کام ہیں لاکھ کے تے دی گئی ہے۔ صبح کا بھولا شام
کو گھر و پس لوٹ آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے ۵

ظالم ابھی ہے نصرت تو بدیر نہ کر
وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

تفسیری موشگافیاں

صاحب شمس العظمیٰ سورہ بلدہ کی تفسیر میں لکھتا ہے :
۵۔ اس کے علاوہ اس سورت میں ایک متعبدوں کی جماعت کا بھی ذکر ہے،
جو اسلام کے لئے معائنہ لینے والی ہے اور اپنے عمل سے صبر اور
رحمت کا ثبوت پیش کرتی ہے، انہی کو اصحاب میمنہ یعنی مدد لینا مل
کے نام سے یاد کیا گیا، ان کی مخالفت میں آنے والی قوت کو اصحاب شمشہ
یعنی یہ بخت مگر وہ بنایا گیا۔ ان کی اعتبار یہ ہے کہ وہ ایسے ہی آگ میں
وہکیل رہے جاتیں گے جس کو نادر مؤخضہ کا کہا گیا ہے یعنی اس
آگ سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا تمام دروازے بند کر دیے جاتیں گے
سب سے پہلے اللہ پاک نے لَا تُقْبِلُ هَذَا الْبَلَدَ کہہ کر اہم آخری
ولے بلید امین کی قسم کھائی ہے اَنْتُمْ جِلْدٌ هَذَا الْبَلَدِ کہہ کر
مصور کے ایک دور سے بلد میں مزید آتے کی بشارت دی گئی ہے جو
اَنْتُمْ جِلْدٌ سے ظاہر ہے وَالْبَلَدُ مَا قَوْلُہ میں بلد میں کہ پتلا
دے کہ بشت ثانی میں دوسرے بلد کو اس کا بیٹا قرار دیا گیا جو روتے
زمین میں حیدر آبادی بلد کے نام سے مشہور ہے، یہی اپنے بلد
کا بیٹا ہے جس میں بشت ثانی کے تصور سے وہ عالم نے بھی نہیں
آنے والے کو کوئی حیلہ امتیازی اور منہ دلائی ہی کہا بلکہ وہ وجود
حضرت موزنا سیدتی ویدار حرم ربوہ شہور کا ہے جنہوں نے جہان ۵۶

در ضلالت ۹۹ گفتا: ت کے ساتھ ایک دوسرے جلد میں نزول فرمایا۔
 فَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْدِيرٍ اے انسان کو حجت پیش کی جا رہی
 ہے جو اپنے مقدمے کے حوں میں انتہائی مشقت اٹھانے سے گریز نہیں کرتا
 لیکن وہ لاف اندازے غروم ہے، وہ دل گردہ دیکھنے کے باوجود روحانیت
 سے بے بہرہ ہے، حضورِ سرورِ عالم کے برابر اس دیگر دوسرے جلد میں نزول
 کو نہیں مانتا اور وہ وجودِ قائم رضوی کا ہے اَلْخَلْقُ الْإِنْسَانِ اَفْنٰی
 اَلَّذِیْ عَلٰیہِ لَعْنٌ د یعنی انسان پر بڑھت پیش کی گئی ہے کہ وہ کیوں اپنے
 اقتدار میں قدر نازاں ہے، کیا اسے یہ چاہی نہیں جو انکار شاید کسی اند کو
 اس پر قدرت حاصل ہو؟ یہ وہ عالم بنایا گیا ہے جبکہ سید قائم رضوی
 پوری حیدر آبادیاست پر حکومت و انداز کے نشہ میں چور تھا اور یہ سمجھتا
 تھا کہ اس کی سیاست اور قوت ہمیشہ رہے گی، حضرت مدنی دیندار
 اور ان کے عقائد کو نظر میں نہ لانا تھا، لیکن آگے بتلایا گیا ہے اَلْیَوْمَ اَھْلُکُمْ
 مَکَالِیْدٌ ا یعنی: لاخترہ شخص اپنے ہاتھوں اپنا بہت سداں برباد کرچکا
 قوم کی ساری دولت کو اپنی غلط فہمی سے ہلاکت کے گڑھے میں آدر
 دے گا۔ اَلْیَوْمَ اَھْلُکُمْ

ترانہ کریم کی یہی دلیل تھوڑی کہ مطالبِ قرآنی کو سراسر مطالبِ نفسانی کے رنچ میں ڈھال دیا
 گیا ہے۔

قد تبین حضرات یہ مضمونیں کہ تو ان چالیسوں صاحب پر دوبارہ نازل ہوا ہے، ان پر غورِ قرآنی وا
 ہی، تب ہی تو قرآن کی ایسی تفسیر کی ہے کہ دنیا کے کسی بڑے سے بڑے جھوٹے ظالم نے ایسی
 تفسیر نہیں کی جو لغت تیار لغت ان خواہشات پر مبنی ہو، مگر یاد رہے کہ یہ جھوٹ و درزیب آخر
 تلک ہے۔

جھوٹ کا بازار تھوڑے روز ہے
 بعد اس کے حسرتِ دنِ موز ہے

حد شرعی بر انگیز ذکر خیر یا در آن باشد

سورۃ حمد کی تفسیر یہ قائم رضوی کی اس کو انتہائی ذلت آمیز الفاظ میں ذکر کرتے ہوئے دریدہ زبان میں لکھا ہے :

”اولیاء اللہ کی مخالفت میں دوسرے قسم کے لوگ کھڑے ہوئے ہیں ایک وہ جن کی نسل صحیح ہو یا پھر وہ جنس کا تو اچھا ہے لیکن گنہگار ہے۔ سید قائم رضوی نے بحیثیت صدر اتحاد المسلمین ہمارے متعلق صدر ناظم کو والی کو مکہ دینے کو دیندار چور اور ڈاکو ہیں، گداگری کرتے پھرتے ہیں، اب کیوں لٹوں کے محلہ کے موقع پر لوٹ مار شروع کر دی ہے، یہ عیسائی ہیں نہ مسلمان نہ پڑوسی، یہ سبے دین ہیں ان کو بہادر یار جنگ مرحوم ختم کرنا چاہتے تھے، افکوس و ختم ذکر سیکے ہیں ان کو ختم کرتا ہوں وہ سیکیں ختم دیتا ہوں کہ ان کو ختم کر ڈالو۔ جہاں پاؤں پکڑ لو، تخت سے ملت سناؤ، یہ دوسرے قریب ہیں، یہ ختم ہو گئے تو دوست نہ ہیں؟“ (شمس الضحی ص ۱۱۱)

غیر آپ پر ایک شعر قائم رضوی کے بارے میں نازل ہوا ہے ۔

کئی بزم میں خود ہی غرضوم تیری

گئی حیف بیکر ہر بزم تیری (حوالہ بالا)

مصنف نے جس مقصد کے تحت یہ عبارت نقل کی ہے جس میں بہادر یار جنگ کا ان دینداروں کے بارے میں نظریہ اور قائم رضوی کا ان کو ختم کر دینے کا ذکر کیا ہے، وہ تو مسند ہی پر مستر جا رہا ہے، مگر اس عبارت سے ہمیں بہت بڑا فائدہ ہوا اور وہ یہ کہ اس منہجی سے متعلق دو ایسے حضرات کی رائے معلوم ہو گئی جو ان کو قرابت دیکھتے ہوئے ہیں ان کے دعووں اور دیگر نجی اور اخلاقی سب کیفیات پر واقف ہوئے کے بعد انہوں نے یہ رائے قائم کی ہے۔

نزول شہر ان

تاریخ حضرت کو یاد ہو گا کہ چچ سوشیور صاحب پر نزول تو ان تو بوشت نالی میں ہو گیا تھا، لیکن اس

دعویٰ میں ایک کسر باقی تھی نزول اول کتب صحیحہ کہ ہم انہی سے تعالیٰ ہمہ کس نے ان میں صحیح قرآن بھی دیا لیکن نزول ثانی میں اس کا ذکر ہی نہیں اس لئے جیسا کہ اوپر کے خط سے ہم کسر بھی پوری کر دی، ملاحظہ فرمائیں

”رَأٰی عٰلَمَیْنَ تَجَلَّوْا وَفُجِّرَتْ سَیْنُ الْقُرْآنِ کَاجِجٍ ہونا اور اس کا پڑھنا ایک خاص وقت پر ہوتا ہے اور وہ وقت میں ہے پڑھ کر حضور سرور عالم کے گلوں پر پڑھا پھر حضرت ثور

عہد، یقیناً یہ قدر ہی سزا العزیز کے وجود نے اس عمل کو پورا کیا۔“ (مفسر المصطفیٰ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے صدیقین کے بعد پھر اسنو تک قرآن پاک کا ایسا اجماع اور مع

و ترتیب باقی رہی یا ختم ہوگئی؟ اگر اس عرصہ میں وہی منزل قرآن مرتب ہو جو وہاں تو صدیق پر نزول

کی ضرورت رہی اور صدیق پر نیزہ جمع و ترتیب کی حاجت، اور اگر حضور سے صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد قرآن ختم ہوگیا ایسا ثابت، تو فرمائیے کہ اس تیسرے سویرے میں مسلمان عالم جی قرآن کو قرآن کہتے

آئے وہ کیا تھا؟ اس عرصے میں جب قرآن ہی نہیں تھا تو ظاہر ہے کہ سداویں کے پاس جو تھوڑا قرآن

کے علاوہ تھا، اس کی تشریح و تفسیر ان لوگوں سے مطلوب ہے۔

مُشَطَّط

اب حضرت والایحج بولنے لگے ہیں، فرماتے ہیں:

”ہم میں تقریباً تمام ہندوستان کے اقداریں، ہم سے ہندوستانی
کو امن ہو گا۔ دشمنوں کے غم پر مت ڈرو، (دربار میں اٹھ کر)“

خیر کوئی بات نہیں دشمنوں کا فیصلہ یہی ہے مگر انتخاب نے بات بڑے پے کی تہ ذرا ایک
اوتار کی لغویات کا مکمل بھی مشکل ہوئے ہے۔ جب آپ کے پیر بھی جی یا خود آپ میں ہندوستان
کے تمام اوتار جمع ہیں تو ایسی صورت میں نہ جانے ان غرافات و لغویات کا کس جو انبار لگا ہوگا اور
بلاشبہ یہاں ایسا بھی ہے، آپ نے چند اقتباسات اس رسالہ میں بھی ملاحظہ فرمائے ہوں گے،
تو ان میں حضرات یہ نہ بھولنے کہ "اوتار" کی اصطلاح مسلمانوں میں نہیں ہے، یہ ہندو
سادھوؤں کی اصطلاح ہے، ہندوؤں کا خدا کہے یا موجود خدا ہی رہنا، بہر حال اسط
کا ذہن ان اوتاروں سے پاک ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو کہ مصنف یہ چاہے کہ کامیلا
ہندوؤں کی طرف زیادہ ہے، جس کی وجہ شاید یہی ہو سکتی ہے کہ ان کی نبوت اور دیگر دعوی
کے ذرائع انہی کی کتب سے ماخوذ ہیں، ایسی صورت میں اگر ان کی رجحان کی خاطر ان کی طرف کچھ توجہ کا
بھی کام نہیں ہو سکتا۔

نہ رہے تو یہ نمک حرامی ہوگی، جس کوئی اعتراض نہیں شوق سے ہندوؤں کا حق نمک واکین، مگر اسلام کا یہیل لگا کر نہیں۔

مقام محمود پر ڈاکہ زنی

جس بولچور کے چیلہ والہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شجر لکھا ہے ۔

وہاں میں تو ان مشہور ہے اب

کر ذات محمد محمود ہے اب

عاشق میں اس شجر کی طویل تشہیر کی ہے، ایسی تاریخ کی ہے کہ بلاشبہ لفظ نابول

بلکہ لفظ شرم کو بھی شرم آتی ہے، لکھتا ہے :

۱۔ چونکہ سارے اولیاء صلوٰۃ کی مدح میں گئے تھے، انکی کسی ولی کو تمام محمود

حاصل نہیں ہوا، اس لئے کہ وہ دور آگئے تھے، جیسے کہ اس آیت سے

روشن ہے عَلٰی اَنْ یَّخْلُفَ ذٰلِکَ مِمَّا کُتِبَ عَلَیْکَ اَنْ تَجْعَلَ لِنَفْسِکَ اٰیٰتٍ مِّنْ اٰیٰتِہٖ

حضور کی ذات کو تمام محمود پر لائے کی اشارت دی گئی ہے، یہ دور آج ہے

جو موجود ہے، حضور نے اسی مقام محمود والی بعثت کے لئے مسلمانوں کو

بعد از ان دعاء سکھائی۔ جس کی تفسیر میں ہر مسلمان دَابَعْتُهُ مَقَامًا مَّحْمُودًا

کے الفاظ دہرائے، اور نماز کے قعدہ میں شہادت کی پہلی ہی بعثت

عالمی کی شہادت میں اللہ تعالیٰ جاتی ہے، جس کا انتہا مسلمانوں میں ہے

وہی بعثت مقام محمود والی بعثت ہے جس سے ظاہر ہے کہ محمد رسول اللہ

پر تیرہ سو سال کے بعد ایک نبی کی قیام میں کر جلوہ گر ہوں گے۔ اسی لئے

قعدہ میں اَللّٰهُمَّ عَلَیْکَ اَلْحَمْدُ لَکَ اَللّٰهُمَّ کہا جاتا ہے کہ جس سے

حضور سے مخاطبت ہوئے اَلْحَمْدُ لَکَ اَللّٰهُمَّ کی مخاطبت واجب کی

نہیں ہے بلکہ انھوں سے دیکھنے کی محبت پیش کرتی ہے.....

ہر صورت یہ بعثت ثانی کی ہوئے ہیں، پہلی بعثت ثانی میں وہ اپنا نام کیا

پائے گی اس کے لئے خود اللہ پاک نے تئیں میں حضور سے دعا کر کے کیلئے

کہا ہے وہ یہ ہے اَللّٰہُمَّ اَوْحِلْ لِّیْ مَدْعًا مِّنْ دَعْوٰتِکَ.....

سلطان فیضی حضور کے سارے کمالات روحانی کا اگر کوئی وجود ممکن ہو سکتا ہے تو وہ جو صدیق اکبر کا ہے، بعثت اولیٰ میں بھی صدیق تھے بعثت ثانی میں بھی صدیق ہی ہیں..... پس اب ظاہر ہوا کہ حضور مشاہد و مشہود بھی ہیں اور دونیامت میں محمود ہیں اور اس طرح جب آپ کا احاطہ ہوتا ہے تو موجود بھی ہیں..... حقیقت یہ ہے کہ یہ آخری بعثت ہے جس کو والبعث بعد الموت بھی کہا جائے حضور کے سوا کوئی دوسرا جو اس امت کی اصلاح کے لئے کھڑا ہوگا یعنی اس امت میں ہی ایک کامل انسان ہر در محمد کی شکل میں ہوتا ہے (اقتباسات از کتاب فیضی ص ۳۱)

اعادہ سے متعلق اشعار میں لیجئے، فرماتے ہیں، سے
یہ خود مود کرتے مود ہر کر
شہادت میں خود اپنی مشہود ہر کر (شعر فیضی ص ۳۱)

نیز ارشاد ہے ۵
شہدین کے قرآن کے مشہود لئے قیامت کی بعثت میں محمود آئے
امسا دہ میں اپنے وہ مود آئے عشر من دور آخر کے مصروف لئے
(شعر فیضی ص ۳۱)

مسلمان کے کسی بچے سے پوچھئے وہ یہی کہے گا کہ ہم چن بول رسول کی بعثت کے لئے پاؤ نہیں کرتے، پھر یہ کہنے کی تمہیں جرات کیجئے ہوگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری بعثت کے لئے جہاڑاں دمار سکھائی جس کی شکل میں ہر مسلمان "وَابْعَثْنَا مَقَالًا خَيْرَ مَجْدًا" کے الفاظ دہراتا ہے۔ چن بول رسول کو شیطان نے دھوکہ دیا ہے کہ مسلمان نہ تیری بعثت کے لئے دعا کرتے ہیں۔

دفع غضب کر دیا بد بعث نے یہ کہہ کر کہ احرارِ ناز کے قیام میں شہادت کی انگلی اسی بعثت ثانی کی شہادت میں اٹھائی جاتی ہے ۶ العیاذ باللہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہندو کی شکل میں آنے کی شہادت کوئی مسلمان دے سکتا ہے؟

خدا غارت کرے، کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تیرا رسول کے بعد کسی کی شکل میں ظاہر

ہونے کا مسلمانوں میں اعتقاد ہے، مسلمان تو بچہ سے خواہ میں بھی ایسا گمان نہیں کر سکتے، بلکہ دیندارانِ حق نے جو بالائے نقی کا فرادہ دینا ہی ہیں وہ بھی اپنے سینہ پر ہاتھ رکھ کر اپنے ضمیر سے تو یہاں کر لیں کہ واقعی تمہیں کونسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت ثانی کا منتظر تھا، یقیناً دل سے ہی مستوی بنے گا، نہیں یہ تو اس جاہلیت میں سٹل ہونے کے بعد سے تمہارے ذہنوں میں بٹھایا ہوا تھوٹ کا پلندا ہے،

جنت ثانی پر دلیلِ اذائع جو معصیت نے پیش کی ہے وہ یہ کہ قعد میں اُنھیں اللہ تعالیٰ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مخاطبت ہے اور یہ مخاطبت کسی غائب کی طرف نہیں ہے، آنکھوں سے دیکھنے کی جہت پیش کرتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملے لکھنے وقت بچہ کے معصیت کی قفس کا چڑھ لٹھ پکٹا تھا، جو ہر نبوت کے نقشے سے واضح معلوم ہو چکا تھا، تو زمین مبارک کی سی بھولی بھولیں کا شکار ہے۔ حضور: فرمائیے کہ جنتِ اول اور جنتِ ثانی کے درمیان جو فرق ہو مولا آپ بھی آتے ہیں، میں یہ کیا استغناء نماز کے تقدیر میں اُنھیں اللہ تعالیٰ نہیں کہتے تھے؟ اب فرمائیے کہ اس زمانے میں مخاطبت نے آنکھوں سے دیکھنے کی کیا جہت پیش کی اور اب جہلِ اسلامیہ کے جہرِ سید ہو کر جوہرِ دور سے پھانے کے بعد تمہاری آنکھوں کے سامنے مخاطب کہاں موجود ہے؟ اور جس زمانے میں یہ خدا کے غضب کا مظہر جن سبوشور اپنی نامِ نورتوں میں متعین مگر حیدرِ رب دکن میں موجود تھا اس وقت باقی دنیا کے تمام مسلمانوں سے لئے اُنھیں اللہ تعالیٰ نے کونسی جہت پیش کی، یہ سب سوچ کر اس سے استدلال کرتے، ایسے اہوا احکام کو اندر کر لیا کہ مولا نے اس کے کمر سے

اب اگر کچھ شرم ہے تو نبیؐ بے مروت ہیں وہ

انرا پر دلائی رہتا ہے باز آئینہ سے وہ

مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ یہ سادہ دلی بندے ایسے جو سینہٴ عالی میں کسی طرح نہیں گھسے کہ اگر ذرا سی جھونک، دین تو ان کے جہان کے پر نیچے اڑ جائیں۔

مسلمانو! ذرا سوچو دلوں میں

پھنسے ہو کس طرح تم بہ دو گلیں

یہ میرے آقاؐ سے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنا برا بہتان ہے کہ آپ کی دعا: رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مَدْخَلَ قَبْدَقٍ میں صدق سے مراد صدقِ دیندار چہرہ ہوتا ہے، خدا را کہ از کم اپنی ہی جان پر محکم کرتے، بہستان طرازی کی کسی مثال میں تو کہیں نظر نہیں آئی، دیندارانِ حق کا

بھولتا ہوں، میرے میرا۔

سوں بھی فرد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روایت کو ثابت کر کے دکھا دے ورنہ اسی وریدہ وہی ہے
نور کریں: کہیں بسا نہ ہو کہ قیامت کے دن مسیح آنا کے سامنے ظہر کی حیثیت سے گھر کر دیں جائے
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سن کر جنہم کے انکاروں میں جھلنے کے لئے بھیج دیئے۔

من کذب علی متعمداً اقلبتہ فی النار
من کذب علی متعمداً اقلبتہ فی النار
نہکا جہنم میں پٹانے۔

ہلاکت قیصر و کسری

قیصر و کسری کی ہلاکت سے متعلق لکھنا ہے:

”قرآن اولیٰ میں ہلاکت کسری والی پیش گوئی حضرت عمرؓ سے پوری
ہوئی اور ہلاکت قیصر والی پیش گوئی سارے تیرہ سو سال بعد حضرت صدیق کے
ذریعہ سے پوری ہوئی۔ وہ اس حق کو قیوم مگر جو قیصر پر بند کھائی تھی، آپ کی
عزت سے وہ اپنے مشرقی بزرگوں کی طرح، آج نہیں توکل آنے والی تھیں
مگر وہ اس میں حقیقت کو تسلیم کئے بغیر رہ سکیں گی جیسے کروم انہوں میں ہم
انہیں کا اچھا حضور کے دیباہیں جو اتحاد ہی امداد ہمارے کی صورت
میں بوقت یوم الجمعہ وارث انبیاء کی جماعت کے ساتھ لوٹ آیا۔“

(شمس الضیاء ص ۱۲۱)

سناٹ کیجئے، بول کلام صاحب! آپ کی نظر تاریخ سے ناواقف ہے، قیصر چند اور ہے قیصر
ردم اور یہ قیصر ہند آپ کی اطلاع ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں، وہ قیصر تو چین، ہسپانیہ
کے جہنم رسید ہونے سے برسوں پہلے جہنم رسید ہو چکے، تو کسی سے تاریخ کا انکشاف
پڑھ نہیں سنا چھاپا ہے تاکہ شیطان کے الہامات صحیح سمجھ سکیں۔

سُخْتُ نَا انْصَانِی

دندار انجمن کے مغربی کذاب دعوہ الفنی کو چھپتے تھا کہ وہ کچھ جھوٹ اور قریب کی باتیں لائی
چھوڑے تاکہ اس کے بعد جو دو سترہ مئی فوت، جن ان کے کام آویں ورنہ وہ بڑے پریشان ہوں گے
اسی ناصانی جیسا کہ نہیں۔

تصویر قیامت

قیامت سے متعلق بھی ان دینداروں کی رائے سن لیجئے :

” قیامت معنوی سیاح تھوڑی (مرازا نظام احمد) کا ظہور ہے جسے نفع اول کہا گیا ہے ، نفع ثانی قیامت کبریٰ کو مختص ہے۔ جو حضور کی ذات کو مختص کرتی ہے ، اسی کو ثلثہ آخری کہا گیا ہے **ثَلَاثَةٌ عَلَى ثَلَاثَةٍ** الاخری دوسری پشت لائنی تاروی گئی جس طرح اولیٰں ہوا آخر میں ہوگا : (شمس المصطفیٰ ص ۱۸۱)

قیامت ، حشر و نشر اور جزا و سزا کی اہمیت کو مسلمانوں کے دلوں سے مٹانے کے لئے اہل قسم کی کجواں کے بارے میں تاکہ مسلمان بھیجیں کہ جس قیامت سے ہم ڈرتے ہیں جس کے خوف سے کتنی معصیات سے ہم بچے رہتے ہیں وہ قیامت یہ ہے جس میں سے ہم گزر رہے ہیں ، اس میں جنت ہے نہ دوزخ ۔

رَحْمَةُ الْعَالَمِينَ

سادہ خطابات پر صاحب نے خود اپنے آپ کو دیدئے تھے لیکن وہ خود کو رحمة العالمین کہلانے سے بھول گیا ، اسی لئے مرید نے یہ کمرنگی پوری کر دی فرماتے ہیں :

” پہلی دفعہ آپ خدق پر دم حشر ماکر رحمة العالمین بن کر تشریف لائے اور مخلوق کو ہر جگہ سے بچایا ، اب دوبارہ آپ ہی تشریف لائے ہیں “

(شمس المصطفیٰ ص ۱۸۱)

آپ مخلوق کے لئے رحمت کیا لائے ، ہاں کفر و منکارت ، الحاد و زندقہ اور بے دینی کے اندر تے ہوئے سیلاب لاکر مخلوق خدا کو گمراہ بنانے کا شیطانی کردار ادا کر دیا یہ کشتیہ نامراد کو بچ گئے ۔

شفاعت اور قیامت کا مالک

ستم ظریف کی انتہا کر دی کہ شفاعت کے ٹھیکہ دار بن گئے اور اس پر طغویہ کہ بھی دینا بتی ہمارا چہ بنو لشور قیامت کے مالک بھی بن گئے ، لکھتا ہے :

بھیک سے بھرتا ہوا میرا ۔ ۔ ۔ ۳۱

”قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ
 بیٹھتے آئے گا اور سزا و جزا کے فیصلے سنائے گا۔ مسلمانوں کا ایمان
 ہے کہ بروز حشر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امت کی شفاعت فرمائیں گے، یہ
 بعثت ثانی کی طرف اشارہ ہے۔ اسلام میں ختم نبوت کا مسئلہ مسلم ہے اسلئے
 کوئی شخص حضور کے بعد کوئی نبوت نہیں کر سکتا۔ اس لئے امت کا
 شفاعت آپ ہی کریں گے، وہ ہاں اس دیگر ہوگی مگر نبوت پر وہ
 کہلائے گی وہ قیامت کے نشانی مسیح موعود کے بعد ہوگا، آپ غیبت
 کے مالک بن کر آئیں گے۔ وہ وجود حضرت مونا امیر تقی دینا علیہ السلام پر ہوگا
 کہ ہے (شمس المصطفیٰ ص ۱۷۸)

شفاعت کا مسئلہ تو الگ ہے، یہاں تو یہ منہ دیا جا رہا ہے کہ آپ قیامت کے مالک بن کر
 آئیں گے۔ اس میں کوئی مسلمان کو شک نہیں کہ قیامت کے مالک اللہ تعالیٰ ہی، اب اگرچہ بسویشور
 قیامت کا مالک ہے، تو معلوم ہوا کہ وہ خود ہے اور اس کا چیلہ اعلیٰ مصنف شمس المصطفیٰ اس کو
 خدا ہونے کا ثبوت دے رہا ہے، یہ مخالف کافرانہ خود ہے کہ اسلام میں ختم نبوت کا مسئلہ
 مسلم ہے، عجیب امر ہے کہ ختم نبوت مسلم ہے، اس لئے اب بروز نبی کی حیثیت سے آیا کرو
 باخدا بن کر آیا کرو۔

صلاح کی راہ

چن بسویشور اپنے اندر لوگوں کے فائدے کو شرط لازم قرار دیتے ہوئے کہتا ہے :

”بعد ممد و نعت کے یہ تمام بن نوع انسان خصوصاً مسلمانوں کو جن کی
 گردن پر تبلیغ کا بوجھ ہے، وہ کسی صورت سے نکل نہیں سکتا، اس کتاب
 درعمرۃ الی اللہ کے ذریعہ مطلع کیا جوں کو کوئی گمراہہ ایک کوئی ضلے واحد ہووڑ
 زمانے میں اللہ تک پہنچ نہیں سکتا، جب تک وہ تجھ میں نہ ہو، یہ میرے
 من کی بات نہیں ہے۔ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔
 لاکھ لاکھ درود اس ذات احدیت آپ پر، سولہ سال پیشتر آپ نے
 اس فقیر کی رو باریاں تشریف لاکر اس فقیر کو یہ مژدہ عطا فرمایا تھے والوں

کو یہ بات شاق گذرتی ہوگی، لیکن اگر یہ بھی کسی کوئی بات نہیں، یہ حقیقت ہے کہ کوئی فعلی اور فاعلی نہیں، کوئی خود غرضی و خود غائی نہیں، ایسے مقام والے مجدد انسان ہی ہوتے ہیں: (دعوت الی اللہ ص ۷۱)

خدا تک رسائی کے لئے ہمیں بے لوث و بے منت ہونے کا فہم لینا ہے جسے اگر گزرا یہ بتاؤ کہ حضور مصی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک جو نقل مستدایا ہے وہ کہاں ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اندر فناء ہونے کا کیا وقت آئے آپ کو اپنے اندر فناء ہونے کا بھی حکم نہیں دیا۔ یہی فناء نیست ہے جس نے دیندارانِ حقین و اہلِ ایمان کو فنا کر دیا۔ مگر اب وہاں کیا جہاں ہم نے جہوں کو فناء نہیں کیا۔

اللہ کا مظہر اور خدائی اختیار

اب تک جن بے لوث و بے منت اور اس کے کسی یا اس مضمون رہے تھے، مگر اب پوری خدائی پدید جانے کے خواہوں میں مست ہیں، ارشاد ہے:

”پہلے بے نوری اور خدا سے دوری، اس وجہ سے ہے کہ انفرادیت اور انتشار کی حالت والا تقسیم نعمت کا زمانہ ختم ہو گیا۔ وہ جامع الناس، دین کا مالک، قیامت قائم کرنے والا، مشرک برپا کرنے والا، تیسری دفعہ (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کے لئے جو مسرت کے لباس میں پہن گیا ہوا، پھر ان پیکر اہوا، نور کے بطن سے صدیق اور غنوائیل نام پر زمین و آسمان کے ۹۹ نشانوں کی شہادت کے ساتھ جہانی ادا خلاق ۵۱ نشانوں کے ساتھ خبر کی صورت میں ظاہر ہوا ہے، یہ کامل شیخ رسولی شعلیں مصی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے ہم کلائی کا مشرف ماحل کر کے (اللَّهُ الَّذِي يَبْدَأُ الْحَيَاةَ وَيُنْشِئُ الْبَعْدَ اللَّهُ الَّذِي يَكُونُ الْفَتْحُ الَّذِي يَبْدَأُ الْبَعْدَ) کی بشارت کے ساتھ دوبارہ شانی اسلام کو دنیا کے کن روں تک چمکانے کے لئے کامل بشارتوں کے ساتھ اللہ کا مظہر صدیق و نذیر و نبی و مرسل آگیا ہے، انہاس کی محبت میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے ہیں۔“

(دعوت الی اللہ ص ۷۱)

جیل اور پڑیوں سے اسی طرف اشارہ ہے کہ بقول ان کے چونکہ دنیاوی مان کے لئے

مقرر ہے، اس لئے جس طرح دنیا میں وہ سزا یافتہ ہیں، اسی طرح آخرت میں بھی وہ سزا یافتہ رہیں گے۔
چن بسویشور اللہ کا معطر توڑنے میں، لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ ان کے گرد غلام احمد قادیانی
اس وقت بھی ان سے آگے ہیں چنانچہ وہ اپنے خلیفہ میاں محمود احمد قطیفہ قادیانی کی شان میں
کہتا ہے:

”فرزندِ دل بند گرامی ارجمند مظہر الاول والاخر مظہر الحق والعدل انا اللہ
زل من الشفاء“

ابتلع رسالت مطبوعہ (۱)

چن بسویشور صاحب اللہ اپنے پیر و مرشد کی عقل اندیشی، مگر نہ کہ ان کی ہولناکیوں کی

العیاذ باللہ

حدیث روایت میں یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے ایک بار وہ بڑی صورت میں دیکھا، اس سے مراد یہ کہ
اللہ عزوجل کے نام و لباس سے آگے کا جو کچھ پوشور کے نام سے آگے کا مسلمان، نعوذ باللہ منک،
کہیں گے، واقعی میرے دلوں میں چن بسویشور پر مسلمانوں نے بدعتیہ اور گمراہ سمجھا کر،
”نعوذ باللہ منک“ کہا، پسند سال کے بعد اب ان کے امام اور احمدیوں کے کفر و بدعت
کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہوں، اس سے خوش ہوں، اب ضرور اُنّت رقیبنا
کہیں گے؟ (دعوۃ النبی ص ۱۱۱)

اس عبارت میں دو جگہ خود چن بسویشور نے اپنے غیر مسلم ہونے کا اعتراف کیا ہے، ایک یہ کہ
انہوں نے فی الغین کو مقابل کی صورت میں مسلمان ذکر کیا ہے، دوسرا یہ کہ اللہ عزوجل کے مقابل
آگے کا یعنی چن بسویشور کے نام سے آگے کا۔ اس میں اپنے غیر مسلم ہونے کی مراعت کر دی۔
باقی رہا یہ مسئلہ کہ آپ قادیانیوں کے یوسف موعود ہیں یہ مسئلہ قادیانی صاحبان ہی بہتر
سمجھ سکتے ہیں کہ ان کا یہ سب موعود کون ہے۔

خدا بصورتِ چن بسویشور (علیہ ما علیہ)

یہ جملہ آپ کو کہتے ہیں ناگوار گزریں، مگر پڑھ لیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ روزِ قیامت قاضی حضرت
کی حضرت سے محروم رہ جائیں، ابوالکلام عبد الغنی اپنے پیر چن بسویشور کا ایک خواب نقل
ہوئی صورت میں مٹا۔ ۳۲

فرماتے ہیں :

”میں نے خواب میں دیکھی حسرت یہاں ہے، اللہ تعالیٰ کی تعینیت سے آیا ہے، ایک بار
تخت پر بیٹھا ہے، جزا اس کے نیچے دے رہا ہے، دین نے دیکھا کہ وہ میری
صورت میں ہے (شمس الغنی ص ۵۷)

نایابک عسزائمہ

زاد صدیقی صاحب جو پہلے اسٹیشن کے ایک سرگرم مبلغ تھے، بعد میں ان کی بصیرت متصف
ہونے پر تائب ہوئے لکھتے ہیں۔

• اسے عظمت، انبیاء اور ختم نبوت کے دعویداروں پر سنو! اگر تم نے اب
بھی نہ سنا اور نہ مانا اور مخالفت کی تو حیدر کو چھین لکھ دیں، اس میں
اپنی طرف سے ایک لفظ کا بھی اضافہ نہیں۔ میں ضعیف کہتا ہوں کوئی انبیاء
کے بارے میں اس جماعت کے عزائم انتہائی خطرناک اور ظالمانہ ہیں، کیونکہ عسزائمہ
دین دارین، سوشلسٹک و میت ہے۔ مخالفت کرنے والے مولویوں کو چھ پرند
چمکھڑکے گولی مار دینا، مخالفت دہ جاسکے گی۔

(آغا جان کراچی، فروری ۱۹۵۵ء)

خدا کا دیدار آصف محمد حیدر آباد دکن میں

یہ دشمن خدا خدا کی دعویٰ کر کے لوگوں کو اپنے دیدار کے بلاتا ہے۔ چنانچہ جس کا
الَّذِينَ تَقُولُ عَلَيْهِمْ سَمِعُوا وَفَعَلُوا وَأَعَادُوا لَكَ وَلِقَاءِ رَبِّهِمْ أَعْتَبُوا سَعَاتِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

”سَمِعُوا وَفَعَلُوا“ عَلَیْہِمْ سَمِعُوا وَفَعَلُوا یعنی جہاں سنی جاتی ہے جن لوگوں نے یہاں
کو نہیں دیکھا ہے وہ آتے یہاں دیکھے۔ ہر بات کا آرام و اطمینان یہاں
ہے، بہشت یہاں ہے، مقربان یہاں ہیں، گلشن اولیاء یہی ہے
یہاں سب بڑی نعمت خدا کا دیدار ہے۔ اے ظالمان حق! آؤ، اے عاشقان
رسول! آؤ۔ اے محبان علی! آؤ، بڑے منتظران کے بعد پیر روحانی و دنیا کو کھلا
ہے، اپنے وقت غور پر کھلے۔ نشانات دیکھ کر برکات دور آخری سے
بیکڑی موت پر چڑھا۔ — ۴۴

فِيضِيَابِ رُوحَانٍ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْغَيْبُ دَعَا

صدق و منذر۔ (دعوت الی اللہ ص ۱۲)

یوسف موعود کو اب خدا نے میں اور اپنے دیدار کو دیدار خداوندی قرار دیکر لوگوں کو طار ہے
ہی، ان کے حسن کا یہ عالم تھا کہ دیکھ کر بھٹکی کو ہنسنے کی بھٹکا جیہ دے آجائے۔

الہدین بسویشور کے روپ میں

چن بسویشور صاحب نے جب خدائی کا دعویٰ کر کے رسول بھیجے اور قیامت ہر پار کرنے کا
کاروبار شروع کیا تو خیالی آکا رانان کہتا ہے وقت ہی ٹکریے بد ہی البطلان دعویٰ
کو کس طرح قبول کر سکتا ہے؟ اس نے چن بسویشور من کل الوجہ اللہ نہ بنے بلکہ
اپنے اندر خدائی صفات کے ضمن میں خدا ہونے کا دعویٰ کیا اللہ جل شانہ کی ذات سے متعلق
تمام انبیاء علیہم السلام نے جس خفیدگی تسلیم فرمائی ہے کہ وہ ازل سے ہیں اور اب تک
رہیں گے اس سے متعلق عوام کی آنکھوں پرٹی باندھ کر آنکھ پھول کھیل رہے ہیں۔ ذات باری
تعالیٰ کی جو شہادت کی ہے ملاحظہ فرمائی:

لَعَلَّيْكَ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ مَا ظَاهِر كَرْتَا هے كَرَا يَ وَ قَتَ الْاِنْسَانِ كَا
ایسا بھی گذر رہے کہ اس کا بیان انسانی طاقت سے باہر ہے، یعنی
ذات واجب الوجود احدیت کے مقام پر تھا جب اس ذات مذکور نے
اپنی ذات واجب الوجود سے مل کر شہادت میں آنے کا ارادہ کیا تھو لکی
میں اگر تھری عقل کل سے عالم ارواح کا روپ لیا۔ چر وہی ذات عالم
اشال ہیں آئی، چھر عالم اجسام یا شہادت کا جامہ پہنا دے عالمین
کی صورت اختیار کی (معراج المؤمنین ص ۱۲)

یہ فلسفہ یونان کی محنت آفرینیاں ہیں جن کا اسلام کے ساتھ جوڑ ملانے کی کوشش
کی جا رہی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ جس طرح قدیم ہیں عقل کل بھی ایسی ہی قدیم ہے، اور اللہ تعالیٰ
علا شہادت لیس ہیں بسویشور کی صورت میں عقل کل کے محتاج ہوئے

آخرین کا سر وار

مرزا غلام احمد دہلوی کو آخری غلیف مانتے ہوئے کہتا ہے۔

بھڑکھورت بی بی پڑا۔ ۳۶

۴۔ اسلام کے آخری خلیفہ نے آخری فرقہ بنایا، اس طرح وہ قیم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔۔۔۔۔ چونکہ پہلی ہی سٹ خون کا مصدق ہوتا ہے لہذا وہ ترین کا سردار (چمن بوشور) جملہ فرقہ بنائے اسلام کی تصدیق کرنے والا بننا ضروری ہے۔ جس کو اولین کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری فرقہ کے سردار مسیح تاہری کی تصدیق کرنے پر آپ کی قوم نے آپ پر تالیان بجائی تھیں، اور کہا تھا کہ یہ عیسیٰ بنی ہو گیا ہے۔ اسی طرح تخرین کے سردار کے لئے بھی یہ ضروری تھا کہ وہ آخری فرقہ کے سردار مسیح موعودی کی تصدیق کر سنے پڑے اس کی قوم تالیان بجائے اور کہے کہ یہ احمدی (تالیان) بن گیا ہے۔ (حدیث الی اللہ علہ)

استدلال کا یہ بہترین گرشاید کسی اور کو معلوم نہیں ہوگا کہ خود واقعات بنکر مری کی طرف منسوب کریں، پھر وہ نسبت کی تفسیر کریں۔ اپنے خود ماقہ علم کلام سے خود ساختہ واقعات کی روشنی میں اپنے دعویٰ پر استدلال کریں بس وہ بات ہے کہ حج خود کو زہ و خود کو زہ گرد و زور گن کو زہ

اس پر طرہ یہ کہ اس پر واہ دا بھی خود کریں۔ آخر میں یہ نہ بھولے گا کہ آخر ہر کے سردار اور آخری فرقہ کے سردار مسیح تاہری میں جو عزت کا فرق نکالا ہے وہ قابل وار ہے، عجیب زدہ نکال ماری۔

قادیانیوں سے قدیم تعلقات

آج کل کے دیندارانِ حق و امان والے اپنی ناک جاننے کے لئے یہ کہہ کر تے ہیں کہ ہمارے قادیانیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ بات قابل التفات تو اس لئے نہیں کہانی انہیں نے بار بار غلام احمد قادیانی کا ادب و احترام سے ذکر کیا ہے بلکہ اپنے اساتذہ و مشورین میں شراک کیا ہے۔ حتیٰ کہ اس ملعون کو مسیح موعود ماننے کا بھی اقرار کر لیا ہے، ان ناقابل تردید حقائق کے جوتے ہوئے مزید ان کے آپس کے تعلقات کے لئے دلائل کی کوئی ضرورت نہیں، تاہم اس مقدمہ کے لئے ان کی ذیل کی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیے :

”عرض یہ کہ یوسف موعود (چمن بوشور) اس وقت موجود تھا جس وقت جماعت قادیان اور جماعت لاہور کی مخالفت کا بازار گرم تھا، جس نے بیچر کا صورت میں بیڑا۔۔۔ ۴۰

مسیح مسلمانہ سے ملائے، تاکہ یعنی تقریباً آٹھ سال پہلے ہی مسیح
بن کر مرزا صاحب (قادیانی) کی محبت میں کام کریں۔ تقریباً ۱۰ سال بعد
پنجاب کی "مسند" ہاتھوں کا دورہ کیا اس زمانہ میں کسی کو خبر نہیں
تھی کہ اس قدر جوش و خروش صدیقی میں کہوں ہے۔ اس روز کا مہر نور مدنی
کو بھی نہیں تھا۔ جب صدیقی کی چالیس سال کو عمر ہوئی یعنی مسلمانہ
میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام سے لٹ، ت دی کہ اسے یوسف !
تو ہمارے رسولؐ شورش ہے ۔ پھر الہام ہوا "یوسف ہے نبی صدیقی ۔
عزیز بارہ یوسف اور صدیقی کا نام انہماک میں آئے لگا +

(دعوت الی اللہ ص ۱۱۱)

سوچ لیں، وہ سادہ لوح مسلمان جن کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے یہ کہا کہ مراد ہے کہ
دیندارانہی کا قادیانوں اور ان کے عقائد سے کوئی تعلق نہیں، کہ آپسک نظر میں کسی کی محبت
میں کام کرنے کے معنی ہی لغت کے ہو سکتے ہیں دشمنانِ بینہ،
حقیقت یہ ہے کہ ان دو مشیطوں کے باہر بہت قریبی مراسم اور تعلقات پائے
جاتے ہیں، خاص کر صدیقی دینداروں اپنے ہر دعویٰ میں غلام محمد قادیانی کے مسیح موعودؑ و
ہونے کی تصدیق بھی ملاتی ہے، پھر بے یقینی کہاں رہی ہے
رب بے یقینی حسی و عشق کیا کیجے یہاں
ہام بے نریزہ ہو وہ ہر نریزہ بے ہام ہے

قادیانی اختلافات

قادیانی اور لاہوری درجہ اعتوں کے اختلافات کے بارے میں اپنے کو نصیب قرار
کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"عیب تمہوں کے آپس کے اختلافات کا فیصلہ آسمانی حکم سے ہوا
احمدیوں کے آپس کے اختلافات کا فیصلہ بھی آسمانی حکم پوسف و غلو
(جس رسولؐ) سے ہی ہوگا۔ جسکی آمد کو قرآن کریم اور احادیث اور علماء
مسیح موعودؑ و امر از اقدام احمد قادیانی اور شقائق دلہائے دکن
بجی صورت میں ہے۔ ص ۱۱۱

حقانہ کی یہ اصلاح کہ ان کے گرد غلام، جو کبوتری فرقہ کا سردار تھا ادا اپنے آپ کو آخر میں کا سزا اور کوئی اصلاح سمجھ میں نہیں آئی اس لئے کہ جن مسویشور تو خود اپنی اصلاح کے لئے خلیفہ قادیان بنے خود سے بہت ہوا تھا، البتہ یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے دلی مرید ہر کی اصلاح کرتے ہوئے کہ یہ مرید کی۔

انکسایت

ایک نہ ستر دوشہ پہلے تو صرف امویوں کے موجود تھے، اب انکسایت کے بھی مسویشور بن گئے تھے، بلکہ اور شد سے جاری ہیں لکھتا ہے :

"اس وقت میں اپنے مسویشور کی جماعتوں میں انکسایت اور امویوں میں پورق طاقت سے پیش ہوا ہوں، اموی ایک بشارت کی پند ہے۔ ام میں کاسیانی دکھائی گئی ہے۔ اس میں یہ عقیدت نظر آتی ہے کہ انکسایت ہندوؤں میں اور اموی مسلمانوں میں یہ دونوں ہر حیثیت سے برابرست جاعیتیں ہیں۔ اسی کی توجہ بڑے زوروں سے خصوصاً ہندوستان کے مختلف ذہبوں کی طرف ہوتی چاہیے۔ (مجموعۃ الی اللہ رحمہ)

بہت خوب! آپ انکسایتوں کے اقرار ہیں وہ یہ راز اب نقی ہو کر کھل گیا کہ آپ ہندوؤں میں بھی اچھے ہیں۔ مسلمان میں مناظر میں تھے جناب نے اسے دفع کر دیا۔

مسح گراور اس کی فائاد

حضرت قاضی محمد حسین! جیسے ذکر انعام میں کو خوب ذہن نشین کرتے ہوئے آئے ہوں، اب سے کچھ مزید اعشانات ہونے والے ہیں۔ آجکل کے جائے کزور پر گئے ہیں اس لئے مقرر آجھلا سق ویرا کر گئے تھے یہ صدیق دینا اور چھ مسویشور پہلے عام فساد تھا پھر قادیانی معقوب کے پاس چلا گیا، پھر فساد قادیان سے بیت ہوا، پھر مدی توڑا، پھر یوسف مسویشور پھر کئی امیرائے کشن، بروز خود اور میں موصی اللہ علیہ السلام، یہ تمام راج کاسانی طے کرنے کے بعد نظیر خدا، مالک حشر، انبیاء کے حکم، قاضی حشر، یہی خدائی صفات کا ایک جو گیا، حتیٰ کہ یہ شیخ علی خود خدا میں گیا۔

اچھا اجنا ہے علی! یہ سب سند سے سوا کہ ہیں، مگر کیا کسی ہوس کے بندے اور قوت جاہ کے بھوکے کا پیش صرف ان دعاوی اور ان کے بار کے دیکھو، یہ مسویشور سے پھر سنا ہے؟ ہرگز نہیں۔ جن مسویشور خدا تو بن گیا تھا اب رسولوں کے بھیجے میں کیا دیکھتی، اور ویسے بھی یہ خدا کی ذمہ داری ہے۔ جن مسویشور

خدا بنے کہہ دو جو رسولوں کے بھیجنے کا بندہ بہت بڑا کہے تو مخلوق مکہ مکرمہ پر چلنے کا خطرہ ہے اس لئے رسول بنانے کے لئے ایک ترقی یافتہ قوم کو مقرر کیا۔ اس کام کو جہاں سے ممکن و شمول بننے کا سرچشمہ کھلا دیا جاتا ہے اس کا نام مسلمان بنی بننے والوں کے لئے "خانقاہ سرور عالم" اور ہندو بنی بننے والوں کے لئے "جنت گرو اشرف" رکھا، اور ان دونوں کے ایک وقت پر ظہور و افکار نے یہ اعلان بھی کر دیا کہ اب کسی اور کو یہ اختیار نہیں کہ پیغمبر اور رسول بھیجتے کی جسارت کرے۔

تنبیہ! جن ہوشیور کی عبارت ملاحظہ کیجئے :

"حسب بشارت گرام مقام سے امیوں میں ایک ایسی طاقت (جن ہوشیور کو کھرا دیا گیا جو مسیح گر ہے) کیا جائیگا اور وہ خود رسولوں کو بھیجے گا جسے وہ اپنے خانقاہ میں ورنہ فرما دیتا ہوتا ہے، مگر ہم کو کراہیت ہے اس کی شکل ہے، جو سب آسمان سے ساتویں آسمان تک سیر کر رہی جاتی ہے، کوئی فوج علیہ السلام کوئی ابراہیم علیہ السلام ہے، کوئی یحییٰ اور یونس نارد ہے۔ کوئی موسیٰ علیہ السلام اور کوئی یونس علیہ السلام کا خطاب پایا ہوا ہے، کوئی ہر لیا ہوا کوئی ہوشیور اور کوئی فرشتہ ہے، چلو کہ! وہیں بندہ یہ روایت تھی، آخر میں بھی ایسی ہی روایت ہے کہ طاقت پوری ہو، کیا دنیا میں کوئی ایسا شخص ہے کہ جس کا خانقاہ کا چل چل ہوا (تعبیہ) ہوا خدا دوسروں کو اس سے مخلوق نہ کہے کہ کوئی روایت کے دعویدار لکھی نہیں کو "مسیح موعود" ہونا کا دعویٰ ہے دیکھا ان کی خانقاہوں میں شیل، انبیا، پیدا ہوتے ہیں، برصاف میں کے ہر لکھی اور خانقاہ کا رخ نہ سب کی طرف ہے۔" (دعویٰ ان مفسرین)

نبی ساز یونیورسٹی

حضرت قائدین! "مسیح موعود" کی ترکیب پر غور فرمائیں۔ اگر کہہ سکتی ہیں مسافر، آہستہ کے سنی ہیں تو ہے کہ ان کا رد کر کے والا، اللہ سبحانہ کہہ سکتی ہیں کہ بنائے والا، یہ نیا عہد مبارک ہے۔ لیکن یہ عجیب طاق ہے کہ مسیح موعود کے رسول ایک ملک دنیا میں زندہ رہیں اور خود خدا صاحب جنم رسید ہو گئے، جو ہوں ہوں کے رکھنا حضرت کو کہ ایسے خداؤں کی ضرورت بھی تھی جو رسول اور نبی کا کوس پر چھانے کے قائم ہوں تاکہ خود پیدا ہوئے، حضرت! اٹھنا پڑے، ایک حد درجہ نبی مسیح کلمات پر تفسیر مل کر دل قوتی بڑی نبی مسیح یونہی کو چلانے کے لئے ایسے ہی پروتیسروں کی ضرورت تھی، دوسری یہ اور مصیبت آگئی کہ وہ ایک نبی مسیح پر تفسیر بھی چندی رہی، اگر ان کا وہی موعود کا پیشتر حضرت کی اس ہند کی نبی ساز یونیورسٹی پر پورا مصادق کر رہا ہے

دفعہ ہمدردی کو کھانا کھانا ہے ہمدردی

فہمہ نصرت کا ہے آخر مگر لڑائی میں ہے

اس عبارت میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس انجمن کے انبیاء کو جو تھے آسمان سے ایک ساتویں آسمان تک کی مسیر کر لائی جاتی ہے۔ پچھلے جن آسمانوں کی مسیریوں میں نہیں کرتی جاتی، مثلاً یہ اس میں کوئی مصلحت ہوگی یا پھر ان میں کوئی سر کی جگہ ہی نہیں۔

بطور مثال مساوات

اس یونیورسٹی سے جو انبیاء تیار کئے جاتے ہیں ان کی چند مثالیں بھی ذکر کی ہیں اور اپنی انصاف پسندی کا بھی خوب نظارہ دیا ہے۔ یہ نئی مساوی یونیورسٹی جس میں ایک وقت ہندو مسلم انبیاء تیار کئے جاتے ہیں اس میں بننے والے انبیاء کی مثالیں ہیں چار مسلمان انبیاء کے نام ذکر کئے ہیں اور چار ہندوؤں کے نام پیش کئے ہیں اور ایک مشترک یعنی جامعیت کے حالات یعنی مسلمان، عیسائی، یہودی بن پرست وغیرہ، علاج سے تشکیں انبیاء ہیں مساوات کر کے ہندو مسلم اتحاد کی راہ حاصل کی ہے۔ یاد رہے کہ اس یونیورسٹی میں ہمدردی اور ہمدردی سے نیکو یونیورسٹی کے علمائے کرام کے انبیاء اور ارجاع کار جو تھے صرف ایک عہدہ جو پنی ہوئی ہے، مگر یہاں یہاں نہیں ہوتی کیونکہ یہ مصلحت خود حضرت دلا کا ہے اور محض بالامہارت میں اس دعویٰ پر ہمدردی داخل رکھا دئی گئی ہے، انھوں نے انسانی اتحاد اور دوستی کا فیصلہ برقرار رکھا ان یونیورسٹی سے ہی مصلحت کے لئے دیکھے ہوئے ماہرین اور شیطنت گرد لپکریں گے

۱۸ قلب انبیاء

انہارا انجمن کے بانی کی محمود چاہیاء ان میں ایک ۱۸ کا چکر بھی ہے اسے غور سے چمکے۔ ”مذہبوں میں ہمدردی ہے کہ ہر دور میں انسانی مسلم میں تین سو تھارہ قلب ہیں، ان میں کہہ رہے ہیں، قربی ادنیٰ ہیں ان کا محمود تھا، بیع، عروج کے زمانہ میں ہر فرقہ بانی قلب منتشر تھے، قرن آخری چونکہ حشر کا زمانہ ہے، ہمدردی سے وہ تمام تہذیب انبیاء، ماسبق آخری امین کی صورت میں خاتمہ اور عالم مصلیٰ اللہ علیہ وسلم حیدر آباد کر رہا جمع ہوئے ہیں، کیونکہ ان کے سرور و مدد میں انجمن ہوئی اور ان کی ہدایت کا مقام اس ریاست میں ہے، یہ شہر جامع میں کائنات ہے، ہمدردی حال کا کافی سادہ ہیں ہر

(اور حوالہ دے رہا ہے)

مردوں کو زندہ کرنے والے

ابھی شاہن سیمائی کے بارے میں لکھتا ہے :
 ”آخرین کے سرور و صدیق (میدار) کی صحبت سے کئی سفیل انبیاء بنے اور جن رہے ہیں،
 خانقاہ میں جو زندگی وقت کر کے بیٹھتا ہے وہ مریم بن جانا ہے، جب وہ میدان میں
 نکلتا ہے تو مسیح بن جانا ہے، اسی طرح مردوں کو زندہ کرنے والے ہمدانی خانقاہ سے
 صل رہے ہیں، گونگے بول رہے ہیں، جن کو اللہ نے بھلی نزع اور موسیٰ پکارا وہ بھی کچھ
 بیعت کردہ ہیں۔ اور قائم صاحب دین کی حائلث نوح کی ہے وہ بھی میری بیعت میں ہیں“
 (دعوت الی اللہ ص ۹۱)

دینداروں کی صحبت سے کئی سفیل انبیاء بنے اور کئی بن رہے ہیں انہی کو یہ صفت بھی ہے
 کسی جلی کالج کے پانسٹر صاحب سے ملاقات ہوئی، انہوں نے بتایا کہ تاجدار کالج، امیر، امیر، امیر
 رہا ہے یہاں کئی لوگ اچھے اچھے ڈاکٹر بنے، دو کئی ڈاکٹر بن رہے ہیں، کیا خیال ہے، دونوں باتوں میں
 اچھا جوڑ ہے، ہم نے جو نوجوان ساز پڑوسی ”لکھا تھا اس کا اب یقین آگیا ہے تو یہی بننا ایک تھیلی
 تاشا ہے، یا خانقاہ دیگر یوں کہیں کہ دنیا میں جس طرح صنعت و حرفت ایک پیشہ ہے جو آئی ایم
 فک کر محنت کرتا ہے، اس کی ڈگریاں حاصل کر لیتا ہے اس کو این ایس ایس کا کوئی نہ کوئی منصب
 مل چلا کرتا ہے جس سے وہ اپنا کسب معاش کرتا ہے۔ ایسے ہی اور دوسروں کو کھجے کہ وہ کسب معاش
 یا گزرواوقات کے طریقے ہیں، قادیان کے تمام انبیاء نے نہ صرف اس مقصد کے تحت اپنی نبوت کو
 استعمال کیا بلکہ اپنے اقوال و افعال سے لوگوں کو یہ سمجھایا کہ نبوت بھی اس قسم کا کاروبار ہے۔

”اسی طرح مردوں کو زندہ کرنے والے ہمدانی خانقاہ سے صل رہے ہیں“

اس عبارت کو غور سے دیکھئے اور پھر دینا انجمن دہلی سے پوچھئے کہ اسے مردوں کو زندہ کرنے والا
 اور نہ سہی اپنے نبی اور خدا کو تو وہ زندہ کرنے کے لیے آگے نکلتا ہی اصلاح کر دیں اور امت کی بھی بھلائی ہوگا

مزم مشاوت

جن بیوٹیوں نے ایک ہمراز کا انکشاف کیا ہے، لکھتا ہے :

”یہ (اہل اللہ) ہم مسالمت میں قرائن و حدیث میں نمود کرنے کے بعد خدا و مکریم کے

بھیر کی صورت میں بھیر پڑا ۵۲

اور باد میں مشورہ کرتے ہیں

(سورۃ النہضین ص ۱۷)

یہ اصطلاح نہ بخوبی کہ چہ ہوشیہ کے ہاں اہل اللہ اور اولیاء اللہ ہند و سادہ و عوام کو کہا جائیگا اور بالفرض مسلمان اولیاء اللہ ہی مراد ہوں تو قرآن وحدیث میں کہاں آیا ہے کہ اہل اللہ ہاشم کے دربار میں جا کر بکلیں شوری مشغول کرتے ہیں۔ ہاں البتہ اگر اللہ کے دربار سے چہ ہوشیہ کا وہ بار مراد ہے جہاں سے نبی اور رسول بنا کر بھیجے جاتے ہیں تو حسیک ہے مگر یہ اہل اللہ بڑے خطرناک ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان اہل اللہ سے اپنی حفاظت میں رکھیں اور حقیقت یہ اہل اللہ کی نرم مشاقت ہے اور یہ اولیاء اللہ کی صورت میں اولیاء اللہ سلطان ہیں۔

علوم بشری میں صفر

چہ ہوشیہ آسمان وقت کے عہد سے پر تو شرعی ہی سے قائلین ہو گئے اور علوم دینیہ سے قطعاً منہ پھیر نہیں ہوا، اس لئے اس شبہ کا ازالہ فرماتے ہوئے لکھتا ہے:

”مسلم ہوتا ہے کہ امور وقت یعنی فانی الرسول ظاہری علوم میں مشغول و مہموم نہیں ہوتا“

(سورۃ النہضین ص ۱۷)

مأمور وقت کون؟

اپنی عبادت میں مأمور وقت کا ذکر تھا، مگر اس کی تشریح نہیں کی کہ وہ کون صاحب ہیں، اگر عبادت میں اس کا کچھ آگاہ کیا جائے دیتے ہیں، دیکھتے ہیں:

”تقریر نے گاندھی جی اور محمد علی مرحوم سے یہ تھا کہ تم سب میری اطاعت کرو، انشاء اللہ

(سورۃ النہضین ص ۱۷)

دش سال کے اندر سوراخ دلاتا ہوں“

آہستہ بنانے کے لئے، انشاء اللہ نظر انتخاب بڑی اچھی شخصیتوں پر پڑی ہے اچھا ہی ہوا کہ آپ کی تجویز کو ان لوگوں نے نہیں مانا، قرآن ہے جہاں کہ تم میری اطاعت کرو، جیسے اطيعوا اللہ واطيعوا الرسول میں اطاعت خدا و رسول کا حکم ہے۔

پروردہ میں ہے دو

مأمور وقت کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مسلم ہوتا ہے کہ امور وقت یعنی فانی الرسول انسان ظاہری علوم میں مشغول نہیں ہوتا اور

بھڑکی صورت میں بھڑکا۔ ۵۴

وہ سرکاری ملازمتوں اور عہدوں پر مامور نہیں ہوتا وہ خدا کا مقرر کردہ انسان ہوتا ہے
 ورنہ سرکار میں اس کی عزت نہیں ہوتی، وہ ایک پردہ میں رہتا ہے تاکہ اللہ کے کام کے
 لوگ ہی اس کے قریب آسکیں؟ (سراج المؤمنین ص ۱۷)

اپنا سبب علم جو کچھ چاہیں بیان کریں مگر یہ جھوٹ نہ ہونی چاہئے کہ اللہ کے انور لوگ پردہ میں نہیں رہتے
 نہیں، یہ وہ نشین عزت ہو کرتی ہے، خدا کے پیغمبر میدان میں آتے ہیں، جہاں اعلانِ ملکوتِ الحق، اور آپ
 جیسے جھوٹے مدعی نبوت کی سرکوبی کی ضرورت ہو وہیں پہنچ جاتے ہیں، البتہ نبی سارا یونہی کھنڈت
 سے جو نبی اور نبوت پر نہ دیکھتے ہیں وہ عہدِ پردہ نشین ہوتے ہیں، اس لئے کہ نبیوں آپ کے وہ سرور
 بن کر آجیتے ہیں؟ (زحرفہ الی، ص ۱۷)

یہ ایک ایسا اندازِ فکر و افتادِ طبع ہے جو انہوں کو بہرام اور الجھنوں کے بحرِ تنگ نراکتوں کی طرف
 لے جاتا ہے۔

سہیلی بوجھ سہیلی

جن بسویشور کی طرف سے ایک گورکھ دھند پیش خدمت ہے، اس سہیلی کو مل کر یہ فرماتے ہیں:
 "یہ لوگ زندہ ہیں، یہ جمیم کثیف بھی نہیں، طیف بھی نہیں، ارادہ و عقل بھی نہیں،
 الطیوان بھی نہیں، یہ تو ایک دو کھمبے کے ماتحت ہیں، یہ کس کے ماتحت نہیں، یہ کل ضائع
 ہو چکے ہیں، یہ فنا سے خالی ہیں، خدا کو غائب کر کے نظرِ خدا بتاتے ہیں؟" (سراج المؤمنین ص ۱۷)

چھستان — مہلات — واہیات

جن بسویشور کی جس کتاب سے یہ حوالے دیئے گئے ہیں، اس کا نام ہے "سراج المؤمنین" اس
 کتاب کا پیش لفظ ایک اور دیوانے بولوی ایوانہ دستگیر نے لکھا ہے، اس میں کئی عبارتیں پائی ہوئی ہیں
 کہ ہمیں یقین ہے کہ نہ وہ خود کہے ہیں کہ ان سے ان کا مقصد کیا ہے نہ ان کے گردو گمان کے مطالب
 معلوم ہیں، عام انسان تو یہ کیا فائدہ سمجھیں گے ایک اور ایسی عبارتیں آپ کے سمجھنے کے لئے لکھتا ہوں۔
 "ہم سراج جمادِ اربعہ میں پر فرض ہے اسی طرح زکاتِ کرم ذاتِ وعدۃ الوجود رحمۃً علیہا پر
 فرض ہے۔"

آگے ارشاد ہے:

"اسی حقیقت کے اظہار میں اللہ تعالیٰ جب کبھی روح کے نذران کا ذکر کرتا ہے تو وحدت کا اظہار کرتا ہے"

بیشکی صورت میں پھر: — ۵۵

اور یہ روح کے اظہار کا۔ وہ نہیں فرماتا تو کیا "کثرت" کا اظہار کرتا ہے؟ اس پر بیست سال کا مل مطلوب ہے۔ آگے لڑاتے ہیں :

"ایسے زمانے میں حضور ربیع الاول میں اللہ علیہ السلام کا رہنا ضروری ہے مگر دنیا دار و گم گزین اس روز مبارک کی شان بھی فرضیت قرآنی سے گنہگار ہے۔"

فرضیت قرآن، درود و کثرت کی اصطلاحات ہماری سمجھ سے باہر ہیں کیونکہ یہ سلطان اللہ ہیں جن سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ **اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا وَارْزُقْنَا مِنْكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ**

تین کو چار کرنے والا نبی

۱۱) تیس بھائیوں کے گانا سے بھی پوچھا ہوں اور ہنسنے کے لہذا سے بھی پوچھا، چوٹوں میں بھی پوچھا ہوں، درڑوں میں بھی پوچھا ہوں۔

۱۲) میری پیدائش کی گھڑی چمکتی ہے، وہی پوچھا ہے تاریخ جو جنتی ہے، صدی بھڑار کے چمکتی ہے، سال پوچھا ہے یعنی سر و معدن، پیر کا دن مسئلہ میں پیدا ہوں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱ ص ۱۷۷)

یہ دو روایتیں واقعی بڑی اہمیت رکھتی ہیں، نبوت پر استدلال کے لئے انہیں کی گامی چلائی ہے۔

قادیانی نشان

اپنی نبوت پر استدلال میں کہتا ہے :

"میں نے جو بانی کے ماہ میں قادیان گیا ہوں، وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ظہور نشان بے موسم بارش بھیجی وہ اس طرح کی ایک رات کے اندر اطراف قادیان کے کتاب چھوڑا، نقشہ درخت بنے ہوئے اور کم سے کم پانی، راستے پر ان برابر ٹھہرا تھا، لوگوں کی نہانی کشمکش کو شاید ہی کسی زمانے میں ایک رات میں اسکی بارش کی ہو، دوسرے دن میں مزید نشان یہ ہوا کہ قادیان کا مشہور کتب خانہ جس میں ہزار ہا روپے کی کتاب کتب ہیں، ایک حصہ درود مع چھت گز عمارت اور بات کا وقت تھا، بارش زور کی تھی، کوئی شخص خبر نہ لے سکا، آج صبح تک تمام مسافران کچھ دیر میں لڑی ہوئی تمام کتابیں بڑی طرح صیقلی ہوئی، صبح یہ نظارہ اپنی زبان حال سے بکا کر کہہ رہا تھا کہ جو کتب خانہ قادیان

بھڑکی صورت میں بھڑکی۔۔۔ ۵۷

کی تعلیم کے خواہاں باعث تھا، چن بسویشور کے تعمرات نے اس علم پر پانی پھیرا، اعلیٰ
 یہ نہ وہ کل کتب دوسرے وقت جب دھرم میں مہول کر ڈال دی گئیں تو وہیں ڈالی
 گئیں جہاں فقیر نے تکیہ لگایا تھا، فقیر بیٹھا ہوا یہ نظارہ دیکھ رہا تھا اور خدا سے تہذیب کے
 احسان کا مزہ اٹھا رہا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کتب خانہ وہاں سے بچا کر لایا ہے
 اسے صدیقی! قادیان والوں نے ہمارے الفاظ کے غلط سمجھ کر کے دنیا میں دھوم مچائی ہے
 ہم آپ کے پاس فرار لائے ہیں۔ ذلت ہو رہی ہے، اولی الامر علیہ السلام (علیہ السلام) نے
 (خدم خانہ ہاشمیین ص ۵۴)

ایک سے ایک بات کو میچے، آپ کو اندازہ ہو گیا کہ اس سے اپنی نبوت پر استدلال کرنے والا
 کس قدر پانی میں ہے، ہزاروں سے چن بسویشور کی ایک نئی بے توفی کاظم ہو جاتا ہے۔
 چن بسویشور قادیان کے کتب خانہ کے بھیجے سے جس خوش فہمی میں مبتلا ہوئے یہ ایسا فقیر فہم ہے
 قادیان والوں کا بھیگنا، اور وہ بھی ایسے وقت جبکہ جناب چن بسویشور وہاں دو تہائی افراد ہوں، یہ
 بے سلی نہیں ہے، لیکن وہ اس کا مطلب غلط سمجھیں، درحقیقت مطلب یہ تھا کہ:

”اے چن بسویشور! جن کتابوں کو تم اپنا مرکز و ماخذ خیال کرتے ہوئے آئے ہو، جن کے
 حوالے دات دن اپنی تقاریر اور کتابوں میں لکھتے ہو، جن سے اپنی نبوت چن بسویشور
 پوسٹ مروجہ و رائج وقت ہونے پر استدلال کرتے ہو وغیرہ وغیرہ، آج ان سب
 کتب دلائل پر پانی پھریا، یہ سب دلائل و کتب دُئی کی نوکری میں پھینکے گئے
 قابل ہیں، کیا بے توفی بنے ہوئے ہو کہ ان سے استدلال کر رہے ہو۔ یہ نئی ان تماموں
 کی آرزو ہوا، ان سے مل رہی تھی، ذلت ہو رہی ہے، اولی الامر علیہ السلام (علیہ السلام) نے
 (خدم خانہ ہاشمیین ص ۵۴)

چن بسویشور اور فقیر قادیان

قادیانیت کے ساتھ مشق کی ابتدا یوں ہوئی ہے:
 ”فقیر حال یہ ہے کہ یوں تو فقیر سائل بھی قادیان گیا تھا، اس وقت اس مسئلہ کی
 طرف توجہ نہ ہوئی“ (مقام النبی ص ۵۴)

جس دن! اس وقت نبوت کے راز سربت نہیں کھلے ہونگے۔ یہ ارشاد ہے:

بھڑکی صورت میں بھڑکا — ۵۴

”میری نیک نیتی اور غلوس دیکھو، میں نے تلاش حق میں خود میان محمود صاحب غلیظہ قادیانی کی خلافت مان کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور قادیان پہنچا۔ ایک شخص سے تحقیقات کرتا رہا اور ان کا قفا کہ میں غور کا پسند نہ کیا، ڈھائیں گئیں، آخر اشرفی اپنے نہ کو کچھانا چاہتا تھا وہاں سے نکلا بیعت فرج کر دی اور نکلا مارا اس عقیدے کی تردید میں ارسال کام کیا اور بڑے شد و مد سے کام کیا، آخر غفر ثمالی نے غفر کی ڈھاکوٹن اور ان کی (دو زبانوں) جمعیت کا منتظر محمود بنادیا (دوسری چٹک ۱۰ نوٹ) اس سے وہی کام محض اپنے چلتی تھا جس کے ماتحت لے رہا ہے جو اس سے پیٹرز نہ گائی دین نظام احمد قادیانی اور عبد سادھو وغیرہ ۲ نوٹ) اسے کام لیا تھا اور کثرت سے نشانات ظاہر کئے اور قادیان کو کمال (دوسرے پرچار سے ساتھ کر دیا۔

واقعہ ایک نئی اور افلاص کی برات ہے کہ پہلے بیعت کرنا بعد میں عقائد کی صحت و بطلان کی تحقیق کرتے رہے، پھر نبوت کی تردید پر خود قبضہ کر لیا اور باآخر ضابطہ بیعت۔ مزید ارشاد ہے :
 ”میں اس ذلیل اجل (جو درحقیقت ناقض اجل ہے) ۲ نوٹ) کی ہر بیعت راست کو طرکان سے نکلتا ہوا، جب وہ مجھے دیکھا کہ وہ راست کا بہت سا سٹے لائے تو میں نوراً سیدھا چوڑھا دیکھنے لڑھے ۲ نوٹ) اور کچھ دوات قلم لے آؤ میں ابھی کچھ دیتا ہوں، ہر دانت لکھ دیتا ہوں کہ تمہارا قادیانی جو مارا پر شک و شبہ ۲ نوٹ) کا ذخیرہ لکھ دین کی تحریر لکھ دے“

”تصدیق دیندار چکا، حوی ہے، قادیانی مسند قادیان سے جو میان محمود نے جاری کیا ہے اس کا سخت دشمن ہوں، وہ عقائد جو میان محمود نے جاری کئے ہیں ان کی سچائی کی تردید کا قصد دیندار چمن بسویشور خادم خاتم النبیین مشاہد

آجکے اور وضاحت کرتے ہوئے اپنے اور ان کے نشانات ذکر فرماتے ہیں :

”سب بات کی گواہ تقریباً تمام دکن کی اقوام میں ان کی عبارتوں میں یہ بات پائی گئی ہے کہ پہلے ریمینٹ اور والفرم محمود ظاہر ہوگا اس کے خیالات سے عالم میں پریشانی ہوگی لوگ گمراہ ہو جائیں گے، اس کے ڈور کرنے کے لئے چمن بسویشور نے ہر جگہ مان بڑوں کے لئے ان دونوں کے وجود کی تاریخ ظہور و نشانات جنہے میں اس کی کوئی تردید کر دے تو نہیں ہر مرضا منتظر کرنے کو تیار ہوں گے، جیسا کہ انہوں نے ہم دونوں کے ہاتھ پر لکھے

بتا دیا ہے کہ یہ جن بسویشور ہے اور یہ دیربہنت، مجھ بسویشور کے حالات سے آپ کو ایک حد تک علم ہوا ہے، صرف سب دیربہنت کے نشانات بطور محبت دوبارہ پیش کر کے پہنچ دیتا ہوں کہ اگر نشانات والا دیربہنت میاں محمود احمد صاحب غلط نادبان کے سوا دوسرا کوئی ہے تو ثابت کر لیں تو ایسی صورت میں ہر شرط منظور۔ دیربہنت (اولوالعزم محمود) والی ایک علیحدہ کتاب تیار ہے اس میں تفصیل بیان ہے۔ ان نشانات کے علاوہ اور بھی بہت سے نشانات ہیں۔ مگر اب میں جماعت قادین اور تمام عالم سے سوال کرتا ہوں کہ اوپر درج کتب اولیاء میں یہ پیش گوئیاں موجود اور ادھر موجود انسان (یعنی میاں محمود غلط نادبان) موجود ہے پھر آپ کو شک میں ڈالنے والی وہ کوئی چیز ہے۔ ان پیش گوئیوں کے ساتھ ہی لکھا ہے یہ دیربہنت مسلمانوں کو قرآن کریم کے الفاظ کے غلط معنی کر کے بتائے گا، اور ایسور (اندر جس کو روضۃ قتالین کہتے ہیں ان کی ہتک کرے گا۔) (غلام نام نہیں مٹ)

ذریعہ نکستہ ہے

”اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ ایسا شخص عقائد میں غلط پڑے گا، اس کی اصلاح ممکن نہیں اور ساتھ ہی بسویشور سے ہوئی اور صحت لکھا ہے کہ دیربہنت (اولوالعزم محمود) فرقہ کے الفاظ کے غلط معنی بیان کرے گا۔ اور لکھا ہے کہ جن بسویشور کے عقائد درست ہیں اور جن بسویشور کے ذریعہ سے دیربہنت کے عقائد کی اصلاح ہوگی وہ غلط ہیں“

مخبر بسویشور کی عبارتوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ اولیاء اللہ سے ان کی مراد ہندو سادھو اور اب یہ حضرت انبی کی کتب تہذیب کے حوالے سے اپنی اور میاں محمود کی ملاقات پیش فرما رہے ہیں ان میں سے چند کتابوں کے نام یہ ہیں:

چار مشہور یہ یعنی رگوبند، سام شہید، بحر تہذیب، اتموہ، دانش پنا اور میتا پورن۔ ہندو کی کئی حد تک کتاب میں ہندو ازم، ستیا، تہذیب، کاش سوامی اور دیاتہ پر کاش وغیرہ ایسی کتابیں ہیں جن سے بسویشور کو اپنی نبوت کے لئے مزید نشانیاں مل سکتی تھیں۔ اگر یہ کتابیں ان کو مل جاتیں تو یہ جانے ان کی خواہشیں کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتیں۔

نیکو اور باتوں کے یہاں یہ بات بھی لکھی ہے کہ جن بسویشور کے ذریعہ میاں محمود کے غلط عقائد کی اصلاح ہو، دوسری باتیں کہاں تک نہیں جھپکیں لی۔ حالانکہ ان سے بحث نہیں لیکن قارئین

رت بلکہ خود دینداران بھی گئے انرا ایمان داری سے تائیں کہ میں محمود کے جو عقائد اس وقت تھے
کیان کی اصلاح ہو گئی یا دوسرے کے ویسے رہے بلکہ ان کے عقائد میں روز بروز مزید غائبانیں شامل
ہوئی تھیں یہاں تک کہ جنم و سید ہو گئے۔

میاں محمود کی مزید تقدیریں

میاں محمود کی مزید تقدیریں بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے :

”فیض رحیم بسویشور جانتا ہے کہ وہ اصحاب محمود دیرینت فلیفہ ڈا دیان (ایکسٹریکٹ)
اور بڑی بشارتیں دیتے رہا ہے۔ ان سے ہمارا جھگڑا صرف مذہبی چند فروعات میں ہے
جن کی غفلت سے اصولی ہو چکا اندیشہ ہے۔ اسی وجہ سے میں نے مخالفت کی۔
اب مخالفت نہیں ہے کیونکہ مجھے اشرقتالی نے علم دیا ہے کہ وہ قریب میں ہمارے عقیدے
کے ساتھ ہو جائیں گے میں کے آئندہ گزشتہ چند ماہ سے ظاہر ہو رہے ہیں۔“

(خادم خاتم النبیین دیو چرمن علیہ السلام)

مندرجہ بالا عبارت میں میاں محمود کے متعلق لکھا ہے کہ :

”ان سے ہمارا جھگڑا صرف مذہبی چند فروعات میں ہے۔“

یاد رہے کہ یہ کتاب خادم خاتم النبیین رحیم بسویشور نے لکھنے میں بھی ہے اور اس کی تصدیق
انہوں نے خود اپنی سب سے پہلی کتاب ”دعوت الی اللہ“ کے وقت میں کی ہے اور دعوت الی اللہ کے
دورانے امور وقت و بہت موضوعات کے اندر ای زمانہ یعنی مسکن میں لکھی گئی ہے، یہاں تو یہ کہتے ہیں
کہ میاں محمود سے ہمارا اختلاف چند فروعات میں ہے لیکن اس سے قبل دعوت الی اللہ میں لکھا ہے کہ
میاں محمود کے عقائد غلط ہونے، نیز اسی کتاب خادم خاتم النبیین کے صفحہ ۲۵۱ اور صفحہ ۲۵۲
پر لکھا ہے کہ ان کے عقائد ہی خراب ہونگے، وہ غلط عقائد پھیلائے گا، لوگوں کو گمراہ کرے گا، قرآن
کے الفاظ کے غلط معنی بیان کرے گا وغیرہ۔ سچ ہے دروغ گو و حافظ نباشد، اور یہ تقدیر بطور کلمہ پیرا
بشکر کیا گیا ہے ورنہ جی یہاں پر عجائب نظر آئے ہست

نیز دینداران بھی رالوں کے پیغمبر نے خود بالا عبارت میں یہ بھی لکھا ہے کہ ”مجھے اللہ تعالیٰ نے علم

لہذا یہ کہ وہ ادا دیا نہی، قریب میں چارے عقائد کے ساتھ ہو جائیں گے جس کے آثار

گزشتہ چند ماہ سے ظاہر ہو رہے ہیں۔

اس سے دیکھ رہے ہیں غلطی سے چھٹنے ہوئے سادہ قرع حضرات خوب سمجھ لیں کہ ان کے موجودہ پیشوا اپنے کو بظاہر قادیانیوں سے الگ ظاہر کر کے بن کو کس طرح دھوکہ دے رہے ہیں۔

۴۲۵۷ جھوٹ

اپنی کتاب نوہم خاتم النبیین کا ذکر کرتے ہوئے کذب، بیانی کا یہی رد توڑ دیا ہے۔
 ”اس کے بعد مسئلہ دوم میں میں نے ایک کتاب ”خادم خاتم النبیین“ لکھی جو اس کتاب کا مقدمہ تھا جس کا ذکر اس کتاب کے صفحہ ۱۷ پر ہے۔ اس زمانے سے اب تک
 ۴۲۵۷ الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کلام کیا ہے۔ قرآن کریم اور احادیث سے مجھے ایسے
 دعوے کا تار پھی، قدرتی اور شہادت ثبوت ملا، یہ کتاب دعوت الی اللہ منہب الضمیر کے
 مطابق ”فی مضمون و کتبہ“ کے زمانے میں لکھی جا رہی ہے۔ (دعوت الی اللہ صفحہ ۷)

جھوٹ کا ریکارڈ توڑ دیا

۴۲۵۷ جھوٹ لیل کر فاسوس نہیں ہوئے بلکہ مزید یہ تم کیا کہ یہ تم جھوٹ قرآن و احادیث
 میں تار پھی، قدرتی اور شہادت ثبوت ملا، ان سب کو تلاش کرنے کی آپ کو کس فرصت ہے اور
 مزید جھوٹ بھی ہوئے ہیں جو کچھ فرصت نکال کر، ان میں ایک جھوٹ قرآن و احادیث سے دکھا دیں تو کرم
 ہو نکالتے جھوٹ کا بازار عقوڈے روز ہے
 بعد اس کے حسرت دل سوز ہے

چمن بسویشور کو ماننے والے دجالوں کی مختصر فہرست

اس سلسلہ میں اپنی کتاب دعوت الی اللہ، صفحہ ۱۷ میں کئی قادیانی دجالوں کے نام ذکر کئے ہیں
 جنہوں نے آپ کے ساتھ اپنی عقیدت کا اظہار کیا یا بیعت ہو کر ان پر ہے، ایک مختصر فہرست چند
 مشہور عالم و جہانوں کے نام لکھی ان کی اپنی عبارت میں ملاحظہ ہو۔

”ابن بصیرت کے لئے میرے دعویٰ ٹوٹنے کی طرف روشن ہے، صلیہ اولوح کو جب میری غیر

ہتھ جاتی ہے تو سرسبز غم کرتے ہیں۔ اٹھنا و صفا کرتے ہیں۔ حسب ارشاد مسیح موعود (عزرا
 خلاصہ احمد قادری) اسلسلہ احمدیہ کے بڑے کارنامے والوں میں سے ہیں توگوں نے صبری
 تصدیق کی ہے ان میں سے مشہور اور ذی اثر اشخاص کے چند نام ذیل میں دیئے جاتے ہیں
 (۱) زبدۃ الکما مرزا عبد بخش صاحب مصنف حسن مصنف نے صبری تصدیق کی۔ (دعوت الہیہ ص ۲۰۰)
 (۲) اسلسلہ احمدیہ کے دوسرے مشہور ذی اثر افراد میں مشہور نسان، مگر امین حسین شاہ صاحب
 جرنل سکرٹری جماعت احمدیہ لاہور۔ شاہ صاحب نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کا
 دعویٰ مصحح موعود کا ہے۔ نہیں نے کہا، ہاں، کہا میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، مگر آپ
 چاہیں تو میں آپ کے ہاتھ پر بیٹھ کر بیٹھ کر بیٹھ کر بیٹھ کر بیٹھ کر بیٹھ کر بیٹھ کر
 اُمت پر حرامہ کے لئے باعث برکت سمجھتا ہوں۔ میں نے مولوی محمد علی صاحب (امیر قادریانی
 جماعت لاہور) کو بھی آپ کی نسبت میرے ہم عقیدہ پایا! (دعوت الہیہ ص ۲۰۰)
 (۳) ایک بڑی بھرپور کمرے تو کیا لکھ، میں اتنا کہہ چکا کہ علی بن ابی طالبؑ تصدیق فرمے چند

یہ نقشہ پھر اٹھایا جا رہا ہے

ناظرین! آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بال بھی ہو بشور اور دھڑلے از او تم رہی ہو گئے، وہ کواب
 نقشہ تم ہو چکا ہے۔ بلکہ یہ نقشہ اسی دور شور سے پھر کُڑھا رہا ہے جس طرح بالی انجمن نے شریعہ کیا تھا، بلکہ
 نقشہ شریعت میں تو کفر و ابداد کی عقل و دھوت کے ساتھ پھیلایا جا رہا تھا جس کا نام مسلمانوں کی اکثریت پرستی و حاکم
 معلوم ہو چکی تھی مگر اب تو یہ کفر و ابداد کے ساتھ ساتھ عقائد و دھوکہ زرب اور نہایت تحریف و تمیز کے ساتھ
 میں آیا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ عوام الناس کے سامنے یہ نہیں دکھایا جاتا کہ ہم اہل عقائد کے کھان ہیں۔ چرن
 بسویشور کے پیر و بزرگ کہہ رہے ہیں کہ ہم بڑے دیندار اور کلا در ماسلہ اسلام کے شیعہ ہیں۔ مسلمانوں
 کی بڑی حالت دیکھ کر ہم ان کی اصلاح کو نہ سکتے ہیں، اس پر سنو اور یہ کہ سادہ مسلمانوں سے دین کے نام پر
 چند لیکر انسانیت سوز کتاؤں کی نشر و اشاعت میں لگاتے ہیں۔

شوگر کوئڈ ٹیلیس

صورتِ ناب سے اسکو غصہ کیا تھا مگر جب اٹھا ہوا تو انیسویں صوبہ آیا نظر
 دینا انجمن والے عام طور پر مسلمانوں میں اتحاد و یوٹی مادی، سکولوں اور کالجوں کی اصلاح و ترقی سے

مخلوق تبلیغ کرتے ہیں اور یہ تاخیر دیتے ہیں کہ ہم ملتین اسلام میں، ہمارے تعلیمی مشن کے یہ ابتدائی خانے کے ہیں، اس لیے جابلو جابلو علوم خصوصاً فوجان نہیں دین کا صحیح علم نہیں ہے جلدی سے ان کے دعوے میں آجاتے ہیں انھوں نے نشر و اشاعت کا نظم کام شروع کر دیا ہے، عام طور پر کتابیں اس سائنس خانہ انداز میں لکھ کر چھاپتی ہیں کہ وہ ان سے بڑا تاثر دیں۔ چنانچہ کوئی کتاب لکھتے ہیں تو دوسرا دوسری نام نہان باتیں لکھتے لکھتے پڑتے ہیں ایک آدمی جگہ اپنے باقی انجمن کی کوئی بات کر کر دیتے ہیں یا ان کی جانب اشارہ کر جاتے ہیں جس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ ان فوجان طبقہ ان رجسٹروں سے متاثر ہوں گے کہ ان کا فہم وہاں کے ساتھ ان کو عین ممکن پیدا ہو گا پھر وہ نہ وقت جماعت میں داخل ہو گئے اور پھر ان کے ساتھ رہ کر ایمان سوزی کے ساتھ جب غیرت سوزی کے بھی مادی ہو جاتے ہیں تب ان کو عمل کتابیں جو متصور ہیں بالترتیب پڑھنے کیلئے دیں لکھوائی ہیں اور غیبت ترین لڑی ہو جو اصل باقی انجمن کا ہے سب سے آخر میں دیا جاتا ہے، چنانچہ بعض لوگ جو زندہ انجمن کے قریب اور بے دینی سے مطلع ہو کر ان سے مجبور ہوئے ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم نے ان کی انجمن میں بحیثیت مبلغ کام کیا ہے لیکن میں چار سال تک ان کی عمل کتابیں ہم کو نہ دی گئیں، اس کے بعد جب ہم پر پورا اعتماد ہو گیا کہ یہ ہر طرح سے ہماری بے غیرتی برداشت کر سکیں گے تب انجمن کے باقی کی کتابیں ہم کو دی گئیں جن کی خباثتوں کو دیکھ کر ہم ان سے متاثر ہوئے اور ان سے برادری اور توبہ کا احسان کیا۔

نشر و اشاعت میں دیندار انجمن کی مکاریوں کی ایک مثال

سید بن وید میں کا ذکر اس کتاب میں چکے متعدد دفعہ آیا ہے، اس میں بی بی بی بی بی بی بی بی میں دیندار انجمن کے بڑے ان کی حیثیت سے یہ نہایت نفیست و ذلیل کی صورت میں بیٹھا رہا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں اس نے کئی کتابیں لکھی ہیں بھی میں سے کئی مقرر کی نظر سے گذری ہیں، مثال کے طور پر اس کی کتاب کی مسائل کا قرآنی حل کو لیتے، اس میں اس نے بڑے دماغ اور دیر انداز بھی میں غور و فکر کیا وغیرہ سے بحث کی اور کئی مایوسوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ یہ کتاب ۴۴ صفحات پر مشتمل ہے، کتاب کے ۵ صفحات لکھنے کے بعد اب مقصد کی طرف لطیف اشارات شروع کر دیے ہیں اور بڑی مکاری سے مقصد حاصل کیا ہے بسویشور کی طرف آیا ہے۔ چونکہ دیندار انجمن دے ہیں بسویشور کوئی ماننے کے ساتھ ساتھ ماہر و اہل بھی کہتے ہیں، اس لئے ”تہجیر اہل“ ”حقیقہ نفیست“ کے دو مقرر عنوان قائم کر کے ان میں چند نشانیں دی ہیں، اس کے بعد مقصد کی طرف یوں لطیف اشارہ کیا ہے۔ ”غرض قرآنی پاک

میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں جو بجانب اللہ تہ مجراہ اور تعین شخصیت کا بہتہ دیتی ہیں۔

(دلی سائل کا قرآنی حل ص ۱۸)

اصح کے بعد ماورائے عقل کا عنوان قائم کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ لوگ اگرچہ ایسی شخصیتوں کو پاگن کر لیں مگر یہ اندر والے ہیں، پھر آگے چل کر انسانی چال کی سے اس ماوراء شخصیت کا نام اسس انداز سے ذکر کیا ہے کہ لوگ یہ نہ محسوس کریں کہ مصنف اس کا یقین فیصلہ سنا آ ہے چنانچہ "بیشکری للثومین" کا عنوان لکھ کر یہ عبارت لکھی ہے۔

ہندوستان تمام مسلمان ہونے والا ہے" امام باقی دیندار انجمن "دلی سائل کا قرآنی حل ص ۱۸) باقی انجمن کا یہ انعام انہوں نے علی اور خط کشیدہ اس طرح سے لکھا ہے کہ آگلی عبادت کے لئے عثمان کا بھی کام دے، ماوراء شخصیت کا یہ اسم "بیشکری للثومین" ہے۔

جن ابو شیور حرم نے نبوت اور خدائی ملک کے دعوے کئے ہیں، اسکا نام کتابی سائل کا قرآنی حل ص ۱۸) میں اس طرح اعزاز و گرام اللہ تعظیم کے ساتھ ذکر کیا ہے، "باقی دیندار انجمن حضرت سید صدیق و میندار، جناب سید رشید قدس اللہ سرہ العزیز" (دلی سائل کا قرآنی حل ص ۱۸) میں لکھا ہے۔

دنیا کے اس برحق کافر کا نام اس اعزاز کیساتھ لیا جا رہا ہے جس نے پرست مروجہ ہندوی آفریماں، نبی، برور محمد جبکہ خدائی ملک کے دعوے کئے، اس کے، وجود ویندار انجمن والے عوام کو یہ یاد کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ مسلمان ہیں۔

مسلمان تو ختم نبوت کی پر تشریح کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئیگا، خواہ وہ نبی مستقل ہو یا علی و برور نبی، لیکن سید بن وحید نے ختم نبوت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"کیونکہ اعلان ختم نبوت کا خشاہی یہ ہے کہ اسلام اور حرف اسلام ہی دنیا کا دین ہو"

(دلی سائل کا قرآنی حل ص ۱۸)

اس عبادت سے عوام انسان کو آسانی سے دھوکہ دیا جاسکتا ہے کہ بات تو بڑی اچھی لگتی ہے مگر یہ نہیں سمجھتے کہ ختم نبوت کی تشریح جو بالکل واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا، اس کو چھوڑ کر اس تشریح کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ وجہ یہ ہے کہ اس تشریح کی بجز کی صورت میں بھڑکا — ہم

اوسے اگر کوئی مستقل نبوت کا دعویٰ نہ کرے بلکہ غلطی ہی یا بزدلی ہی جو نیکیا دعویٰ کرے اور یہ کہے کہ اسکا مذہب اسلام ہی ہے تو وہ چونکہ اسلام کو دنیا کا واحد دین مان رہا ہے اس لئے اسکا عقیدہ تمام نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑے۔

حکومت سے اپیل

ہم سطور بالا میں دیئے گئے حوالیات کی طرف اپنی خواہی حکومت کو نوید دلاتے ہوئے تمام مسلمانوں کی طرف سے یہ اپیل کرتے ہیں کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جن بیو بیٹوں مدعی نبوت ہے، نیز یہ مسعود اور دوسرے نبوت اور دیگر انبیاء اکرام عظیم علیہم الصلوٰۃ والسلام کا شیل ہونے ادا سے یہ بھی بڑھ کر اپنے لئے طویل خدا کا مدعی ہے اس لئے جن بیو بیٹوں کا فرد مرتد ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اسکو نبی یا بزرگ بلکہ مسلمان سمجھنے والے بھی کافر ہیں، دیندارانہجی والے جو اپنے کو ان کی طرف منسوب کرتے ہیں اور ان کو اپنی دینی پیشوائی سمجھتے ہیں وہ بھی مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

جس طرح حکومت پاکستان نے قادیانیوں کو کافر و مرتد قرار دیکر غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے اسی طرح حکومت کا اناٹا غنیم کا اناٹا ہے کہ وہ جو پاکستان سے آج تک حکومت پاکستان میں اناٹا م کا رہا انجام نہیں پایا، اسی طرح دیندارانہجی والوں کو بھی کافر و مرتد قرار دیکر ان کے غیر مسلم اقلیت قرار دینا ملان کرے۔
اور اصل یہ قادیانیوں ہی کی ایک مشافہ ہے جس کو ہم پیچھے باہا ثابت کر چکے ہیں مگر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے بعد یہ چلائی سے اپنے کو قادیانیوں سے الگ ظاہر کر رہے ہیں، تا کہ جو شکم قادیانیوں پر ہوتا ہے یہ اس سے خارج رہیں۔

ہمیں اُمید ہے کہ حکومت اس معاملہ پر غور کرے اور اس فہم امتین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے لگے اور دوسرا عنوان حاصل کرے گی۔

عوام سے اپیل

جیسا کہ ہم بار بار بتا چکے ہیں کہ دیندارانہجی والے اور ان کا بیٹا کافر و مرتد ہیں اور یہ اسلام کے لئے زہر قاتل ہیں اس لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس مبارک کی حفاظت کی خاطر اس معاملہ میں ہر جس کو شش سے گزردہ کریں، اس مسئلہ کو جتنا ہو سکے سام کریں، عوام کا کوئی شخص بلکہ کوئی گھروا بھانڈا چھوڑ دیا جہاں یہ آواز نہ پہنچے، اس مسئلے میں ہر قسم کا تعاون کریں، اس کے منتظر نہ رہیں کہ آپ سے کوئی اس کی اپیل کرے، ان کے خلاف پمفلٹ اور رسالے وغیرہ جھپو کر تقسیم کریں

تاکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قیامت کے روز فیض زندگی نہ اٹھنے پڑے کہ
 ”تم تمہارے سامنے میری نبوت بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام اتری آیا
 بخار ہوا تھا اس وقت ہم کیوں خاموش رہے۔“

زبردست شہادت

ذرا بعد ملحق صاحب سابق سینئر رینڈ اور انجمن کی کتاب ”ہندو داتا“ کے آخر میں ایک زبردست
 شہادت غور سے گزرائی جو درج ذیل ہے۔

مارچ ۱۹۵۵ء کی صبح کو مجھے ایک لفظ ملا ”یہ نقاب اورو“ ایک نشتہ دوشہ۔ پڑھ کر
 حیدر آباد کن کے سابق پولیس انسپرنے ”انجمن رینڈ اراں کا مسلک“ کے عنوان کے تحت چست
 نہایت اہم رازوں کا انکشاف کیا ہے۔

صاحب موصوف کے مراسلہ کے مندرجہ ذیل اشارے نہایت اہم اور قابل غور ہیں۔
 (۱) صدیق رینڈ اور جن بیوی بیویوں (اس کے ایک سابق شیخہ خاندان کے فرد) میسور کے سونٹن
 حیدر آباد کی دیہاتی پولیس میں ملازم ہوئے، ہیڈ کانسٹیبل ہونے کے بعد کسی جرم کی پاداش میں
 برطرف کر دیئے گئے۔ دوران ملازمت ان کا قیام گلہ گھر (دکن) میں رہا، اسکے بعد گڈاوقات کی
 خاطر پھر کی سیدی شروع کی اور محلہ نصف مگر حیدر آباد (دکن) میں سکونت پذیر ہوئے۔ دکانیت
 ہندو فرقہ کے ازار کا ڈھونڈ رہا یا۔ جھگڑا گیتا۔ رامائی اور ہاں صارت کو لہائی کتا ہی ثابت کرنے
 پر سارا دور صرف کیا۔ مذاہب عالم کا نفوس کے رنگ میں ہر سال اپنے مکان پر جسے کی کرتے آجیا
 قاریانی عقائد کا ہر چار ہونا اور ہر مذہبی مسلک کو غلط انداز میں پیش کیا جاتا۔

(۲) صدیق رینڈ اور جن بیوی بیویوں صاحب نے کچھ دن بعد اپنے آپ کو ”تم البین“ کی مشور
 کر دیا اور میں نے یہ بھی سنا کہ وہ اپنی بیوی پر کوئی نشان بنا کر اسے ہر نبوت مکتبہ ہیں ان کے
 فرقے سے تعلق نہ رکھنے والے صحیح العقیدہ مسلمانوں کو انھوں نے نادانانہ کے ارباب نبوت کی اتباع
 میں کافر گردانا، ان میں فرقے ڈالنے کی خاطر ناک ساز میں گئے، اپنے مرد میں کے ذریعہ ان کو ٹوٹا۔

انرا انجمن نسل اور قوموں کے جوڈ کے تحت ہرگز اور مخالفت کی صورتوں
 اور لڑکیوں کی عصمت دری کی، نام شاد رینڈاری اور فقیرانہ
 لباس کی آکر میں پیش پرستی کو جسامی دکھا۔

مذہب کے ساتھ اس قسم کی دشمنیت سزاوارت نہ تھی۔ مذہب حرکات کا نام غزوات اور جہاد نہیں لگایا گیا۔

(۳) تقسیم شدہ آزادی ریاست حیدرآباد کے بعد ان کی تباہ کاریاں دسیاہ کاریاں نہ ہو کر رہ گئیں۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ وہ ذکر زنی ہے جس میں مدنی جن بسویٹھ کے عہدوں کے نواح حیدرآباد محلہ علی بیٹہ میں ایک ساروکار کے گھر دن دھاڑے ٹوٹ مار مچائی اور ایک تجوری جس میں پانچ لاکھ کی نقدی زیورات و جواہرات تھے لیکر رو چکر ہو گئے۔

جب ان کی دیدہ و دلیری حد سے تجاوز کر گئی تو انہوں نے ریاست کے طرفہ ملا قوں میں ٹوٹ مار شروع کر دی اس سے اس قدر دھوکہ ہوا کہ فریضہ مسلم ان کو رضا کارانہ اتحاد اسماعیلی سمجھ کر افہارات میں اسٹیٹ مسلم بینک کے خلاف زہر افشانی کرتے۔

۴) قاسم رضوی صاحب کے دور سے قبل ہی حکومت دقت نے ان کو نظر بند کر رکھا تھا کیونکہ ان کی فتنہ سالانی سب پروردش کی طرح کہاں تھی، ان کی زبان بڑی کے احکامات نہ توں سے جاری تھے، سقوط حیدرآباد کے بعد ان کے مریدین روپوش ہو گئے انہوں نے بھی نیک چھوڑ دیا اور آخر کار بھاگ بھاگ کر پاکستان آ رہے ہیں۔

ایک ریاست کو تباہ کر کے اب انہوں نے دوسری

مملکت کو تباہ کیا ہے

انہر قسانی سب کو ان کے مشر سے ملوث کر رکھے۔

پوسٹن افسر کے خط کے اقتباسات نقل کرنے کے بعد وہ اہم صدیقی صاحب لکھتے ہیں :

صاحب موصوف کے مرامہ کا آخری جملہ اباب حکومت کے لئے زبردست آگاہی

انتباہ ہے۔ میں پھر عرض کروں گا کہ

حیدرآباد وکن کے ڈنہ دار مہاجرین سے دیندارانہ اور

اس کی ہلاکت آفرینیوں کا ریکارڈ حکومت ضرور طلب

کرے، ایسا نہ ہو کہ جاری حکومت خارجی فنون کے کچھ

میں آئی ہو اور یہ اندرون ملک خوش برپا کر دی جا

وَمَا تَعْلَمُ إِلَّا الشَّيْءُ



دیندار انجمن والوں سے ہمدردانہ گزارش

ہمیں یہ اچھا طرح معلوم ہے کہ اس انجمن میں جہاں بعض بدعت جہن کر اسلام کی جڑیں کاٹنے کے لئے کوشش کر رہے ہیں وہاں کچھ ایسے سادہ دلی بندے بھی ہیں جو بعض اسلام کے نام پر ان کی قرب سیانی سے متاثر ہو کر نہ مست دین کے لئے اس انجمن میں داخل ہو گئے ہیں۔

ان سطور میں ہم اپنے ان بھائیوں کو ہمدردانہ نصیحت کرتے ہیں کہ خدا رازانہ کے عقائد و رموز فریب کو سمجھیں اور ان کے دھوکے میں نہ آئیں۔ یہ اپنی ماقبالت پر باد کر چکے ہیں مگر ایسی مصلحتی بھی ماقبالت پر باد کرنے کی فکر میں ہیں۔

میرے بھٹکے ہوئے دوستو!

کیا اسلام کا وہ طریقہ آپ کے لئے ناکافی ہے جسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پیشتر پیش فرمایا تھا جس کو صحابہ کرام، محدثین اور ائمہ عظام نے بحفاظت ہم تک پہنچایا ہے اس کو چھوڑ کر آپ جن یسویں صدی اور دیندار انجمن کی گود میں گر پناہ لے رہے ہیں۔ خدا اور اپنی جانوں پر رحم کھائیے، اب بھی وقت ہے اسلام کی دھمت میں اب بھی آپ کو سہارا مل سکتا ہے اپنی غمزدی، بڑی خوش فہمیوں سے توبہ کر کے اسلام کے صفے کو مضبوط بن کر اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی امداد کے اس جہاز سے نکلانے کی کوشش کر دو۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَنَّ اَیْنَہُ الْاَعْمٰی

رشید محمد

۲۳ ربیع الاول ۱۳۹۶ھ یوم الخمس

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



سَنَاءُ الْقَنَاءِ
عَلَى
مُحَمَّدٍ الرَّبِّ

ربا سے متعلق متجددین کے نظریات کی تردید

سوال : جنوری مسئلہ میں افادۃ ثمن سنت اسلامیہ لاہور نے کم کر مٹل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تجارتی سود مشرعاً حرام نہیں بلکہ مکالین دین ضروری ہے۔ علماء کرام کا فرض ہے کہ اُمت کو اس اہمیت کے مسئلہ سے بچائیں، لہذا آپ سے درخواست ہے کہ سود کی تعریف، اس کی اقسام اور ان کے شرعی احکام پر بالتفصیل مآل، روشنی ڈالیں اور رسالہ مذکورہ میں دلائل و براہین کا تفصیلی بحث جواب تحریر فرما کر اس دورِ بظلمت میں اُمت کی رہبری فرمائیں۔ والا رحمۃ اللہ علیہ

الْحَمْدُ لِلّٰہِ بِاسْمِہِ الْعَظِیْمِ

ربا کی تعریف

ربا کے لغوی معنی مطلقاً زیادتی کے ہیں اور اصطلاح شرع میں مال کی ہر ایسی زیادتی ربا کہلاتی ہے جو مبادئ المال بالمال میں بدون عوض مشروط ٹھہرائی گئی ہو۔
ربا کی اقسام :

ربا کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ربا الفضل (۲) ربا النسیئہ ربا الفضل بیع بالجنس میں زیادتی کو کہتے ہیں، اس کی حرمت ثابت بالحدیث و ترویج و جہ سے اسے ربا الحدیث بھی کہا جاتا ہے۔ ربا النسیئہ ”الزیادۃ المشروطۃ علی الزمن“ کو کہا جاتا ہے۔ چونکہ قرآن کریم میں اسی قسم کے ربا کی حرمت تصریح فرمائی ہے اس لئے اسے ربا القرآن بھی کہا جاتا ہے۔ متجددین کی بحث چونکہ صرف اس ربا النسیئہ سے متعلق ہے لہذا یہاں صرف اس کی تفصیل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔
متجددین کے نظریات :

ربا النسیئہ سے متعلق متجددین کے دو گروہوں کے دو مختلف نظریات ہیں، (۱) صرف قیما اور شخصی ضرورت کے لئے سودی قرض کا لین دین حرام ہے اور کسی نفع بخش تجارت کے لئے سودی قرض کا مسئلہ حرام نہیں، قسم اول کو صرف سود اور قسم دوم کو تجارتی سود سے موسوم کرتے ہیں۔
(۲) سود مرکب یعنی سود و سود حرام ہے اور سود مفرد جو اس مال سے دو چند ہو جائے
فریق اول کی دلیل :

فریق اول کی دلیل یہ ہے کہ مفسر کرم سہلی اشرف علیہ السلام نے اس میں معنی صرف سود و ترجیح

عنا تجار کی سود کا وادع ہی نہ تھا لہذا حرمت کی انھوں نے تجارتی سود کو شامل نہیں اور تجارتی سود کو ہر فی سود پر قیاس کر کے اس پر حرمت کا حکم لگانا بھی صحیح نہیں۔ (اسلئے کہ حرمت یہاں غفلت ظلم ہے جو تجارتی سود میں موجود نہیں، تجارتی سود میں تو ظلم کی بجائے احسان ہے کہ مفروض اس کے ذریعہ سے تجارتی منافع حاصل کر رہا ہے۔

جواب

دلیل نہ کہہ کر کا تجویز کرنے سے اس کے چار اجزاء سامنے آتے ہیں :

(۱۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تجارتی سود کار رائج نہ تھا۔ (۲) جو مسئلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مروج نہ ہو وہ خصوصاً حرمت میں داخل نہیں ہوتا۔ (۳) حرمت ربانک علت غلیظہ ہے (۴) یہ علت تجارتی سود میں نہیں بائو جاتی۔

یہ چاروں مقدمات گویا دہلیں کے عناصر اولیہ ہیں ان میں سے ایک مقدمہ بھی خود بشر ہو گا تو دہلی یا فل ہو جائے گی جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان چاروں مقدمات میں سے ہر مقدمہ باطل ہے۔

ابطال مقدمه اولی

یہ دعوی بالکل غلط ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نبی رقی سودا رائج نہ تھا، درحقیقت اس دعوی کا بالکل رد واضح ہو جاتا ہے۔

① يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَاذْكُرُوا الرِّبَا الَّذِي أَقْرَضْتُمْ وَأَصْلُوا لَكُمْ بِرَأْسِ الْفَسَادِ الَّذِي فِيهِ ذِكْرُنَا لِقَوْمٍ يُصْعَقُونَ (٢٤) ٢٣

(۳) یا ایہا الذین آمنوا استمروا لعلکم تفلحون ترجمہ کے مطابق قرآن میں جو یہ سے نقل کیا ہے کہ قبیلہ ثقیف بنو نضیر سے قرض لیا کرتا تھا جب قرض کی واپسی کا وقت آتا تو ثقیف بنو نضیر سے کہتا کہ ہمیں اور صلت (دعیم) اس کو نہیں مزید سود دین گے (دعیم مفعول و صلت)

فہم ہے کہ ان قبائل کے درمیان یہ معاملہ صرف سود و تجارت بلکہ وسیع پیمانے پر تجارتی سود و تجارتی قبائل تجارتی گھنچوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ قبیلہ کے افراد سرحد پر جمع کر کے اس سے انتہائی تجارت کرتے تھے چنانچہ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تامل و تجارت کے متعلق ذوقانی مشرح الحواشی اور تفسیر منہرجی میں ہے لَوْ بَقِيَ قَرْشٌ وَلَا قَرْشِيَّةٌ لَمْ يَشْفَقْ فِيمَا لَمْ يَلِجْ فِيهِ الْقَاعُ

قرض دید و پھر اس رقم کو آپ تجارت میں لگاتے ہیں سے ایک طرف خود فائدہ حاصل کرتے اور دوسری جانب مالک کا یہ فائدہ محفوظ تھا کہ اس کی رقم محفوظ ہو جائے کیونکہ انسان کی صورتیں متنازع ہو جائے کا خطر تھا۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ: وکان غرضہ بذاک الاموال کان یحتمل علی المال ان یضیع لیفقد بہ التقصیر فی حفظہ فرأى ان یجعلہ محفوظا لیکون اوثق لصاحب المال وایہی لولہ نہ رد ابن بطال ویطیب لہ رحمہ ذلک المال (فی مہارہ ص ۱۲۱)

(۳) موطا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب القراض میں روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ وعبید اللہ رضی اللہ عنہما رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک لشکر میں عراق کی طرف تشریف لے گئے اور یہی ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے جو اس وقت امیر بصرہ تھے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ کس خیال میں تھکے ہو کہ ایک مسافر آئے ہو یہ کیجئے یہ بیت المال کی رقم قرض لے لو، اس سے بڑھ کر تجارت کچھ مال خرید کر لے جاؤ، عبداللہ یہ سنا کہ اسے تردد نہ ہوئے اس کی صنعت خود کر لیا اور اصل رقم بیت المال میں داخل کر دینا اس معاملہ سے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اصل مقصد صاحبزادوں کو تجارت کی صنعت پہنچانا تھا اس کا ساتھ بیت المال کے مال کی حفاظت کا فائدہ از خود ہو گیا اس لئے یہ منہ پر کروہ میں داخل نہیں۔

(۵) سیرت ابن ہشام میں ہے کہ عقیقہ دید لے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ بنی نفیعہ پر جو سیری سود کی رقم ہے اسے بھی ہزار وصول کرنا۔ اس میں ایک قبیلہ پر قرض کا قصہ ہے جو غطفی اور ذنی ضرورت کے لئے نہیں ہو سکتا یہ قرض یقیناً تجارتی قرض سے تھا اور اس کی حیثیت بیعہ میگ کے قرضوں کی ہے۔

(۶) علامہ قرطبی رحمہ اللہ: ما سئل عنہ عن قرض فرأى ان یضیع لیفقد بہ التقصیر فی حفظہ فرأى ان یجعلہ محفوظا لیکون اوثق لصاحب المال وایہی لولہ نہ رد ابن بطال ویطیب لہ رحمہ ذلک المال (فی مہارہ ص ۱۲۱)

(۷) علامہ طبری نے حلیہ کے واقعات میں لکھا ہے ان ہذا البیت غنیمۃ قامت علی عمر ابن الخطاب بہ فی حق اللہ تعالیٰ حتمہ فاستقصیہ من بیت المال اربعۃ الاف متعین فیہا و تعینہا انما فیما فی حلیہ ص ۱۱ بلا کلاب فاشترت و باعت

(۸) امام بیہقی رحمہ اللہ نے حلیہ و حلیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک تابویر سودی رقم تھی جو حرم ربانہ مال ہونے پر بیچ دی گئی۔ کتب تفسیر و حدیث میں تجارتی قرضوں اور ان پر سود کی ادائیگی کی مثالیں موجود ہیں۔

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات دُرُور روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نزولِ قرآن سے قبل قرآن میں تمجارتی سود کا یقیناً رواج تھا۔ عرب قبل از اسلام کی معاشی بنیاد تجارت کی حریم بازاری اور تمجارتی قرضوں کے لین دین پر تھی، اس دور کے تمجارتی مراکز مکہ اور طائف میں سودی ادارے موجود تھے، اسلام سے قبل عرب کے معاشی اور تمجارتی تعلقات جن ممالک اور جن اقوام کے ساتھ تھے مثلاً بائیں یونان، روم، شام اور بازنطینی حکومت وغیرہ ان میں تمجارتی سودی قرضوں کا رواج تھا اور ایسے ادارے موجود تھے، اس لئے یہ دعویٰ غلط ہے کہ عرب زمانہ نزولِ قرآن میں تمجارتی سود سے ناواقف تھے، تاریخی حقائق کو سامنے رکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب تمجارتی سود سے صرف واقف ہی نہ تھے بلکہ تمجارتی قرضے اور ان پر سود ان کے نظم معیشت کا بنیادی پتھر تھا، اس پر تاریخی شواہد کے لئے مولانا فضل الرحمن صاحب لیکچر اور دیگر مسلم یونیورسٹی کے مضامین بہت قیمتی ہیں جو ہر مکتبہ "برہان" کی کئی اقساط میں شائع ہوئے تھے۔ اور ایک مقالہ اسلامک تھنٹ "ہدیکرہ میں بیچ و بخر" تھا، غرض کہ بعد نزولِ قرآن میں سود کی دونوں قسمیں (صرفی و تمجارتی) رائج تھیں اور دونوں کو کوئی ہی کہا جاتا تھا ان میں کوئی تقسیم و تفریق نہ تھی، سب سے پہلے سترہویں صدی عیسوی میں بینکاری نظام کے وجود کے ساتھ ساتھ دو نئی اصطلاحیں (بھری اور سود کی دو قسمیں کی گئیں پوشہ و درھن) اور انٹرسٹ (تمجارتی) جو مغرب سے مغرب زمینوں کے نظریہ ملکیت، بلا سلب بنیاد ہے۔

ابطالِ مقلدہ ثالثہ

یہ دعویٰ بھی باطل لغو اور بدیہی ابطلان ہے کہ قرآن نے جس چیز کو حرام بتایا ہے اس کی وہ صورتیں حرام نہیں جو نزولِ قرآن کے وقت مروج نہ تھیں، جب کسی چیز کی حرمت منصوص ہے تو اس کے کل اقسام، سب صورتیں اور سب طریقے حرام ہی ہونگے خواہ وہ زمانہ نزولِ قرآن میں موجود ہوں یا بعد میں پیدا ہوں، خلا شراب کی حرمت منصوص ہے تو اس کی ترقی یافتہ صورتیں اور مستحدثہ جو نزولِ قرآن کے وقت نہ تھیں حلال نہیں جو کھتیں، اسی طرح قمار کے جدید طریقوں کو حلال نہیں کہا جاسکتا، اسی طرح تصویب کشتی کی ترقی یافتہ صورتوں کو حرمت کی خصوصیت سے خارج نہیں کیا جاسکتا، اگر صورت اور طریقے کی تبدیلی سے احکام کی تبدیلی کی مطلق صحیح تسلیم کر لی جائے تو اس دورِ ترقی میں کثیریت کا کوئی حکم بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ دھوٹ، شرب، مجوا، زنا، چوری، دُکیتی اور قتل وغیرہ تاسرے جرائم کی صورتیں اور طریقے سب جدید ہیں جو زمانہ نزولِ قرآن میں نہ تھے۔

قرآن کریم میں مطلقاً رباً کی حرمت مخصوص ہے، ہمیں شخصی اور تجارتی سود میں کوئی فرق نہیں کرنا گیا۔ سود کی تعریف اور اس کی حقیقت میں مذکورہ بالا دونوں قسمیں داخل ہیں، لہذا حرمت بھی دونوں کو شامل ہوگی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کل فرض جہ منفعت مفسدہ بھی عام ہے، اس روایت کو علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جامع صغیر میں نقل کیا ہے اور اعلیٰ نے بھی متعدد طرق سے روایت کیا ہے۔ علامہ عزیزی رحمہ اللہ تعالیٰ المسراج المیز شرع الجامع الصغیر میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تعدد طرق کی وجہ سے منسوخ ہے۔ قرآن وحدیث کی ان نصیحتوں میں صریحاً کی وجہ سے مبیع اتب سلسلہ کا اجماعی فیہ رد ہے کہ کل فرض جہ منفعت مفسدہ۔

ادویۃ المساک میں ہے، قال الموفق کل فرض منوط فیہ ان یؤیداً فیہ حرام بغیر سلطان (ادویۃ المساک ص ۵۰) نفس قرآنی کو صرف سود کے ساتھ خاص کرنا اور تجارتی سود کو کس سے خارج کر دینا قرآن کی کھلی تحریف ہے، صرف سود اور تجارتی سود میں صرف نیت وقصد کا فرق ہے، اگر ذاتی و شخصی مقصد کے لئے فرض لیتا ہے تو یہ صرف سود ہے اور مقصد استقرار میں تجارت ہے۔ تو یہ تجارتی سود کو کما ہے، دونوں کی حقیقت متحد ہے لہذا ایک قسم کو حرام اور دوسری کو مطلق قرار دینے کا اصول یہ نکلے گا کہ سود بذات خود حرام نہیں صرف مستقرض کی نیت سے، ہمیں حرمت آجاتی ہے، صرف مقصد استقرار میں کو رباً کی حقیقت میں اتنا متفرق قرار دینا قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس کے خلاف ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے لیائین علی الن من زمان لا یسعی احد الا اکل الربا فان لہ ریالہ اصابہ من بخارۃ و عرق من غبارک ردوا علیہ ابو ذؤوف الشافعی (امان و حجة من کتابہ ص ۳۴) اس پیشگوئی کا سہولتی صرف تجارتی سود ہی ہو سکتا ہے، حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس پر اجماع ہے کہ مضارب میں رب المال کا اپنے لئے منافع کی کچھ مقدار معین کرنا جائز نہیں حالانکہ بعض یہی تجارتی سود ہے۔

ابطال مطلقہ الثمن

ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ صرف سود کی طرح تجارتی سود بھی نفس قرآنی کا برادر مست مباح اس کی حرمت ثابت بالقیاس نہیں لہذا اس میں ملت حرمت کے وجود و عدم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ثانیاً ظلم کو حرمت رباً کی علت قرار دینا غلط ہے، یہ علت اور حکمت میں فرق نہ سمجھنے کا وجہ ہے اس میں غلط کا نتیجہ ہے۔

ملت پر حکم کا دار ہوتا ہے یعنی حکم کا وجود عدم ملت کے وجود عدم بر موقوت ہوتا ہے
اس لئے ملت حکم کی علامت ہوتی ہے اور محنت اس فائدہ کو کھا جاتا ہے جو امتثال حکم پر مرتب ہوتا ہے،
اس پر حکم کا دار نہیں ہوتا، حکم کی ملت ایک ہی ہوتی ہے اور حکمیں متعدد بھی ہو سکتی ہیں، انسان
احکام کی اصل معلوم کرنا تکلف ہے تاکہ علامات سے احکام کا علم حاصل کر سکے حکمت معلوم کرنے
کا تکلف نہیں اور نہ ہی حکمت تک انسان کی رہی ضروری ہے، اگر بعض احکام کی بعض حکمتیں
معلوم بھی ہو سکتیں تو ضروری نہیں کہ حکمتوں کا انہی میں انحصار ہو اور بھی کئی حکمتیں ہو سکتی ہیں،
مثلاً حرمت جمع بین الزانیین کی حکمت دو صورتوں کے درمیان ایسا رشتہ ہے کہ انہیں جس کو
بھی مرد فرض کیا جائے انہیں متنازع مرم ہو اور اس کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ بکراچ میں
اختیار کو جمع کرنا قطع رحم کا سبب ہے، اور ظاہر ہے کہ حکم کا مدار اس حکمت پر رکھا ہو سکتا تو
بعض مخصوص حالات میں اگر قطع رحم کا کوئی خدشہ نہ ہو تو جمع بین الزانیین ملاں ہونا چاہیے مگر
اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔ (الاعمال علی اللہ فلیہ) احکام دنیویہ میں اس کی مثال راستوں پر
نصب کردہ سبز اور سرخ پتھر ہیں جو ٹریفک کے رکنے یا چلنے کے حکم کی علامت ہیں یعنی حکم کی
ظہری اور اس کے لئے علامت کا کام دیتی ہیں اور اس حکم کی حکمت نقصان سے حفاظت ہے۔ پس
اگر کہیں نقصان کا تعلق کوئی اندیشہ نہ ہو تو بھی سرخ پتھر روشن ہونے کی حالت میں رکنے کا حکم
موجود ہے گا اور اس کی خلاف ورزی کرنے والا مجرم شمار ہوگا۔

اگر حکم کا علت حسرت ہونا تسلیم کر لیا جائے تو یہ بالفضل کی علت نہ کہ اس کی فرضیت
کو مستلزم ہوگا اس لئے کہ سادۃ الجنس بالجنس کا معاملہ کسی خاص صفت مرغوبہ کی وجہ سے کیا
جاتا ہے۔ پس جبکہ خوردی میں درنا مسادۃ کی شرط لگانا حکم ہوگا اور فرع حکم کے لئے تعاضل
فرض ہوگا۔

ابطال مقتضی رابع

یہ کہنا کہ تجارتی سود حکم سے پاک ہے بالکل غلط ہے اور یہ دعویٰ دنیا کی آنکھوں میں بھول
جھونکنے کے مترادف ہے۔ تجارتی سود میں تو صرف سود سے بھی ہزاروں درجہ زیادہ ظلم ہے۔ صرف سود
کا ظلم تو صرف چند افراد تک محدود ہوتا ہے مگر تجارتی سود کے موجودہ دنیا کی نظام کے ظلم کی پچھلی
پوری دنیا اس طرح پس رہی ہے کہ گوشت پوست کے ساتھ ہڈی پسلی بھی میدہ ہو رہی ہے، خوردی
جو درحقیقت انسان محمد بنک انسانیت محمد بنک ہے اس کے ذریعہ نظام کے ذریعہ انسانی

خون پھوڑنے کے ایسے نیکی نصیب کر کے ہیں کہ ان میں آنے والی انسانیت کو چیلنے کا بھی موقع نہیں تھا، سخت حیرت اور تعجب کے ساتھ انسانیت، انسان میں ہے نئی عظمت کی بھکاری، خبر لی ذہنیت پر کہ انسانی خون پیہ دے چند پھیر یوں کی فرسی اور رونق کو دیکھ کر ان کے سر میں بانی پھرنا ہے اور ان کے دلوں میں نیست نہ آتش و آذانی کا دونوں سیسی انگلیں بھرے گئی ہیں، یہ عقل دانش کے عالمی یہ نہیں سوچے کہ ان چند پھیر یوں کی پرورش اور فرسی پر نفس انسانی در میر پھیلنے چڑھا ہی گئی ہیں ان کو انسانی ڈھانچے ان کے سامنے ہمسک رہے ہیں۔ ان کو خود اور دوسروں کی بدولت یہ دنیا اپنی فاسق دستوں کے باوجود انسانیت کے لئے تنگ ہو چکی ہے۔

تو عذاب دردوں کے کن خونخوری کی تفصیل تو دوسروں ہے اس لئے اسے ہر رسالہ کے آخر میں ”میکلاوی نظام کی تباہ کاریوں“ کے عنوان سے لکھیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسری دلیل

قرض پر منفعت لینے کی مثال اجاہ کی ہی ہے جس طرح جاہ میں ستار چھری کی حرکت بنا جا کر ہے اسی طرح جو قرض و قرض دی گئی ہے اس کی اُہرت بھی ہر کر ہوگی۔

جواب

(۱) جب ہر قسم کے سود کی خرمست نصرت ثابت ہے تو اس کی علت کے لئے قیاس کی کیا کرنے کی نوعیت بالکل دیکھی ہی ہے جیسی ”ان احوالہ منہ۔ شفق منہ نادر و غفرت منہ طہین“ اور ”الماہیم منہ الزکا“ میں ”فیس اور غلط کی منقطع۔“

(۲) بعینہ جیسا قیاس صرف سود میں بھی جاری ہوتا ہے بلکہ اگر وہ کے ساتھ صرف سود کی زیادہ مشابہت ہے اس کے بالعموم ذاتی اغراض و غیرو بات ہی کے لئے حیا کو اجازت پر لیا جاتا ہے۔

(۳) معاملات میں عرفا و مشرکاء نقد کی تسہیل کرنے سے ہی وہ تسہیل نہیں ہوتے، پس مقروض کے قبض کے بعد قرض کی اس تسہیل و تم سے قرضخواہ کا کوئی فتنہ باقی نہیں رہتا وہ اس کے منافع کی بُجرت لینے کا کیسے متنب ہو سکتا ہے؟ یہ دوسرے نقد کی تسہیل جمع میں ہوتی یا منقطع کیلئے یا منڈوں کا ہو تو بھی بعد قبض یہ مان قرضخواہ کی ملک سے جکر مقروض کی ملک میں قرض ہو جاتا ہے پس مقروض اس سے جو کچھ منافع حاصل کرتا ہے وہ ان کی اپنی ملک سے ہیں نہ کہ قرضخواہ کی ملک سے۔

(۴) جو چیز کو یہ پردی جاتی ہے وہ بعینہ و فرار رہتی ہے ستار اس سے صرف منافع حاصل کرتا ہے اور اصل چیز بعینہ واپس کر دیتا ہے اس کے برعکس قرض میں بعینہ وہ رقم باقی رکھ کر کمس سے

کوئی نفع حاصل کیا جاتا بلکہ پس، رقم کو خرچ کر دیا جاتا ہے اور اس کے عوض مفروضہ ابائی ملک سے اتنی رقم واپس کرتا ہے لہذا قرض کی اجارہ کے ساتھ قطعاً کوئی مشابہت نہیں، بلکہ یہ ابتداءً تبرع اور استاذیہ سے مشابہ ہے۔

تیسری دلیل

یہ مسلم نہیں زیادہ کو اجل کیا وجہ سے نفع ہوتا ہے آبی طرح اجل کی وجہ سے ٹرس میں زیادتی کو فقہاء نے جائز رکھا ہے، قرض پر سود کی بھی یہی نوعیت ہے۔

جواب

یہ صحیح ہے کہ اجل کی وجہ سے قیمت میں اضافہ ہوتا ہے مگر قیمت کا فضل پر غلامانہ فیض میں معتبر ہے بیع یا بخش میں اسکا اعتبار جائز نہیں جیسے کہ صحت جوہ مبادیہ بغیر فیض میں معتبر مگر مبادیہ یا بخش میں معتبر نہیں، قرض میں چونکہ مبادیہ یا بخش ہے اس لئے تفاضل حرام ہے۔

چوتھی دلیل

حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قرض لیا اور اس سے زیادہ واپس کیا۔

جواب

(۱) یہ واقعہ صحابی سود کا ہے جسے مغرب ذہنیت بھی حرام کہتی ہے۔
(۲) یہ اس زیادتی کو کہا جاتا ہے جو عقد میں مشروط ہو، اگر عقد میں زیادتی کی شرط نہ لگائی گئی ہو تو بروقت، ورنہ زیادہ دینا یا نہیں بلکہ بلاشبہ جائز اور حلال ہے کسی روایت سے یہ ثابت نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زیادہ مال دیا مال کے وقت اہل شرط لگائی گئی تھی۔ مذکورہ بالا دلائل میں سے دلیل اول کے سوا باقی سب دلائل سود کی دونوں قسموں کو شامل ہیں مگر یہ لوگ ایک قسم کو حرام کہتے ہیں اور دوسری کو حلال، اختصاموں، بعض تکلف و تشکیک بعض

فریق ثانی کی دلیل

دوسرا فریق جو مفروضہ سود کو حلال اور مرکب کو حرام کہتا ہے، دیکھنا کہ ان کے اعتقالات کا کلیہ اثر کیا مضاعفہ "سے یوں استدلال کرتا ہے کہ وہاں کے ساتھ اعضا کا مضاعفہ کی قید ہے اور قاعدہ ہے کہ معتد پر غرض داخل ہو تو قید کی غرض مفسود ہوتی ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ عہد رسالت کے سود اتنی قسم کے تھے، سود مفروضہ سے نہ تفرق میں مخالفت ہے اور نہ ہی عہد رسالت میں احکام وجود تھا۔

جواب

① فقہ حنفی کے اصول کے مطابق مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوتا لہذا یہ آیت سود مفرد کے حکم سے ساقط ہے اس کی حرمت پر دوسرے دلائل موجود ہیں اور جن حضرات کے ہاں مفہوم مخالف معتبر ہے ان کے ہاں بھی بشرط ہے کہ اس مفہوم کے خلاف پر کوئی قرینہ نہ ہو کتب اصول میں مفہوم مخالف کے اعتبار کے لئے چند شرائط مذکور ہیں جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ منقول کا سزا درود کوئی خاص نہ ہو، انشاء اللہ تعالیٰ ان کا لیکن المصطوف لیسان حکم جہادۃ بقولہ تعالیٰ (لَا تَكُونُوا لِلْمُضَلَّيْنَ مَثَلًا) (فیسئل الرسول علی مصرعہ) معلوم ہو کہ یہاں بالا جامع مفہوم مخالف مراد نہیں۔

② سود نمودن کی اصطلاح میں اگرچہ مفرد سود اضعا فاضعا علیہ نہیں کہنا مگر حقیقت یہ ہے کہ جب مفرد سودی رقم کو پھر سود پر دیا تو لا محالہ یہ اضعا فاضعا علیہ ہی ہو جائے گا بلکہ اگر اصل سرمایہ ہی کو مفرد سود پر چلائے رکھے تو کچھ عرصہ کے بعد اسکا سود اصل رقم سے اضعا فاضعا علیہ ہو جائیگا۔

مغالطہ

نئی خدمت دارے کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت نے ربا کا کوئی واضح مفہوم نہیں متعین کیا، آیت ربا کل ہے اس لئے اس کے مفہوم کی تعیین میں رائے کی گنجائش ہے۔

لیکن یہ بعض نہیں اور دھوکہ ہے ہم اور تفصیل سے کچھ چنے ہیں کہ عرب بک اس کے مورد قواعد کے حاکم میں بھی عہد نزول قرآن اور اس سے قبل زمانہ جاہلیت میں سودی بین دین رائج تھا اور اسکا مفہوم عام معروف، واضح و متعین تھا، قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ عند توراۃ میں بھی سود رائج تھا، جب حرمت ربا کی آیات نازل ہوئیں تو کسی کو بھی ایسے معنی اور مفہوم میں کوئی اشتباہ نہیں ہوا اور اس کی تفسیر توضیح کی قطعاً کوئی ضرورت کسی نے محسوس نہیں کی بلکہ نزول حرمت کے بعد سب نے فوراً بلا تامل رائج اور معروف سود کو چھوڑ دیا، اسوقت تک جو سود سود تھا جس سے قرآن نے منع فرمایا وہ سودی قرض (ربا بالنسیئہ) کا معاملہ تھا، ایسے بعد حضور اگر مصلحت علیہ السلام نے جب کہ بعض صورتوں اور با فضائل کو بھی سود میں داخل قرار دیکر ان سے ممانعت فرمائی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد سود کی اسی قسم سے متعلق ہے اور اس کی علت کا کھوج لگانا میں ائمہ مجتہدین کے درمیان اجتہادی اختلاف واقع ہوا ہے۔ مذکور بالا تفصیل کیلئے ملاحظہ

فرماتے ہیں۔ احکام القرآن مہمعاس، تفسیر کبیر طرانی، مخرج سانی ان کتابہ بطحاوی، یہ ایہ لکھتے
لازم آئے، ہر اثر البانہ لکشاہ ولی اثر۔

فرماتے ہیں اجماع حدیث کے برابر، تافضلی، میں ہے و قرآن کے برابر، انیسویں، میں کوئی
اجمال نہیں بلکہ یہ اپنے متعلق مضموم پر قطعی الالات ہے۔

ابن عربی احکام القرآن میں فرماتے ہیں،

ان من تہذبات ہکذا الآتیہ محلۃ فہم مقامہ الشریعۃ فان اللہ تعالیٰ ارسل رسولہ
الی قوم ہونتم بھنتم و نزل علیہ کتابہ یتدبرکمہ بلسانہ لسانکم و الزبانی فی اللغۃ انوارہ
و الزادہ فی اللغۃ کل زیادۃ لا یقالہا معوض

بینکاری نظام کی تباہ کاریاں

① بینکاری نظام کے ذریعہ چند سرمایہ دار عوام کے منہ میں سود کے چند لکے دیگر قوم کے پورے
سرمایہ پر اپنا تسلط قائم کر لیتے ہیں، اور اسے زیادہ شرح سود پر دیکر یا تجارت پر لگا کر منافع حاصل
کرتے رہتے ہیں، یعنی پوری قوم کے سرمایہ کے منافع بددی قوم پر تقسیم ہونے کی بجائے صرف چند
اشخاص کے ہاں مرکوز ہو جاتے ہیں، پھر اگر بینک دوجاںیہ ہو جائے تو قوم کا سرمایہ غائب، اس
علم کی کیا انتہا ہے کہ پوری قوم کے سرمایہ کے منافع تو خود لیتے رہیں، اور نقصان اپنا بھی قوم پر ڈال دینا
بینک میں روپیہ جمع کرنے والے افراد اگر اپنے سرمایہ سے خود تجارت کرتے تو اس کے منافع خود ان کے ہوتے،
اور اگر تکار دولت سے حفاظت دیتی، پھر اسلامی نظام زکوٰۃ نے ہر مسلمان کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ
اپنی دولت کو دنیا کی شکل میں رکھنے کی بجائے تجارت میں لگائے ورنہ یہ ساری کی ساری دولت
چند سالوں میں صدقہ اور زکوٰۃ کی نذر ہو جائے گی۔

② کم سرمایہ والوں کو تجارت کے لیے بینک قرض نہیں دیتا، بڑے سرمایہ دار بینک سے قوم کے
سرمایہ سے قرض دیکر تجارت یا صنعت میں لگاتے ہیں، اور پوری قوم کے سرمایہ کے منافع چند افراد حاصل
کرتے ہیں، پھر اگر کبھی اصل سرمایہ ہی ٹوٹ بیگیا اور بینک کا قرض وصول نہ ہو سکا تو وہ نقصان
قوم کا ہوا۔

③ بڑے سرمایہ دار اپنے ذاتی سرمایہ کے ساتھ بینک سے بھاری قرض کا سرمایہ لاکر تجارت
کا یہ ماحول پیدا کر دیتے ہیں کہ کم سرمایہ دار اس کے لئے اس میدان میں قدم رکھنا اس کی موٹ

کے مترادف ہو جاتا ہے۔

(۴) جب بینک سے قرض بیکرواد آمد برآمدگی کی لذت اور بھاری صنعتیں پر صرف چند سرمایہ دار کا بعض ہو جاتے ہیں تو قوم کی وہی بھی پونجی نوکٹے اور دن کا خون چوسنے کے لئے مارکیت کے زنج بڑھا دیئے دیں، ایک طرف قوم کو تجارت و صنعت سے محروم کر کے اُن کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے ہیں اور دوسری طرف اشیاء ضرورت کی قیمتیں بڑھا کر اُن کی میزبوں بڑا کر ڈالا جاتا ہے۔

(۵) تجارت و صنعت صرف چند سرمایہ دار افراد میں منحصر ہو جانے کی وجہ سے قوم کچھنے طاقت اور مزدوری کے ذریعہ سب ملکیت کے مواقع محدود ہو جاتے ہیں۔

(۶) بعض دفعہ خود سرمایہ دار ہی سود کے عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دنیا ہی میں اسکا مرا چھکھ لیتا ہے۔ مثلاً تجارت یا صنعت میں اتنا بھاری نقصان ہو کہ اپنے سرمایہ و منافع کے ساتھ بینک سے لیا ہوا سرمایہ بھی تباہ ہو گیا، اب ذریعہ آمد کچھ نہیں اور بینک کا بھاری قرض سر پہ ہے، غیر سودی تجارت میں اگر ساری رقم بھی ڈب ڈب جلتے تو کم از کم قرض کا گرن بلاتو میں ہونا، بینک کا وہی کو آجکل معاشی نظام کی ریڑھ کی ہڈی کٹا جاتا ہے مگر اس کی مذکورہ بالا تباہ کاریوں کا مشاہدہ کر کے خود مغربی ملکین اسے ریڑھ کی ہڈی کا کیز قرار دیتے لگے ہیں۔

سماجی عدم برابری کی دوسری صورت

ہم اوپر واضح کر چکے ہیں کہ سودی نظام تجارت میں ہر فائدہ سرمایہ دار کو ملتا ہے اور نقصان قوم کو برداشت کرنا پڑتا ہے مگر نوی رقم کے ساتھ برائے نام کچھ رقوم سرمایہ دار کی جانی بھی ہوتی ہے بھلا یہ انسانی خود لہذا اپنا اتنا تھوڑا سا نقصان بھی کیسے برداشت کر لے؟ اسے بھی قوم ہی کے تجربے ہوئے ڈھانچے ہی سے پوڑنے کی کوشش کرتا ہے اس عمل کے لئے اس نے مہیہ اور سسٹم کے کوٹھوا ایجاد کئے، کوئی قدرتی آفتا پڑی تو مہیہ کی نشیں ملا دی۔ اور قحط قحط سے زرخ کر جانے کا غلط پروا تو سب کی مشین کا جن دبا دی اور چوری مشینوں پر قابض ہو کر سب مشینا ترن بڑھا کر یا مال کی رو آمد سے قبل ہی فروخت کر کے اپنی آفت کسی پر ڈال دی۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ مہیہ جو درحقیقت قوم کی موت ہے اس کے بارے میں یہ۔ اور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ یہ قوم کی معیاری زندگی کا ضامن ہے، حالانکہ مہیہ کھینچنے کے منافع بڑے سرمایہ دار ہی حاصل کرتے ہیں اگر کوئی قدرتی آفت نہ آئی تو موقع با خود ہی اپنے کا دھانے کو آگ لگا کر مہیہ کھینے سے قوم کا لڑبہ وصول کر لیا، بینک، مہیہ اور سسٹم کے ذریعہ پوری قوم کی دولت چند ہاتھوں میں مرکوز ہو گئی،

اور مدد تو ازل کا نقشہ یوں نظر آنے لگا ہے

اس طرف بھی آدمی اور اس طرف بھی آدمی

اس کے یونوں پر چمک ہے اس کے چہرے پر نہیں

اس کے رُخِ علی میں اشتراکیت ابھری اور اُس نے اپنا شرع نکالا ہے

کیا دوسرے مادیہ دار رُخِ علیا ✽ تراشہ دکھا کر ممداری کیا

سکھائیہ داری کا آخری ٹھکانہ

ہم ان شاء اللہ تعالیٰ کسی دوسرے سوئے پر بتائیں گے کہ اشتراکیت بھی سرمایہ داری ہی

کی ایک قسم ہے جو معدوم سرمایہ داری سے بہت اونچے سیاری ہے، انسان خوردبینوں میں

سے ایک منکار بھڑایا اپنے ہم جنس بھڑوں کی خمی پر بھی وال ٹپکانے لگتا ہے وہ سرمایہ داری

کے جنگل سے چھڑانے کا دھڑی کر مزدوروں اور کسانوں کو اشتراکیت کے ٹھکانے خواب

دکھاتا ہے مزدور اسے اپنی قسمت کا مالک سمجھ کر آنکھیں بند کر کے اس کے پیچھے ہو بیٹے ہیں اور

یہ نہیں سوچتے کہ "تراشہ دکھا کر ممداری کیا" نہیں بلکہ ممداری انھیں بندر بنا کر بچا رہا ہے

اور یہ داری کی ادا اور ڈونڈ کی آواز پر سست، اپنے نفع و نقصان سے بے نیاز اور عقل

خرد سے بیگانہ ہو کر نفس کر رہے ہیں، جب اشتراکیت مزدوروں کے جسم میں پیچھے گاڑی ہے

تو اسے ہوش آتا ہے اور اب وہ دنیا کی کے عالم میں چلنے لگتا ہے

کہ از چنگالِ گرگِ دورِ بودی چو دیہِ طاقتِ گرگِ تو بُودی

کبھی وہ اس خیر خواہ بھڑے کے مظالم سے تنگ آ کر یہ حسرت ظاہر کرتا ہے

مرا بے کاشتکہ مادرِ نئے زار اگر بے زاد کس شیرمِ نئے داد

مرا بے ز نو اس میں کسی کوشش کی کوئی سکت باقی رہتی ہے اور نہ ہی کوئی حسرت سدا سدا

ہوتی ہے۔

بہار اشتراکیت سے فریب خوردہ مہبل کی فریاد ہے

جلا سے قرانی آگے کوٹیں یہ پاسباںوں کی ٹوٹ جائے

ستم بھی ہو گا تو دیکھیں گے گرم کا بھانڈا تو پھوٹ جائے

اُچکے شایں تو غم نہیں یہ نفسِ ذہانتِ ٹوٹ جائے

چمن کو ٹوٹا تو باغبان لے اب آگے لیں بھی ٹوٹ جائے

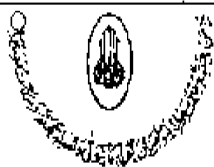
عوام کا انعام کا تو کیا سنا، تعجب اور افسوس تو بعض مذہبی رہنماؤں پر ہے کہ وہ بھی اشتراکیت کی بانسری پر جھوٹے گے اور ایسے سست پرے کہ انھیں اشتراکیت کا عادلانہ نظام معیشت ناقص نظر آنے لگا اور اس میں اشتراکیت کے پیوند لگانے کی کوشش کرنے لگے اشتراکیت کا معنی انھیں اشتراک مالک کے عوام کی زبانوں عالی سے عبرت حاصل کرنے کی ہمت نہیں دے رہا۔ ان دہیزان قوم کا دماغ کبھی بھی یہ سوچنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوتا کہ دولت میں توازن پیدا کرنے کے لئے سرمایہ داری کے دو فاز سے بندے جائیں اور تقسیم دولت کے شرعی اصول رائج کئے جائیں ان کے ہاں اگر ساز و دولت کا واحد علاج صرف یہی ہے کہ کاغذاتے ٹھیکے مزدوروں کو دے دیے جائیں اور زمینیں چھین کر کس فوں میں تقسیم کر دی جائیں، سوچتے ہیں تو صرف یہی اور بولتے ہیں تو صرف یہی۔

مشروعیت کا عادلانہ نظام

شریعت کا عادلانہ نظام جو دنیا آخرت میں فلاح و بہبود کا ضامن ہے یہ ہے کہ ایک طرف سرمایہ داری کے دو درازے (بنک، بیمہ، سسٹم، تجارت و صنعت کی پابندی یا ماہی گیری، ٹھیکار اور دوسرے قدرتی وسائل کے ٹھیکے) بند کئے جائیں اور دوسری جانب تقسیم دولت کے لئے زکوٰۃ، عشر اور تقسیم وراثت کا شرعی نظام جاری کیا جائے، صنعت، تجارت اور دیگر ذرائع کی آزادی سے ہر شخص کو کسب معاش کے مواقع فراہم ہونے کے علاوہ مسابقت کی وجہ سے اشتیاق و ضرورت میں سہولت ادا لازمی ہوگی، اور زکوٰۃ، عشر و تقسیم وراثت کی وجہ سے مرکز دولت قبیل مدت میں قوم میں پھیل جائے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو زندگی کے ہر شعبہ میں باطل کی افراط و تفریط سے محفوظ رکھیں اور صراطِ مستقیم پر قائم رکھیں، آمین

رشید احمد رضا
مدیر بیچ الناصر شہرہ





مودودی صاحب

اور

تخریب اسلام



فقیہ العصر حضرت علامہ مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ العالی

دارالافتاء والارشاد

ناظم آباد، کراچی

مودودی صاحب تحریک اسلام

سوالیات :-

- ① کیا مودودی صاحب اور ان کی جماعت کا شمار اہل سنت میں ہے؟
- ② ان کے ساتھ تعارفی جائزہ ہے؟
- ③ ان میں روشنی کرتا جائزہ ہے؟
- ④ ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے؟

عنوانات :-

- | | |
|--|---|
| ○ کہاں سے جاری ہے؟ | ○ امیر کا مقام |
| ○ معیار سن | ○ تقلید اور ہلالی میں منہ |
| ○ آیات و سنات | ○ حکومت علی |
| ○ احادیث مبارکہ | ○ مودودی صاحب اور اہل کائنات اسلام |
| ○ عقیدہ تسلیم | ○ مودودی صاحب اور مرکز اسلام |
| ○ انجام و تعلیم کے لئے مودودی اور | ○ مودودی صاحب اور ڈاکٹر اوصی |
| ○ بلحق کی جماعت | ○ مودودی صاحب اور کڑو |
| ○ کوئی نئی بدوی امتداد حاصل نہیں ہو سکتی، | ○ مودودی صاحب اور جمع بین المذاہب |
| ○ جماعت اسلامی کا دینی و فرب | ○ مودودی صاحب اور منہ |
| ○ غنیمت کی کارروائی | ○ مودودی صاحب اور وہابی |
| ○ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی توہین | ○ مودودی صاحب اور تفریق |
| ○ انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین | ○ طور و طلب (مودودی صاحب میں) |
| ○ قرآن عاتب | ○ شیخ کے سبب شفاء فرمودہ ہیں |
| ○ اصول حدیث کی کجاست | ○ مودودی صاحب و جدید ہنر کی نظر |
| ○ غنیمت برائی و غنیمت برائی | ○ مودودی صاحب اور اعتدال |
| ○ جماعت اسلامی کے سبب طریق غلط | ○ مودودی صاحب کے خط کا تفسیر |
| ○ جماعت اسلامی کی پالیسی؟ — تحریک و تفریق | ○ کیا مودودی صاحب مذہب اہل سنت میں ہیں؟ |
| ○ مذہب مودودی | ○ مودودی صاحب سے عربی و سوال |
| ○ تقلید گمراہ سے بدتر ہے | ○ جماعت اسلامی کے افراد |
| ○ جدید اسلام کی تعمیر | ○ کے لئے طبع و تفسیر :- |

جماعت اسلامی

سوال : سرورِ وی صاحب اور ان کی جماعت شفا خانوں اور دوسرے زبانی کاموں اور غفلتِ تحریک کے ذریعہ عوام میں جاویدیت پیدا کر رہی ہے اور اکثر زعمیم یا فتنہ گوشت صرف انہی خوبوں کو دیکھ کر اسے صحیح اسلامی جماعت سمجھنے لگے ہیں اور ان کی قوتِ مانس ہو جاتے ہیں لہذا مفضل بیان فرما کر اُمتِ مسلمہ کی رہبری فرمائیں کہ کیا جماعتِ اسلامی واقعہً دینی اسلام پیش کرتی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا تھا اور کیا صرف مذکورہ بالا خوبوں کو حق کی دلیل قرار دیا جاسکتا ہے؟ اگر یہ جماعت صحیح راستہ پر نہیں تو اس سے تعلق سدرہ ذیل مساوات پیدا ہوتے ہیں :

(۱) کیا ان کا شمار اہل سنت میں ہے ؟ (۲) ان کے ساتھ تعاون جائز ہے ؟ (۳) ان میں رشتے کرنا جائز ہے ؟ (۴) ایسے شخص کی امامت کا کیا حکم ہے ؟ بیخواب ہو کر !

الحمد لله باسمہم الکتاب

الحمد لله وكذا سلام على عباده الذين اصطفى ﴿۱﴾ اهل البيت اجمعين
الرحمة لله الرحمة الرحمة اهل البيت اجمعين
المفضول عليه السلام لا اله الا الله، آمين

آجکل لوگوں نے جس نظم، حسنِ اخلاق، ایثار و ہمدردی، اچھا نام اعمال اور جراتِ دہشت کو مبارک حق سمجھ لیا ہے چنانچہ جن افراد یا جماعتوں میں یہ صفات پائی جائیں لوگ ان کو اہل حق سمجھ کر ان کی طرف مانس ہو جاتے ہیں لہذا خوب سمجھیں کہ ای چیزوں میں سے کوئی چیز بھی مبارک حق نہیں ہو سکتی چاہے اگر وہ ایسا بدیہی ہے کہ ہر انسان کی عقل اسکا فیصلہ کر سکتی ہے مثلاً غفلتِ حق کرنا یا مبارک حق کی نصیحت میں مداخلت :

اگر جس نظم کو مبارک حق قرار دیا جائے تو برطانیہ اور امریکہ وغیرہ کے لوگ سب سے زیادہ اہل حق ہونگے اس طرح عیسائی مشنریاں اور قادیانی جماعت جس جس نظم سے کام کر رہی ہے کوئی مسلم جماعت ایسی نظم نہیں۔ اس طرح حسن، اخلاق اور ایثار و ہمدردی جس حد تک عیسائی مشنریوں اور قادیانیوں میں ہے کسی مسلم جماعت میں نہیں، عیسائی مشنریاں شفا خانوں اور گلی اور دودھ کے ڈبوں اور مختلف چیزوں کی تقسیم، روپے اور ملازمت کے لالچ میں لوگوں

کو صیغہ ہی بنا رہی ہیں اسی لئے اجموت قومیں عیسائی مذہب اختیار کر چکی ہیں، یہی طریقہ عیسائیوں سے تو دانیوں نے سیکھا، بہت سے ذرا دانی ڈاکٹروں نے اپنی خدمات وقف کر رکھی ہیں۔ وہ کانفرنس پر بورڈ گئے ہوئے ہیں کہ مرض کے گھر، جاکر بلاغیں سائنس کی جاتا ہے۔ تعلیم کے ایام میں بعض قادیانیوں کو دیکھا کہ سنوں کی مقدار میں روزانہ صابن میں تازہ دودھ تقسیم کرتے تھے یہ ایک دودھ کا دالہ نہیں بلکہ کئی صینوں تک ان کا یہ معمول دیکھا گیا۔ عیسائی مشنریاں ڈبے کا دودھ تقسیم کرتی تھیں مگر قادیانی اس سے بھی بڑھ کر تازہ دودھ تقسیم کرتے رہے تو کیا یہ عیسائی اور قادیانی اہل حق ہو سکتے ہیں؟۔ نئی عیسائی مشنریوں اور قادیانیوں کے طریقہ تبلیغ کی تنقید بعض مسلم مہتممین بھی کرتے گئے یہ لوگ شفا قانون اور مختلف مواقع پر امدادی فنڈوں اور تعاون کے ذریعہ لوگوں کو متاثر کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ شرعی نظر سے نہ صرف یہ کہ یہ چیز سیارہ حق نہیں بلکہ سرے سے یہ طریقہ تبلیغ غلط ہے۔ آپ نے کوئی احسان یا طبع دانا کسی کو اپنی طرف لایا کر کیا تو ایسے شخص کا کیا اعتبار؟ کل کوئی دوسری جماعت اسے کوئی بڑی جمعہ دیکر اپنی طرف کھینچ سکتی ہے۔ ایسے ہی اہتمام اعمال بھی سیارہ حق نہیں۔ خوارج کے بارے میں جنہو کہ یہ عملی شہید مسلم نے پیشگوئی فرمائی جس کی صداقت کو دنیا نے دیکھا فرمایا کہ یہ لوگ ایسے عابد و زاہد ہونگے تو ہم ان کی عبادت کے سامنے اپنی عبادت کو حقیر سمجھنے لگوسگے۔ اور فرمایا کہ یہ لوگ ہر وقت تلاوت قرآن سے طلب السان و ہیں گے مگر قرآن پڑھنا نہ سیکھیں یعنی قرآن کا اثر ان کے قلب کی طرف تیار نہ کر سکیگا۔ یا یہ کہ ان کی تلاوت سادہ قبول کی طرف جڑ نہ ہوگی انکے مذہب میں رہے گی۔

جہاں اللہ نے فتنہ شری کو جارفتہ اسی نے کہا جاتا ہے کہ یہ ہمیشہ کے لئے دنیا و مافیہا سے الگ ہو کر بیت اللہ میں مستحکم ہو گئے تھے تو کیا معتزلہ و خوارج کے اہتمام اعمال کی وجہ سے انکو کوئی اہل حق کہہ سکتا ہے؟ یونہی حرات و بہمت سے متعلق غور فرمائیے کہ کتنا ہمیشہ کس جسم است و بہمت کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں اور کمر رہے ہیں۔ بیویوں، بہنوں اور بیٹیوں کا ٹوٹنا پھٹنا گوارا کیا، بچوں کو غلام بنایا اور خود غلامی کا طوق پہن۔ سلطنتیں قربان کیں۔ اسلک چھوڑیں اور اپنی جائیں دیں کوئی بڑی سے بڑی آفت ان کو ان کے نظریے سے نہ ہٹا سکی، ابوطالب کی حرات و یکجہ سرے وقت بھی یوں کہتے ہیں کہ جلعوت بنی النضر علی الدین "ہیں انہی دین چھوڑنے کی مار پر خاندان کو ترجیح دیتا ہوں یہ غور کیجئے کہ کتنی بڑی حرات ہے۔ معلوم ہوا کہ حرات و بہمت اور استقلال کو سیارہ حق قرار دینا غلط ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسا دھم دزدی و قدرت خلق، ٹھہرن

اخلاق، جتنی نیک اور محبت و حرارت اہل حق کی صفات ہیں جن کو غیر اہل حق نے اختیار کر لیا جیسے کہ غیر اہل حق کی کئی صفات کو اہل حق اختیار کئے ہوئے ہیں، صفات مذکورہ بلاشبہ صفات محمودہ ہیں اور اہل حق کی صفات ہیں مگر حق کا معیار نہیں کہ جس میں بھی یہ صفات ہوں اسے اہل حق سمجھ لیا جائے۔ کچھ لوگ اس لئے بھی ایسی جماعتوں کے ساتھ وابستہ ہو جاتے ہیں کہ ان کے ہاں دین بہت مستحکم ہے، جبکہ مولوی کا دین مشکل ہے۔ غیر شرعی لباس اور وضع قطع اور تشبہ بانصاری کے ہوتے ہوئے اللہ سبحانہ جیسی جیسے جرائم میں مبتلا ہوتے ہوئے مولوی کسی کو دیندار نہیں کہہ سکتا۔ مگر بعض جماعتوں نے دین اتنا سسل کر دیا ہے کہ آپ راضی نہ ہوتے ہوں، سر پر انگریزی بال ہوں، انگریزی لباس پہنتے ہوں، پانچامہ ٹخنے سے نیچے دہتا ہو، سنیعاً بھی دیکھتے ہوں۔ یہ سب کچھ کرتے ہوئے بھی آپ دیندار مسلمان بلکہ پوری دنیا کے صالح ترین اور متقی مسلمان بن سکتے ہیں۔

جج بھی کہہ سکتے ہیں کہ ان کا استھان بھی خوش رہے شیطان بھی راضی ہے، جن بھی جب تک کوئی شخص زکوٰۃ اور ہرم قربانی و صدقہ اعظم صحیح مصروف نہ لگائے اس وقت تک وہ مولوی کی نظر میں دیندار نہیں، مگر اس جماعت کا نظریہ یہ ہے کہ آپ جماعت کو زکوٰۃ دینا کئے جماعت خواہ اس سے حکامات تعمیر کرے یا ڈاکٹروں کو خواہ دے، شفا خانے چلائے یا لیکشز لڑے۔ دیکھتے کہ آسمان دین ہے کہ آپ کی زکوٰۃ بھی ادا ہو گئی اور آپسٹن و غیرہ کی ضروریات بھی پوری ہو گئیں۔

کہاں بھٹکے جا رہے ہو؟

صاحبو! ہوش میں آؤ۔ کہاں بھٹکے جا رہے ہو۔ اگر آسانی اور سہولت ہی آپ کے ہاں معیار حق ہے تو آپ اسلام ہی کو کھو نہیں چھوڑ دیتے تاکہ ہر قریب سے آٹا دو جاؤ اور اگر اسلام کا نام باقی رکھتے ہوئے آزاد ہونا ہے تو برادری مذہب میں بھی بہت آسانی اور سہولت نہ وہاں نماز روزہ کی پابندی اور نہ عورت سے بچنے کی تہ (اعاذنا اللہ عنہ)

معیار حق

سب سمجھتے کہ حقیقت میں معیار حق کیا چیز ہے! ارشاد ہے۔

موردی صاحب اور مخدوم صاحب۔

آیات بینات

(۱) اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ وَنَسْتَغْفِرُ لَكَ ذُنُوْبًا اِنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
 ذَكَرَ الْعَلَمَاءُ اَنَّ اِسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰی لَمْ يَكُنْ اِسْمًا لِّمَنْ اَسْتَغْفِرُ لَكَ ذُنُوْبًا اِنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
 حاکم نے نہیں فرمائی اس لئے کہ لوگ اس کی تفسیر میں اختلاف کرتے، لہذا فرماتے ہیں اِنَّا نَعْلَمُ اَنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ
 اَعْلَمْتُ عَلَيَّكَ اِسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰی کہ یہ منعم علیہم جماعت کا راستہ ہے۔ یہ جماعت صرف اِسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰی کی تفسیر کرتے ہیں بلکہ
 عربیت کا قاعدہ ہے کہ بدل مقصد و بالنسبت ہوتا ہے اور مبدل مذکور کو صرف اسم اِسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰی دہرے سے
 ذکر کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ طلب ہدایت میں اصل مقصد منعم علیہم جماعت کا راستہ ہے صرف
 مستقیم اسی کا اور مراد امام ہے۔ تو ثابت ہوا کہ کتاب اللہ اپنی تعلیم میں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی محتاج ہے اسی طرح کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تعلیم میں رجال اللہ (منعم
 علیہم جماعت) کی محتاج ہے۔ ہم اس جماعت سے مستغنی ہو کر قرآن و حدیث سمجھنے کے بجائے
 غرضیکہ جماعت صحابہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ صرف اِسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰی ہے۔ پھر اس سے بلا واسطہ
 اس طریق کو سمجھنے کی جماعت تابعین، پھر ان سے نقل کرنے والی جماعت، اسی طرح ایک ایک سے
 سے قیامت تک بالمشافہہ صحیح طریق کو حاصل کر نوالی رجال اللہ کی جماعت کا طریق صرف اِسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰی
 ہوگا اور اس کے خلاف جملہ طرق ضلالت اور گمراہی کے راستہ ہونگے۔ رجال اللہ کی جماعت
 قرآن و حدیث کی زندہ تصویر اور حقیقی تفسیر ہوگی۔

(۲) اِنَّ هُوَ اَيْتٌ مِّنْ اٰیٰتِ الْكُرْآنِ اَلَّذِيْنَ اَوْفَوْا بِالْعِلْمِ وَرَمَوْا بِالْحَدِیْثِ بِالْاٰیٰتِ الْكُرْآنِ
 اَلَّذِيْنَ هُوَ اَيْتٌ مِّنْ اٰیٰتِ الْكُرْآنِ (۲۹-۳۹)
 اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کے لئے قرآن کے صحائف کا اپنی میں
 بلکہ اس کا مطلب اور اس کی تفسیر جو رجال اللہ کے صدور میں ہے وہ واجب القبول ہے۔

(۳) رَمَوْا بِالْحَدِیْثِ اَلَّذِيْنَ اَوْفَوْا بِالْعِلْمِ وَرَمَوْا بِالْحَدِیْثِ بِالْاٰیٰتِ الْكُرْآنِ
 اَلَّذِيْنَ هُوَ اَيْتٌ مِّنْ اٰیٰتِ الْكُرْآنِ (۲۹-۳۹)
 اِسْمَ اللّٰهِ تَعَالٰی کہ یہ تعلیم خیر سبیلہ للذین کا علمت تفسیر ہے یعنی رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی سبیلہ کی تعلیم جو انہیں کی ایک جماعت اپنے قول و فعل سے کرے گی۔ ان کے
 راستہ سے انحراف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ سے انحراف ہوگا اور موجب جہنم ہوگا۔
 (اعوذ باللہ منہما)

③ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ اَتَمَّتْ اَخْرَجَتْ الْكُفْرَ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْتُوا بِطَوْلَانِ بِاللّٰهِ ②-۱۱ اس آیت میں اخراجت الکفر“ ذکر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اتباع کو واجب اور ان کے طریق کو لوگوں کے لئے حجت قرار دیا۔

④ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُوْنُوا لِّلْاَشْهَادِ اَمْ عَلٰی الْاَشْهَادِ ②-۱۳۳

اس میں بھی یہ امر صریح ہے کہ منظم عظیم جماعت کا راستہ معیار حق ہے۔

⑤ لَئِنْ اَوَّلٰی قَبْلِ لَکُمْ اَمْرًا لِّتَاْمُرُوْا اَنْتُمْ لِّلْاَشْهَادِ ②-۱۳۴

⑥ وَلَیْنِ اَسْتَوٰی بَعْضُکُمْ مِّنَ الْاَشْهَادِ فَاَنْتُمْ تَوَلّٰوْا فَاِنَّهَا لَمُکْرَمٌ

یضغاتی ②-۱۳۵ ان دونوں آیتوں میں اس کی تصریح ہے کہ ایمان وہ معتبر ہوگا جو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایمان جیسا ہو۔ یعنی ایمان صحیح کی کسوٹی اور معیار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ ہے۔ اس سے بہت کر کوئی شخص براہ راست قرآن یا حدیث پر ایمان لانے کا دعویٰ کرنے کو یہ ایمان قبول نہ ہوگا۔

احادیث مبارکہ

① حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امت کے بہت سے فریقے ہو جائیں گے۔ ان میں صرف ایک فرقہ ناجی ہوگا باقی سب ضلیم ہو جائیں گے۔ عرض کیا گیا وہ کونسی جماعت ہوگی؟ فرمایا، ”ما انا علیہ واصحابی“ بظاہر ”ما انا علیہ“ فرمادینا کافی تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا کہ آئندہ ہیں کہ کچھ لوگ میرے اصحاب سے مستغنی ہو کر سیر راستہ تلاش کر چکے بلکہ مجھ سے بھی مستغنی ہو کر ہر اقصا قرآن کی تفسیر کریں گے اس لئے ”ما انا علیہ“ کے بعد ”و اصحابی“ کا اضافہ فرما کر اپنے طریق کی تفسیر فرمادی کہ میرا طریق وہی ہوگا جو کہ میرے اصحاب بیان فرمائیں گے۔ مادودہ القرآن یا ما انزل اللہ کی بجائے ”ما انا علیہ واصحابی“ فرمادہ پھر صرف ”ما انا علیہ“ کو کافی نہ سمجھنا صرف دلیل ہے کہ ہمیں قرآن و حدیث کو براہ راست سمجھنے کی اجازت نہیں۔

② عَلٰی کُلِّ مَسْجِدٍ وَ مَسْجِدِ الْخَلْفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْعِدِیِّیْنَ تَعْمُوْا اَھَا و عَطُوْا عَلَیْھَا

بالنواجل اس حدیث میں مسیحی کے بعد ”و مسجِدِ الْخَلْفَاءِ“ کو عطف تفسیری لاکر وضاحت فرمادی کہ میری امت صرف وہ ہوگی جس کی تفسیر خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کریں گے۔

موردی صاحب اور خیر بہ اسلام —

(۳) یحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين و
انفعال المبطلين وتأويل الجاهلين (مشکوٰۃ ص ۳۸) یعنی امت میں ملت سے خلف علم
صحیح کے حامل رہیں گے اور بلا واسطہ ایک دوسرے سے صحیح طریق کی تعلیم پانے والی جماعت ہر
زمانے میں موجود رہی۔ جو رجال اللہ سے مستفنی ہو کر براہ راست قرآن و حدیث سے استفادہ
اجتہاد کے شائقین کی رہنمائی تاویلات و تحریفات کا قلع کج کر دی رہے گی۔

(۴) عن عبد یغۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی
ما ادری ما یقال فی حکم فامتن واثقنا بن من بعدی ابی یزید و سمر و زاد الخافض ابی یزید
الغضائری لہما حبیل اللہ السمد و قسن تسمک بما تمسک بالعدوۃ العوفی (الانصاف ص
۱۶۸) رواہ الترمذی وحسنہ وقال فی الذیل عن ابی مسعود والطارقی عن ابی اللہ
عنه، و احمد و ابن ماجہ و صحیح ابن حبان و المعجم و انما یصلی اللہ علیہم لیسے بعد قرآن
و حدیث کے اتباع کی بجائے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء کو فرض قرار دیکر
ان کے سیار حق ہونے پر ٹھہر ثبت فرمادی بنیادی حدیث بعدی یؤمنون

(۵) لیسوا منہ لیساء و اعاجیل غفۃ لای حق (مرواۃ مسلم)

اس میں ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء حکم فرمایا ہے۔

عقل سلیم

○ عقلی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو یہ امر ظاہر ہے کہ حق کا سیدار ایک جماعت
ہونی چاہیے جو ہر زمانے میں بلا واسطہ ایک دوسرے سے استفادہ و افادہ کرتی ہوئی آ رہی
ہو اس لئے کہ انعام و تقسیم میں چند امور کا ہونا ضروری ہے۔

فہم و تقسیم کے لئے ضروری امور

- ① مخاطب معظم ہر زبان ہوں۔ غیر اہل لسان کسی ہی سہارت کیوں نہ پیدا
کرے مگر اہل لسان میں حد تک کلام کا مفہوم سمجھتا ہے غیر نہیں سمجھ سکتا۔
- ② معظم کے لیے جو کوشتا، چنانچہ مستحکم و اخبار میں فرق ضرورت سمجھی کے اعتبار
سے جو سخت ہے الفاظ دونوں کے یکساں ہوتے ہیں۔

(۳) قلم کے چرے، اس کی رنگت، ہیئت، آثار، ہاتھوں اور آنکھوں کے اشارات کو دیکھنا، امر استعجاز یا تمہید کے لئے ہے، یا کہ طلب مأمورہ کے لئے اور کلام غضب پر مبنی ہے یا حقیقت پر، یہ جہد امور مشکل کے لمحہ اور اس کی رویت پر موقوف ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت غضب میں فرمایا، سلوین! شننم! لوگوں نے فضول سوالات شروع کر دیے، کسی نے سوال کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ کسی نے پوچھا کہ سیری از شننی کم ہو گئی وہ کہاں ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا تو غضب سے مریض ہو رہا تھا۔ میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا، اے اللہ! یا اللہ! من غضبناک و غضب رسولک، تب جا کر آپ کا غضب فرو ہوا۔

(۴) کلام کے محل وقوع کا مشاہدہ، حقیقت لغویہ، اصطلاحیہ، مجاز یا استعارہ، کنایہ یا قوریہ، منہوم کا علوم و خصوص و غیرہ کلام کے محل وقوع سے معلوم ہوتے ہیں۔

(۵) قرب ظاہری و باطنی، اقرب باطنی سے مراد ہے تعلق و محبت، اور خیالات و نظریات میں اتحاد و یکجہتی، چنانچہ ہر شخص اپنے انجانب اللہ ہم مجلس دائم شرب کی بات یہ نسبت دوسروں کے زیادہ سمجھتا ہے۔

انہی معقول و مسلم اصول کی بناء پر جب کوئی صحابی کسی روایت کو تائید میں کرنا چاہتا ہے تو فرماتے ہیں، البصرۃ بیننا و بینک و ذلانی و ذلک قلوبی، یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرما رہے تھے اس وقت میری دونوں آنکھیں آپ کے چہرہ انور اور اس کے لہو انامہ و تقیرات اور چشمہ دہرہ کے اشارات اور ہاتھوں کی تعبیر کو دیکھ رہی تھیں اور کلام کے محل وقوع کا مشاہدہ کر رہی تھیں اور میرے دونوں کان آپ کے لہجہ اور آواز کے نشیب و فراز کو سن رہے تھے۔ یہ نہیں فرمایا کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا اور اپنے کانوں سے سن رہا تھا بلکہ فرماتے ہیں کہ میں خود آنکھیں اور کان بن رہا تھا پھر ایک آنکھ اور کان بنیں بلکہ میں مرتن و دونوں آنکھیں اور دونوں کان بن کر متوجہ تھا، اس کے ساتھ ہی چونکہ اہل لسان ہونے اور قرب ظاہری و باطنی کا شرف بھی حاصل تھا ان سب خصوصیات کی بدولت آپ کے ارشادات کو میرے قلب نے خوب سمجھا اور الفاظ و معانی کو تغیر و تبدل سے خوب محفوظ کر لیا۔

اب فور فرمائیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب اہل لسان بھی تھے، ہاں ہاں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لہجہ کو سنتے والے بوقت حکم کی غیبات و ارشادات کا مشاہدہ کرنے والے، آیات قرآنہ کے مشاہدین نزول اور احادیث کے مواقع ورود کو خوب جاننے والے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب ظاہری و باطنی کے اہل مقامات پر تھے کہ ان کے ذریعہ قرب تک کسی کی رسائی ممکن نہیں۔ مقررین بارگاہ النبی ہونے کی وجہ سے دوبارہ ارشادات سمجھنے کی پوری استعداد رکھتے تھے۔ لہذا اس جماعت نے جو کچھ صراطِ مستقیم کی تفسیریں رسم انی اُس سے ہٹ کر صراطِ مستقیم کی ہدایت کا کوئی امکان نہیں، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بلا واسطہ استفادہ کرنے والی جماعت تابعین رحمہم اللہ کی ہے۔ انھوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول و فعل کو بلا واسطہ سنا اور دیکھا اور مشافہہ صراطِ مستقیم کی ہدایت حاصل کی۔ ان کے بعد تبع تابعین نے علیٰ ذالغیا کا بالمشافہہ تعلیم و تعلم کے ذریعہ صراطِ مستقیم کی حفاظت کرنے والی جماعت بن لی آئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک رہے گی۔ یہ سلسلہ کسی بھی زمانے میں بھی منقطع نہیں ہوا۔

اہل حق کی جماعت

اسلام میں ایسا وقت آ ہی نہیں جیسا کہ قرآن و حدیث صرف صحائف کی شکل میں رہ جائیں اور ان کے الفاظ و معانی کی حامل کوئی جماعت نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک جماعت قیامت تک حق پر قائم رہے گی اور دینِ قرآن اور صراطِ مستقیم کی حفاظت کرتی رہے گی۔ پس معلوم ہوا کہ مسیحا حق و رجال اللہ کی جماعت ہے، جو لوگ ان کے ساتھ دایرہ ہونگے وہ اہل حق ہونگے۔ اور جس فرد یا جماعت نے ان کا دامن چھوڑا وہ خواہ کتنے ہی دعوے تبلیغ قرآن و حدیث کے کرے وہیں اہل حق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اہل حق کا لقب اہل سنت والجماعت اس لئے بڑا کہ یہ لوگ قرآن کو سنت سے اور قرآن و سنت دونوں کو رجال اللہ کی جماعت سے سمجھتے ہیں۔

کوئی فن بھی بدوں استاد کے حاصل نہیں ہو سکتا

دنیا میں کوئی فن بھی کسی ماہر استاد کی تربیت کے بغیر حاصل نہیں کیا جاسکتا، کوئی شخص دنیا بھر کی طلبتِ علم و جدیدہ کی تمام کتابوں کا مطالعہ کرے مگر جب تک وہ اہل حق فن سے تربیت حاصل نہ کرے اسے علاج کی اجازت نہیں دی جاتی، گھر بیٹھے وکالت کا انتخاب

پڑھ لینے سے کوئی دلیل نہیں بن سکتی، صرف نبیوں کے مطاع سے کبھی کوئی انجیئر نہیں بنا سکتا، کوئی خواہن نعمت پڑھ کر باورچی یا حلوائی بن سکا، ہر علم دین کے لئے ماہر استاد کی ضرورت ہے اسی طرح قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے رجالِ اشرف کی اس جماعت کی کتابوں کا مطالعہ کافی نہیں بلکہ ان سے بالمشافہہ یا قاعدہ فقہیم حاصل کئے بغیر قرآن و حدیث کا علم حاصل نہیں ہو سکتا، حضرت اسحاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہہ علم حاصل کیا پھر ان سے تابعین نے بالمشافہہ تعلیم پائی اور ان سے تبع تابعین نے، اسی طرح بالمشافہہ تعلیم و تعلم کا یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے، کسی ماہر مستاد سے بالمشافہہ تعلیم پائے بغیر قرآن و حدیث سمجھنے کا دعویٰ بالکل باطل ہے، اگر کتاب سمجھنے کے لئے علم کی ضرورت نہیں تو اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابوں کو سمجھانے کے لئے رسولوں کو مقرر کیا ہی نہ بلایا؟ ویسے ہی کتاب نازل کر دی جاتی، لوگ خود ہی اسے سمجھ کر اس پر عمل کرتے رہتے۔

صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ علم کسی سے سیکھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا، حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یراد اللہ بہ خیر لا یفقهہ فی الدین و العلم و العلم بالعلم (صحیح بخاری) یاہی العرف قد لے لقولہ والنسب قال لہ حفظ وحمد اللہ تعالیٰ جو حدیث مرفوعہ ایضاً وارد ہے اسے ابی حاتم والطبرانی میں حدیث معادینہ ایضاً بلقیٰ یا ایچہ الناس تعالوا انما العلم بالعلم بالعلم بالعلم بالعلم بالعلم ومن یراد اللہ بہ خیر لا یفقهہ فی الدین اسنادہ حسن زائد فیہ مہمما اعتضد بہ حیثہ من وجہ اشعر دروی الی الخ وغیرہ میں حدیث ابو صحیح موقوفہ درولہ ابو نعیم الاصبہانی موقوفہ وفی ابانہ عن ابی الدرداء وغیرہ ذیل یغیر بقولہ من جعلہ من کلام البخاری والمعن لیس علی العلم المعبر الا المأخوذ من الانبیاء، ودرستہم علی سبیل التعلیم (فتح الباری ص ۱۴۳)

جماعتِ اسلامی کا دجل و فریب

اب ان لوگوں کو ذرا حق و باطل کی اس کسوٹی پر لائیے جسے ظنِ غلط و غرہ سے متاثر ہو کر آپ ان کو اپنی حق سمجھنے لگے ہیں، یوں اسلام ہوتا ہے کہ اس جماعت کی تمام تر سماجی سے مقصد ہی ان رجالِ اشرف کی جماعت سے انحراف اور ان کے متبعین کردہ صراطِ مستقیم کی مکمل تحریک اس کے بعد اپنے جدید اسلام کی تفسیر ہے اور یہ نہیں ان کے اقوال اور طرزِ عمل سے صرف استنباط کی جتا پر نہیں مہر ووی صاحبانِ فہمِ اسلام — ۱۱

کہ وہ بلکہ اس پر ان کی صریح عبارات موجود ہیں کہ ہم مکمل طور پر تخریب کے بعد یہ تہمید کرنا چاہتے ہیں، حوالہ انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئیں گے۔

تخریبی کارروائی

اب تخریبی کارروائی منیٹے، ان کے خیال میں دین کو سمجھنے کے لئے مسلسل چلے آئیوں لے
رجال اللہ اور ماہرینِ حق سے استفادہ کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں بلکہ قرآن و حدیث
کو براہِ راست سمجھنا ضروری ہے۔ فرماتے ہیں:

”میں نے دین کو عال یا ماضی کے اشخاص سے سمجھنے کی بجائے ہمیشہ قرآن اور
صحیفہ ہی سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، اس لئے میں کبھی یہ علوم کرنے کے لئے کہ
خدا کا دین مجھ سے اور ہر مومن سے کیا چاہتا ہے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا
کہ فلاں در فلاں بزرگ کیا کہتے ہیں بلکہ صرف یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ
قرآن کیا کہتا ہے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا کہا۔“ (روایۃ اسلامیہ ص ۱۴۴)

غور فرمائیں کہ تہمید شخص نے کسی دینی ادارے سے علم حاصل نہیں کیا، کسی معروف ائمہ سے کوئی
سبق نہیں پڑھا، اس کو دوسرے علوم تو کیا صرف عربی زبان سے بھی پوری واقفیت نہ ہو
اور اپنی تصنیف کے عربی ترجمے دوسروں سے کرائے پر مجبور ہو وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
سے بلا واسطہ دین کو سمجھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے بعد ان سے بلا واسطہ
استفادہ کرنے والے بڑے بڑے ائمہ دین اور عظیم القدر محدثین و فقہاء اور مستند دینی
اداروں میں مشہور ماہرینِ حق سے باقاعدہ علم دین حاصل کرنے والے اور فہمِ دین
میں اپنی عمریں صرف کر دینے والے علماء کے مقابلے میں کتنی جرأت کے ساتھ اپنی رائے
اور قرآن دینی کو ترجیح دے رہا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی توبہ

ان کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم معیارِ حق نہیں۔ قرآن و حدیث کو سمجھنے
کے لئے نہ صرف یہ کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ضرورت نہیں بلکہ (سواء اللہ) اس کا جو نہی
نہیں اپنے قرآن و حدیث کو توبہ براہِ راست اپنے علم و فہم سے سمجھا، اس کے بعد صحابہ

رضی اللہ عنہم کی سوانح کا مطالعہ کیا تو ان کو قرآن و حدیث کے مطابق پایا۔ غور فرمایا کہ قرآن و حدیث کی تفہیم نہ کو رہا بلکہ اولاد و ملائکہ عظیمہ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ تم اپنے علم و انگریز کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق کی کسوٹی پر پرکھو، مگر یہ لوگ اس کے بالکل برعکس پوچھتے ہیں کہ ہم صراطِ مستقیم کی تعین تو خود براہِ راست قرآن و حدیث سے اپنے علم و فہم کے ذریعہ سے کریں گے۔ پھر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی اور اسلوب کی سمت و رخ کو اپنے نظریہ کی کسوٹی پر پرکھیں گے۔ ہم اپنے نظریہ کا امتحان لیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مطابق یا نہیں؟ اس کی بجائے ہم صراطِ مستقیم کی تعین خود کر کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امتحان لیتے ہیں کہ وہ اس پر تھے یا نہیں؟ (اماننا اللہ منہ) فرماتے ہیں:

”رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے کسی کو منہ سے بالاتر نہ سمجھے کسی کے ذہنی غلطی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے احسن معیار کا حق پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے میرے درجہ میں ہو اس کے کو اس درجہ میں رکھے۔“ (معارف اسلامی پاکستان ص ۱۷)

مزید اشارہ ہے:

”معیارِ حق تو صرف اللہ کا کلام اور اس کے رسول کے سنت ہے۔ صحابہ معیارِ حق نہیں ہیں بلکہ اس معیار پر پورے اترتے ہیں۔ اس کے لیے مثال یہ ہے کہ کسوٹی سونا نہیں ہے لیکن سونے کا سونا ہونا کسوٹی پر کسے سے ثابت ہوتا ہے۔“ (زمان القرآن اگست سنہ ۱۹۷۹ء ص ۱۷)

سودودی صاحب نے قرآن و حدیث کو خود بلا واسطہ سمجھ کر جو معیارِ حق قائم فرمایا ہے، اس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پورے اترنے کا اعتراف حکومتِ علی (علیہ السلام) کے تحت کیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ امتحان میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم (معارف القرآن) سودودی صاحب کے علم و فہم کی کسوٹی اور نظرِ نقاد کے معیار پر پورے نہ اتر سکے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

”یہاں اوقاتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر بھی تشریح مکرر درج کا غلبہ ہو جاتا تھا۔“

(نضیات جمع جہاد ص ۱۹)

اس کے بعد چند واقعات لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو جھوٹا گمارتے تھے۔ اس میں قطعاً بسا اوقات قابلِ توجہ ہے یعنی کوئی

منا وناورضیں بلکہ معاذ اللہ اکثر و بیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بشری کزدروہوں کا غلبہ جلتا تھا
 اذ لا توصی بکرام رضی اللہ عنہم کی بشری کزدروہوں کی ثابت کرنے کے لئے ایک غیر معتبر کتاب
 کی بے سند روایات پیش کر رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ صحیح بخاری کی صحیح و صریح حدیث کے تو سرے
 سے انکار کرتے ہیں اور جن احادیث صحیحہ کو تسلیم بھی کرتے ہیں ان سے متعلق بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں
 کہ ان سے زیادہ سے زیادہ گمان صحت حاصل ہو سکتا ہے نہ کہ علم یقین (اسکا حوالہ انشاء اللہ
 عنقریب آئیگا) مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین اور ان کی بشری کزدروہوں کو اچھاننے
 کے لئے قرآن و حدیث کی انھوں میں صریحہ اور تمام امت کے اجماعی عقیدہ کے خلاف بے سند
 روایات کا حصار لے رہے ہیں۔ قرآن کا یہ جملہ ہے وکلاً وعد اللہ الحسنی (سورۃ مائدہ ۱)
 و دوسری جگہ فرماتا ہے ولان من معہ اشد آواء علی الذلک اذ لا حسد الا بینہم و بھینہم و کذا
 یتبعون فضلنا فمن اللہ و رضوانہ علیہما اھرقی و حرمہم من انوار النجود (۳۵۱-۳۵۲)
 معلوم ہوا کہ کتب سابقہ میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نسب مذکور ہیں۔ تعدیل صحابہ
 رضی اللہ عنہم سے متعلق انھوں میں سفور کثرت کے ساتھ ہیں کہ سب کا اھصاء مشکل ہے اس لئے
 کا ایہ علی عقیدہ ہے۔ الفضاۃ کلام علوی، مگر ان سب کے مقدمے میں بے سند روایات
 لا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کزدروہاں محض تحریری کارروائی کی فرض سے بیان بھیج رہے ہیں۔
 ثانیاً یہ کہ لفظ کذب عربی زبان میں اور احادیث میں کئی معانی میں استعمال ہوا ہے۔ یہ
 جھوٹ کے علاوہ خطا اور کسی کام سے تغلف کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کسی صحابی نے
 اگر کسی کسی دوسرے صحابی کے بارے میں یہ لفظ استعمال کیا ہے تو اس کے معنی خطا اجتہاد کی
 کے ہیں۔ یہاں مطلب ہے کہ وہ جو کام کرنا چاہتے تھے اس پر قدرت نہ پانے کی وجہ سے
 تغلف رہے مگر ان کی تحریر متکل نہیں ہوتی جب تک کذب معنی جھوٹ کی نسبت حضرات
 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف نہیں کرتے۔ ہندہ کی اس تحریر کے بعد مودودی صاحب
 نے کتاب "تفاوت الملکیات" لکھی ہے جس میں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے زہر کو ملائیرا بھی لیا ہے۔
 اس کتاب کو دیکھنے کے بعد بھی اگر کسی کو مودودی صاحب کے نہیں سمجھ رہے ہیں رضی اللہ عنہم پر بھیج
 نہیں آتا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ خود اس کے دل میں بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نسبت
 بغض اور عداوت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے غلبہ سے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم
 ستم کی عظمت سنانے اور اس ستم سے جماعت سے متعلق دونوں میں شکوک و شبہات اور بغض و

نہایت چہرہ کرنے کا جو کارنامہ تہذیب و اخلاق صاحب نے انجام دیا ہے شیعہ کی پوری جماعت اپنی پوری مدد و اعانت میں اس کا عشر عشر بھی نہیں کر سکتی۔ (نظر ثانی)

موردی صاحب سے قبل کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نظر نہیں آتا جو کسی صوفی سے بغض رکھتا ہو۔ مگر آج موردی صاحب نے مسلمانوں کی ایک جماعت کو اس سنگ زہر سے نکل ڈالا پر مسیوم کر دیا ہے

انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین

اس سے بھی بڑھ کر ان کی تخریبی کارروائی حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے شروع ہوئی ہے فرمائیے:

”حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لوازم ذات سے نہیں ملے۔ اور ایک طیف نکستہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالاولاد ہر نبی سے کس نہ کس وقت و مکان میں خلعت اخصا کر ایک دو نفر شیخ پر جانے دی ہیں، تینتہ پیچہ شیخ پر راجع

سیا نبی کا کوئی حکم یا فیصلہ قابل اعتقاد ہو سکتا ہے جبکہ ہر آدمی کے وقت یہ احتمال ہو جو وہ کہ شاید اس وقت عصمت اٹھائی گئی ہو حقیقت یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بعض اجتہادی خطائیں ہوئیں جن پر بعد میں قطع کر دیا گیا اور خطا اجتہادی پر بھی ثواب ملتا ہے کوئی عیب نہیں کہ عصمت کے منافی ہو۔ موردی صاحب کی عصمت انبیاء علیہم السلام پر دست درازگی سے جب مسلمانوں میں پھیل رہی ہے تو اپنے دعویٰ کے اثبات کے لئے اس خاک پریش سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے قضاہوں کی ایک فہرست مرتب کر کے شائع کی، مجھے تو اس میں سے کوئی گستاخی نقل کرنے کی بھی ہمت نہیں، کوئی صاحب بطور نمونہ دیکھنا چاہیں تو تفہیم القرآن میں حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت داؤد، حضرت یونس، حضرت یوسف علیہم السلام کی شان میں اور ترجمان القرآن ج ۲۹ عدد ۴ ص ۵ اور رسائل و رسائل ص ۳۱ ج ۱ ص ۱۰۰ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان میں درجہ دہنی ملاحظہ فرمائیں، مگر موردی کی اس عیادی سے ہوشیار رہیں کہ وہ سر جدید ایڈیشن سے ایسی گستاخی کو چپکے سے اُڑا دیتا ہے جو مسلمانوں کے لئے ناقابل تحمل ہو مگر اس سے توبہ کا اعلان نہیں کرتا۔

قرآن غائب

تخریب قرآن سے متعلق شیعہ کی روایات مختلف ہیں۔ پورے کا پورا قرآن غائب، ۲/۳

غائب، چ غائب، شیعہ کے لئے یہ دہر مسلمانوں کے حلق میں، نام نہایت مشکل تھا مگر دیکھئے
سورہ دی صاحب قرآن ۳ سے زیادہ بلکہ پورا غائب ہونے کے عقیدہ کو کس جاہلہ شی اور جیل،
عیاری و تبلیس کے ذریعہ شوگر کو فیڈ بنا کر مسلمانوں کی ایک جماعت کو بھوکا لے کر کشتی آسانی
سے کامیاب ہو گئے ہیں۔ فرماتے ہیں،

بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ ان سب الفاظ (اللہ، رب، دین، عبادت) کے
وہ اصل معنی جو نزول قرآن کے وقت سمجھے جاتے تھے بدلنے پلنے لگے یہاں تک کہ ہر ایک
اپنی پوری دھنوں سے ہٹ کر نہایت محدود بلکہ مبہم مفہومات کے لئے خاص ہو گیا نتیجہ
یہ ہوا کہ قرآن کے اصل مدعا کا سمجھنا لوگوں کے لئے مشکل ہو گیا..... پس یہ حقیقت سمجھ
کہ بعض ان چار غیباوی اصطلاحوں کے مفہوم پر پردہ پڑ جانے کی بدولت قرآن کی
تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ ایکی حقیقی روح نکالوں سے مستور ہو گئی ہے۔
(قرآن کی چار عیاری اصطلاحیں)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے الفاظ اور مفہوم دونوں کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، ارشاد ہے۔
انما نحن نزلنا الذکر انما لعلکم تحفظون، دوسری جگہ فرمایا انا، ملینا بعد ذلک انما لعلکم تحفظون
خاتمہ قرآنہ تعالیٰ ملینا، ان خصوص صریح کے الفاظ سورہ دی صاحب، کا عقیدہ یہ ہے کہ
قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ روح تو پورے ہی قرآن کی غائب ہے۔
دعا خور فرامیں کہ تحریر مذکور پڑھنے والوں پر کیا، اثر ہو گا؟ وہ اس سے کیا نتائج اخذ کریں گے؟
اور قرآن و اسلام سے متعلق ان کے غلبہ میں کیا کیا شکوک و شبہات پیدا ہو چکے؟ کیا اس نمبر پر کو
دیکھئے والا سورہ ذیل پر غور کرنے کے لئے مجبور نہیں ہو گا؟

- (۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت قرآن کا مدد غلط اور جھوٹ ہے، نعوذ باللہ من ذلک،
- (۲) جب قرآن کی صحیح تعلیم اور حقیقی روح صمدیوں سے غائب ہو تو اب چودہ سو سال کے بعد
سورہ دی صاحب کو قرآن کا صحیح علم اور اس کی حقیقی روح کس سے لی گئی؟ جب چودہ سو
سال تک کے بڑے بڑے مشہور مفسرین، محدثین اور ائمہ دین نے قرآن کو نہیں سمجھا تو آج سورہ دی صاحب
یا کسی اور کی قرآن دانی پر کیسے اعتماد کیا جائے؟ نتیجہ یہ کہ قرآن اور اسلام کی صحیح ترجمانی میں
کسی کی رائے بھی قابل اعتماد نہیں، لہذا ایسے قرآن اور اسلام ہی کو سلام، نعوذ باللہ من ذلک،
- (۳) جب آج تک پوری نسبت مسلمہ مفہوم قرآن کی حفاظت سے بھرپور غفلت میں مبتلا دی یا

معدوم قرآن کی تحریف میں مصروف رہی تو ایسے جرم، بددیانت اور دشمنانہ قرآن کے ذریعہ سے پہنچے ہوئے الفاظ قرآن کی صحت کیسے قابل اعتماد ہو سکتی ہے؟ پس معدوم قرآن سے متعلق موردی صاحب کے عقیدہ عدم حفاظت پر لازم آتا ہے کہ سدا ذاتہ قرآن کے الفاظ بھی محفوظ نہیں۔

اسی طرح انہی دس لکھ سے پہنچے والی احادیث اور پورا اسلام مشکوک اور ناقابل اعتماد ٹھیکریا، ائمہ تعالیٰ شوق اجتہاد کے تسوں سے است مسلک کی حفاظت فرمائیں، آمین

اصول حدیث بلکہ اس ہے

اب حدیث کی تحریف ذرا کلیجہ تمام کر سکتے۔ فرماتے ہیں :
”اصول روایت کو تو چھوڑ دیتے کہ اس دور تجدید میں ابھی وقتوں کی کج اس کوں کھٹکتا“
(ترجمان القرآن جلد ۱۳ ص ۱۰۷)

اور کہتے :

”آپ کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیث رسول جان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے لحاظ سے صحیح قرار دیں لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں۔“

اور آگے فرماتے ہیں :

”دین کا فہم جو میں حاصل ہوا ہے اسکا لحاظ بھی کیا جائے، اور حدیث کی وہ مخصوص روایت جس معاملہ سے متعلق ہے اس معاملہ میں قوی تر ذرائع سے جو سنت سے ثابت ہو چکا ہو اس پر بھی نظر ڈالی جائے، علاوہ برس اور بھی متعدد وجوہات جن کا لحاظ کئے بغیر ہم کسی حدیث کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دینا درست نہیں سمجھتے۔“
(رسائل و مسائل ص ۱۷۸)

ذرا بدلتے تحریف کا اندازہ لگائیے کہ جلیل القدر محدثین اور ائمہ حدیث جنہوں نے حدیث کی منتزع و تنقیح و تصحیح کی تیز میں عربی صورت کیں جن کے حافظ کا یہ عالم تھا کہ گھوڑوں تک کے نسب نامے یاد تھے۔ ہر راوی کی دلدل سے نیکر وقت تک کے مفصل حالات نہ صرف ان کے پاس محفوظ تھے بلکہ زبانی یاد تھے۔ انہوں نے اصول روایت اور مذاق حدیث پر پے شمار ضخیم کتابیں لکھیں اور ایک مستقل فن مرقون کیا۔ حضرت دشمنی رضی اللہ عنہ نے ایک نو موروں کو دیکھا اور سالہا سال کے بعد اس کی جوانی یا بڑھاپے کے ایام میں صرف موردی صاحب اور تحریف اسلام۔

اُسکے پاؤں دیکھ کر پہچان لیا۔ امام ترمذی کی آخر عمر میں ٹاہینا ہو گئے تھے اور نٹ پر سوار ہو کر قسطنطنیہ پہنچے ہیں۔ راستہ میں ایک جگہ پر سر جھکا دیا۔ غلام نے سر جھکاکے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ جہاں ایک ایسا درخت ہے جس کی شاخیں ٹھیک ہوئی ہیں اور اونٹ سوار کے سر پر لگتی ہیں، عرض کیا کہ جہاں تو کوئی ایسا درخت نہیں، فرمایا کہ اونٹ ہمیں روک دے اور قرب و جوار سے تحقیق کرو۔ اگر کبھی ایسا درخت یہاں نہیں تھا تو ثابت ہوگا کہ میرا غلط کلام ہو گیا ہے لہذا میں آئندہ حدیث بیان کرنا چھوڑ دوں گا، چنانچہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ واقعہ کسی زمانے میں یہاں ایسا درخت تھا تب آگے چلے۔ ان حضرات کے حافظہ کے بحیر العقول واقعات کا احصاء متعذر رہے۔ پھر حدیث کی معرفت میں ایک لہجہ امر یعنی فراست ایمانی، قرب بارگاہ الہی ان میں کس دور کا تھا؟ یہ حضرات تین د تقویٰ کے عیسے تھے انکی عبادت ملائکہ کے لئے باعث رشک تھی۔ ان کی تمام تر ساسی اور جانفشانیوں کی ایک جنبش قلم سے غریب کردی اور انکے مقابلہ میں اپنے نفس کو لاکھڑا کیا۔ فرماتے ہیں ہمارے نزدیک حدیث کی تصحیح کو قبول کرنا ضروری نہیں بلکہ اسکول میں پڑھ کر ہم نے جو دین کا فہم حاصل کیا ہے وہ حدیث کی صحت و سقم کا سیارہ ہوگا۔ اور یہی متعدد پہلو ہیں جن کا اظہار بروقت کر بیٹھے یعنی جس حدیث کی زد اس کے نظریات پر پڑے گی اسے رد کرنے کے لئے فوراً کوئی اصول وضع کر لیا جائے گا۔ اب فرمائیے کہ ان میں از حدیث کی طرف کیا فرق رہا؟ مسکین حدیث بھی ہر حدیث کا انکار نہیں کرتے بلکہ وہ اپنے خود ساختہ اصولوں سے حدیث کو جانچتے ہیں (اسکے مطابق ہو تو قبول کرتے ہیں ورنہ نہیں۔ سودودی صاحب کی نظر میں جو حدیثیں صحیح و درالان کا مقام بھی نہیں ہیں۔

سخن رجال و ہم رجال

فرماتے ہیں:

احادیث چند سالوں سے چند سالوں تک پہنچتی ہوئی آئی ہیں جن سے حد سے حد اگر کوئی چیز حاصل ہوتی ہے تو وہ گمان صحت ہے نہ کہ علم یقین :-

(ترجمان القرآن جلد ۳۶ صفحہ ۲۳)

مطلب یہ کہ اولاً تو حدیث سے کوئی خاص بات ثابت نہیں ہوتی، بعد سے حد اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو کچھ گمان صحت ہو سکتا ہے یعنی کچھ خیال ہونے لگتا ہے کہ شاید یہ حدیث صحیح

جو دوسری جگہ حدیث سے کچھ ثابت کرنے کی انتہائی کوشش کی جائے۔ الفاظ "حد سے حد" قابل توجہ ہیں، اگر کسی نے سند روایت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر انھوں نے صریح اور اجماع اُمت کے خلاف الزام لگائے مگر ہوں اور ان کی توہین کی گئی ہو تو یہ روایت مسترد واجب القبول اور واجب النسیح ہے۔ ذرا آگے چلئے، صحیح بخاری کی ایک صحیح مروی متصل حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ ممکن افسانہ ہے" (رسائل و مسائل ج ۱ ص ۱۰۰)

حالانکہ اُمت کا اجماعی فیصلہ ہے کہ ائمہ الکتاب سے بعد کتبہ اللہ صحیح البخاری امام بخاری کی قوت حافظہ، تہذیب و تقویٰ اور فہم حدیث میں عبادت کی تفصیل بیان کرنا نہ موقع ہے نہ ضرورت، اس لئے کہ اسے پوری دینا جانتی ہے کہ آپ نے قبول روایت کے لئے بہت سخت شرط لگائی ہیں۔ راوی کا مروی عنہ سے جب تک لغو و سماع اشکبار ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک روایت قبول نہیں ہونے لگے۔ اگرچہ دونوں کا زمانہ ایک ہو اور لغو و سماع کا امکان بھی ہو امام مسلم جیسے امام بخاری پر اس لئے راضی ہیں کہ انھوں نے قبول کیا تھا اتنی شدید تہذیب و تہذیب لگائیں، پھر قوت ضبط و عدالت کے اعلیٰ مقام اور تنقید و تنقیح کے اعلیٰ معیار کے ساتھ یہ قبول کیا کہ ہر حدیث لکھنے سے پہلے غلغلہ فرما کر دو روایت کا شمارہ ادا فرماتے تھے، ہر کتبہ یہ توہین بخاری ہے مودودی صاحب کی تخریبی تحقیق نے تو حضرات انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک کو نہ بخشا

جماعت اسلامی کے سوابق سب طریقے غلط ہیں

"ضعفی، شنی، دیوبندی، اہلحدیث، بریلوی، شیعہ وغیرہ جہالت کی پیداوار ہیں" (شہادت مودودی ص ۱۴)

ایک جگہ پوری اُمت کی تخریب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہمارا ایمان ہے کہ اس ایک دعوت اور طریق کار کے عداورہ دوسری تمام دعوتیں

اور طریقے کا سامرا سرباغل ہیں" (قرآن القرآن ج ۱ ص ۲۶۰)

یہی جماعت اسلامی کے طریق کے سوابق سب طریقہ دہائے کار باطل اور غلط ہیں۔

عہد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت مارہ کو نہیں مٹا اور اسکا پورا نفعہ ۱۱۰۰

جماعت اسلامی کیا چاہتی ہے؟ تخریب ہی تخریب

اپنے طریق کار کی خود وضاحت فرماتے ہیں :

”تخریبی متہد کے بغیر وہ اگست و شہنشاہی دودھنیر کجا مسکتی جو لوگوں کو رائج اوقات
تختیلات اور طہقہائے مثل سے طبعی طور پر ہوا کرتی ہے۔ لہذا تخریب کے بغیر یا
ناکافی تخریب کے ساتھ ہی تعمیر کا نقشہ پیش کر دینا سراسر نادانی ہے۔“

(ترجمان القرآن جلد ۵، عدد ۲ ص ۳۷)

یہ اتنی واضح اور صریح عبارت کے بعد کسی کو اس میں کوئی شبہ نہ باقی رہ سکتا ہے کہ جماعت
اسلامی کیا چاہتی ہے؟ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ان کی تمام تر سماجی و رنگے دو کا مطلب
صرف یہ ہے کہ پوری اُمت کی تخریب کے بعد اپنے جدید اسلام کی نئی تعمیر کریں۔

مذہب مسیحی و رومی

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں :

”میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں
اور نہ حنفیت یا شافعییت ہی کا پابند ہوں۔“ (برائے و مسائن جلد ۱ ص ۳۷)

اُسے قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ پھر آپ کیا ہیں؟ فقر جیادوسری تیسری صدی ہجری
میں اہل حق میں فردی اور جمعی مسائل کے حل کرنے میں اختلافات اُٹھانے کے پیش نظر
پانچ مکاتب فکر قائم ہو گئے یعنی مذہب اربعہ اور اہل حدیث۔ اس زمانے سے لیکر آج
تک انہی پانچ طریقوں میں حق کو منہر سمجھا جاتا رہا۔ مگر اب چودہ سو سال کے بعد یہ جدید
حق معروض وجود میں آیا جو ان پانچوں میں کسی کے ساتھ وابستہ نہیں بلکہ ان پانچوں
کی تخریب کرتا ہے۔ اپنے سوا تمام تر نظریات اور مسلمانوں کی جملہ جماعتوں کے خیالات
اور طریقہائے کار کو باطل بتاتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اس جدید اسلام کے اصول
فروع، قواعد و ضوابط، آئین اور دستور، کتب و تصنیفین، تعلیم و تعلم کے مدارس و مکاتب
اور اس اسلام کے حامل و محافظ رہاں چودہ سو سال تک کہاں تھے؟ اس سے قبل دنیا میں
مکاتب و مدارس، تصانیف اور اصول و ضوابط اور پورا نظام اسلام تو ان لوگوں کے
ہاتھ میں رہا جو (معاذ اللہ) سراسر غلطی پر تھے، تو ایسے اسلام پر کیسے اعتماد کیا جاسکتا ہے؟

جسکا وجود سو سال تک کوئی صحیح محافظ پیدا ہی نہیں ہوا اور اسکے اصول و ضوابط، مدارج و مکاتب، تصانیف و علماء و وجود ہی میں نہیں آئے۔ اب جدید اسلام کی تدریس کے صرف دو ہی راستے ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ یہ جدید اسلام حقیقت میں تجدید ہے اس قدیم اسلام کی جو جو سو سال قبل اس دنیا میں آیا تھا تو اس پر یہ اشکال ہو گا کہ سو سووی صاحب کو چودہ سو سال قبل کے اسلام کا علم کیسے ہوا؟ جبکہ اس کو کچھ دلا کوئی دنیا میں گزرا ہی نہیں، دوسرا راستہ یہ ہو سکتا ہے کہ بالکل ہی جدید اسلام مدون کیا جائے جو پہلے کبھی وجود میں نہ آیا ہو تو اس میں کوئی اشکال نہیں مگر یاد رہے کہ ایسے جدید اسلام کی گنتی عالمی شان تعمیرات کو قدیم اسلام کے معاد نے کھنڈوں میں تبدیل کر دیا ہے۔

چراغے والا نیز دیر نسیر و زرد ہر آنکس نعت ز نذر پیش بسوزد

تقلید گناہ سے بھی بدتر ہے

ایک اور تحریر بھی منویٰ ہے:

”میرے نزدیک صاحب علم آدمی کے لئے تقلید ناجائز اور گناہ بگدا اس سے

بھی شدید تر چیز ہے۔“ (رسائل و مسائل جلد ۱، ص ۲۴۵)

اس سے قبل مسئلہ ۲ پر وضاحت کی ہے کہ الحمد للہ بھی متقدمین، غور فرمائیے کہ پوری اُمت کے محدثین، ائمہ دین، مصنفین، فقہاء، علماء، صوفیاء و بزرگان دین جن میں اہل حدیث بھی داخل ہیں یہ سب کے سب گناہ سے بھی شدید تر چیز میں مبتلا رہے ہیں بلکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی کم علم دسے حضرات زیادہ علم والوں کی تقلید کیا کرتے تھے تو ان کے نزدیک سو داغ نہ، اب بھی مسلمان نہیں گناہ سے شدید تر و صریح کفر ہی ہو سکتا ہے۔ تعجب ہے کہ یہاں صحراہ کفر کا فتویٰ لگانے کی جرأت کیوں نہ ہو؟ جبکہ کئی دوسرے موقع میں بھی تصریح کی ہے کہ ان کے سوا دنیا میں کوئی مسلمان نہیں۔

جدید اسلام کی تعمیر

پوری اُمت مسلمہ کی تخریب کے بعد اب جدید اسلام کی تعمیر ملاحظہ ہو:

”اسلام تعمیر جماعت کے نہیں اور جماعت بغیر امیر کے نہیں (جماعت اسلامی کا پہلا اجلاس ۱۹۲۷ء) لہذا جب تک آپ جماعت اسلامی بھی داخل نہیں ہو پاتے مسلمان نہیں ہو سکتے، اسلام بغیر جماعت کے نہیں اور جماعت بغیر امیر کے نہیں، تیسرا مقدمہ مذہب و سنت منویٰ ہے جسے بیرونی

لوگوں کی نسبت ارکان دولت زیادہ جانتے ہیں۔ اب آگے امیر کا مقام سنیں۔

امیر کا مقام

فرماتے ہیں :

”بعض مقامی جماعتوں کے ارکان سفلی : امیر کو صدر انجمن سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں دیتے ان کو کچھ لینا چاہیے کہ جب انہوں نے اپنے میں سے ایک آدمی کو اپنا ترجمہ کر صاحب امر منتخب کیا ہے تو ان پر واجب ہے کہ معرفت میں اس کی اطاعت کریں اور اُس کی نافرمانی کو گناہ جانیں۔“

(ترجمان جلد ۲۶، عدد ۳۵۳)

جماعت اسلامی کے دستور میں بھی یہ دفعہ موجود ہے کہ اُس شخص میں امیر کی رائے واجب القبول ہے۔ خیال فرمائیے کہ کسی صحابی یا امام کی تقلید تو گناہ کبیرہ بلکہ کفر ہے اور امیر جماعت اسلامی کی تقلید فرض ہے ان کے دستور میں ایک فقہی بھی ہے کہ سوائے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو تقلید سے بالاتر سمجھنا کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ اور اگر تو وہین کی فرض سے تقلید کو ذہنی غلامی سے تعبیر کرے یہی حالہ کہ غلامی اور تقلید میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

ثانیاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تقلید سے جلد بچنا اور ان کی تقلید جائز نہیں بلکہ جماعت پر تقلید کی اجازت نہیں اس کی اطاعت ضروری، تقلید فرض اور نافرمانی گناہ ہے اسکا جواب اور جواب الجواب اس تحریر کے آخر میں ملاحظہ ہو۔

تقلید اور غلامی میں فرق

غلامی میں اطاعت کا معنی مالک کی ذات کے ساتھ متفق ہوتا ہے خواہ اس میں کوئی بھی صفت کمال نہ ہو بہر حال اسکا ہر حکم غلام کے لئے واجب العمل ہوتا ہے اس کے برعکس تقلید کمال علم و فضل کی بناء پر ہوتی ہے۔ نیز غلامی میں امر و نہی کا صدور مالک کی طرف سے سمجھا جاتا ہے بخلاف تقلید کے کہ اس میں حکم کا صدور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اسکا ظہور مجتہدین سے ہوتا ہے یعنی مجتہد خود حکم نہیں دے رہا بلکہ حکم شریعت کا نقل ہے

حکمت عملی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی مصلحت کی بناء پر محض اپنی رائے کے حکم خداوندی کے

دینے کے بغیر نہیں مگر اس پر سب حرکت علی کے عنوان سے دین میں مستقل باب کا اضافہ نہ کر کے
 ذات و وحدیت کے غیری علم کو چاہیں بدل رہتے ہیں۔ عوام کو خداوندی کو قرام کر سکتے ہیں جنہ نچی
 سی مقدس شخصیت یا مقدس مکان سے وابستہ کی وجہ سے کسی چیز کو مقدس سمجھنا ان کے ذہن
 شرک ہے مگر پاکستان میں جیسے دولہ عارف کعبہ حبیبہ ابھی ذہن سے وابستہ کا شرف حاصل ہی نہیں
 ہوا تھا اسے حکمت عملی کے تحت جماعت اسلامی کے ذمہ داروں کی ٹکڑی میں دو گول لٹے ہوئے
 لئے، حکمت علی نے شرک جیسے جرم کو بھی جائز بنا دیا، اس کی یاد دہانی بھی دنیا ہی میں مل گئی کہ
 یہ غلاف ملاہیت کہہ سے محروم ہی رہا۔ حکومت سعودیہ کو دین کے سب سے اس استغناء کا علم
 ہوا تو فائدہ کعبہ پر یہ غلاف چڑھانے سے روک دیا۔ مودودی صاحب کی ساری کوششوں پر
 پانی پھر گیا اور فروع و سدرہ، فوج و علم سے بدل گیا۔ اسی طرح مودودی صاحب استعمالی جدوجہد
 متکبر فرماتے ہیں:

”صدر ملک مرد ہونا چاہئے چونکہ قرآن کہتا ہے (الترجیہ فوق العز) عورتوں کو لے لے۔“

اور ترجمان القرآن میں فرماتے ہیں:

”زوفیۃ احوالیت ہوئی، سیاست، ور ملک داری عورت کے دائرہ عمل سے خارج ہے“

(ترجمان القرآن، ص ۵۸۲، ۵۸۳)

مودودی صاحب نے عورت کے صدر ملک نہ ہو سکنے سے شیعہ قرآن و حدیث کی خود
 صراحت نقل کر کے سنہ ۱۹۶۵ء کے صدر آئی انتخابات میں قاضی جرح کی حمایت کی، اور
 حکمت علی کے فائدہ سارا قانون کے تحت قرآن و حدیث کے صریح قانون کی مخالفت کی۔

اور ہم پوری اہستہ کی تخریب کے عزائم سے متعلق عریض عبادات پیش کر چکے ہیں، اب
 اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

① مودودی صاحب اور ارکان اسلام

پوری اہستہ کا اس پر اجماع ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ عبادات دین میں اصل
 مقصود ہیں اور سکونت اسلام میں اس مقصود کی تحصیل کا ذریعہ ہے مگر مودودی صاحب اس
 اجماعی عقیدہ کے بالکل برعکس، کہنے لگے ہیں کہ دین کا اصل مقصد حکومت اسلامی قائم
 کرنا ہے اور عبادات سب کی سب اس مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں (معاذ اللہ!)، اس

مودودی صاحب اور تخریب اسلام ص ۳۳

اوپر کی تحقیق کا نتیجہ ظاہر ہے کہ اسلامی حکومت قائم ہونے کے بعد ناز و نوہ وغیرہ عبادت کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب مقصد پورا ہو گیا تو ذرائع کی کیا حاجت؟

(۲) مودودی صاحب اور مرکز اسلام

مودودی صاحب کعبۃ الشریعہ کے خدام کو جنارس اور ہر دوا کے پندرت سمجھتے ہیں۔

(خطبات مودودی ص ۱۲۴)

(۳) مودودی صاحب اور ڈارہی

ڈارہی سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ”بڑھاؤ“ اور پوری اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ ڈارہی ایک شمت سے کم کرنا حرام ہے مگر مودودی صاحب نے ڈارہی کو کٹاؤ کے جواز کا فتویٰ دیکر پوری اُمت کی تخریب کی اس سے بھی بڑھ کر یہ فرمانے کی جرأت کر رہے ہیں کہ حدیث میں صرف ڈارہی رکھنے کا حکم ہے۔ جتنی بھی رکھ لی جائے حدیث پر عمل ہو جائے گا، یہ دیکھ دو اُمتِ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر کھلا ہوا ہتھکن ہے کسی حدیث میں بھی یہ نہیں کہ ڈارہی رکھو جتنی بھی ہو، بلکہ احادیث میں ڈارہی بڑھاؤ، چھوڑ دو، زیادہ کر دو جیسے الفاظ ہیں۔ کتنی جرأت ہے کہ من کذب علی متعمداً یظہر مقلداً من النار جیسے لفظ پر عموماً جھوٹ باندھا اُسکا ٹھکانہ جہنم ہے“ کی بھی پرواہ نہ کی۔

(۴) مودودی صاحب اور زکوٰۃ

زکوٰۃ اور صدقات کے بارے میں قرآن مجید کا حکم ہے کہ فقر اور در مساکین کو مالک بناؤ اور اس پر پوری اُمت کا اجماع ہے کہ بغیر تکنیک فقیر کے زکوٰۃ نہ صدقات نہ جملہ انہیں پہنچے مگر مودودی صاحب پوری اُمت کے خلاف فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ، صدقہ فطر اور چرم قسمہ مال کی رقم ہمارے بغیر میں آجنا کافی ہے۔ آگے خواہ اس سے ہم شغافالے چلائیں یا ڈاکٹریں کو تنخواہ دیں یا گاڑیاں خریدیں یا تعمیرات پر صرف کر دیں یا الیکشن لڑیں۔ مگر واضح رہے کہ اس طرح نہ صدقہ فطر ادا ہوگا، نہ کسی کی زکوٰۃ ادا ہوگی نہ چرم قربانی کی رقم کا قصد قرب واجب ادا ہوگا۔

شہ رسائی و ساسی عقد اول صفحہ ۱۲۵ - ۱۸۶

۵) مودودی صاحب اور جمع بین الاختین

دو ہتھوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت قرآن کریم میں مصرح ہے اور اس نص میں قرآنی پر پوری اُمت کا اجماع ہے مگر مودودی صاحب اور اس کے متقلدین جو تحریک اُمت کے بہانے تلاش کرنے میں مصارت رکھتے ہیں ان کو اس مسئلہ میں کوئی ہمانہ ہاتھ نہ آیا تو یکم مغرضہ نمودار کر بیہودہ استغناء پیش کیا کہ بھاد پور میں دو لڑکیاں جزدان میں ان کے نکاح کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے؟ اس کے جواب میں مودودی صاحب قرآن کریم کے صریح حکم اور اجماع اُمت کے خلاف ان دونوں ہتھوں کے ایک ہی مرد سے نکاح کے جواز کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں درج ذیل الفاظ میں: "مثلاً: مالاکہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ بھاد پور میں ایسی لڑکیاں نہیں ہیں۔"

۶) مودودی صاحب اور متعہ

متعہ کی حرمت پر قرآن حکیم کی نص میں صریح موجود ہیں اور اُمت کا اجماع ہے بلکہ متفقین کا نظریہ قویہ ہے کہ اسلام میں متعہ مرد و عورت کے لئے بھی حلال نہیں ہوا، مگر میں نے اس مسئلہ صریح آیات کلمات مدنیہ بشکل اجازت کیسے لی گئی؟ جن احادیث سے عارضی طور پر ایام کے لئے جواز مفہوم ہوتا ہے ان سے متعہ مرد و عورت کو حلال نہیں بلکہ نکاح بہر قبیل باطنی نہایت فرقت مراد ہے۔ یہ اجازت بھی بعد میں منسوخ ہو گئی، بہر کیف حقیقت کھد بھی ہو اس پر اُمت کا اجماع ہے کہ متعہ قیامت تک کے لئے حرام کر دیا گیا ہے مگر پوری اُمت اور خصوصاً قرآن کے خلاف مودودی صاحب نے ترجمان القرآن بابت اُمت سنہ ۱۹۵۵ء میں بوقت ضرورت جواز متعہ کا فتویٰ شائع فرما دیا، پھر جب اس پر چاروں طرف سے لے لے کر شروع ہوئی تو فرماتے ہیں کہ میں نے تو تشدید کو یہ مشورہ دیا تھا، حالانکہ ہر شخص مودودی صاحب کا پہلا مضمون دیکھ کر یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ انھوں نے یہ مضمون اہل سنت اور شیعہ کے درمیان حاکم کے طور پر چھریا کیا ہے۔ راقم الحروف کے علم میں جماعت اسلامی کے ایسے لوگ ہیں جو مودودی صاحب کے پیروں پر تلے چلے، ہر جگہ حرام متعہ کا بعض ائمہ سے جواز ثابت کرنے میں معروض تھے۔

۷) مودودی صاحب اور دجال

جنہوہ اکرم علیہ السلام نے قیامت سے قبل تروج دجال کی پیشگوئی فرمائی ہے اہم مودودی صاحب اور تحریک اسلام۔ ۲۵

ہیٹو کوئی کے صدق پر پوری اُست کا اجمال ہے۔ کسی مسلمان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق میں
شہرہ تو کیا وہ اسکا دوسرا سر لانے کو بھی کفر سمجھتا ہے مگر مودودی صاحب کی طوق تحریب میں
دریہ دہی ملاحظہ فرمائیں۔

رسائل و رسائل صفحہ ۵۵ تا ۵۷ میں حراصیہ آغاز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس
ہیٹو کوئی کی تکذیب کی ہے، اور اس مجدد اسلام کی قوت استدلال کا بھی اعلاہ لگا کر رسائل و رسائل
میں فرماتے ہیں کہ سادھے تیرہ سو سال گزرنے پر بھی دجال کا ہر نہیں ہوا اس سے انکی حقیقت
دش ہو گئی۔ بھان اشر کسی دلیل ہے، اگر شیطان نے ہی دلیل انکا و قیامت سے تعلق بھی انصار
کردی تو مودودی صاحب نے لکھیں گے کہ دیکھا چودہ سو سال گزرنے پر بھی قیامت نہیں آئی، اس
سے ثابت ہوا کہ قیامت کا خیال بعض انسانہ ہے اور آیت اقوت الساعۃ "اسنی انسانہ
نویسوں کا اختراع ہے۔

۹) مودودی صاحب اور تقیہ

مودودی صاحب نے تقیہ میں حیرت انگیز کردار ادا کیا کہ لفظ تقیہ میں بھی تقیہ
سے کام لیکر اس کے لئے حکمت علی کی جدید اصطلاح وضع کی پھر جو تقیہ پر استدلال کئے گئے
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا باندھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توحید کی۔ ترجمان القرآن
بابت دسمبر سنہ ۱۹۵۹ء میں حکمت علی تقیہ کا ثبوت یوں پیش کرتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے حکمت علی تقیہ کے تحت قرآنی مساوات کے خلاف "الائتہ من القومین" کا فیصلہ
فرمایا،

غور طلب

مندرجہ ذیل علماء مذہب شیعہ کا شمار اور مایہ الاستیاذ ہیں :

(۱) مخربین قسریں

(۲) بیلغی مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(۳) سلف صالحین کو گمراہ قرار دینا اور ان کو بدعت نامت بنانا

(۴) متعہ

(۵) تقیہ

موردی صاحب ان پانچوں عقائد میں شیعہ سے متفق ہیں۔ موردی صاحب کی عبارت سے ان کا عقیدہ تحریر فرمایا ہے: ”مذہب اہل حق اور توحید فطری لڑو، ہم اور ثابت کر چکے ہیں، مسئلہ متبر پر چاروں طرف سے اعتراضات کی بوجھاڑ ہوئی تو نقیۃً اسے گولی کر دیا اور نقیۃً میں بھی یوں نقیۃً کیا کہ اس کا نام بدل کر حکمت عملی رکھ دیا۔ شیعہ مذہب میں نقیۃً اسلام کا تائید و توثیق رکھتا ہے کہ جو دن نقیۃً اسلام قبول نہیں، اسی دن مسلمان امام کے نیچے صفِ اول میں شیعہ کا نماز پڑھنا ٹوٹا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے نماز پڑھنے کے برابر ہے جب اسی قسم کے کچے نقیۃً باز شیعہ ۱۱۳ ہجری میں گئے تو امام مدنی غار سے نکلیں گے۔“

(حوالہ جلد ۲۰ کے رسالہ حقیقت شیعہ میں ملاحظہ فرمائیں)

موردی صاحب کے عقائد بالا کو دیکھ کر یہ شبہ ہوتا ہے کہ کہیں آپ بھی ان ۳۳ میں سے تو نہیں، بعض قابل اعتماد ذرائع سے انکشاف ہوا ہے کہ موردی صاحب کی کتاب ”خلافت و ملوکیت“ مشہور شیعہ سطر علی کی عربی کتاب ”منہاج المکارم و معرفۃ الامام کا ترجمہ ہے۔“

موردی صاحب شیعہ رہنماؤں کی نظر میں

① شیعہ ماہنامہ پیام محل لاہور دسمبر ۱۹۷۷ء میں عنوان کیا صحابہ مبارکین ہیں کے تحت دستور جماعت اسلامی کی وہ دفعہ میں میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مبارک حق نہ ہونے کا بیان ہے پیش کر کے لکھا ہے:

”ی تو ہم بھی کہتے ہیں اور یہی ہمارا سبب بڑا جرم سمجھا جاتا ہے۔“ (پیام محل ص ۱)

پھر عنوان صحابہ مرجع نہیں کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے متعلق موردی صاحب کی ایک عبارت ترجمان القرآن نمبر ۱۹۷۳ء سے نقل کر کے لکھا ہے:

”پھر شیعہ کیوں قابلِ گردن زدن سمجھے جاتے ہیں۔“ (پیام محل ص ۱)

② تہذیب میں شیعہ ادا ہے موردی صاحب کی کتابوں کے قاری تہذیب چاہا رہے ہیں۔

③ غیبی کا لفظ نہ کہ حضرت محمد کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے انتہائی بغض و عداوت اور ان کی شان میں بدست و سخت گستاخیاں کیں، بخفی نہیں، وہ اپنی کفریات کو بدویدہ نقیۃً چھپا نہیں بلکہ اپنی کتابوں کے ذریعہ دنیا بھر میں شائع کر رہا ہے۔

ایسے زندقہ کے ساتھ موردی صاحب کی دلالت و محبت، گہری دوستی اور بہت مستحکم روابط و تعلقات

بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں، خود ان کے صاحبزادے اور جماعت کے دیکھے رہنما انکی باہم گہری دوستی کو بہت فخر سے بیان کرتے ہیں، انہر درمیان مستقل رشتوں کے ذریعہ خوب پھال پھیلے ہیں، یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں اور دنیا بھر میں ایسی قسم و شبہ ہے کہ اس کے اثبات کے لئے شواہد پیش کرنے کی کوئی حاجت نہیں، تاہم عالم دنیا سے بے خبر مغزات کے لئے سو دردی صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر ممتاز دینی کی شہادت نقل کی جاتی ہے :

”کسب سے پہلے مجھے ایرانی کے سفیر یوفون موصول جو انتہا، انھوں نے ہرشکس کی تقریک وہ بہت کم و ہر سینی کے تمام انکلات کرنے کو تیار کیا، ہم علامہ نعیمی، ایوانی صغیرا و ناباوانی علوم کے شکر گزار ہیں علامہ نعیمی کے ساتھ مولانا سو دردی کے کلمہ پر مشتمل کتاب تھے جو سینی نے ۱۹۵۰ء میں مولانا مرحوم کی متذکرہ کتابوں کا فارسی ترجمہ کر کے انھیں اپنے سر رسر کے انصاف میں مثال کیا تھا، علامہ میں انھوں نے ج کے موقع ہر سینی میں مولانا مرحوم سے ملاقات کی، اگر ایرانی بطور کاروان حاصل کر لیا جاتا تو تہران میں نماز جنازہ دینی جس میں علامہ نعیمی بھی شرکت کرتے“ (روزنامہ جنگ، ۲۸ ستمبر ۱۹۵۵ء)

مزید سینی خیر گفتات کتب ذیل میں دیکھئے :

- ① الشیخان، المودودی و انھیں، المجلس العالمی لصیانة الاسلام کراچی پاکستان۔
- ② دوحائی، ابوالاعلیٰ مودودی اور انھیں، عالمی مجلس تحفظ اسلام کراچی پاکستان۔
- ③ سفرنامہ ایران، سید اسعد گیلانی مکتبہ آروڑ ایف سی۔
- ④ انقلاب ایران، سید اسعد گیلانی۔

مودودی صاحب اور اعتزال

اہل سنت کے تمام مسائل اس پر متفق ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی درجہ نہیں۔ ہر انسان یا مسلمان ہو گا یا کافر۔ اہل سنت کے خلاف صرف معتزلہ اسکے قائل ہیں کہ انسان ایمان اور کفر کے درمیان معلق بھی ہو سکتا ہے بعینہ یہی عقیدہ مودودی صاحب کا ہے، چنانچہ آپ نے لاہوری مرتبہ میں کو بھی ایمان اور کفر کے درمیان دھکا دیا ہے جبکہ تمام اہل سنت کے علاوہ اہل بدعت اور شیعہ تک بھی ان کے کفر پر متفق ہیں۔

مودودی صاحب کی تحریر کا عکس آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

موزودی صاحب کی سند میں جو ذیل تحریر پڑھ کر فیصلہ کیجئے

کہ یہ اہل سنت ہیں یا معتزلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نومبر ۱۹۰۰ء

جماعت اسلامی پاکستان

حوالہ ۲۲۷

تاریخ ۱۰۔۱۔۶۸

۵۰۰۰ پاکستانی روپے

محترم و محرم السلام علیہم رحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ مرزا ہیں کسی لادھی جماعت

مفسر و اسلام کے دریاں معلق ہے۔ یہ وہ ایک مفسر

نبوت سے بالکل برأت ہی ظاہر کرتی ہے کہ اس کے افراد

کو سزاوار قرار دیا جا سکے۔ یہ اس کی بدولت کا خاص

اعزاز ہی کرتی ہے کہ اس کی تکفیر کی جا سکے۔

خامسار

ختم علی

معاونیت محمد مصطفیٰ مولانا محمد ابراہیم لاہوری مدنی

یہ جواب سبھی دعاویات کے مطابق ہے

امراء علی

کیا مودودی صاحب مذہب ہیں سنت پر ہیں؟

اللہ تعالیٰ سورہ شہر میں ہر جریمہ والے عباد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذکر کے بعد آئندہ قیامت کھانے والے مسلمانوں کا حال بیان فرماتے ہیں کہ وہ اپنے اسلک کے لئے دعا مغفرت اور ان کے ساتھ بغض سے حفاظت کی دعا کر گئے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میرے اصحاب کے ہائے میں اشر سے ڈرو واللہ سے ڈرو میرے بعد ان پر طعن نہ کرو کیونکہ جس نے ان سے محبت کی میری محبت کی وجہ سے کیا اور جس نے ان سے بغض رکھا میرے بغض کی وجہ سے رکھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچائی وہ اس کی گرفت سے بغیر نہیں۔ (صحیح البخاری، ص ۱۲۳۹)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جب تم میرے صحابہ کو برا کہنے والوں کو دیکھو تو تم یوں کہو کہ تمہارے لئے اللہ کی لعنت (تروى صحیح) تفسیر قرطبی سورہ الفتح میں حدیث منقول ہے کہ جس نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ بروز قیامت نہی ان کی توبہ قبول فرمائیں گے اور نہ خدایہ، ان ارشادات اور ایسی مضمون کی اور بہت سی آیات واحدیث کی بنا پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے کہ سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ محبت فرض ہے، اور ان میں سے کسی ایک کو بھی برا کہنے والے کا ایمان خطا میں ہے، چند تفریحات ملاحظہ ہوں۔

① شرح عقائد لعلیٰ میں اسلام کا ایک عقیدہ یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر بجز خیر کے نہ کرے،

② علامہ سید جرمانی فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم اور ان پر اعزاز سے احتراز واجب ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کریم میں بہت سے مقامات پر ان کی حد و ثناء فرمائی ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت فرماتے تھے، اور آپ نے بہت سی احادیث میں ان کی تعریف فرمائی ہے، (شرح مواقف مفصلہ ص ۱۷)

③ علامہ سفارینی رحمۃ اللہ تعالیٰ "الدرة المصیئة" اور اس کی شرح "لوائح الاذکار البہیة" میں فرماتے ہیں کہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ ہر شخص پر تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پاک صفات کھانا اور ان پر اعزاز سے بچنا اور ان کی تعریف کرنا فرض ہے، اور یہ پوری امت کا مذہب ہے، (شرح عقائد سفارینی ص ۲۲)

۳) علامہ سفاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ایک اور مقام میں فرماتے ہیں، اہل حق کا اس پر اعتقاد ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت رکھنا اور ان کے آپس میں جو واقعات پیش آئے ان کو یکھنے پڑھنے پڑھانے والے اور سنتے احزاب کرنا اور ان کے محاسن کا ذکر کرنا اُن سے رضا مندی کا اظہار ان سے محبت رکھنا اور ان پر اعتراض سے بچنا فرض ہے، (شرح عقیدہ سفاری ص ۳۱۳)

۴) امام ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اہل سنت کا عقیدہ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو درجہ پاک صاف سمجھنا، اُن پر اعتراض سے بچنا اور ان کی تعریف کرنا ہے (مطبوعہ ص ۳۲)

۵) امام مسدد رحمہ اللہ تعالیٰ کے استاذ امام ابو زرہ عروقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب کسی کو کسی بھی صحابی کی تعقیص کرتے دیکھو تو یقین کر لو کہ یہ زندیق ہے، اس لئے کہ قرآن، حدیث اور پورا دین ہم تک صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واسطے سے پہنچا ہے، لہذا جو صحابہ پر تعقیص کرنا ہے وہ بے دین کو مائل کرنا چاہتا ہے، لہذا اس پر مگرانی اور زندہ کا حکم لگانا بدین حق ہے (شرح عقیدہ سفاری، ص ۳۸۹ ج ۲)

۶) امام ابن صالح رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، قرآن، حدیث اور جمیع امت سے یہ امر طے شدہ ہے کہ کسی صحابی کی باکیرگی کے بارے میں سوال کی بھی گنجائش نہیں (علوم الحدیث ص ۱۶)

۷) حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اہل سنت کے بنیادی عقائد میں سے اپنے والد اور زبانوں کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں صاف رکھنا ہی شرح عقیدہ واسطیہ ص ۴۱

۸) حافظ ابن تیمیہ امام مسدد رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کوئی بُرائی بیان کرے، یا کسی ایک بر کسی عیب کا الزم لگائے جو ایسا کرے اسی کو سزا دینا واجب ہے، لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بُرائی کرتے ہیں، جو شخص صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بُرائی کرے اس کے اسلام کو مشکوک سمجھو (الاعلام المسلول)

۹) امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس کے قلب میں کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض ہو وہ حکم الہی (ذاتی حق) متعلق قولہ، یُکَذِّبُ عِندَہُ فَکُفَّارٌ کی زد میں ہے، اور فرمایا: کان، لوگوں کا اصل مقصد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعقیص تو ہیں مگر اس کی جرأت نہ ہوئی تو آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعقیص کر کے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جس کے صحابہ ایسے دیسے ہیں وہ خود بھی ایسے ہی ہوں گے، (الاعلام المسلول)

①۱) ابراہیم بن مسرور فرماتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کو کبھی کسی کو خود دانے نہیں دیکھا، مگر ایک شخص نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پڑا ہوا اس کو انھوں نے خود کوڑے لگاتے،
(العصام المسلمون)

①۲) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقصن رکھیے ان میں سے کسی ایک کی بڑائی کرے اس کے لئے عذاب الیم ہے، جو ان حضرات کو پڑا کہتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے رخصتی ہونے کا اعلان فرمایا، یوں ان کو قرآن پر ایمان سے کیا واسطہ؟ و تفسیر ابن کثیر

①۳) امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس نے کسی ایک صحابی کی بھی بڑائی کی خواہ وہ بزرگ عمر عثمان ہوں، معاذ بن عمرو بن احاص رضی اللہ عنہ، تو اگر وہ یہ کہے کہ یہ حضرات مگر اسی یہ کفر پر تھے تو اس کو قتل کیا جائے گا، اور اگر اس کے سوا کوئی اور بڑائی کی تو اس کو بہت سخت سزا دی جائیگی
(مختصرات امام ربانی، ج ۱، ص ۲۸۷ و فخر الاول)

①۴) امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان میں کچھ کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بڑائی کرنا حرام ہے، اور بہت برا گناہ ہے، اور ہمارا اور مجبور کا ہر سبب یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے بلکہ سزا دی جائے، اور بعض مالکیہ فرماتے ہیں کہ قتل کیا جائے (نووی علی سہم، ص ۳۱۰ ج ۲)
یہ ضعیف رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کسی ایک کی بڑائی کرنے والے کے لئے احتیاط بھی قتل کا حکم دیتے ہیں،

مندرجہ بالا تصریحات کے بعد کسی بھی انصاف پسند کو اس فیصلہ میں کوئی تردد نہیں رہے گا کہ مودودی صاحب اپنی سنت میں سے نہیں، نیز یہ بھی فیصلہ کر سکتا ہے کہ شرعی عدالت میں ان کی سزا کیا ہے؟

مودودی صاحب کے صرف دو سوال

ہم آخر میں مودودی صاحب سے صرف دو سوالوں کا جواب چاہتے ہیں۔

①) آپ کا طریق فکر، اصول، روایت اور جہاد اسلام کے قواعد و ضوابط اور اس فرقہ کے مفاد و ممال رعبال کا سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے یا نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس کی نشاندہی فرمائیں کہ کون کونسی کتب، علماء اور اس اور کونسی فقہاء کے خیالات کی ترجمانی کر رہی ہے؟ اگر یہ دعویٰ تحریر کہ ہم نے یہ نظریات کتابوں سے لئے ہیں تو یہ اصول مشابہ مسلم اور

متفق علیہ ہے کہ دنیا کا کوئی فی بھی ماہرین فی کی صحبت اور تربیت کے بغیر صرف مخالفہ کتب سے حاصل نہیں ہو سکتا تو دین کا فہم اس اصول سے کیوں سنسٹی ہے؟ اور اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو صرف اسلام کے قواعد و ضوابط کی تدوین و تشریح جو دہ سو سال تکٹ ہو چکی وہ کیسے قابل اعتماد ہو سکتا ہے؟

(۲) جب کسی عوامی کی تقلید میں جائز نہیں بلکہ گناہ سے شدید تر ہے تو آپ اپنی اطاعت اور تقلید کیوں واجب قرار دے رہے ہیں؟

لیکن ہے کہ کوئی صاحب یہ فرمائیں کہ صرف امور انظار میں اسیر کی اطاعت لازم ہے اس لئے کہ اس کے سوا نظم علی ہی نہیں ہو سکتا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہی علت تقلید میں بھی موجود ہے اس ہواہرستی کے دور میں ہر مدعی کو اگر اجتماع کی اجازت دیدی جائے تو سارا دین منہم ہو جائیگا اب فیروزہ مسائل کے جوابات ملاحظہ ہوں :

(۱) جماعت اسلامی اہل سنت سے خارج ہے اور اپنے مخصوص عقائد کی وجہ سے عام مسلمانوں سے الگ ایک مستقل فرقہ ہے۔

(۲) ان کے ساتھ کسی قسم کا تعداد ناجائز نہیں۔

(۳) ان میں رہنے کو ناجائز نہیں۔ اگرچہ نکاح صحیح ہو جائے گا۔

(۴) ایسے شخص کو امام بنانا ناجائز نہیں، اگر کسی مسجد میں اس عقیدہ کا امام ہو تو باہر حضرات پر اسے عقیدہ کرنے کی کوشش کرنا فرض ہے، اگر مسجد کی منتظمہ امام بنے پر تیار ہو تو اوہی مکمل پر فرض ہے کہ ایسی منتظمہ کو روک کر کے دوسری صحیح العقیدہ منتظمہ منتخب کریں۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح عقیدہ پر قائم رکھیں اور ہر قسم کے غلو و تکبر سے محفوظ رکھیں

واللہ اعلم بالصواب

معذرت

میں نے اسے مضمون پر نظر ثانی کے وقت جاہل سو وروی صاحب کی تعینیت کو کچھ مزید دیکھ لیا جائے، مگر جیسے دیکھنا شروع کیا تو فرامات کے اتنے بڑے انبار نظر آئے کہ ہر ایک پر سے بطور نمونہ بھیج کچھ تھوڑا سا عقدہ نقد بھیجا جائے تو اس کے لئے کئی ضخیم جلدوں کی ضرورت پڑے گی، اسے لئے آگے دیکھتے ہیں بہت نہ ہوئی :

جماعت اسلامی

کے افراد کے لئے لمحہ فکریہ

① کیا جماعت میں داخل ہونے سے پہلے

بھی حضرات صوبہ کراچی بالخصوص حضرت عثمان اور

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تعلق آپ کو یہ

بدلتی تھی جواب ہے ————— ؟

② علم و اُمت کے بارے میں جو بدگمانی آپ کو اب ہے

کیا وہ جماعت میں داخل ہونے سے پہلے بھی تھی ؟

③ کیا آپ جماعت اسلامی کے سوا مسلمانوں کے سب سے ملک

کو پہلے بھی دُعا کرتے تھے ————— ؟

اگس جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہوگا تو نصافت

سے بتائیے کہ کیا جماعت اسلامی عام مسلمانوں سے الگ ایک

نیا مستقل مذہب نہیں جسکا پیسے کوئی وجود نہ تھا ؟ اور کیا آپ

خود بھی اپنے کو عام مسلمانوں سے الگ نہیں سمجھ رہے — ؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر نئے مذہب کے فتنے سے محفوظ

رکھیں اور اپنے قدیم دین پر قائم رکھیں۔ آمین

== رشید احمد ==

اردو قعدہ سنہ ۹۶ ہجری



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



نيل الفضيلة
بسؤال الوسيلة



وسیلہ کابثوت

سوال تو مثل بالا بیانہ والا دیکھ جائیے، انہیں نیز تو مثل بالا حیات والاموات اور تو مثل بالذات والاعمال میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ مدق بیان فرمائیں، دلائل عند اللہ لکھیں۔

الجواب باسم قدس القلوب

تو مثل خودہ احیاء سے ہو یا اموات سے، ذوات سے ہو یا اعمال سے، اپنے اعمال سے ہو یا غیر کے اعمال سے، بہر حال اسکی حقیقت اور ان سب صورتوں کا مزج تو مثل برہمہ اللہ تعالیٰ آفرمے ہو یا خود کردہ لفظ مقبول بندہ پر جو رحمت ہے، اپنے تو مثل سے ڈمکارتا ہوں یا نکالیں نیک عمل یا بنایا غیر کا جو محض آپ کی عطا اور رحمت ہے اس سے تو مثل کرتا ہوں، چونکہ نوسن بالرحمت کے جواز یکہ اور ہی مقبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور یہ سب صورتوں کو شامل ہے لہذا تو مثل کی دیکھو فی السوال سب صورتیں جائز ہیں۔

ھذا لک دعا ذکر تیار ہے، میں حضرت زکریا علیہ السلام کا حضرت مریم علیہا السلام پر رحمت سے تو مثل اور آپ کی دعا کا قبول ہونا مذکور ہے، اصحاب غار نے اپنے اعمال کے تو مثل سے دعا کی اور غار سے نجات پائی، اس کی حقیقت بھی وہی ہے کہ اللہ آپ کی جس رحمت لے میں نساں نساں علی ضالح کی توفیق عطا فرمائی اس رحمت کے تو مثل سے دعا کرتے ہیں۔ تو مثل کی حقیقت سمجھ لینے کے بعد اس کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی حاجت نہیں، مہذا چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یہود نے اپنے تو مثل سے شرک پر فوج و نصرت کی دعائیں پکارتے تھے۔ ولما جاءهم کنتھ من عند اللہ مصدقاً لآیامہم وکائنات من قبل یستفتون علی الذین کفروا کی تفسیر میں علامہ ابوبکر رحمتہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ نزالت فی جن قریظۃ والنہر یکانوا یستفتون علی الارض والخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض بمعنہ قتال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقرآنہ والمعن یطلبون من اللہ تعالیٰ ان ینصرہم بہ علی المشرکین کما روی السدی اھم کانوا اذا اشتد الحرب بینہم یصرحون باین انھم ینصرہم فی موضع ذکوانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وقالوا لھم ھم اننا نسالک بحق نبیک الذی وعدتنا ان ینفعنا فی اخر الزمان ان تنصرہم

(۴۷) وقد كتب شيخنا المذكور رسالة مستقلة فيها التفصيل من اراد فليزجهم اليها وذكرها
 حينئذ البيهقي وابن ابى شيبة عن مالك الدارقاني ائمة الناس يخطون زمان عمر بن الخطاب رضي الله
 تعالى عنه فذكر رجوعه الى ابي بكر النبي صلى الله عليه وسلم استسقى الله لرجلكم فانهم قد
 هلكوا فانما رسول الله صلى الله عليه وسلم في منامه فقال انت عمر فاقره السلام واخبره و
 القصة المذكورة في الاستيعاب لابن عبد البر وانما المجلد بها شيعة ابن بطينة (۹)

(۵۰) عن مصعب بن سعد قال رأى سعد ابن له فجلسا على من دونه فقال رسول الله صلى الله
 عليه وسلم هل تمصرون وترقون الا بضعا نكرو رواه البخاري (مشکوٰۃ ص ۴۳) وعنده المساني
 انما الله هذه الامة بضعا نكروا وعرفهم واخبرهم

(۵۱) عن ابی الدرداء رضي الله تعالى عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الغنى فضعفكم
 فانما ترن ترون او تظنون بضعا نكرو رواه ابو داود (مشکوٰۃ ص ۴۳)

(۵۲) عن ابية بن خمال بن عبد الله بن اسيد رضي الله تعالى عنه عن ابي بن عبد الله عليه السلام
 انه كان يستفهم بصحايفك المهاجرين رواه في شرح السنة (مشکوٰۃ ص ۴۳)

جب مواقع رحمت کی معرفت مجاہدہ کی بدون دعا و توسل کے جواب رحمت ہے تو دعا و توسل
 بالرحمة کیونکر جواب نہ ہوگا ؟

(۵۳) عن ابن عباس رضي الله تعالى عن ابن عمر بن الخطاب كان اذا تقصوا استسقى بالعباس بن
 عبد المطلب فقال اللهم انا ان توسل اليك بمنيتنا نقسبنا وانا نتوسل اليك بجرعتنا
 فاستسقا فاستسقا رواه البخاري (مشکوٰۃ ص ۴۳)

غیر مقلدین کے امام شوکانی

غیر مقلدین رسول کے سکر میں مکران کے امام شوکانی نے اس حدیث کو پرہیزگاروں کے لئے مستحق
 بذریعہ الصلاح نام لکھا ہے۔ اور حدیث کی مخرج میں فرماتے ہیں ویتقدون من قصة العباس
 استسقى الاستشفاء باهل الخير والصلح واهل بيت النبوة (نیل الاوطار ص ۴۳) وكذا
 في عمدة القاري ص ۴۳ وفيه الباري ص ۴۳

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل سے بعض حضرات نے جواز توسل کی تخصیص بلا حیا و
 دعویٰ کیا ہے جو صحیح نہیں، جب توسل ثابت ہوگی تو احیاء و اموات میں ماہ الفرق کیا ہے اگر کچھ

فرق تسلیم کر لیا جائے تو مسئلہ برعکس ہونا چاہیے کیونکہ زعمہ انسان تغیر احوال سے اس وقت تعلیم ہوتی ہے حدیث میں وارد ہے کہ کسی کی اعتقاد کرنا چاہو تو میت کی افتد کرو، عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ من کان مسلماً فلیس فی قلبه ذن مات فان الحق لا یفک من علیہ الفتنۃ المعادیث دواء ذلک و یستحق

پس جب یہ جملہ صحاح و مضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کئی کئی اس کتاب ثابت ہو تو توکل بالہیت بطریق اولیٰ مستحب ہوگا۔ علاوہ انہی دلیل اول، ثانیہ اور ثالث توکل بالہیت کے باب میں سرایت ہوا۔

باقی رہا یہ اشکال کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیوں توکل کیا؟ اس اس کی چند وجوہات ہو سکتی ہیں۔

(۱) حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توکل کے ساتھ آپ کی دعا بھی مقصود تھی۔

(۲) اس پر تنبیہ مقصود تھی کہ توکل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے دوسری ہر ایک ایک توکل باغایہ دوسری توکل بالنبی کرنا بہت خطرناک ہے۔

(۳) یہ بتانا مقصود تھا کہ توکل بغیر الانبیاء علیہم السلام من الازیاء و انصالی ارجی باعث برکت و جانب ارجح ہے۔

(۴) صیح السانی اپنے اندر موجود محسوس بعض شخص پر زیادہ مطمئن ہوتی ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام بھیجئے اور دعا کی درخواست پہنچانے میں السانی و صیح السانی اہم کام کیا جاتا ہے حالانکہ ملائکہ کا واسطہ انتہائی سریع ہونے کے ساتھ انتہائی قوی بھی ہے نہ ادا کے امانت میں خلعت کا خطرہ نہ لسیان کا اندیشہ۔

و قد قال اللہ العظیم الذی علیہ صلی و علیہ وسلم، آمین

مختصفت شہان سلطنت مجری

الحاق

اس مسئلہ میں جانہیں اس قدر غلو کا شکار ہیں کہ ایک دوسرے کی تکفیر و تجہیس اپنے دلائل کی خیر اعلیٰ دوسرے کے دلائل کی تردید میں اور ان کے اراق سے ناکر ڈالے ہیں، میں نے جو دلائل لکھے ہیں ان کی تائید و تردید میں بھی بہت کچھ لکھ گیا ہے جبکہ حتمی حقیقت یہ ہے کہ میری مجرہ صورت کے مطابق توکل برحمتہ اللہ لا تفتد تہم مگر مستحب ہے اور شریکین کی طرح غیر اللہ سے استعانت کی صورت میں توکل و تعلق شرک ہے، غالباً اس حقیقت کے وضوح کے بعد اختلاف صرف عقلی ہی رہ جائے گا۔ و اللہ اعلم بالذال و الاذی و الباقی

۱۴/رجب ۱۳۸۵ھ

باب رد البدعات

و ما بعد نماز جنازہ

سوال ۱: نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا کیسا ہے ؟ ۱۔ یٰلٰہُ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ

الْحَمْدُ لَکَ وَ مَنَہُ الْعَذَابُ وَ الْفِتْنَةُ

نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ و تابعین سے ثابت نہیں، اس لئے فقہاء اسے ناجائز اور مکروہ فرماتے ہیں چنانچہ تیسری صدی ہجری کے فقہیاء ابو جریر بن حاتم فرماتے ہیں۔ اِنَّ الدُّعَاءَ بَعْدَ صَلَوةِ الْجَنَازَةِ مَكْرُوْہٌ (فوائد سیرہ ج ۱)

شخص الاصل علم اہل سنتی سنہ ۳۵۴ھ اور شیخ الاسلام علامہ سعدی متوفی سنہ ۷۹۱ھ عربی فرماتے ہیں۔ لا یقوم الرجل یا نذاع بعد صلوة الجنائزة (فتاویٰ سنہ ۱۰۴۵ھ)

وفی الفتاویٰ النیر السیة، اذ انہم منہم من القلوی لا یعتمدوا علیہ

دعا مانگنا صحیح کا صحیح (۱۰۴۵ھ)

ولا یقوم داعیہ (جامع الرموز ج ۱ ص ۱۲۸)

(ابن عیوبی الفہم (البحر الاوقی ج ۲ ص ۱۰۴)

ولا یدعو النبی بعد الجنائزة لانتہی شیعہ الزیادۃ فی صلوة الجنائزة۔

(مرواۃ شریع مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۲۸)

(الشیخ الاسلام والدعاء بعد صلوة الجنائزة (ابن عیوبی لان اکثر اصحابہ و زعماءہ ہند و چین)

کتاب مذکورہ کے علاوہ خلاصۃ الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۲۵، فتاویٰ برجنی ج ۱ ص ۱۸۰،

فتاویٰ برہنہ ص ۳۶، مظاہر الحق شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۱۰۴، نفع الخلق و ارتاض ص ۱۲۴ وغیرہ میں بھی اس کی ممانعت اور کراہت منقول ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰۴۵ھ و شوال سنہ ۱۲۷۵ھ

اذان جمعہ کے بعد اٹھانوہ صنت رسول اللہ ﷺ کرنا

سوال ۲: بیان عام: ستر ہے کہ نماز جمعہ میں اذان کے بعد اٹھانوہ صنت رسول اللہ ﷺ کرنا

سے بھلا رہا جاتا ہے، شرف اس کا کیا حکم ہے ؟ ۱۔ یٰلٰہُ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ

الجواب ومنہ الصدق والصلوٰۃ

فیعلیٰ شخص بے نیاد اور بدعت ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں، و جب تا شوبہ لغوی میں اختلاف ہے
حالات یہ اگر سے ثابت بھی ہے تو توبہ لستہ بدعت ثبوت کی وجہ سے یقیناً ناجائز ہوگی۔ (روایات
ملک) راوی مؤثر نا شوبہ فی العشاء فقالت اخبروا هذا المبتدع من المسجد وروى جہاد
قال دخلت مع ابي عمر مسجد ابي حنیفہ فیما الظہر لسمعت شوزنا بنویرہ یغضب و قال قمر حنفی
خرج من عند هذا المبتدع المذنب و یؤمر یوسف یقسم بذلک لریادۃ اشتغالہم بامور الملکی
کیلا تنقطع الجماعۃ و علیٰ هذا القاضی و الفقہ (فیوز) راوی یوسف خصہم) اخر ذکر وجہ الی
یوسف: "انما ذلک اختیار ذلک ان یظہر من کلامہ قاضی مان و یؤمر الاختیار قولہ الی یوسف
فتم (قولہ للسلطان) اے سلطان احمد فیضیہ (یوسف) ہمیں رضاعتی عبدالمعالم کا القاضی
والفقہ والمذاہب واختارہ قاضی خان و فیروزہ (رد المحتار) فقہ و الشرع علی علم
ما شرعی سنہ ۱۲۸۱ھ

اذان علی القبر

سوال: کیا قرآن میں ہر مسلمان کے لئے کہ مرہ کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کہنا واجب ہے یا نہ
میں عام مروج ہے) شرعی حکم لکھتا ہے؟

الجواب ومنہ الصدق والصلوٰۃ

اذان علی القبر کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں، اس لئے بدعت ہے۔ قال فی الشامیہ فی
الاختصاص علی ما ذکرہ من الاول اشارۃ الی انما لا یسوغ الاذان عن ادخالہ المیت فی قبورہ
کما هو المعتاد الا ان یؤمر و قد صرح ابن حجر فی فتاویٰ بائنا بدعتہ (رد المحتار ج ۱) من البدع
التي ساعدت فی الہدایۃ الاذان علی القبر و رد البطلان: تو شرعاً منع ہو گیا ہے اذان علی
القبر کو ایسے نبیؐ لکھ ہے۔ فقہ و الشرع علی علم

۲۲ ذی قعدہ سنہ ۱۲۸۱ھ

جنازہ کے ساتھ جہر اُکھیر پڑھنا

سوال: یہاں دستور ہے کہ میت کا جنازہ جب پڑھتا ہے تو اس کے ساتھ جہر اُکھیر پڑھتا ہے
مجھے یہ کیا شرع میں اس کی کوئی اصل ہے؟ میں نے سنا ہے

الْجَوَابُ وَمِنْهُ الْمَذْقَةُ وَالْقُتُوبُ

بناؤ کے ساتھ ہر اکھڑے بندے کی ہے۔ کیا کہ فیض ارقم موسیٰ بذکر وقرآن و فیض
(الدار المنعزل) دفع الشامیہ (قوله كما ذكره) قبل تحریرہ فی فیض الکافی من بعد موت
الثانی و فیہ عنہا وینبغی لمن تم الجہانۃ ان یطیل القصۃ و فیہ عن الشیخ یریدہ فان اراد
ان یذکر لہ تعالیٰ ینکروہ فی نفسہ بقولہ تعالیٰ انہ لا یحب من المعتزل من اهل الجہنم من انہ
و عن ابراہیم انہ کان یکرہ ان یقول فی الرجل و هو یضی عنہا استغفر للہ غفر اللہ لہ
قلت ہذا کان فی الدعا و ان کرہ ظاہر بانقاء الجاد فی ہذا الزمان و رد المحتار
باب الجہانۃ (۱) فقط و الشر تعالیٰ اعلم
ما فی مقدمہ ۱۴۴۵ھ

دعا میں جہر و دود و شریف اور آیت اللہ و منقبتہ و الا ضروری کہنا
 سوالیہ : کیا راتے ہیں علمائے دین کہ نواز کے بعد دود و شریف بالجہر پڑھنا اور آیت اللہ و
 منقبتہ و الا کو لازم جاننا اور دود و شریف پڑھنے کو ضروری کہنا کیسا ہے ؟

الجويك رمنه المشرق والمغرب

نماز کے بعد درود شریف یا آیت الکرسی و ملائحتہ الہیہ کو ضروری سمجھنا گناہ ہے۔ درود شریف پڑھنے میں اگرچہ بلاشبہ بہت برائو اب ہے مگر اسے ضروری سمجھنا جائز ہے کسی سیاح یا مستحب کام کو ضروری اور واجب قرار دینا گناہ ہے۔ (مکمل معیار فتویٰ الیہ (فی الوجوب) مشکوٰۃ (المذاہم) خارج الخیرات ص ۱۴۰) (۱) اذما سمعتم اذاناً فصلي بقرعة ولا مکروه وما یفعل عقیب الضلوة مکروه هذا الذی الزاهد (عالمگیریہ) الخراب سجود لا لا (۲) وقت الہ الطبیعی فی شرح مشکوٰۃ فتح حدیثہ ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فی قولہ (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲)

۳۰ رُذی تعدد منه | ۳۴۱ هجری

سوال مشعل بالا

سوال ۱۰: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دعا مانگے جو کہ عام مساجد میں مروج ہے اس کے بارے میں فقہائے احناف کو کیا فتویٰ ہے۔ ایک فتویٰ میں ہے کہ اس مسئلہ میں اہل اہل و خیال کیا گیا ہے اس کی عبارت بعینہ مشکل استفتائے اہل اہل و خیال ہے۔

مہربانی اس کو پڑھ کر مہینہ دلائل کے متعلق ارشاد فرمایا جائے کہ وہ صحیح ہیں یا نہیں۔ اور اگر صحیح نہیں ہیں تو کس بنا پر صحیح نہیں ہیں۔ وضاحت سے ہر حکم شریعت اطلاع فرمایا جائے۔ تینوا تفرودا سوارے : نمازوں کے بعد جو دعائیں کی جاتی ہیں جس کے آخر میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ پھر آیت درود پڑھ کر دو دہا پڑھتے ہیں یا یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں۔ اکثر لوگ اسے ناجائز اور بدعت کہہ کر لوگوں کو روکتے ہیں، مفصل تحریر فرمائیے۔

الجواب

نازیں دو قسم کی ہیں۔ (۱) ایک وہ ہیں جن کے فرض کے بعد سنتیں نہیں جیسے فجر و عصر، مسئلہ یہ ہے کہ فرض سے بعد الی سنتوں کو بہت زیادہ مؤخر کرنا مکروہ ہے۔ فرض کے بعد دعا مانگنے کو بہت مختصر پھر فوراً سنتیں شروع کر دی جائیں۔ فقہ حنفی کی کتاب در مختار میں ہے۔ ویکیون تأخیر السنة الإیقلہ العقرات السلاہ ان فانی مالکیر یہیہ فی ذی الحجۃ الامام انافرم منہ النہی والمغیرہ وحتہ بشر فی السنة ولا یشتغل بأدعیہ طویلۃ کذا فی الفتاویٰ حبانہ منہ لمصلی اور اس کی شرح میں ہے فان کانت بعدہ ای بعد مکتوبہ تطوع یقوم الی التطوع بلا فصل الامم الراعی قولہ الذی یقول فی السلاہ وذلہ السلاہ تبارک یا ذالجلال والاکرام اچھر سنتیں شروع کر دے۔ ہاں سنتیں ادا کرنے کے بعد دعا طویل مانگے۔ چنانچہ صاحب در مختار طویل دعا و ذکر سے فرض و سنت کے درمیان فرق نہ کرنے کے مسئلہ کے بعد فرماتے ہیں و مصعب انہ یستغفر ثلاثا بقرۃ آیۃ التکوین والمعوذات و یسبح و یمجد و یمکون ثلاثا و ثلاثین و یصلی تمام المائۃ ویدعی عود و یحتمل سبعۃ و یتلیم ربی العزۃ عما یصفون ثم یسبی سنتوں کے بعد تین مرتبہ استغفر اللہ اعلیٰ تعلیم اور آیت الکرسی اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھے پھر ۳۲، ۳۳، ۳۴ سبحان اللہ، الحمد للہ، الحمد للہ کہے اور ایک بار لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر کہے کہ لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر کہے پھر دعا مانگے اور دعا کو سہارا دیکر رب العزۃ عما یصفون و سلام صلی المرسلین و الحمد للہ رب العالمین سے ختم کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ ذکر طویل اور دعا مانگنے وہ سنتوں کے بعد ہونا چاہیے۔ فرضوں کے بعد تو دعا ہی نہیں صرف حمد و ثنا الہی کے مختصر کلمات ہیں اور وہ بھی فرض و سنت کے درمیان فرق ظاہر کرنے کے لئے ہیں۔ حقیقت دعا تو سنتوں کے بعد ہی ہے تو یہ دعا دعائیں ہی نہیں بلکہ

غنا۔ جواب کئی (دوسرے صاحب کا ہے، حضرت مفتی صاحب کا جواب آگے آ رہا ہے ۱۲ مرتب

یہ دینی ہے۔ اس کے متعلق احادیث میں لکھا ہے کہ نوز کے بعد دعا یعنی چہ پنیہ کہ دعا عبادت کا معنی ہے۔ رواہ الترمذی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عبادت اللہ العبادۃ، لہذا اللہ اور عبادت اللہ جو عبادتوں کے پڑھنے کے بعد اٹھتے ہیں یہ دعا بالکل جائز ہے۔ حدیث سے ثابت ہے مشکوٰۃ شریف باب الذکر بعد الصلوۃ میں اس قسم کی دعاؤں کا ذکر موجود ہے۔ اب چونکہ یہ مقام مقام دعا کا ہے۔ جب اپنی دنیا و آخرت اور اپنی جان و مال و اولاد و وضع مصائب وغیرہ کی دعا مانگا ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی دعا مانگ لینا چاہیے اور اس کا مختصر طریقہ یہ ہے کہ اپنے لئے دعا مانگنے کے بعد سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی اور اس کا ثواب حضور کو بخشے گئے دعا کی اس میں کیا قیادت پیدا ہوگئی جو اس سے نکلا دیا جاتا ہے تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حنفی اہمیت وصوت یشفع منفلوۃ حسنۃ الاکتہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں والصلوۃ طریق الی صلی اللہ علیہ وسلم وستر فی الصلوۃ وغیرہ دعا ومن اللہ فی صلی اللہ علیہ وسلم عن طہر الدنوب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز نہیں اور نماز کے علاوہ درود بھیجنا حضور کے لئے کافراں کو واجب ہے۔ پھر فرماتے ہیں وذلک لاجل الخلقۃ قرآنۃ الفاتحۃ للروح الطہرۃ علیہا السلام اسی واسطے خلیفہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کو جائز قرار دیا ہے۔

یہ دعا تلاوت سورت فاتحہ پڑھنی اور اس کے لئے ایصال ثواب کی دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے ان الذہاد موقوفون بین السماء والارض لا یبعدون عن الحق، حیث تصوم من نیتہم درود اللہ وری (مشکوٰۃ) : دعا آسمان و زمین کے درمیان رہتی ہے یہاں تک کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے۔ لہذا درود پڑھا گیا اور مقدم درود یاد دلانے کے لئے جس طرح اوروں کو کہتے ہیں کہ درود شریف پڑھئے۔ قرآن کی آیت تلاوت کر دی۔ ان شاء اللہ عجل۔ بعدوں میں حدیث باب اتم اللہ من امنواہ لوالدہ وسلموا نسلیا اور آخر میں بھائی و بہن کے لئے اللہ تعالیٰ عبادہم من الایۃ ثم رحمہم کر دی گئی جس کے متعلق اوپر فقہ حنفی سے بتایا گیا کہ دعا ہی آیت بر نعم کرے۔ یہ ہے وہ طریقہ جو یہاں رائج ہے۔ اس کا ایک ایک جو احادیث اور فقہ حنفی سے ثابت ہے اس سے انکار کرنا اور بہمت قرار دینا سخت قسم کی غلطی اور احادیث و فقہ حنفی سے لاعلمی کی دلیل ہے یہاں تک ان نمازوں کے متعلق بتایا گیا ہے جن کے بعد سنتیں ہیں جن کے بعد سنتیں نہیں وہاں تو دعا شامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پہلی ہی دعا ہے۔ اگرچہ اور نمازوں میں وہ پہلی ہی دعا ہے۔ فرضوں کے بعد ذکر لٹی کے الفاظ ہیں۔ واللہ اعلم

الحجۃ ومنہ الضاریق والعیوب

اس میں کوئی شک نہیں کہ نوافل کے بعد دماغنا احادیث سے ثابت ہے اور کبھی اتفاقاً کسی نے امام کے ساتھ دماغنا لکھی تو اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ کلام تو اس میں ہے کہ ساری جماعت امام کے خلاف ہونے تک منظرِ معینی رہتی ہے اور اسکا اسقدر التزام کیا جاتا ہے کہ پہلے اٹھ جانے کو میسر ہو جاتا ہے اور اس پر انکار اور معن طعن کیا جاتا ہے۔ اگر امام زیادہ دیر تک نفل میں مشغول رہا تو یہی کافی دیر تک انتظار کی زحمت اٹھائی جاتی ہے۔ امام بھی اسقدر التزام کرتا ہے کہ اگر زیادہ دیر تک نوافل ادا نہیں وغیرہ پڑھنا چاہتا ہے تو پہلے دماغنا تک کر مقتدیوں کو نفل کے مزید نوافل میں مشغول ہوتا ہے غرضیکہ امام اور مقتدین دونوں کی طرف سے نفل واجب کا احترام کیا جاتا ہے۔ پھر دماغنا میں بھی مخصوص طریق (جو سوال میں مذکور ہے) کا التزام کیا جاتا ہے۔ امام کے ساتھ حدیث اجتماعیہ دماغنا لکھنا حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ ا تابعین و تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین میں سے کسی سے بھی ثابت نہیں ہو سکتا اور یہی ثابت نہ ہو سکتا ہے وجوب کا درجہ دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ جو امر حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرون مشہود لکھا بالخیر سے ثابت ہوا ہے تو کیا تصور کرنا یہ سمجھنے کے مترادف ہے کہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے دین کو کچھ نہیں یا پوری طرح بچھلایا نہیں اس لئے دین ناقص رہا جس کی تکمیل آج ہم کر رہے ہیں۔ حالانکہ ارشاد ہے۔ البیود اکملت لکم دینکم وانتم صرتم علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دنیا۔ یہ لوگ اپنے عمل سے اس آید کریم کی تکذیب کر رہے ہیں۔ چونکہ کمال دین اور اتمام نعمت ہو چکا تھا، اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں احادیث فی امرنا ہذا افہورۃ" اور فرمایا "علیکم بسننہ وسنۃ الخلفاء الراشدین والعلماء علیہا بالنواجد" اور فرمایا کل من عدی ثبہ بلفظہ وکل من بدعہ ضلالہ وکل ضلالہ فی النار

دو امر ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے مباح ملکہ مذہب امور بھی ناجائز ہو جاتے ہیں۔

(۱) التزام خواہ نفس نعل کا ہو یا کسی خاص زمان یا مکان یا ہدیت و کیفیت کا۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تختصوا الیلة الجمعة بالقیام ولا یوم الجمعة بالصیام و قال فی شرح العنبر کلے مبعث یؤتی الیہ (فی الوجوب) منکروہ (الد والمعتاد آخر باب محمود التلاوة) وقال الطیب فی شرح المشکوۃ فی قوائم الانصراف عن العین بعد احتیاطہ عن احوال المندوب وجعلہ عن ما دلوہ من الرخصة نقضاً صریحاً

صہ الشیطان (مرقاۃ ص ۳۵۲ ج ۱)

(۲) کوئی صباغ یا مندوب قبل ایسی کیفیت سے کیا جائے کہ عبادت مخصوصہ پر زیادتی کا موسم ہو مثلاً سجدہ عبادت ہے مگر نماز کے بعد سویم زیادہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے قال فی الہفتین واما اذا سجد بغیر سبب تلویح بقربہ و نہ مکروہ و نہ یغفر عیبہ الصلوۃ مکروہ فذلک فی الزاوی (عالمگیری بخاری ص ۳۵۲ ج ۱)

اسی طرح میت کے لئے دعا مانگنا ثواب ہے مگر صلوۃ جنازہ کے بعد مکروہ ہے۔ و زائد علیہ للبعثۃ بعد صلوۃ الجنائزۃ لا رہا یشبہ الزیادۃ فی صلوۃ الجنائزۃ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۰۷ ج ۱)

دعا بخیرت منہا میں عدم جواز کے دونوں سبب موجود ہیں التزام بھی اور موسم زیادہ ہونا بھی اگر یہ دعا ثابت ہوتی اور مندوب بھی ہوتی تب بھی ناجائز ہو جاتی ہے جانیکہ اسکا ثبوت اور وجود ہی نہیں۔

اس کے بعد مجتہدین کی تحریر کے متعلق کچھ عرض کر دینا ضروری ہے۔

قولہ ہاں سنتیں ادا کرنے کے بعد طویل دعائیں لے

اقول اس سے کس کو انکار ہے؟ آپ کا دعویٰ تو یہ ہے کہ امام کے ساتھ ہمیت اجتماعیہ دعا مانگنا منسوخ ہے اس پر کوئی دلیل لائیے۔ شرح استویر کی جو عبادت پیش کی ہے اس میں بھی حالت اجتماع پر کوئی دلیل نہیں بلکہ دلائل ذیلی سے ان اوعیہ طویلہ کا بحالت انفراد ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۱) نوافل کے بعد اور ادا دعیہ ادا دیت سے ثابت ہیں۔ اگر بحالت اجتماع یہ ان کا وجوہ کی بھی ہوا ہوتا تو ضرور منقول ہوتا۔ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، عادات اور طریقہ تک کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے جو قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باب عبادت میں کیا ہوا اور پھر پانچ دفعہ دراندہ واقع ہوتا ہوا۔ رأس العبادات اور مجمع مقام میں اسکا وقوع ہوتا رہا ہو۔ اس کو کسی شخص نے بھی روایت نہ کیا؟

(۲) نوافل کا گھر میں پڑھنا زیادہ ثواب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اسی پر عمل تھا اس حالت میں ظاہر ہے کہ دعا بعد نوافل انفراد ہی ہو سکتی ہے۔ قال فی التمامیۃ ان الاحسن من ذلک کلہ نظرونہ فی منزلہ لانی منی اہل داود باسناد صحیح صلوۃ

المورد فیہ یشہم افضلہ من صلوٰۃ فی مسجد عن ہذا الا مشکوٰۃ (رد المحتار ج ۱ ص ۱۳۳)
 جبکہ گھر میں نوافل پڑھنا مسجد نبویؐ جگہ بتصریح فقہاء مسجد حرام میں پڑھنے سے بھی افضل ہے
 تو دیگر مساجد سے تو بطریق اولیٰ افضل ہوگا۔

(۳) اگر کوئی اسکا ثبوت چاہتا تو فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ ضرور اس کی تصریح فرماتے مگر یہ فقہ
 کی کسی کتاب میں بھی نہیں ہے۔ ایسے موقع پر فقہاء کا ذکر نہ کرنا عدم ثبوت کی دلیل ہے
 جیسے کہ فقہاء کا مفہوم مخالف بالاتفاق جہت ہے

قولہ لہذا امام ابوہریرہؓ

اقولے مطلقاً اس دعا کے دوا میں کلام نہیں۔ بحث ہیئت اجتماعیہ کے جواز میں ہے
 جو کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

قولہ اب چونکہ

اقولے اس میں کوئی شک نہیں کہ دعائیں سورۃ الحمد اور ورد و شریف پڑھنا موجب خیر و
 برکت ہے مگر اس کا التزام ہیئت مخصوصہ بہ عمت ہے۔

قولہ اس کا ایک ایک جزا حدیث اور فقہ حنفی سے ثابت ہے۔

اقولے مطلق دوا بصورت افراد کے سو کوئی چیز بھی کسی حدیث یا کسی جزئیہ فقہیہ سے
 ثابت نہیں ہوگی۔

قولہ اس سے انکار کرنا درجہ عمت قرار دینا سنت قسم کی غلطی اور حدیث و فقہ حنفی سے
 لاعلمی کی دلیل ہے۔

اقولے جو زمین حضرت سے سدا عار ہے کہ کوئی ضعیف سے ضعیف تصریح حدیث یا کوئی راجح
 سے مہجور جزئیہ فقہیہ تحریر فرمائیں جس میں بحالت اجتماعیہ دعا کی صراحت ہو۔ حدیث و
 فقہ کے ذخیرہ سے کوئی ایک تصریح جزئیہ پیش نہ کرے جو حنفی کی دلائل کاٹ کر لے کر
 فقہا و ائمہ المذاہب الی سبیل الرشاد

۱۶ ذی قعدۃ الحرام سنہ ۱۴۰۶ھ

تین دفعہ دعا مانگنے کا التزام

سوال: اس علاقہ میں دعا میں تین دفعہ ہاتھ اٹھانے کا التزام کیا جاتا ہے اور استدلال میں
 مسلم کتاب الجنائز کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ مشورۃ علی الشہ علیہ وسلم نے ابیہ میں تین دفعہ ہاتھ

اٹھ کر دعا مانگی۔ اس حدیث کی تفسیر بیان فرما کر مثنوی فرمائی۔ مثنوی تو جوا

الْجَوَلِبُ وَفِيهِ الْقَدَفَةُ وَالْقَبُولُ

بقیہ دینی حدیث کے مندرجہ ذیل جواب دیے جاسکتے ہیں۔

(۱) واقعہ داعمہ اتفاقہ سے التزام پر استدلال درست نہیں۔ زیادہ سے زیادہ جواز بلا التزام ثابت ہوگا۔ التزام ہر حال ناجائز ہے۔

(۲) ممکن ہے کہ مختلف قبور پر متعدد دفعہ رفع ایدی ہوا ہو۔

(۳) یہ بھی احتمال ہے کہ ایک دفعہ دعا ختم کر لینے بعد جدید دعا کا کوئی خاص داعیہ (مثلاً مزید وقت قلب و شان و رحمت) پیدا ہوا ہو، اسی طرح دوسری دعا ختم کر لینے بعد عیسری دفعہ رفع ایدی خاص داعیہ کے تحت ہو۔

(۴) ممکن ہے کہ اس میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہو یا اس طرح کے پہلے خصوصی شفاعت کے طور پر دعا مانگی ہو ختم کرنے پر پھر مزید دعا کرنے کا امر الہی ہوا گیا، ان تو بہت کی ضرورت اس لئے ہے کہ اصل میں حدیث کا مفہوم سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے صحابہ تابعین اور ائمہ کے قول و عمل کا لحاظ ضروری ہے۔ جو کام عبادت سمجھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزاروں صحابہ کے زبرد کیا ہو۔ پھر دعا کا واقعہ کوئی عمر بھر میں ایک آدھ نہیں بلکہ دن میں کئی مرتبہ کا ہے۔ پس اگر تخلیث کا کوئی ثبوت ہوتا اور صحابہ اسے خواب سمجھتے تو ضرور اسے نقل کرتے اور خود بھی اس پر عمل کرتے۔ حالانکہ اُمت میں کسی نے نہ اسے نقل کیا اور نہ ہی اسے مطابق عمل کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳/رجب المرجب منہ ۱۴۰۵ھ

نوافل کے بعد اجتماعی دعا

سوال ہے : دوسری دعا بعد از نوافل مقتدیوں کو امام کے ساتھ ملکر کرنا۔ نوافل ایضاً کی اس عبادت سے ثابت ہوتا ہے و مستحب للاحکام بعد سلامہ ان یحول الیٰ ربہما للوقوف بعد الغرض وان یتقبل بعدہ لئلا یرد (داعی قولہ) ثوبہ یحون لا نفیم لہ اسکا کیا جواب ہے؟

یقیناً توجوا

الْجَوَلِبُ بِاسْمِہِمْ الْقَبُولُ

نوافل ایضاً کی عبارت میں صرف دعا بعد النوافل کا ذکر ہے یہ نہیں کہ امام اللہ مقتدی ملکر

دعا کر کے یعنی سب لوگ دعا کریں مگر امام کے ساتھ مقتدیوں کا تعلق ہو اسکا کوئی ثبوت نہیں۔ مثلاً نماز فجر کے بعد مقتدی لوگ بیگت قتل تلاوت قرآن میں مشغول ہوتے ہیں بظاہر یہ تلاوت اجتماعی ہوتی ہے مگر درحقیقت ہر شخص اپنے طور پر اپنی تلاوت میں مشغول ہے کسی کا دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ نہ ابتدا ایک ساتھ کرنے کا اہتمام رہتا ہے اور نہ انتہا بلکہ ہر شخص اپنی فرصت و ہمت کے مطابق تلاوت کر کے خارج ہو جاتا ہے۔ اسی طرح فرض کے بعد والی دعا بھی امام کے ساتھ مل کر کرنا ثابت نہیں اگر اتفاقاً امام کے ساتھ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ التزام کی وجہ سے یہ فعل بدعت ہو جائے گا۔ عہدہ فقہیہ ہے کہ کسی مبلغ یا مندوب فعل کا لوگ التزام کرنے لگیں تو وہ ناجائز ہو جاتا ہے فرض اور نوافل میں ان فرق ہے کہ نوافل کے بعد امام کے ساتھ ملکر دعا کرنے میں التزام کا جو مظاہرہ اور دمج تابع پائے جاتے ہیں وہ فرض کے بعد کی دعا میں نہیں۔ مثلاً

۱۱۔ فرض کے بعد سنن و نوافل گھر میں جا کر پڑھنا افضل ہے مگر نوافل کے بعد اجتماعی دعا کے لئے اس نصیحت کو چھوڑ کر امام اور مقتدی مسجد ہی میں نوافل پڑھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

۱۲۔ نوافل کی تعداد رکعات اور ان میں مقدار تلاوت میں مختلف لوگ ہمت و فرصت کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں مگر اجتماعی دعا کا التزام سب کو ایک ہی لاشعری سے لگتا چنانچہ کوئی پہلے خارج ہو جائے تو وہ دعا کے اخطا میں بیٹھا رہتا ہے اور اگر امام یا کوئی مقتدی زیادہ نوافل پڑھنا چاہے تو وہ اجتماعی دعا سے خارج ہونے کے بعد پڑھتا ہے اس لئے نوافل کے بعد کی دعا امام کے ساتھ بلکہ کرنا خصوصاً اس طرح التزام بالاتفاق بدعت ہے حتیٰ کہ اہل بدعت بھی اسے قائل نہیں، احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرضوں کے بعد امام اور مقتدی جو دو مل جائیں یہ دعا جائز ہے یا نہیں۔ بعض اطراف میں امام فرض کے سلام کے بعد صرف اللہ تعالیٰ سے التماس کر کے دعا پڑھا کر پھر سننوں سے خارج ہو کر سب ملکر دعا مانگتے ہیں۔ مؤخرانہ کر فنی والے پہلے فرقی پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔

(۱) فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔

(۲) فقہاء نے فرض کے بعد اللہ تعالیٰ سے التماس سے زیادہ تخریر کرنے کو مکروہ کہنا

سوال یہ ہے کہ ان دونوں طریقوں میں سے صحیح طریق کیا ہے؟ اور فقہ وحدیث کے موافق کون؟ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا جائے کہ کیا نوافل و سنتیں کے بعد جماعت کا دعا مانگنا یا مختصر صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟

استفتیٰ خاکسار خلیفہ عبدالغنی کارخانہ دار دکنی محدس سورتیوں و محلے
الجبواب: ذائقہ کے بعد دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور فقہ میں اسکا
بجواز مصرح، فقہاء فرقی یہ ہے کہ جن نوافل کے بعد سنتیں ہیں انکے بعد دعائے طویل نہ چاہیے،
اللہ عزوجل نے اللہ عزوجل کے لئے اسکا شل پر انحصار مناسب ہے اور اتنی طویل کو مقتدیوں پر تفصیل ہو
کبھی بھی نہ چاہیے اور سنتی و نوافل سب سے فارغ ہو کر امام کا جماعت کے ساتھ دعا مانگنا
کہیں منقول نہیں، اور اس میں یہ بھی وقت ہے کہ کچھ لوگ صرف سنتیں پڑھیں گے اور کچھ نوافل
بھی، اور پڑھنے والے بعض جلد فارغ ہو جائیں گے بعض دیر میں تو جو پہلے فارغ ہو چکے ان
سے بے صواب انتظار کرنا ہو گا لہذا یہ طریق لائق ترک ہے۔ ان اگر مقتدی سب راضی ہو
اور کسی پر تفصیل نہ ہو تو مرجع اس میں کچھ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ
محمد امجد علی، عظمیٰ رضوی، مد
ابوالفتح محمد اسماعیل

انقاس مرغوبہ ایف حضرت مفتی کفایت الرحمن دہلوی
فقہی ذکرہ کے مطابق اہل بدعت کی اکثریت بعد نوافل اجتماعی دعا پر عامل نہیں صرف
دہانتوں وغیرہ میں کچھ بدعتی لوگ اسکا التزام کرتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دارالریع الآخر سنہ ۱۳۹۶ ہجری

نمازوں کے بعد بلند آواز سے طویل دعا

سوال: مجھے مساجد کا اس طرح دعا کرنا کہ چیلے تو نوافل کے بعد بلند آواز سے الحمد للہ منبت
الغالبین والاعلیٰ نہ تہذیب ولا تقویٰ والسنۃ علیٰ سبیل المرسلین پڑھے اسکے بعد اللہ عزوجل نے اللہ عزوجل
پھر ہر آئی راہ کبہ بھر دو غریب تو کیا اس طرح دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یا تنویر توحید
الجبونہ باسم ملہم القویۃ

دعا کے جس طریقہ میں مندرج ذیل مقاصد ہیں:

۱) اجتماعت اور اس کا التزام ۔

۲) اتمام بالذام اور اس کا التزام، جبکہ شرعیہ صرف نماز کے ساتھ مختص ہے۔

۳) جبرام اور اس کا التزام، قال اللہ تعالیٰ: ادعوا ربکم تضرعاً وخفیةً انکم لا یحییٰ

المصلون ۵۵ وقایہ حکایت عن زکریا غیبہ السلاسل: اذا دأب ربه من الخفیاتہ

۴) مسبوقین کی نمازوں میں خلل پیدا ہوتا ہے۔

۵) جن فرض کے بولتے ہیں ان کے بعد طویل وعاد مکروہ ہے، قال فی العلانیۃ: ویکو

تأخیر استند الیقین بالانقضاء للسلامۃ الخ (رد المحتار ج ۳ ص ۳۹۴)

۶) عوام بلکہ خواص بھی اس طریق مستند کو سنونی سمجھتے ہیں۔

۷) اس کا التزام سے بھی زیادہ اہتمام و التزام کیا جاتا ہے۔ واللہ اعلم
بما یشاء من العباد

میلاد مروج کی تحقیق

سوال: میلاد شریف جیسا کہ آجکل ہوتا ہے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ اعتقاد کرنا کہ آپ میلاد کی بیس میں تشریف لاتے ہیں اور یہ کچھ کثیم کے لئے کھڑے ہو جانا اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور کیا کرنا چاہیئے اور اگر میلاد وغیرہ کرے تو کس طریقے سے کرے۔ خلاصہ حال فرمائیے۔

الحمد للہ ومنہ الصلوات والصلوات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و حالات پر مسلمانوں کو مطلع کرنا اسلام کا اہم ترین فرض ہے اور ساری تعلیمات اسلامیہ کا خلاصہ ہی ہے: اور اسی میں مسلمانوں کی بہبودی اور صلاح وغیرہ ان خصوص صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت بڑے سرور اور فرحت کا باعث ہے اور یہ سرور کسی وقت ادا محل کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر مسلمان کے دل پہلے میں سما ہوا ہے۔ ابو لیب کی نوٹھی نو بیہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خبر ابو لیب کو پہنچائی تو اُس نے خوشی میں ثویہ کو آزاد کر دیا۔ مرنے کے بعد لوگوں نے ابو لیب کو خواب میں دیکھا اور اس سے سہل دریافت کیا تو اس نے کہا کہ جب سے مرا ہوں عذاب میں گرفتار ہوں اگر دُشمنی کی شب کو چونکہ میں نے میلاد نبی کی خوشی کی تھی اس لئے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے جب ابو لیب میرے بد بخت کا فرنگ لے میلاد نبی کی خوشی کی وجہ سے عذاب میں تخفیف ہو گئی تو جو کوئی اُنہی آپ کی ولادت کی خوشی کرے اور حسبِ دست آپ کی محبت میں خرچ کرے تو یہ نیکو اعمالی مراتب

حاصل نہ کر سکا پس اگر ولادت یا معجزات یا غزوات وغیرہ کا ذکر بطرز وعظ ودرس بغیر پابندی رسوم کے کرے تو ہزاروں برکتوں کا باعث ہو گا مگر اس زمانہ میں محض سیلا د میں مندرجہ ذیل درجہ باعث عدم جواز ہیں۔

(الف) فقہور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق پر عقیدہ ہوتا ہے کہ آپ مکمل سیلا د میں تشریف لاتے ہیں اور یہ ہر طرح کفر ہے جس کی حرمت قرآن کریم کی مخصوص صریح اور فقہ کی عبادات سے بھی ثابت ہے۔ مومن قالے الی اور امام المشائخ حاضیہ تعلیم بکفر (مرازیہ) ذکر احضیہ تشریحاً بکفر و التکفیر، صفحہ ۱۸۱ البی صلی اللہ علیہ وسلم یوہو الغیب، مادۃ، صفحہ ۱۰۱، قولہ تعالیٰ قل لا یعلمون فی السموات والارض الغیب الا اللہ (شرح فقہ الاہل) یہ مسئلہ کتب فقہ میں مذکور ہے کہ اگر کسی نے نکاح کرتے وقت کہا کہ میرے گویہ خدا اور رسول ہیں تو یہ شخص کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھا۔

(غدادی ناشی خان البحرانی وغیرہ)

غویہ کہ ایسا عقیدہ لکھنے والے کی تفسیر سے قرآن، احادیث اور کتب فقہ بھری ہوئی ہیں۔

(ب) مکمل سیلا د میں شریعتی وغیرہ تقسیم کرنے کو ضروری سمجھا جاتا ہے اور خود مکمل سیلا د کو بھی واجب کا درجہ دیا جاتا ہے کہ کسی جائز کا کوئی لوگ ضروری سمجھے نہیں تو یہ کام کر دہ ہوتا ہے کہ مکمل سیلا د میں (فی الواقعہ) ضحک و زحاک (المتذکرۃ)

(ج) سمیت سمیت اور مقروہ تاریخ پر سیلا د کو نا ضروری خیال کیا جاتا ہے حالانکہ جب شریعت نے کوئی خاص مہینہ اور تاریخ معینی نہیں کی تو ایسی عزت سے شریعت میں زیادتی کرنا ناجائز ہے صریح مسلم، روایت ہے لا تقسموا قبلۃ الجسد بقیام مومن، الباقی دلائل مختصراً یوم الجمعة یجب لم یمنع بعین الایمان۔

غرضیکہ مذکورہ بالا مفسدات سے احتراز کرتے ہوئے اگر مکمل سیلا د نہ کر سکتے تو موجب خیر برکت اور کار کا ثواب ہے فقط واللہ اعلیٰ اعلم

۱۶ دئی قعدہ سنہ ۱۳۷۱ھ

استاذ مخرج کاظم

سوال: ان دنوں کے بعد ما قرآن اٹھا کر مروج حریف سے جو دعائیں وغیرہ پڑھتا ہے جسے منہ کے عرف میں قرآن مجتہد کہتے ہیں شرعاً کیسا ہے؟

الحج والعمرة والصدقة والقبول

یہ مردہ طریقہ نامہ نکر اور بدعت ہے۔ قرآن، حدیث و تفسیر میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور نہ ہی قرونِ شہود و ماخیر میں اس کا کوئی وجود ہے۔ قال اللہ تعالیٰ، الیوم اکملت لکم دینکم و رضیت لکم الاسلام وینا، نقد کا یہ دیکھ کر رسول اللہ اسوۃ حسنۃ جو فعل حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا ہم اسے تو بکچھ کر کے لیں تو اس کا حطب یہ ہوا کہ عودہ بالشرع حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کو پوری طرح سے نہیں سمجھا۔ ہم حضور سے دین کے مسائل کو زیادہ سمجھ رہے ہیں اور مآخذِ ائمہ اربعہ ائمہ دین ہم دیکھ سکتے ہیں کہ غرضیکہ اپنی طرف سے دین میں زیادتی کرنا سخت گناہ ہے۔ قاسم البیاض سے لے کر علیہ السلام تک جہاد متلاذیہ کہ رکعت قرآن میں اپنی طرف سے زیادتی کر رہے ہیں اس استقامت کو قیاس دیکھ کر لوگوں کی جرأت صحابی پر بڑھتی ہے کہ ادا بخلاف۔ قال فی رد المحتار و فی علیہ فی تفسیر المعجم فتاویٰ العجب فی اونی فعلیہ اللہ و فی انہی بہ النیت والواجب علی النیت انہی یوصی بہ یوصی بہا علیہ لای یصلی الشنہ عند ذلک اوصی بہ لای یصلی الشنہ بقیۃ النیت للورثۃ و یدرج بہا لای یصلی وہا انہ یصلی بہا واجب علیہ۔ نقلاً و الترتیب فی علم

۱۳ محرم الحرام سنہ ۱۲۷۲ھ

مشق سوال: لا

سوال: استقامت فرج کا کیا حکم ہے؟ نورانی فیض میں جان کرنا ہے۔ یقیناً توجہ

الحج والعمرة والصدقة والقبول

جان نہیں۔ قال فی الشافعیہ و فی تفسیر المعجم فتاویٰ العجب فی اونی فعلیہ اللہ و فی انہی بہ النیت والواجب علی النیت انہی یوصی بہ یوصی بہا علیہ لای یصلی الشنہ عند ذلک اوصی بہ لای یصلی الشنہ بقیۃ النیت للورثۃ و یدرج بہا لای یصلی وہا انہ یصلی بہا واجب علیہ۔ نقلاً و الترتیب فی علم

شاید یاد رکھنا چاہئے کہ یہ تفسیر ہے کہ یہ عینہ اس وقت جائز ہے جبکہ

ثالث سے غدیہ ادا ہو سکتی ہو اور یہ صورت کبھی اتفاقاً پیش آجاتی ہے اسے مستعمل وسم بنالینے کی اجازت نہیں دینی یہ بھی ضروری ہے کہ اس حیلہ سے علوم کا عقیدہ فاسد نہ ہو، اسوقت جو اسقاط مروج ہے اس میں ادا تو تملیک فقہاء اس طرح کی جاتی ہے کہ اس سے تملیک متحقق نہیں ہوتی ثانیاً اس سے نہاد عقیدہ لازم آتا ہے کہ عوام گناہوں پر دیر ہو جاتے ہیں اور مومن و مسلمہ کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ ثالثاً اس کا ایسا التزام کیا جاتا ہے کہ اسے بھی اعمالِ تھخین میں سے ایک مستقل عمل سمجھا جاتا ہے۔ التزام کرنے سے سہاج بلکہ مندوب کام بھی ناجائز ہو جاتا ہے کہ صرح بہ فی الشاہیہ وندیھا۔ والیعا ثمت مال سے غدیہ ادا نہیں کیا جلتا، حالانکہ التزام ثمت تک غدیہ کی وصیت کرنا اور اس کا ادا کرنا لازمی ہے۔ التزام ثمت کے بعد بھی غدیہ باقی رہے تو اس میں حالت میں فقہاء نے حیلہ کی اجازت دی تھی مگر فی زمانہ فساد عقیدہ کی وجہ سے یہ بھی جائز نہیں۔
فقط والله اعلم

۲۶ / صفر ۱۲۷۳ھ

آکھٹے ہو کر جہرا ذکر کرنا اور وجد میں آنا

سوال: آجکل ماہیروں میں مروج ہے کہ لوگوں کو جمع کر کے باقاعدہ ذکر کرنا بھی اور بہت سے لوگ وجد میں آکر خوب اُچھٹے کودتے ہیں۔ کیا یہ فعل شرعاً ناجائز ہے؟ کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟

الجواب ومنه القبول والقبول

اس کا شرعاً میں کوئی ثبوت نہیں۔ جہرا ذکر کرنا جیسا کہ فی زمانہ مروج ہے یہ بحرہ سے لماف شرح الشرحین بکوفہ رحمہ اللہ کے ہاتھ کو والدی علیہ السلام رحمہ اللہ فی الشاہیہ (قوله قبل نعم) بشعر جضع مع انہ مشغول علیہ ذلک مذکر فی المنع فیقال نعم البیوع علیہ السلام مذکرہ نعم البیوع عند قیادۃ القرائین لیسانہ والرحمۃ والذکر کوفہ ما ظاہر فی هذا لعمری الا فی مہمومہ وحسباً وحبہ فانہ مکروہ لا اصل لہ فی حدیث مراد والیعا فیہما قبل فی فصل فی البصر والیقلہ متصور فی زمانہ احوال لا یجوز المقصد والمجاہدۃ الیہ الخ (خاصیہ کتاب المغطہ والإباحۃ ۵۴) بریقہ محمودیہ جلد ۴ میں مروج و جہرا بہت زیادہ روکیا ہے جو قابلِ رد ہے۔ فقط والله اعلم

میت کے مینہ پر کلمہ شہادت لکھنا

سوال: میت کے مینہ یا پیشانی پر کلمہ شہادت لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ومنہ القدوسی والقول ب

جائز نہیں۔ اس لئے کہ میت کے پھٹنے کی وجہ سے بے حرمیت ہوئی۔ البتہ اگر بغیر روشتائی وغیرہ کے صرف انگلی سے میت کے مینہ پر لکھا جائے اس طرح کہ لکھنے کے نشان ظاہر نہ ہوں تو یہ فی نفسہ جائز ہے۔ مگر آج کل لوگوں کے عقیدہ کا فساد ظاہر ہے۔ اسے ضروری خیال کرتے ہیں اور ایسے امور سے معاصی پر عزائم کرتے لگتے ہیں لہذا اس طریقے سے لکھنا بھی جائز نہیں۔ ان فی الشامیة وقد افق ابن القلاص بالاجوز ان يكتب علی الكفن نبيك ولاكفتم وضوح المتوفى من صلب الميت والقياس المذكور على انه كان مكتوباً على الخاد الا فرس في اصطبله انفلو في جصور في جبينه ثم وايضا يقياس على كتابه الله في بطنه تركوة منقوشة لا ينفصل شواقيذ ومن الكبر في الامراء العظيمة باقية علم حاله فلا يجوز تعريضها للنجاسة والقول بان يطلعه فغفره ورد الا في مثل ذلك لا يحجر به الا انما هم على النبي صلى الله عليه وسلم طلبة فذلك وليس كذلك وقد مناقض له باسمه الياء على الفتح امن تركوة كتابته القرأى واسماء الله تعالى على الدارهم والمخاروب والجدوان وما يفرش من ذلك الا لاحتواؤه وخفية وطنه وغو به ما فيه اعانة فالتم هذا بالادوية ما فر يثبت على المجتهد او يترك فيه حرميت ثابتاً على نعم فقل نعم بعض المحققين على فوائد الشرح ان مما يكتب على وجه الميت بغير وداد بالاصح السجدة اسم الله الرحمن الرحيم وعلى الصلوات الا الا الله محمد رسول الله ووالله بعد الغسل قبله لتكفون اه والله اعلم (رحمہ اللہ) فقط والله تعالى اعلم

۱۳۴۴ صفر سنہ ۱۳۴۴

دفن کے بعد بالاتزام تین دفعہ دعا مانگنا

سوال: ہمارے ملک میں رواج ہے کہ دفن کرنے کے بعد قبر پر دعا مانگتے ہیں اور پھر چند قہم بھیجے ہٹ کر دوبارہ دعا مانگتے ہیں۔ پھر چند قہم ہٹ کر تیسری دفعہ دعا مانگتے ہیں اسکا التزام کیا جاتا ہے۔ کیا یہ امر شرعاً جائز ہے؟ جیسا تو ہوا۔

الجواب: ومنہ القدوسی والقول ب

دفن کے بعد بدو ہاں اٹھائے میت کے لئے مغفرت کی دعا کرنا حدیث سے ثابت ہے۔

کسانی سجدہ اچھے دے اور کائناتیں صلی اللہ علیہ وسلم اذافرہ من دفن المیت وقت من یقول
وقال استغفرہ الاخیکم واسألوا اللہ فی الشفیعۃ فانہ الاذن یسأل (۱) (در المحتاج ۱) ہاتھ
اٹھا کر تین دفعہ دعا کرنا پھر اس کا التزام اور ہر دفعہ چند تمہارے پیچھے بیٹنا بدعت ہے اسکا کوئی
ثبوت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳۶/ معطر سنہ ۱۳۷۲ھ

دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بدعت ہے

سوال: دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے متعلق امداد الفتاویٰ حصہ اول
میں جائز لکھا ہے تو کیا مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے سفر کے لئے لکھا ہے یا جہاں
طوبہ پر بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں؟ بیضا تو جہاں

البحرین باسمہم القبول

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے وقت زیارت قبور دعا میں رفع یدین کے متعلق یوں مسئلہ لکھا
قال فی الفقہ راستہ زیارت قائمہ والدعا وحی قائمہ۔ بعد اسطر شریعہ عراقی ملوینہ
(مشافہ ص ۱۳۳) اس سے دعا ثابت ہوئی اور دعا میں رفع یدین احادیث سے ثابت ہے لہذا
اس میں بھی رفع یدین ہوگا۔ نیز صحیح مسلم کی صریح حدیث ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹے
میں تشریف لے گئے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

فقد ذکرہ بالاعبارات اور حدیث مذکورہ اور امداد الفتاویٰ کا فتویٰ زیارۃ القبور سے
متعلق ہے مذکورہ سے متعلق۔ دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا حدیث سے ثابت ہے نہ فقہ
سے اور نہ ہی امداد الفتاویٰ میں اسکا ذکر ہے اور نہ ہی اکابر علماء کا اس پر عمل ہے لہذا جائز

نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم واسم وہاب سے رجوع جلد ۱۰: ملاحظہ فرمائیے

فرقہ ریح الاول سنہ ۱۲۸۸ھ

سوال مثل بالا

سوال: قبرستان میں میت کو دفن کرنے کے بعد قبر پر لوگوں کا ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے
یا نہیں؟ ایک عالم دین کہتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دفن کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا
فرمائی ہے اپنی دلیل میں یہ حدیث پیش کرتا ہے وعمرہ عثمان بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اذافرہ من دفن المیت دفعہ علیہ وقال استغفرہ الاخیکم واسألوا اللہ فی الشفیعۃ فانہ الاذن

یَسْأَلُ رِوَاةَ الْوُجُودِ دَفِيعَةً وَتَوَكُّيًّا اس عالم کا گناہ کبھی ہے یا نہیں؟ حیران کہ اللہ تعالیٰ جزاؤں حسنہ
الجبوت علیہا سہم منہم العتق علیہ

دفن کے بعد دعا ثابت ہے، البتہ اس دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت نہیں، اس لئے اس
سے احتراز کرنا چاہیے، مولوی صاحب نے دلیل میں جو حدیث پیش کی ہے اس میں ہاتھ
اٹھانے کا ذکر نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶ ربیع الآخر سنہ ۱۳۹۶ ہجری

نماز عید کے بعد مصباح پڑھ کرنا

سوال: عیدین کی نماز کے بعد مصباح پڑھ کرنا جیسا کہ آجکل مروج ہے جائز ہے یا ناجائز؟
مطہ الاوی صہری صفحہ ۲۰۸ میں ذیل کی عبارت سے جواب معلوم ہوتا ہے کہ انقلب
المصاحف فہی سنۃ حقیقیۃ المصلوات کلمہا وعدۃ کل فرق۔ بیضا واللہ تعالیٰ تعزیرا
منہ الرحمۃ۔

الجبوت علیہ ومنہ العتق علیہ والعتق علیہ

شاید میں بعض دیگر کتب سے بھی جو نقل کر کے اس پر رد فرمایا ہے، مجوزین کی دلیل یہ ہے کہ
مصباح بعد الصلوٰۃ بھی تو مکمل مصباح سنوۃ میں داخل ہے لہذا ہرگز اگرچہ تخصیص
سے مشغول بن کر قرآن الشہود و نماز فجر نہیں۔ یہ استدلال ابن ابی بطلان ہے کیونکہ اوقات کی تخصیص
زیادت فی الدین ہے۔ چنانچہ علامہ ابن ماجہ بن عباسات جو از نقل کرنے کے بعد اس کے رد
میں فرماتے ہیں۔ نقل فی تلبیین المحارم عن المنقطعات منہ منکرہ المصاحف بعد اذان الصلوٰۃ
بکل حال لان الشیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم ما صرحا فی حوالہ ابن اذ انہ صلوٰۃ ولا صلا
من سنۃ النوافل فیہ۔ ————— تو نقل عن ابن حجر مین الشوافع اللہ اسامہ مکر وہ
لا اصل لہا فی الشرح وامنہ بینہ ما علیہا اولاً وبعثہ ثانیاً ثم قال ابن الحاج من
الامکیۃ فی نہ دخل انہا من العید و موضع المصاحف فی الشرح انما فی عنہا لغار المسئلۃ لا ینہ
لا فی دہار الصلوٰۃ فہی شہ وضمہا الشرح یضہا فہی عن ذلک ویرجع لہا فی الخیر بدین
خلاصہ الشرح انہ شرعاً علی فی ذلک فراجعہ (رد المحتار ج ۵ ص ۳۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۱۹ رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۷ھ

نماز عید کے بعد مصافحہ و معانقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وین مسئلہ کہ نماز عیدین کے بعد مصافحہ کرنا جیسا کہ آجکل مروج ہے جائز ہے یا نہ جائز؟ اور اگر ناجائز ہے تو عوام الناس کو اس سے روکنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۱) اس میں ممانعت کیسی ہے اور کس وجہ کی ہے؟

(۲) یہ ممانعت آیا نماز ادا کرنے کے فوراً بعد کے لئے ہے یا عید کا پورا دن میں داخل ہے؟

(۳) کیا معانقہ تو اس میں شامل نہیں؟ اس مسئلہ میں لوگوں میں اختلاف ہے براہ کرم جواب سے نوادریں، بینوا انور جردا

المجتوبیہ باسمہ ملایم الفتاویٰ

(۱) یہ طریقہ اختیار کرنا بدعت اور مکروہ ہے۔

(۲) یہ ممانعت فوراً بعد نماز کے لئے ہے، کیونکہ یہ فعل شائع علیہ السلام سے ثابت نہیں

(۳) معانقہ بھی اس میں شامل ہے یعنی نماز کے بعد فوراً معانقہ بھی جائز نہیں، ویسے عید کے دن بوقت ملاقات مصافحہ و معانقہ درست ہے و موضع المصافحۃ فی الشہام

انما ہی عند لقاء المسلمین لا فی اوبار و اعداوات (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۳)

بدعت یا کسی گناہ کا ارتکاب کسی مصلحت کے پیش نظر مگر جائز نہیں، لہذا دوسروں کو

منع کرنا اس وقت ضروری ہے جبکہ قبول کی امید ہو ورنہ نہی مطلقہ ضروری نہیں، غرضیکہ خود

نماز عید کے بعد کسی سے معانقہ و مصافحہ کرے۔ ہاں اگر کسی سے ملاقات ہی بعد نماز کے ہوئی

ہو تو اس سے جائز ہے مگر تعقباً بالبدنہ اور اس کی تائید کا ذریعہ بننے کی وجہ سے اس سے بھی

اجتناب کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۶ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ

نمازوں کے بعد مصافحہ

سوال: فجر کی نماز کے بعد چند لڑکے اور بڑے حضرات صفت بنا کر کھڑے ہو جاتے ہیں

اور مسجد سے نکلنے والے مصلیٰ ان سے سسلہ دار مصافحہ کرتے ہیں یہ عمل کچھ عرصے سے ہر روز

بعد نماز فجر بلا ترمیم کیا جا رہا ہے۔ کیا اس عمل کو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یا صحابہ

نے کیا ہے اس عمل کو سننے کی اور باعث ثواب سمجھا گیا ہے؟ منع کرنے کے باوجود اس عمل

کو جاری رکھیں تو سب کچھ خراب ہو جائے گا۔ یہ سب کچھ جاری رکھنا ہی ہے جو ہماری فلاح کے لیے ہے۔

الجَوَابُ بِأَمْرِهِمُ الْقَرِينُ

شریعت میں مصافحہ کا موقع صرف اول ماقات ہے۔ نازولی کے بعد مصافحہ منسوخ و کرم
صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت نہیں
بلکہ یہ رواضی کی ایجاد اور بدعت ہے اس لئے اس سے احتراز واجب ہے بلکہ محضات فقہاء
رحمہم اللہ تعالیٰ نے صراحت لکھا ہے کہ اس بدعت کے مرکب کو بدیعہ زبرد و رنج و کٹنے کی کوشش
کہ جائے، اگر پھر بھی باز نہ آئے تو بشرط قدرت اسے سزا دی جائے۔ البتہ جہاں رد کرنے کی قدرت
نہ ہو وہاں روکنا ضروری نہیں، نقل فی تفسیر المعادیم عن المصنفات ذکرتہ المصنفات بعد
اداء الصلوٰۃ بعد کمال حال لایۃ التحدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہما صاف فرمایا اداء الصلوٰۃ لای
عن معنی الروافضیہ اذ لو نقل عن ابن حجر مزی الشوافی انہا بدعت مکررۃ لا اصل لہا فی
الشرع وان فیہ فاعلہا اولوہا من بدعاتہا ثانیاً فہو قال ابن حجر مزی عن المالکیۃ فی المدخل انہا
من البدع رموزہم المہمافۃ فی الشرع انما معنی عند فقہ المسلمون لایۃ او باربعۃ تہنئۃ
ورفعہا الشرع یضعہا فہنئۃ عن ذلک وینجز فاعلہا اقربہ من خلاف الشیۃ اہل شیطاۃ فی
ذلک فرجاء (رد المحتار ج ۵ ص ۴۸) فقہاء الشریعہ اہل

۲۰ ربيع الأول سنة ۱۲۷۵

اہل میّت کی طرف سے دعوت کی رسم

سوال ۱۰: کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان مشرق منین اس طعام کے بارے میں جسے اہل بیت تیار کر کے لوگوں کی دعوت کرتے ہیں۔ شادی کی طرح اس موقع پر بھی خوش و غارب اور احباب کا اجتماع ہونا چاہیے اور اس رسم کو ضروری سمجھا جائے یا نہیں؟

الجوي ومن الشرق والغربي

یہ دعوت مقررہ ناچائز اور بدعت ہے۔ بچند و جہو۔

(۱) یہ حقیقت میں ہنود کی رسم ہے پس اس میں نشہ بالسنود ہے۔

(۲) مشریت یہی غمی کے موقع پر دعوتِ شریعت نہیں، کتبِ لغہ میں تصریح ہے۔ (۱)

الدعوة مذكورة في السور الثلاث الشريفة

(۳)۔ اس دعوت کو لازم سمجھا جاتا ہے اور التزام بالایراد چاہئے۔

(۴)۔ دعوت پر جو رقم صرف آتی ہے اس میں عموماً: تبلیغ الی کا حصہ بھی ہوتا ہے۔
والذین یا کلونہ یا سوالہ الیہ انہی ظلموا انما یا کلونہ فی بطنہم نارا و میصرون سعدۃ
نابغ کا مالی صدقہ و خیرات دینا کسی صورت میں بھی روا نہیں۔

(۵)۔ اس دعوت سے مقصود ایصالِ ثواب نہیں ہوتا بلکہ دیا ونمود مطلوب ہوتا ہے۔ یا
لوگوں کے طعن و تشنیع کے ذریعہ سے دعوت کی جاتی ہے جو کہ شرکاً مفسر ہے۔ ایصالِ ثواب مقصود
نہ ہونے پر چند قرائن ہیں۔

(الف)۔ اخفاء صدقہ اھضیل ہے۔ اس کے باوجود اگر اخفاء کی ترغیب ان لوگوں کو دی جائے
تو ہرگز قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔

(ب)۔ صدقہ بصورت نقد زیادہ تر ہے کیونکہ اس میں اخفاء بھی سہل ہے اور فقراء کے
لئے نافع بھی زیادہ ہے کہ جیسی ضرورت ہوگی اس نقد رقم سے پوری ہو سکے گی۔ اور اگر حالاً
کوئی ضرورت نہیں تو نقد رقم وقت ضرورت کے لئے محفوظ بھی رکھ سکتا ہے یہ فوائد دعوت
میں نہیں بلکہ بعض دفعہ کھانا مفسر بھی ہوتا ہے منہذا نقد صدقہ سے ایصالِ ثواب پر کوئی
راضی نہیں۔

دوسرے درجہ میں صدقہ کی بہتر صورت یہ ہے کہ حاجت مند کی ضرورت کے پیش نظر اسے
صدقہ دیا جائے یعنی مریض کو دوا، مسافر کو کرایہ، دلکٹ، زاد و خیرہ۔ بھوکے کو کھانا اور بھرنے کو
لباس، جو تار، موکم سر یا میں بے سرو سامان کو کپڑا، زانی و غیرہ۔ غرضیکہ وضع ضرورت کا خیال رکھا
جائے۔ مگر یہاں تو بہر کیف کھانا ہی کھانا ہے۔ خواہ مریض بلا دوا کے کراہ رہا ہو۔ پرہیز جسم سردی
سے ٹھہرا ہوا یا شدت گرمی سے جلا جا رہا ہو۔ مسافر منزل مقصود تک پہنچنے سے لاپرواہ مجبور ہونے
کی وجہ سے پریشان ہو۔ اگر ان لوگوں کو دعوت کی بجائے صحیح طریقہ صدقہ کا مشورہ دیا جاتا ہے، جو
فقراء کے لئے بھی نافع ہو اور میت کے لئے بھی اور خود صدقہ کرنے والوں کے لئے بھی تو جواب تمنا
کہ دعوت نہ کرنے کی ضرورت میں برادری نا راض ہو جائے گی۔ ہجاری تک کٹ جائے گی، لوگ
کہیں گے تم کی ضرورت نہ درود؟

(ج)۔ اگر ایصالِ ثواب کی نیت ہوتی تو فقراء و مساکین کو مقدم سمجھا جاتا، حالانکہ ہوتا ہے
کہ اقرباء و اصحاب کا جملہ ہوتا ہے یا پھر اصحاب فقراء اور اہل محنت لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے

مفید بشرطے صحت کہ اس صدقات موافق حکم شرع باشد چنانکہ بناچار و مسجد و فقہ دہاس و غلات
ذخیرہ مال طالع بفقہ اردوان کہ اس مسئلہ اتفاق جائز است و مفید موقوف و اگر طعام چختہ
بفقہ حوالہ سازند یا مسجد و خانقاہ بفقہ بفرستہ نزدیک بعضے جائز و نزدیک بعضے اس ہم غیر جائز باطل
اس صورت مختلف نہیں است۔ لہذا رعایا بطور صحتی خود ایندن خود ندگان خواہ فقہاء ہستہ خواہ
افعیہ نزدیک کس جائز نیست کہ اس رسم جاہلیت عرب و رسم تمام ہندو ہندوستان است و دی
تشیعہ بفقہ راست و سابق حدیث فرستہ ایم کہ من تشبہ بقوم نہوشم الحدیث۔ یہ فتویٰ صحیح ہے یا
غیر صحیح اسکا جواب ارشاد فرمائیے۔

جواب



ہند کے نزدیک بھی سے در تشبہ اس میں حاصل ہے اگرچہ قلیل ہو فقط

(فتاویٰ رشیدیہ ص ۴۶) صحیح قولہ محل کراچی ؟ فتاویٰ تہذیبیہ

عاشورال سنہ ۱۴۰۸ھ

طعام بیت سے تعلق ایک حدیث کا جواب

سوال: مشکوٰۃ کتاب الفتن باب المعونات ففعل ثلث میں حدیث ہے کہ حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نماز بارو سے فارغ ہوئے تو بیت کی بیوی نے آپ کی دعوت کی،
اس سے جواز و طوت برائے ایصال ثواب کا ثبوت لگتا ہے۔

الجواب: ومنہ القدیق والضمیر

فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ چنانچہ علامہ شامی رحمہم اللہ
تعالیٰ فرماتے ہیں وغیرہ نظر فائدہ واقعہ حلال لا یشعور لہا مع احتمال سبب خاصہ بطلان مع
فی محلہ بیت حرم طہارت، محض فی مقلولہ فی مذہبنا و منہا، غیر ذلک الشاہدۃ والحدیث
استدلالاً بحدیث صحیحہ لکن ذکر طہارت و لا یشعور لہا مع احتمال سبب خاصہ بطلان مع قطع
الشرع بایصال ثواب، قال: مع المنکرات لا یشعور لہا مع احتمال سبب خاصہ بطلان مع قطع
فی الافراس (۱) در المختار (۲) ص ۱۶۲

بہتر جواب یہ ہے کہ کاتب کی غلطی سے بجائے لفظ المرأة بلا اضافت کے امرأتہ بلا اضافت
لکھا گیا ہے چنانچہ بوداود جلد دوم کتاب البیوع ص ۱۱۱ اور خمادی جلد دوم باب لحوم الخمر لایئہ
کتاب الصيد والذبايح میں امرأتہ بلا اضافت ہے۔ صاحب مشکوٰۃ ناقل ہیں بوداود سے

لہذا بوقت تعارض الوداد میں کسی روایت کا اعتبار ہو گا۔ پس استدلال کی بنیادی منہدم ہو گئی
نیز اگر ابطال ثواب کے اس طریق مخصوص کی کوئی اصل ہوتی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور
اس پر عمل کرتے۔ حالانکہ صحابہ و تابعین ذمہ بعد ہم کسی سے بھی اس دم کا کوئی ثبوت نہیں ملتا،
اس کے برعکس حضرت جریر فرماتے ہیں۔ کن اعدا الاجتماع الی اهلہ لیت دعوتہم الطعام
من الذی یخلعہ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۹ ربيع الاول ۱۰۸۸ھ

طعام یتیم سے متعلق بعض عبارات کا جواب

سوال ۱: یتیم کے گھر میں اہم تک اتنا طعام وغیرہ کے منوع ہونے پر فقہائے حضرت
جریر رضی اللہ عنہ کی روایت کن اعدا الاجتماع عند اهلہ لیت دعوتہم الطعام من الذی یخلعہ
اور دوسری روایت لاحق فی الاسلام قسری دلیل وقت شروع فی الصدقہ کا فی اللہ و فی حقہ
دلیل، یہ زمانہ یتیم کی دم تھی اسلام نے اس سے منع فرمادیا۔ پانچویں دلیل یہ کہ غدا سپ
ابوہ میں اس طعام کو ناجائز قرار دیا گیا ہے لہذا کسی متذکرہ اس میں بحث کرنے کا حق نہ حاصل
نہیں دلیلی پیش کی ہیں۔

ان دلائل کی علویت کا تقاضا یہ ہے کہ اتنا طعام چاہے فقراء کے لئے ہو یا غیر فقراء
کے لئے جائز نہیں۔ جیسا کہ فقہائے نسائی پر زور دیا ہے لیکن صاحب ہذا یہ نہ تھا بلکہ متنا
میں لکھا ہے وان اشد الفقراء کاذب حسا، اسی طرح قاضی کا کا بھی ایک قول ہے صاحب
بر فقر لے قاضی جہاں کے اس قول کا یہ مطلب یہی آیا ہے کہ فقراء کو ان کے گھر پہنچا دیں تاکہ
تاویل کی ضرورت یہ بنائی ہے کہ یہ قول روایات بالا کے مخالف ہے جیسا کہ فقہاء ہر جہ اب
پر چننا ہے کہ ہذا یہ اور قاضی جن کے گھر پہنچا پر فقراء کے لئے جواز کا قول نقل کیا ہے اور اسکا
کیا جواب ہے۔ نیز اس دور کے بعض مفتی صاحبان دم جواز کا فتویٰ دیتے ہیں تو ساتھ
ساتھ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اگر فقراء کے لئے کھانے کا انتظام کیا تو موجب اجر ہے یہ فرمانا کسی
پناہ ہے اور کہاں تک صحیح ہے۔ حالانکہ اگر فقراء کے لئے جواز کا فتویٰ دیا تو عام حرم
کی صورت میں ملنے میں لائی جائیں گی۔ نیز اصل مسئلہ میں علامہ علی شراح غیہ جواز کے
قائل ہیں۔ اور علامہ عطایہ نے بھی جواز کے اس قول کو نقض فرمایا ہے اسکیا جواب یہ ہوگا
اُجیب کہ مدعی اور مدعی فی حقہ فرمائیں گے۔ یتیم اور غنی

الجواب باسم ملہم القبول

بنازیہ میں دیکھو اتحاد الضیافۃ فی ایام المصیبة کے بعد والے اتھن طعاماً لفقراء کا اور
حسناً کو ذکر کرنا واضح دلیل ہے کہ اس سے مراد فقرائے گھر چھٹانا ہے۔ جلی نے ابو داؤد کی جس
حدیث سے حجاز پر استدلال کیا ہے اس میں امرأتہ نامح کی غلطی ہے۔ ابو داؤد میں امرؤ ہے
لہذا اس سے استدلال صحیح نہیں، اگر دعوت فقر کا جو ازنی نفسہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی مرتجع
رسم کے التزام اور دوسرے فسادات و قباغ کے پیش نظر اس کے حجاز کی کوئی گنجائش نہیں۔
فقط والشرعیہ الی مسلم

۴۰۰ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

صفر کے آخری بدھ میں چھرہ کھانا پکانا

سوال: ماہ صفر کے آخری بدھ کو بہترین کھانا پکانا درست ہے یا نہیں، بعض لوگ
کہتے ہیں کہ ماہ صفر کے پہلی بدھ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض سے شفا ہوئی تھی اس
خوشی میں کھانا پکانا چاہیے، یہ درست ہے یا نہیں؟ بیوقوفانِ حجاز

الجواب باسم ملہم القبول

یہ غلط اور سنگشت عقیدہ ہے اس لئے نام نہان زبور گناہ ہے۔ فقہ والشرعیہ الی علم

۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ

بعض رقیہ اجتماعی ختم

سوال: پچھلے دنوں بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا اس سے بھارت کے لئے اور بھارت
کی مغربی اور پاکستان کی فتح و نصرت کے لئے لوگوں نے اجتماعی طور پر قرآن پاک پڑھا، کتابیں
مرتبہ سورۃ التین پڑھی اور سولہ لاکھ مرتبہ یہ کوہ پڑھی۔ اس طرح پڑھنے پر ایک صاحب
نے اعتراض کیا کہ اجتماعی طور پر پڑھنا ثابت نہیں ہے اور تعداد کی قیید بھی غلط ہے لہذا
ان بدعات کو ختم کرنا چاہیے۔ اس مسئلہ اور اس اعتراض پر شریعت کے مطابق رہنمائی
ڈال کر رہائی فرمائیے۔

الجواب باسم ملہم القبول

اس رسم میں کئی مفاسد ہیں ماحصل فسخہ تو ترک سیاست ہے (مفساد کی تفصیل
جلد ہفتم کتاب الامارہ میں ہے)۔ فقہ واللہ تعالیٰ اعلم۔
۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ

مروج قرآن خوانی

سوال: قرآن خوانی کے بعد لوگوں کو کھانا کھلادیا جائے تو کیا یہ بھی اُجرت میں داخل ہوگی ممنوع قرار دیا جائے گا؟ بیٹو! خود چروا

الْحَوْلِيَّ بِرَأْسِهِمْ مِنَ الْقَوْلِيَّ

اذا تم مروج قرآن خوانی ہی ایک رسم محض بن کر رہ گئی ہے۔ اگر ایصالِ ثواب مقصود ہے تو اس کے لئے ہر شخص اپنے اپنے مقام پر تلاوت کر سکتا ہے اجتماع کی کیا ضرورت ہے۔ نہایت اگر یہ قرآن خوانی ایصالِ ثواب کے لئے ہو تو اس کی اُجرت ممنوع ہے اور کھانا کھلانے کا جہاں دستور ہو وہ بھی اُجرت میں شمار ہوگا۔ نیز ایصالِ ثواب کے لئے دعوت بذاتِ خود بدعتِ اہلِ ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عمر حامدی: ۱۰ دہائی سنہ ۱۴۱۲ھ

بیاری سے شفا کے بعد قرآن خوانی

سوال: بیاری سے صحت پانے کے بعد اس خوشی میں کہ اللہ نے مجھے شفا دی ہے کچھ آدمیوں کو بلا کر قرآن خوانی کرنا جائز ہے یا نہیں اور قرآن کے خم پر کھانا کھلانا یا مٹھائی تقسیم کرنا اور پھر کرمِ ناجی کرنا شرطاً جائز ہے یا نہیں؟ بیٹو! خود چروا

الْحَوْلِيَّ بِرَأْسِهِمْ مِنَ الْقَوْلِيَّ

شریعت میں ادا کیے شکر کے صورت دو طریقے ہیں :

(۱) خود عبادت کرنا، اور سب سے بڑی عبارت ترکِ گناہ ہے۔ دوسرے وجہ پر نفلِ عبادت

تلاوت، تلاوت، نوافل، صدقہ وغیرہ

(۲) انہما پرست کے لئے دعوت کرنا یا ہاتھوں میں مٹھائی وغیرہ تقسیم کرنا۔ ایسے موقع پر

قرآن خوانی کرنا بدعت ہے اس سے بہتر ضرور کار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ رذیٰ قعدہ سنہ ۱۴۱۶ھ

افتتاحی تقریب میں قرآن خوانی کی رسم

سوال: کسی دوکان یا مکان کے افتتاح یا منیت کے ایصالِ ثواب کیلئے قرآن خوانی کی جاتی ہے اس عمل کے لوگوں اور لوگوں کو جمع کیا جاتا ہے اور جب تک مٹھائی یا دعوت نہ کھالیں یہاں سے جانے کی اجازت نہیں ہوتی اور اس کو بطوری سمجھا جاتا ہے اسکا کیا حکم ہے؟ بیٹو! خود چروا

الجموعہ باسمہ علیہم الصلوٰۃ

فی نفسہ قرآن کریم کی تلاوت ایصالِ ثواب کے لئے یا غیر ذرکت کے لئے یا شبہ بہت
زیست رکھتی ہے مگر اچھل لوگوں نے اسے ہم بنا لیا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کے لئے اجتماع کو
اجتام اور اسے ضروری سمجھنا اسی طرح دعوت و غیرہ کا التزام یہ سب امور بدعت اور ناجائز ہیں۔
فقط دائرۃ المعارف فی علم

۱۰۱۲ م ۱۹۹۵ء جمادی

ایصالِ ثواب کے لئے اجتماع کا اجتام

سوال: ہمارے طرف بیست کے تیسرے دن جنوں پر حکم غیرہ پڑھ کر ثواب بیت کو پہنچانا
مروج تھا کچھ دنوں سے اس مروج طریقہ کو ترک کر کے بیست کے دوسرے دن کی عزت
کے جنوں پر شدت کھجور کی ٹھنڈی لڑکے پر پڑھ کر ثواب پہنچانا اور پھر اختتام پر شیرینی ملانا
بتائے یا دیر ہی دیکھو تقسیم کرنا شرعاً یہی درست ہے؟ یا یہ بھی جنوں کی طسرح بدعت
واجب الاتزام ہے؟ بیتواتر ہے۔

الجموعہ باسمہ علیہم الصلوٰۃ

اپنے طور پر صدقات ناقلاً تلاوت یا تسبیح و تہلیل و غیرہ کا ثواب بیت کو پہنچانا بدعت سے
ثابت ہے البتہ ایصالِ ثواب کے لئے اجتماع کا اجتام اور ہمیں خود و رسوم نیز اپنی بیست کی طرف
سے دعوت کو یا یہ سب امور بدعت اور ناجائز ہیں و کیونکہ اخذ از فقہانہ من الطہام مروج
المیثق لاندنوع فی السورۃ فی الشرور و فی بدعت مستحجہ دون المذنبہ و کیونکہ اخذ از الطہام
فی النیوم الاولیٰ و ثانی فی صیحا لا یجوز و نقل الطہام فی الفقہ فی طہارۃ و فقہ فی طہارۃ و فقہ فی طہارۃ
و جمع التعلیم و اولیٰ لایستلزم سورۃ الانعام و الاضلاع صریحاً (مرقاۃ المفاتیح ص ۱۰۸ ج ۱)
فقط دائرۃ المعارف فی علم

۱۰۱۲ م ۱۹۹۵ء جمادی

مروج صلوٰۃ و سلام

سوال: کیا فرمائیے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسوقت پاکستان کے کثر
عقروں میں بعد نماز جمعہ اور دیگر اوقات میں بھی گھر سے ہو کر سلام پڑھنا مروج ہے یا

سوال مشمل یا لا

کیا قرآن میں علامہ ابو ذریہ و مضربان مخرج میں بیچ اس مسئلہ کے کہ کفر مسلمان جنس ضروری ہے
علیہ السلام سے محبت۔ در افعال عقیدت کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کی صورت میں کھڑے ہونے جو کہ
بعض علماء کے نزدیک بدعت ہے۔ دیکھنا تو جہیز۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ بِاسْمِہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

یہ خود ہے کہ افعال محبت و عقیدت قیام ختم التسلیم سے ہوتا ہے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا نام مبارک سنتے ہی کھڑے ہونے سے ہوتا ہے۔ افعال محبت و عقیدت تو اقباغ راطا سنتے ہوئے ہے
لکھا کہ ان سے تعالیٰ فرما دے کہ تم تھوڑے اللہ، فاقہ کو فوراً جھیکم اللہ، دیو، جس سے رافیل سے

تصویر، الزماری و انتظہر حجت: ہذا لعمری فی افعال بدایع

لو کان حقیقہ صاۃ لا اظنہ

اتح المحبت لہو پر حجتہ علیہ

اگر افعال عقیدت ہی تصور ہے تو آپ کا نام مبارک سنتے ہی کھڑے ہو جانا چاہیے حالانکہ ہزار بار
آپ کا نام سنتے ہی سحر کھڑے نہیں ہوتے جب تک وقت مخصوص نہ ہے اور تمام مخصوص تک
نہ پہنچے۔ نیز اگر افعال محبت و عقیدت اس صورت میں ہوتا تو جب کسی بھی آپ کا نام سنیں یا
آپ کا تذکرہ ہو یا جب بھی غیبت میں وہ دو شریف پڑھیں تو کھڑے ہو جانا چاہیے مگر کوئی بھی اس وقت
کھڑے نہیں ہوتا صرف جلوت میں اجتماعی طور پر قیام کا التزام کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ اظہار
محبت نہیں بلکہ ریاء و سودا بدعتیں ہیں۔ نقطہ دائرہ تسالی علم

۱۰ صفر سنہ ۹۸ ہجری

سوال مشمل یا لا

سوال: بعض اوقات نماز کے بعد لوگ سجدہ میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں
عقیدہ و ضروری سمجھتے ہیں اور بعض دوسرے لوگ اس کو بدعت اور دین میں اضافہ سمجھتے ہیں
اس کی شرعی یا حیثیت ہے اور کیا ایسے لوگوں کو روکا جائے یا نہیں؟ دیکھنا تو جہیز۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ بِاسْمِہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

یہ فعل بلا شبہ مستکر اور بدعت ہے بلکہ کوئی بدعات کا مجموعہ ہے۔ مثلاً

(۱) درود شریف کے لئے وقت کی تخصیص۔

(۲) مکان کی تخصیص۔

- (۳) اجتماعی ہریت کی تخصیص۔
 (۴) صورت امامت کی تخصیص۔
 (۵) کھڑے ہو کر پڑھنے کی تخصیص۔
 (۶) باؤڑ بلند پڑھنے کی تخصیص۔
 (۷) ان سب امور کا التزام۔

ان میں سے ہر فعل مستقل ایک بدعت ہے اس لئے کہ شریعت مطہرہ میں درود شریف کے لئے ان قبیحہ تخصیصات کا کوئی ثبوت نہیں جس کام کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خاص کیفیت اور کوئی خاص طریقہ متعین نہ فرمایا ہو اس کے لئے اپنی طرف سے تصور صحیح بنالینا دین میں اختراع اور زیادتی ہے جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طریقہ کاظم نہ تھا، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس التزام اور اختراع کی وجہ سے بدعت پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، فرمایا، *کلّ من شذّ خلا لہ وحکّ* ضلالتہ فی الدنیا و الدین میں ہر نئی چیز اگر وہ چیز اگر اہی ہے اور ہر قرآن میں نہیں بوجہ نالی ہے۔ اس قسم کے منکرات اور بدعات سے مساجد کی حفاظت کیلئے ہر ممکن کوشش کرنا فرض ہے۔
 فَعَقَا وَاللّٰہُ تَسَالٰی اَلَم

سر شوال سنہ ۹۳ ہجری

کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا

ہمارے علاقے میں یہ دستور ہے کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر ساری مجلس دعا کرتی ہے۔ اور نہ کرنے والوں کو بُرا بھی سمجھتے ہیں تو شرعی دُعا سے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ نیز اذان کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگتے ہیں آیا ان موقع پر ہاتھ اٹھانا قرآنی و حدیث اور فقہاء کے اقوال سے ثابت ہے یا نہیں اگر ہے تو دلائل تحریری میں یہ کیسا ثابت ہوگا۔

الْحَمْدُ لِلّٰہِ یَا مُدِّمِ الْمُنِہِمْ الْقَبُولِ

اس بارے میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ مطلق دُعا کے لئے قطع یہی سبب ہے مگر جہاں شریعت نے خاص مواقع میں خاص الفاظ کے ساتھ دعا کی تعلیم دی ہے مثلاً مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے وقت ہونے کے وقت اور سونے سے اُٹھ کر بیت الخلاء میں داخل ہوتے اور نکلنے وقت ہونے وقت اور بوقت جلع وغیرہ۔ ان مواقع میں دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا شرعاً ثابت نہیں کھانے

کے بعد اور اذان کے بعد دہائی کسی قسم میں داخل ہے، مذکورہ مواقع پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بدعت ہے، پھر نہ کرنے والیں کو برا جانا اور زیادہ فصیح ہے، التزام سے تو امر مستحب کا بھی ترک لازم ہو جاتا ہے۔ کہما فی صحیحۃ البخاری و مسطور سنن ابنی داود و النسائی و ابن ماجہ عن عبد اللہ بن مسعود و عن ائمة اربعہ انہم قالوا عند الاجتماع علی الحد کہ لشیطان منی صلاتہ یجوز لہ یحرق حقاً علیہ ای لا ینص منہ فی الاصل یعنی لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یؤتی الناس من علی یسألونہ - فقہ وائتہ تعالیٰ اعلم

۴. رژی قهره سنه ۹۸۰ هـ

سوال نمبر ۱۱۰

سوال: کسی دولت میں کھانا کھانے کے بعد اجتماعی طور پر اہل خانہ کے لئے دعا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں۔ نیز اس بارے میں اگر کسی ایم سے کوئی دلیل ثابت ہے تو تحریر فرمائیے اور اگر اس دعا کو ضروری خیال کیا جائے تو اسکا کیا حکم ہے، بیّنوا الفرجوا۔

الجواب: رأسه ينام القومون

[illegible]

۱۲۱ مختصر علم مستند ۹۰

چیلوں کو گوشت پھینکنا

سوال: ہمیں بیماری کی طرف سے برا صدمہ کرنا اور اس کا گوشت چیلوں کو پھینکنا کا عمل جلد آسانی سے روح نکل جائے یا عدا صمد کی برکت سے شفا عطا فرمائے جائے یہ پائین فریقہ وغیرہ

۱۰ الْجَوَابُ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ

یہ جمالی کی فراقات میں سے ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی اہل نہیں۔ اس قسم کے ٹوٹے ٹوٹے ہندوؤں سے نکلے گئے ہیں اس کا بہت سخت گناہ ہے۔ البتہ مطلق صدقہ کے آئین ملتیں ہے اور صدقہ بعد موت نقد زیادہ افضل ہے۔ یعنی کچھ رقم کسی مسکین کو دیدی جائے یا کسی کا دھنیر میں لگا دی جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳ جمادی الثانی سنہ ۱۲۹۳ھ

بیماری سے شفا کے لئے بیکراذبح کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بدعت جاری ہے اگر اس کی طرف سے بکرا ذبح کر کے گوشت فقیروں کو تقسیم کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کی وجہ سے اس بیمار پر رحم کرے یا آسانی سے جلد روح بخلا جائے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ اگر جائز ہے تو جانور کی عمر اور رنگ کی کمی کوئی تخصیص ہے یا جیسا ہو ویسا ہی جائز ہوگا؟ بینوا تو جیڑا۔

۱۱ الْجَوَابُ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ

آفات اور بیماری سے حفاظت کے لئے صدقہ و خیرات کی ترغیب آئی ہے مگر عوام کا اعتقاد اس بارے میں یہ ہو گیا ہے کہ کسی جانور کا ذبح کرنا ہی ضروری ہے جان کو جان کا بدلہ سمجھتے ہیں، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں، یہ عوام کی خود ساختہ بدعت ہے۔ اگر کوئی عیسائی نہ لکھتا ہو تو بھی اس میں چونکہ اس عقیدے اور بدعت کی تائید ہے لہذا ناجائز ہے، اگر کسی قسم کا صدقہ و خیرات کر دے۔ شریعت میں قربانی اور عقیقہ کے سوا اور کبھی بھی جانور کا ذبح کرنا ثابت نہیں۔ یہ فقط عقیدہ اچھے اچھے دیندار لوگوں میں بھی پایا جاتا ہے اس لئے علماء پر لازم ہے کہ اس کی اصلاح پر رہیں تو جہ دی اور دعا دی دین میں اس قسم کے جو بخرے دیئے جاتے ہیں ان کو ہرگز قبول نہ کریں، علماء کی چشم پوشی اور ایسے محمد بن کو قبول کر لینے سے اس گمراہی کی تائید ہوتی ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۵ ذی الحجہ سنہ ۱۲۸۶ھ

کونڈوں کی حقیقت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ۲۲ رجب کو کونڈا کرنے کی رسم کا کیا حکم ہے؟ اور شریعت میں اس کی کیا اصل ہے؟ بینوا تو جیڑا۔

الحکم علیہ باسمہ صلوات اللہ علیہ

تو انہوں کی مرضی ہم دشمنانِ حق پر رضی اللہ عنہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر اظہارِ مسرت کئے لئے یہودی کے ہے ۶۲۰ رجب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تاریخ وفات ہے۔ (حجۃ - سیدہ ۱) ۶۲۱ رجب کو حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ سیدھا ان کی ولادت ہوئی نہ وفات، حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی ولادت ۸ رمضان مستندہ ۶۲۸ء کی ہے اور وفات شوال مستندہ ۶۳۵ء ہوئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس رقم کو شخص پر وہ خوشی کے لئے حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ورنہ درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔

جسوقت یہ رقم یہودی شیخ مسلمانوں سے غلوٹ خائف تھے، اس لئے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرینی علاوہ تقسیم نہ کی جائے تاکہ رازِ دہش نہ ہو بلکہ دشمنانِ حضرت معاویہ فاضلی کے ساتھ یکساں دیکھے گئے ہاں جاگرا کسی جگہ یہ شیرینی کھائیں جہاں اس کو دکھایا گیا ہے اور اس طرح اپنی خوشی و مسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔ جب اسکا جرح ہوا تو اس کو حضرت جعفر صادق کی طرف منسوب کر کے یہ ثابت ان پر لگائی کہ انہوں نے خود اس تاریخ کو اپنی فائز کو حکم دیا ہے حالانکہ یہ سب منکورات ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم نہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کر کے اس سے بچانے کی کوشش کریں۔ فقط واللہ العالی فی سبیل اللہ شاہ

۲۰ رجب سنہ ۸۷۰ ہجری

اذان سے قبل درود شریف پڑھنا

سوال: ہمارے مسجد میں پچیس سال سے نماز ہوتی ہے الحمد للہ کسی قسم کا جھگڑا وغیرہ نہیں ہوا لیکن کچھ دن سے کچھ آدمی اس مسئلے پر بحث میں مبتلا ہیں کہ جس سے اس محلے اور بوند جوار میں آپس میں ٹالنی کشیدگی اس بات پر بھی ہوئی ہے کہ آیا اذان سے پہلے مؤذن پاؤں بندہ درود شریف پڑھ کر اذان شروع کرے یا کہ مؤذن نے درود شریف خاسوٹی سے پڑھ کر اذان شروع کر دے جس سے یہ کشیدگی اور آپس کی ٹکرائی ختم ہو، کیا یہ ٹھیک ہے؟ ایسا کیا باسکتا ہے یا درود شریف اذان کے ساتھ پاؤں بندہ پڑھ کر اذان دینا ضروری ہے؟

بیتنا توحید

الْحَبِيبُ بِاسْمِ مَلَكِهِ الْقَبُولِ

درد و شریف کا موقع شریف طہر نے اذان کے بعد بتایا ہے کہ اذان سے پہلے ، لہذا اذان سے پہلے درد و شریف پڑھنا خواہ بلند آواز سے ہو یا آہستہ ہر کیفیت ناجائز اور بدعت ہے اور دین میں اپنی طرف سے زیادتی ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی نماز کے آخر کی بجائے نماز شروع کرنے ہی سمجھتا ہے، انھیں ہر کی بجائے درد پڑھنے لگے اور روکنے والے کو درد و شریف کا سکر بتائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۱ رمضان المبارک سنہ ۱۸۸۸ھ

اذان کے بعد بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام

سوال: الدر المختار باب الاذان میں یہ لفظ آیا ہے التسلیم بعد الاذان الا اس سے کیا مراد؟ آیا وہ سلام جو ریوی ہے پڑھتے ہیں یا کہ کچھ اور؟ تیذا تجروا

الْحَبِيبُ بِاسْمِ مَلَكِهِ الْقَبُولِ

الدر مختار کی پوری عبارت یہ ہے (فائدة) التسلیم بعد الاذان حدیث ہے ریم (الخریفة) سبھا، واحدی و شائعی فی عشاء لیلة الیشیع شریوم الجمعة ثم بعد عشر منی حدیث فی الحکاء الا انھی فی شریعہا مرتبہ و هو بدعة حسنة قال ابن عابدی (قولہ و هو بدعة حسنة) قال فی النہج عن البدیع و القہو ابی عن الاحول انھما بدعة حسنة و حکوی بعض المالکۃ الخلاف فی الاذان فی تسبیح المؤذنین فی الثالثۃ الاختیار عن السیلعی و ان بعضہم منع عن ذلک و فیہ نظراہ علیہا (رواہ عنہ ۱۳۳۱) اس تعلیم سے مراد وہ درد و شریف ہے جس کا حکم حدیث میں وارد ہے۔

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سمعتم المؤذن فقولوا استمعوا یقولون ثم صلوا علیہ فان من صلی علی صلوٰۃ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء عشرۃ فمروا باللہ فی الوسیلۃ فانھا منزلۃ فی الجنة لا ینبغی الا ان یصل من عباد اللہ و اجوا ان اکون انا و من سأل فی الوسیلۃ حلت علیہ الشفاعۃ و لا یسلم (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۱۶۱) و فی الصحیح لسلو عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان (الصحیح لسلو صفحہ ۱۶۱) فی شرح معانی الآثار یحکم الالفاظ الا انہ (ان مکان منزلہ منزلہ) و من کان حلت علیہ الشفاعۃ (شرح معانی الآثار)

اس حدیث میں تم صلوات علی کا امر سامعین کیساتھ توڑ دین کو بھی شامل ہے۔ پس درود شریف کا ثبوت تو حدیث سے ہے البتہ اسکی کیفیت مستحدث ہے اس کیفیت کے باعث ہونے میں عبادت مختلف میں صورت تطبیق یہ ہے کہ اگر اس خاص کیفیت میں مزید ثواب سمجھا جائے اور اسکا اثر اہم تو جائز ہے ورنہ بلاشبہ بدعت ہے۔ قال سلطان العلماء الملا علی القاری (الغاری) ضعیفہ المؤمنین (الضعیفین) الرقاق من الرقاق بالصلوة والصلوات من الرقاق سنة والکفیه بدعت لاق رافع الہدوی فی الجود ولو بالکفر فہی کراہیہ ما فی الجہل الخائضہ علی لفظ الغریب فی المسلمین المعتبرین (مرویات ج ۱) ہمارے زمانے کے اہل بدعت نے اس کو ضروری قرار دے لیا ہے اگر کوئی نہ پڑھے تو اسے برا سمجھا جاتا ہے جو احرام الاہلزم ہے۔ امام طحاوی نے اذان کے بعد مطلقاً دعا پر بحث کرتے ہوئے ان لوگوں کی تردید کی ہے جو اسے مستحب سے زیادہ درجہ دیتے ہیں۔ نیز اکثر اہل ثبوت صلوة و سلام کو اذان پر مقدم رکھتے ہیں، اور اس کا کوئی ثبوت نہیں، نیز وہ صلوة و سلام خواہ اذان سے پہلے ہو یا بعد میں اسے بلند آواز سے بلکہ لاؤ اسپیکر پر پڑھ جاتا ہے، قطع نظر اس کے کہ ذکر میں اخفاء اولیٰ بلکہ مطلوب ہے۔ مسجد کے اندر یا اسکے قریب دروازے کا درختور خواہ ذکر یا تلاوت قرآن ہی سے کیوں نہ ہو منہر ہے۔ طامی ثنائی کی عبادت بطور منہر بھی گزرتی ہے ان تمام تفصیلات سے قطع نظر چونکہ ہمارے زمانے میں بالخصوص برصغیر ہند و پاک شمول ایران و افغانستان و بلوچستان کے مروجہ صلوة و سلام، لہجہ فکھ زائغہ بریطور کا شعار ہے جو اس مستحب کو فرض واجب کا مقام دیتے ہیں اسلئے اس سے بچنا شرعاً ضروری ہے، چنانچہ فقہانے اسکی تصریح کر دی ہے کہ جب کسی مستحب کو لوگ ضروری سمجھنے لگیں تو ایسے وقت میں اسکا ترک واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶ رجب الآخر ۱۴۱۸ھ

ردہ کشائی کی ہم

سوال: ہمارے طرف یہ رواج ہے کہ جب بچے کو پہلا روزہ رکھواتے ہیں تو انظار کے وقت اس کے گلے میں ہار ڈالتے ہیں اور ایک یا دو رنگ کھانا یا کاردوست و مہاب اور دشتہ دوا کو کھاتے ہیں اور سب میرا افطار کے لئے کھانا بھیجا جاتا ہے تو کیا ایسے کھانے کا ثبوت کسی حدیث سے ملے یا نہیں؟ اور طرائق مذکورہ جائز درجہ میں ہے یا نہیں؟ کھانا بھی درست ہوگا؟ خیر، ۱۰ یسوا تو جوا۔

الجواب باسمہ علیہ الصلوٰۃ

اس رسم کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں، اس کو ثواب کچھ کرنا دین میں اپنی طرف سے زیادتی کرنے کی وجہ سے بدعت اور ناجائز ہے بلکہ ثواب نہ بھی سمجھے تو بھی اس کا ثبوت نام ہے کیونکہ یہ ایسی رسم بن چکی ہے جس کی قیامت اہل عقل پر ظاہر ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲ رمضان سنہ ۱۴۲۸ھ

تقریریں کیوڑہ چھڑکنا

سوال: میت کو دفن کرنے وقت قبر کے اندر کیوڑہ کی بونٹی پھرتی درست ہے یا نہیں؟
کہتے ہیں کہ خوشبو کی چیز ہے اور خوشبو سے میت کو سرور ہوتا ہے اسی طرح اگر بونٹی قبر پر یا قبر سے جڑ سٹگانا کیسا ہے؟ یقیناً نوجوڑا۔

الجواب باسمہ علیہ الصلوٰۃ

قبر کے اندر خوشبو چھڑکنا مستحب ہے، باہر اگر بونٹی وغیرہ جانا بدعت ہے۔ واللہ بجماعہ
دفعہ ۱۷۷

رمضان کے آخری جمعہ میں واداعی خطبہ پڑھنا
سوال: ماہ رمضان کے آخری جمعہ کے خطبہ میں الوداع اور الفراق کتنا جائز ہے یا نہیں؟ یقیناً نوجوڑا

الجواب باسمہ علیہ الصلوٰۃ

اس کا شرع میں کوئی اصل نہیں بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۹ سوال سنہ ۱۴۲۵ھ

میلاد راتوں میں مساجد میں اجتماع

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ عیدین، نصف شعبان، رمضان المبارک کے عشرہ اخیرہ اور دیگر ایلی مبارکہ میں جو عام رواج بن گیا ہے کہ مساجد میں ذکر و تلاوت وغیرہ کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں اور بعض مساجد میں تقریر کا بھی اہتمام ہوتا ہے اس کی مشروعیت کیا حیثیت ہے؟ یقیناً نوجوڑا۔

الجواب باسمہ علیہ الصلوٰۃ

ان مبارک راتوں میں مساجد میں اگر عبادت کرنے کے تین طریقے ہیں:

(۱) مسجد میں اگر عبادت کرنے کا اہتمام نہیں کیا بلکہ اتفاقاً مسجد میں اگر تلاوت و ذکر میں لگ گئے، یہ جائز ہے لیکن نوافل اور ذکر اگر گھر میں کرتا تو زیادہ ثواب ملتا، بلکہ مسجد حرام و مسجد نبوی کی بیست بھی گھر میں نفل عبادت کا زیادہ ثواب ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ انہ رضی اللہ عنہ علیہ وسلم قال صلوا فی العشاء فیتم الفضل من صلاتہ فی مسجدی ہذا الا المكتوبة (رواہ ابو داود) و ایضاً عنہ انہ رضی اللہ عنہ علیہ وسلم قال الفضل من الفضل المكتوبة صلاتہ الا فی بیتہ الا المكتوبة۔ (رواہ الجماعة الا ابو حنیفہ (مقلد لا مخیر))

(۲) مسجد میں آنے کا اہتمام کیا گیا ہو یہ بدعت ہے اس لئے کہ نوافل کے لئے مسجد کا اہتمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں نوافل پڑھنے کو زیادہ ثواب ملتا ہے اور یہ شریعت مطہرہ پر زیادتی ہے بلکہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے اس لئے کہ حدیث میں اسکی صراحت ہے کہ نوافل کا گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے کما مر۔

(۳) لیائی مبارک کہیں مسجد میں عبادت کا اہتمام ہیست اجتماعیہ کے ساتھ کیا جائے مثلاً نوافل کی جماعت کی جائے یا تقاریر کا اہتمام کیا جائے، یہ صورت بھی بدعت ہے، صورت دوم سے بھی زیادہ قبیح ہے۔ اس میں ایک تو وہ خرابی ہے جو علامہ میں مذکور ہوئی۔ دوسری یہ خرابی بھی ہے کہ نفل عبادت کے لئے ہیست اجتماعیہ پیدا کر لی جو شرعاً منوع ہے قال ابن عساکر بن و فی الامم اد و یحصل لہ لغیاً بالصلوۃ نفلہ فزاد فی من یزید و یضرب و یضرب و یقرۃ الغرۃ و الاحاد بیش نہ صاعداً و بالتسبیح و التثنا و الصلوۃ و السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و قال ابن عساکر و نقدہ اشار بقولہ فزاد فی الزمر ما ذکرنا بعد فی متنہ من قولہ و یکرہ الاجتماع علی حیاء و لیلۃ من ہذا اللیلۃ فی المسجد و تسبیح فی مشرقہ و صبح بکراۃ ذالک فی الخیر فی القدر من (الشامیہ ص ۱۰۰)

یعنی لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ گھروں میں ضرور ہوتا ہے بچے دوتے ہیں جن کی وجہ سے دینی اور خشوع باقی نہیں رہتا یہ شیطان کا فریب ہے، دراصل خشوع نام ہے سنت کے مطابق عبادت کرنا۔ اگر سنت کے مطابق عبادت کر لی تو خشوع و خضوع بھی حاصل ہے، اور اگر خلاف سنت لاکھ آہ و بکا اور ہیست خشوع اختیار کریں نظر شرع میں اسے خشوع نہیں کہا جاتا۔ سوچنے کی بات ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی سنت مجبوری کے باوجود تھو۔ نیو

دعا کے اعتقاد پر کلمہ پڑھنا

سوال: ہمارے علاقہ میں دستور ہے کہ دعا ختم کرنے کے بعد جب منہ پر ہاتھ پھیرتے ہیں اس وقت کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علیہ السلام پڑھتے ہیں کیا شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے؟ ۱۔ بیتنا انوار۔

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعا کے آخر میں درود شریف اور آمین کے سوا اور کچھ پڑھنا ثابت نہیں، لہذا منہ پر ہاتھ پھیرنے وقت کلمہ طیبہ پڑھنے کا دستور بدعت ہے جیسے کہ کھانے سے ذبح ہونے کے بعد یا تلاوت کے بعد کوئی شخص دعا مانگوں کی بجائے یا اس کے بعد کلمہ طیبہ پڑھے تو اسے ہر شخص دین میں نیا دلی اور بدعت سمجھے گا۔ فقط دائرہ نسائی العلم

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۹ھ

قبر پر ہری شلخ یا پھول رکھنا

سوال: کیا ارشاد فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع تین مندوب ذیل مسئلہ کے متعلق کیا قبر پر ہری شلخ گاڑنا یا پھول ڈالنا مستحب ہے؟ ایک ہی دفعہ یا جب تیسرے چوتھے دن قبر پر جائے تو ہر بار مستحب و جائز ہوگا یا نہیں؟ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت ہے۔ بیتنا انوار۔

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر کھجور کی شلخ کے دو ٹکڑے رکھ کر فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں گے مذاہب میں تخفیف رہے گی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت تھی، اگر یہ قادمہ عام ہوتا تو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ضرور اس کا اہتمام فرماتے کیونکہ یہ حضرات عربوں میں اخیر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو سمجھنے کے لئے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعان کو دیکھنا لازم ہے۔ ان کا تعان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کی تفسیر ہے۔ نیز اچکل جسدہا اسکا اہتمام کیا جاتا ہے۔ لہذا اس کو لازم سمجھا جاتا ہے اس کے بدعت ہونے میں کچھ شبہ نہیں، مزید بریں ایسی چیزوں سے لوگوں کی جاناہوں پر جرات بڑھتی ہے اس لئے ناجائز ہے۔ پھول ڈالنے کی رسم بدعت ہے شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

فقط دائرہ نسائی العلم ——— یکم ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ

ایصال ثواب پر اجرت جائز نہیں

سوال: ذیل کے حکم کا کیا آپ میرے اعزاء و اقرباء کے قبرستان میں دو لاکھ جایا کریں، قرآن مجید، الحمد شریف اور قلن پڑھا کریں اور میرے اتریکو بخشدیا کریں اور مجھ سے ماہوار مقرر تنخواہ وصول کر دیا کریں۔ یک کو یہ عمل کرنا کیسا ہے؟ تنخواہ کی رقم اس کیسے لے لی ہے اگر اس کو جائز نہیں تو زیہ سے وصول کر کے کسی مسکین کو دینا جائز ہے یا بالکل زید سے وصول ہی نہ کرے؟ اور زید کے اعزاء کو ایسی فاتحہ خوانی سے ثواب پہنچتا ہے یا نہیں بقیہ انویجروا۔

الجواب بحکمہ صاحب القبول

قال في فتح مبلح الحارث القاري اذا قرأ التاجل لمانه فلا خواب له فاق ماني و بعد الله الميته و انما يعطى الميته العطله لصالحه و هو المحتار في ۳ و في شرح الشوبه في بيان الاشجاره الفاسقه و لا لاجل له لطائفه و قال في رد المحتار تحت قوله و يقين اليوم قال تاج الشريفة في شرح الهداية انه المقر بان لا يجوز لا يستحق الثواب لا لميت ولا لله و قال في العبد في شرح الهداية و يتم القاري لان ما والاخذ المعطى اشرف فاعطى الميت ما شاع في زمانه من فوائده الاجراء بالاجرة لا يجوز لان فيه الاسر بالانابة و اعطاهما الثوبه لانه و فلهذا لاجل الماله فاذا لم يكن للقاري ثواب لعدم النسيه العيصه فانه يعطى الثواب الى المستحق و لا بالاجرة ما فرجه (تحت في هذا الزمان بل جعلوا الثواب العظيم و كساووسيله التي هم الذين انما الله و انما الله ما جوده ام و العبد) عبارات بالاسه ثابت هو انكر كما عمل جائز نہیں، تاديت قرآن پر اجرت مقرر کر کے ملا کر کرنے سے میت کو ثواب پہنچنا تو درکنار خود قاری ہی کو ثواب نہیں ملتا۔ پس جبکہ خود قاری مستحق ثواب نہیں تو میت کو کیا ثواب پہنچے گا؟ رقم مذکور اس کے لئے جائز نہیں اور نہ وصول کر کے کسی کو دینا جائز ہے، اگر کبھی کسی وقت وصول کر لی جو تو اس کا داپس کرنا ضروری ہے۔

فقد والله تسالى اعلم

۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۲۸۹ھ

شدید بازش یاد با کے وقت اذان دینا

سوال: سونیشیوں میں دبا پھیلی ہوئی ہے، اس دبا کو تالنے کے لئے تلو دیت قرآن کی

تاریخ میں ختم قرآن پر شہائی تقسیم کرنا

سوال: آج کل سب مساجد میں اسکا اہتمام کیا جاتا ہے کہ رمضان شریف میں تاریخ میں ختم قرآن کے موقع پر بالاسلام شہائی تقسیم ہوتی ہے اس بارے میں وضاحت فرمائیے کہ انکی شریعت حیثیت کیا ہے؟ نیز یہی بتایا جائے کہ مسجد کے دفعہ کی آمدنی سے شہائی تقسیم کرنا یا اس کے لئے عیدہ چندہ کرنا کیا دونوں کا حکم برابر ہے یا کچھ فرق ہے؟ بینوا متوجہ۔

الجواب: بے باسی، بلکہ الصواب

شہائی تقسیم کرنے کی مروجہ رسم میں کئی قبائح ہیں مثلاً:

- (۱) اسے مستقل ثواب سمجھا جاتا ہے جو دین پر یادنی ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔
- (۲) اس کا بالاسلام ختم کیا جاتا ہے کہ کسی مال میں بھی، مگر ترک نہیں کیا جاتا، بالاسلام کی وجہ سے مستحب کام بھی واجب الشکر ہو جاتا ہے چہ جائیکہ جب اس اعتبار ہی ثابت نہ ہو۔
- (۳) دفعہ کی رقم سے اس پر صرف کرنا جائز ہے، اس لئے کہ یہ خرچ مصارف مسجد میں سے نہیں ہے۔ لہذا منقطع کیٹی پر خرچ کرنا اس رقم کا ضمان واجب ہوگا۔

(۴) بلا ضرورت مشرعینہ چندہ کرنا جائز ہے اس میں دین اور قرآن کریم کی تحقیر نہ ہوتی ہے

(۵) چندہ میں اگر خطاب خاص کیا گیا یا ایسی مجلس میں خطاب عام کیا گیا کہ جس میں کچھ عوام لوگ شریک ہوں تو ان دونوں صورتوں میں چندہ رشندگان کی رضا اور طیب خاطر متعین نہیں، بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ عزت اور غلبہ حیا کی وجہ سے رقم دی ہوئی، لہذا اس رقم سے غریب کو شہائی حلال نہ ہوگی۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یجوز مالاً موعی مسطر الا بطیب نفسہ لا من اللہ ہم یصلی

(۶) عموماً ایسی تقویات کے چندہ میں حرام آمدنی دینے پر جرح کر دیا جاتا ہے

(۷) قیام کو کوہ سرنگی ہوں تو بھی، اس میں ایک بہت بڑی قہر ہے کہ اس سے تاؤ نرہ اور بدعت شیعہ کی تائید ہوتی ہے، اس لئے ہر حال نہ جائز اور واجب نہ رک ہے واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵ اردی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۵ھ

اذان کے جواب میں کلمہ توحید کے بعد محمد رسول اللہ کرنا

سوال: اذان کے جواب میں آخر میں لا الہ الا اللہ کہ جواب دیکر محمد رسول اللہ بھی کلمہ توحید ہوگا یا نہیں؟ بینوا متوجہ۔

تاریخ ہونے کی شہادت دیتے ہیں ارشاد ہوا ٹھیک ہے کہ وہ گنہگار تھا مگر وہ جب رات کو اٹھ کھڑا ہوا اور میرے محبوب محمد کا نام دیکھتا تو وہ اس کا نام چومتا اور اپنی آنکھوں پر لگاتا تھا اس لئے وہ مجھے پیارا لگتا ہے میں نے اس کے دو سو سال کے گناہ بخش دیے۔ یقیناً خود

الہیوں کے باسم ملہم القہود

فی الشامیہ ویضربہ انہ یقولہ حتی جامع الاولی من الشہادۃ۔ صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ ورضی الشانیۃ منہا قرئت عینی بلور یا رسول اللہ شرفی اللہ تعالیٰ باسم والصلوٰۃ وضمت ظہور الایمان علی العینین فاند علی السلام ینکون قائم اللہ لہجۃ کذا فی کذا البادۃ فیما فی وغیرہ فی الفصول العروقیۃ (انہ اے قالے) و ذکر فی ذلک لہجۃ واطلاق شرف قالہ ولہریم فی الذیوم من کلتہ ہذا شیء اللہ علامہ شامی نے مستانی وغیرہ کے حوالہ سے اس نقیض کا استنباب نقل کرنے کے بعد جرحی سے نقل کیا ہے کہ کسی حدیث سے اسکا ثبوت نہیں لگتا اس کی منیت پر کوئی دلیل نہیں۔ اور چونکہ عوام اس کو سنت سے بھی برہ کر خود کا سمجھ کر تارک نقیض کو ملاست کرتے ہیں لہذا اسکا ترک ضروری ہو گیا۔ عبارت منسلک سے متعلق جس کتاب کا حالہ پیش کیا گیا ہے وہ غیر معروف ہے۔ اگر صحیح بھی ہو تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہو گا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام کہیں لکھا ہوا ہو تو اسے چومنا اور آنکھوں پر لگانا باعث برکت و ثواب ہے، اور اس سے کسی کو انکار نہیں یہ کیسے ثابت ہوا کہ ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر لگایا جائے خصوصاً اذان کے وقت۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵/ عشرم سنہ ۱۴۱۱ ہجری

کفن سے بچا کر امام کے لئے مصیٹے بنانا

سوال ۱: ہمارے پڑھانے والے امام کے نیچے مصیٹے جو کہ کفن سے بچا کر رکھے ہیں، یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ یقیناً خود

الہیوں کے باسم ملہم القہود

کفن سے بچا کر امام کے لئے مصیٹے بنانا غلط رسم اور ناجائز ہے یہ کفن کے مصارف میں داخل نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۹/ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۱۱

ایشیائی طور پر درود شریف پڑھنا

سوال: بعد نماز جمعہ جب علی طور پر کچھ لوگ بیٹھ کر کسی درخت کے نیچوں پر ہر تہہ کہتے
آواز سے درود شریف پڑھیں تو پورا ہوگا یا نہیں؟ بیٹو تو جرح

الحجۃ بایںہم منہم الصلوٰۃ

کبھی کبھی جا اہتمام ایسا کرنا اگر چہ جائز ہے مگر آئندہ اپنی کرایسی چیز میں بدعت کی حد تک پہنچ
جانی ہیں، ان کا اہتمام اور التزام ہونے لگتا ہے اور طرح طرح کی تہود کا اظہار ہونے لگتا ہے۔
جن کا مشرکیت میں کوئی ثبوت نہیں، یہ مشرکیت پر تہذیب دینی ہے جس کا کسی کو کوئی حق نہیں۔
اسی لیے اس سے اجتناب ضروری ہے۔ اپنے طور پر ہر شخص جتنا چاہے درود شریف پڑھے۔
باعتبار برکت ہے۔ نقد سوانحہ نمکائے علم

۲۲ ردی تعدد سنہ ۱۸۹۷ھ

تقریب کے لئے جمع ہو کر بیٹھنا

سوال: میت کو دفنانے کے بعد قریبی رشتہ دار اور رشتہ دار مہمان، دارمیت کو
اپنے ہمراہ لے کر کھانے کے لئے میت کے گھر آتے ہیں، یہ بات تو مستحسن ہے، لیکن
اس کے ہمراہ دُلا کے رشتہ دار جن کے ہاں اس روز گھر والوں کے لئے جو کچھ جلا ہے
اور بادی کے معزز حضرات بھی، جن میت کی دلجوئی کے لئے ابھی خاصی تعداد میں گورنہ
سے واپس آجلی میت کے گھر پہنچ آئے ہیں اور کھانے میں شریک ہوتے ہیں جس کے
باعث کبھی تو سزا کے ہاں سے آیا ہو کھانا کفایت کر دے تاہم کبھی اہل میت کو مانجی
قریبی اعزہ کو بازار سے لایا پڑتا ہے، یہ اگر جائز نہیں ہے تو اس کو گناہ کس پر ہوگا؟
آیا جو دلجوئی کے لئے کھانے کے انتظام میں رہے اور شریک طعام ہو، یا اہل میت اور
ان کے قریبی رشتہ دار جنہوں نے سب آئے واول کو کھانا کھانا اپنا نہ ہی، خلائی فرض
خیال کیا ہو۔ بیٹو انور جونا

الحجۃ بایںہم منہم الصلوٰۃ

یہ رسم یقیناً ناجائز ہے اور انتہائی بے غرضی کی بات ہے۔ اس گناہ میں کھانے والے
اور کھلانے والے سب شریک ہیں بلکہ قریبی رشتہ دار بھی اگر اس رسم کو لازم سمجھتے ہیں اور کہا
میں مشرک نہ ہونے کو برائے ہیں یا یہ طعام جن میت کی طرف سے ہوتا ہے ان کے لئے بھی

یہ فعل ناقض ہو جائے گا، اہل بیت کا تعزیت کے لئے ہر مضموع کر کے میثاق اور دوسرے لوگوں کا وہاں جمع رہنا یہ بھی ناجائز ہے۔ قال ابی حاد بن دقن الامداد قال کثیر موی من آخری اشد ایکھ الاجتام عند صاحب البدع بل اذا فرغ ورجع الناس من الفان فلیتفرقوا ویشتغل الناس بامورهم وصالحات انفسهم باخره (رد المحتار ص ۱۴۷)

فقط وہ لوگ ہی اعلم
۱۶ ربیع الآخر سنہ ۹۹۶ھ

روزانہ اکٹھے ہو کر قبرستان جانا

سوال: بیعت کی وفات کے دوسرے اور تیسرے روز خصوصاً حرم پر بعد نماز فجر اس کے ایصالِ ثواب کے لئے اعزہ و اقارب اور مائیں کا جو جنازہ میں شریک تھے گورستان میں جا کر اور پھر ٹوٹ کر سنا اور کچھ دیر اہل بیت کے مکان پر ٹھہرنا اور پھر جائے دیگر چل کر وہاں سے رخصت ہونا، پھر دوسرے کو پھر شمار کو یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ بقیہ متوجروا

الجبوتی بایم ملہم القبولی

یہ سب فرکات ہیں شرعاً ان کا کوئی جوڑ نہیں، یہ بیعت مقدسہ کاملہ پر زیادتی ہے، اور واجبات حراز و امام عراض ہے موقوفہ نہیں و عتبہ اڑانا انتہائی بغیرتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۱۶ ربیع الآخر سنہ ۹۹۶ھ

حالت غلبہ میں دو شریف پڑھنا

سوال: جب غلبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آئے یا تعطیب یہ سیت پڑھے واجبات الذین امنوا صلو علیہ وسلموا تسبیحاً تو تسبیحے والوں کے لئے ورود شریف پڑھنا جائز نہیں؟ بقیہ متوجروا

الجبوتی بایم ملہم القبولی

چونکہ غلبہ نماز کے حکم میں ہے اس لئے اس حالت میں زبان سے پڑھنا جائز نہیں دل میں پڑھ کئے میں قال صلی اللہ علیہ وسلم ان اخیر الامام ہذا صلوچ ولا کلاہ دفعہ لثانیۃ (قولہ ولا کلاہ) اسی میں جس نے کلاہ کیا اسے مکذبات اذ ذکر المعز صلی اللہ علیہ وسلم کلاہ و لا یجوز ان یتکلم علیہ بالکلام بل علیہ الصبری (رد المحتار ص ۱۴۷) فقط والشرق الی الخ — ۶ شوال سنہ ۱۳۸۶ھ

سوال شل ہلا

سوال: عید کے دن "عید مبارک" کہتے تاکیا حکم ہے؟ بیٹنا موزجوا

الجواب: باسم ماہجہ القبول

خاتمہ العلامة المحمدی رحمہ اللہ تعالیٰ والفقہینہ یقبل اللہ من ذلکم لا تنکرہ
وقال العلامة ابن عابد بن رحمہ اللہ تعالیٰ وان قال کذا لانه لم یحفظ لہا شیء
عن الیہ حنیفہ وراحمہ بہ رحمہم اللہ تعالیٰ و ذکر فی القنیۃ انه لو یقر عن اصحاب کوفہ
و عن مالک رحمہم اللہ تعالیٰ انہ کرہہا و عن الاذنی انہا بدعتہ وقال المحقق
ابن امیر کج بلے الاضہ انہا جاذبۃ مستحبۃ فی الجملۃ لمرسائی اشارہا باسانید
صحیحۃ عن الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فی فعلہ ذلک ثم قال الیہ تعالیٰ فی
البلاد الشامیۃ والمہربۃ عید منہ لا علیہ ونحوہ وقال یمکن ان یصلی بذلک
فی مشرقیۃ والامہ حبلیہ لما بینہما من التلازم فان من قبلت طاعتہ
فی زمان کان ذلک الزمان علیہ مبارک علی انہ قد ورد الیہ ما بالمرکۃ فی مورد
شیء فیخرج منہ استحب الیہ عارضا ہذا ایضا (رد المحتار ج ۱ ص ۱۰۰)

وقال العارف قطار رحمہ اللہ تعالیٰ معہ والایہ شید وقد روى ابن عسلی من حدیث
واقفہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم عید فقال تقبل اللہ منا ومنہ
فقال نعم تقبل اللہ منا ومنہ وفي اسنادہ محمد بن ابراہیم الشافعی وهو ضعیف
وقد انفرد بہ عنہما وخولف فیہ فخری الیہ یوم من حدیث عبادۃ بن الصامت
رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ذلک فقال ذلک
فعلی اہل الکتاب یوم واسنادہ ضعیف ایضا وکانہ اراد انہ لم یصلی فیہ شیء ورو
رومافی المہاملینہ باسناد حسن عن جابر بن نفیر قال کان رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اذا التفتوا یوم العید یقول بعضهم لبعض تقبل اللہ منا ومنہ (تجانبہ ص ۱۰۰)
حاصل یہ کہ دعاء تقبل اللہ منا ومنہ کے ثبوت وجواز میں اختلاف ہے ائمہ
راہ ہے اس پر قیاس کر کے عید مبارک کے جواز کا قول کیا گیا ہے اس لئے ان الفاظ
مخصوصہ کی تعبیر اور ایسا التزام کہ حکم شرع ہونے کا اشتباہ ہو سکے ہے اسی لئے علماء
صلحاء کا تعامل یقین مطلق دعا جائزہ تخصیہ ہے واثرہ تعالیٰ علم ۱۸ شعبان ۱۳۱۱ھ

یوقت وداع خدا حافظ کہنا

سوال: اس دُور ترقی میں رخصت کے وقت اسلام علیکم کی بجائے "خدا حافظ" کہنے کا عام دستور ہو گیا ہے شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب باسمہ والحمد للہ والصلوٰۃ علیہ

یہ رسم ناجائز ہے۔ اگر اسلام علیکم کی بجائے خدا حافظ کا تو شریعت کی تحریف ہے اور اگر اسلام علیکم کے ساتھ کہنا تو شریعت پر زیادتی ہے۔ البتہ اگر سلام وداع سے الگ خدا حافظ کہہ کر کبھی کبھہ اور دعائیں کہلاتے ہیں تو کوئی حرج نہیں مگر انہی الفاظ کے التزام سے واضح ہے کہ موقع وداع کے لئے اپنی طرف سے مخصوص الفاظ متعین کئے جا رہے ہیں جس کا زیادہ فی الدین ہونا ظاہر ہے۔ اور اگر یہ اصطلاح کسی غیر قوم سے لی گئی ہے تو اب بھی زیادہ قبیح ہے۔

نقطۃ التشرع الی الخ

۵ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

عید شبِ برات

سوال: شبِ برات میں عید منانا اور صلہ پکانا کیسا ہے؟ اگر بغیر ثواب کی نیت کے یہ نہی پکایا جائے تو کیا اس میں بھی حرج ہے نیز کہیں سے آیا ہوا صلہ کھانے میں کوئی حرج تو نہیں؟ بدینہ تو حرج

الجواب باسمہ والحمد للہ والصلوٰۃ علیہ

شبِ برات میں عید منانے اور صلہ پکانے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں لہذا یہ اٹھنا جائز اور بدعت ہیں۔ اگر محض رسم کے طور پر صلہ پکایا جائے تو ثواب کا عقیدہ نہ ہو تو بھی اس میں بدعت کی تائید و ترویج ہوتی ہے لہذا اس سے احتراز لازم ہے۔ اسی بنا پر صلہ قبول کرنے سے بھی بچنا چاہیے، سختاً یہ زام نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۵ شعبان ۱۳۹۷ھ

سیاسی فتنہ میں اذانیں دینا:

سوال: آج کل حکومت اور اسکے خلاف متحدہ مذہبی درمیان سیاسی بحران کی وجہ سے جو فتنہ پایا ہے اس کے لئے رات کے اوقات میں اذانیں دینے کا عام سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔

کیا یہ اذانیں دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بدینہ تو حرج

اَلْحَوْبُ بِاسْمِہِمُ الْقَوْبُ

اس موقع پر اذانیں دینے شرعاً ثابت نہیں۔ لہذا یہ بدعت ہے، اسکے علاوہ امیر و قضاہ مزیہ ہیں۔ ایک یہ کہ لوگوں کو نماز کے اوقات میں اشتباہ ہو رہا ہے۔ میرے پاس کئی مردوں نے شکایت کی کہ انہوں نے معاملہ میں فجر کی سنتیں رات ہی میں پڑھ لیں۔ بعض خواتین نے بتایا کہ انہوں نے صبح ہو جانے کے گناہ میں فجر کی نماز ادا کر لی۔

دوسرا گناہ یہ کہ رات میں لوگوں کے آرام میں خلل پڑتا ہے۔ تندرست انسان کے بھی آرام میں خلل ڈالنا اور اسے رات میں سونے نہ دینا گناہ ہے۔ یہاں تو مریض، ضعیف اور دن بھر کے کام سے تھکے ماندے مزدور وغیرہ بھی ہیں۔ مجھے ایسے مریضوں کی طرف سے بھی شکایات موصول ہوتی ہیں جو اذاتوں کے شور کو جب سے سونہیں سکتے اسلئے انکی اعصابی تکلیف میں اضافہ ہو گیا ہے۔

از حجاب بدعت، ٹوٹوٹی نازیں پر بار کرنے اور مریضوں کو پریشان کرنے اور عام مسلمانوں کو ایذا پہنچانے جیسے سبب عذابِ علی سے نزول رحمت کی امید رکھنا انتہائی حماقت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسامحی کو چھوڑ جائے، مالک کی نافرمانی سے توبہ استغفار کر کے اسے راضی کیا جائے مگر آجکل جتنا چھوڑنے کی بجائے رات دن علانیہ فسق و فجور کی جاس قائم ہیں اور محافل گرم ہیں۔ غیبت، افتراء، بہتان، بدگمانی، بدزبانی اور آپس میں ٹوٹ مار، قتل و قمار، اپنے ہی مسلمان بھائیوں کی جان و عزت اور مال سے کھیلنے کا مشغلہ رات دن جاری ہے ان گناہوں میں سب سے اتنی فحاشیہ غیبت کا ہے جس سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غیبت زنا سے بھی بدتر ہے آجکل بننے شدہ اور کثیر فی ہوں اور موجب عذاب و پاں بد اعمالیوں کا لٹکی چالس میں مذہن مشغلہ جاری ہے اسکا اندازہ یہی جاسئے تو آجکل کے ایک دن کی سیاہ کاریاں عام زمانہ میں کئی سالوں کی بد اعمالیوں سے بھی کم ہیں زیادہ ہیں دیکھ اس کے ساتھ اذاتوں کا مسئلہ شروع کر کے اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمان کھلانے والی اور اسلام کے نام پر سختی کرنے والی قوم کو فہم اور صحیح اسلام کی نعمت سے نوازیں۔ رنگ سینات اور نافرمانی سے توبہ استغفار کی توفیق عطا فرمائیں۔ اپنی رحمت اور اپنے حبیب رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہیر رحمہم کو کام معاملہ فرمائیں اور اس عذاب سے نجات عطا فرمائیں، آمین۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اختیار سے ان کے لئے روزہ رکھنا مستحب و معاف ہے و جنوری ۱۹۵۵ء
۱۰ محرم الحرام کو کھنڈ کے دروازے پر عید و اللہ یوم المظفر ۶۱

اما بعد

بسم اللہ الرحمن الرحیم الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم، اور یہی وہ کلمہ ہے جس سے شیطان اپنے آپ کو ہٹاتا ہے

کا کہ وہ کہتا ہے: وَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ شُحُولًا وَتَعْبُدُونَ بِاللَّهِ

اکیس برس میں ماہِ ذی الحجہ کے مہینے میں ہم باتیں کر رہے ہیں انہیں سے سب سے پہلے اس بات کی سب سے بڑی بات

(۱) روزہ رکھنا

سب سے پہلے روزہ کا بیان کرنا ہوں، اس لئے کہ جو چیز سنت ہے اسے پہلے ہی بیان کرنا چاہیے۔ اگرچہ ذیہ دوسری چیز ہے جس میں شیطان کی عبادت میں لذت زیادہ آتی ہے مگر اگر اللہ کو اللہ کی عبادت میں اس سے کہیں زیادہ لطف اور مزہ آتا ہے۔ اور بعض لوگ دونوں کو جمع کرنا چاہتے ہیں۔ گویا انہوں نے سمجھ لیا کہ

مجھے بھی کعبہ کا کیا اور تمہارا کعبہ بھی ۵ خوش رہو اور میں بھی راضی رہے شیطان بھی غور ہے ان کی کم نہیں ہے۔ دونوں کو راضی کرنے سے شیطان تو راضی ہو گا مگر رحمن راضی نہ ہو گا، وہ تو جب راضی ہو گا کہ آپ کہنا کہ اللہ کہہ کہ اس کے مقصدات پر عمل کریں اور کسی کو اس کی عبادت میں شریک نہ کریں، اور شیطان اللہ کی عبادت میں شریک نہیں چاہتا، وہ تو صرف اتنا چاہتا ہے کہ کچھ اعلیٰ بھی عبادت کی جائے۔ ہر حال ان دونوں میں سنت سے ثابت تو صرف ایک عبادت ہے، اور وہ روزہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، دوسرے محرم کا روزہ رکھنا اتنا بڑا ثواب ہے کہ اس سے گزشتہ ایک سال کے تمام عبادت ہو جائے ہیں، حضرات محدثین رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ صغائر گناہ مراد ہیں، بگڑنے والے تو ضرور ہیں کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ان دنوں میں بہت ہی روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا کہ اگر تمہارا سال روزہ ایک روزہ اور ملاوٹ کا داسے دوسرے بھی تھا تو ایک روزہ ملا لینا چاہیے، تو یہ بات یاد رکھنا

(۲) محرم کی حقیقت

اصلاح منکرات میں بات یہاں سے چلتی ہے کہ یہ مہینہ معظم و محترم ہے یا منحوس ہے؟

منکرات مقدم ۲

شہید لوگ اس کو منحوس کہتے ہیں، اور وہ اس کی یہ ہے کہ اس کے نزدیک شہادت بہت بڑی اہم منحوس چیز ہے۔ اور چونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اس میں ہوئی ہے اس لئے ہمیں وہ کوئی تعزیر اور خوشی کا کام شادی، نکاح وغیرہ نہیں کرتے۔

اس کے برعکس مسلمانوں کے ہاں یہ عین محرم، معظم اور فضیلت والا ہے۔ محرم کے معنی ہی محرم، معظم اور مقدس کے ہیں۔

عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس عین کو اس لئے فضیلت ملی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اس میں ہوئی یہ غلط ہے۔ اس عین کی فضیلت اسلام سے بھی بہت پہلے سے ہے۔ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون سے اس دن میں نجات ہوئی، اس وقت پر اودے شکو کے طور پر اس دن میں زندہ رکھنے کا حکم ہوا۔ اور یہی بہت سی فضیلت کی چیزیں اس میں ہوئی ہیں البتہ جن کہیں گے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت میں زیادہ فضیلت اس لئے ہوئی کہ ایسے فضیلت والے ماہ میں واقع ہوئی۔

جب یہ ثابت ہو کہ یہ عین اور دن افضل ہے تو اس میں نیک کام بہت زیادہ کرنے چاہئیں۔ نکاح وغیرہ خوشی کی تقریبات بھی اس میں زیادہ کرنی چاہئیں، اس میں شادی کرنے سے ہمت ہوگی۔ لیکن یہ بڑی بات، اس لئے کہ بہت دنوں سے یہ غلط باتیں کوٹ کوٹ کر دل میں بھری ہوئی ہیں۔ سو سال کا ردم بھرا ہوا بھدی سے نہیں نکال دہ نکلتے ہی پھٹتے نکلتے ہیں۔

(۳) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا حادثہ اگرچہ انتہائی اہمیت کا ہے مگر شیعہ ذہنیت نے اسے حد سے زیادہ بڑھا دیا ہے۔ عام مسلمانوں نے اذان میں یہ غلط بات بھائی گئی ہے کہ دُنیا میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ بیجا اور کوئی ساختہ قاعدہ واقع نہیں ہوا، حالانکہ اس سے بدرجہا زیادہ مظلومیت کے بے شمار اندوہناک واقعات ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت دیکھئے، ممانعت پر پوری قدرت کے باوجود ظلم عظیم پر کس قدر صبر و استقامت کے ساتھ جان دیدیتے ہیں کیا اس کی نظیر کہیں دُنیا میں ملتی ہے؟ مگر مسلمان اس خلیفہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی بڑی مظلومیت سے مستعد رہے خبر ہے کہ گویا یہ فرض و عرض کو لہر زادینے والا ساختہ واقعہ ہی نہیں ہوا، کیا آپ نے کبھی کسی زبان کو اس مظلومیت کی داستان بیان کرتے

ہوئے کسی کان کا اس طرت التفات کسی قلم کو یہ جاننے کا حادثہ دیکھتے ہوئے، اودان تاریخ میں اس کی تفصیل دیکھنے کے لئے کسی بنگاہ کی توجہ، اس مظلومیت پر کسی دل میں احساس درد اور کسی آنکھ کو کبھی اشکبار دیکھنا ہے؟ اس سے بھی بڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقدام مبارکہ کا لہولہان ہونا، دانت مبارک کا خمیدہ ہونا، چہرہ اللہ کا زخمی ہونا اور اس سے نہ گئے دماغ خون جاری ہونا، آنکھ سے خون بہنا اور بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کا خمیدہ ہونا۔ دنیا بھر کے ادیانہ اللہ کا خون پٹی کے ایک قطرہ خون کے برابر نہیں، مگر یہاں تو زبان، کان، قلم، بنگاہ، دل اور آنکھ سب ایک ہی کڑی سے مست ہیں، نہ کسی دوسرے سوال کی شادست کسی شمار میں، نہ کسی نیکی، غور فرمائیں کہ یہ شخصیت کا زہر نہیں تو اور کیا ہے؟

(۴) حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو امام کہنے کی کیا حیثیت ہے

”امام“ کا لفظ اہل حق کے ہاں بھی استعمال ہوتا ہے اور شیعہ کے ہاں بھی، اہل حق کے ہاں ایسے مسیحی پیشوا، رہبر اور مقتدا کے ہیں، اور اہل انبیاء کے ہاں، امام عالم الغیب اور مصطفیٰ مختص ہیں ان کے ہاں امام کا درجہ نبیوں سے بھی بڑا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس لفظ کے استعمال کرنے میں ہر دم توہمی معنی غرضاً رکھتے ہیں جو اہل حق کے ہاں ہیں۔ اس اعتبار سے تمام صحابہ، تابعین، اولیاء اللہ اور علماء امام ہیں، اس لئے امام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، امام عمر فاروق رضی اللہ عنہ، امام عثمان رضی اللہ عنہ، امام علی رضی اللہ عنہ، امام ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کہنا چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **النبی الامۃ المسلمۃ والصحابۃ الامۃ الحقۃ والاولیاء المسلمۃ**۔ سب سے سب صحابہ شہداء کی مانند ہیں، سب کے سب امام ہیں، جس کی چاہو اقتدار کرو، ہر کتاب سے میں روشنی ہے، جس سے چاہو روشنی حاصل کرو۔ تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو امام بتایا، ان معنی سے سارے صحابہ اور سب تابعین اور علماء کرام بھی امام ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ لوگ امام ابو بکر رضی اللہ عنہ نہیں کہتے، امام عمر رضی اللہ عنہ نہیں کہتے امام حسن اور امام حسین کہتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ مسلمانوں میں کہیں غیر سے آیا ہے، یہ فیض کا اثر ہے جو مائتھیں صراحت کر گیا ہے، اگر اہل حق علماء میں سے کسی نے ان حضرات کو امام کہ دیا ہے تو انھوں نے ایسے صحیح معنی میں ان کو امام کہنا ہے مگر اس سے مغالطہ ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے اس سے احتراز ضروری ہے۔ حضرت ممدی کو امام محمدی علیہ السلام کہا، بھی تشبیح کا اثر ہے۔

(۵) علیہ السلام کا اطلاق

ایسے ہی ان کو علیہ السلام بھی وہی لوگ کہتے ہیں جو انھیں انبیاء علیہم السلام کا درجہ دیتے ہیں، اس سے بھی احتراز لازم ہے جس طرح دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ عزت و احترام کا معاد کیا جاتا ہے اسی معاملہ ان حضرات کے ساتھ بھی رکھنا چاہئے، جس طرح حضرت ابوبکر حضرت عمر اور دیگر صحابہ کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ عنہ کے دعائیہ کلمات لکھے اور کہے جاتے ہیں ایسے ہی دعائیہ کلمات حضرت مسیح رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی کہے جائیں۔

(۶) مسلمانوں کے ناموں میں اہل تشیع کا اثر

مسلمانوں کے ناموں پر بھی، اہل تشیع کا اثر پایا جاتا ہے، مثلاً اصل نام کے ساتھ جس طرح بعض بزرگ کے لئے نعم اور اسم ملائکہ کا دستور ہے اسی طرح علی، حسن، حسین ملا یا جاتا ہے۔ جعفر بن قاروق، عثمان یا اور کسی صحابی کا نام بطور بزرگ اصل نام کے ساتھ ملائکہ دستور نہیں، نسبت غلامی بھی ملتی، حسن، حسین کی حرف تو کیجی تو ہے مگر، کو کسی صحابی کی غلامی کو تو انہیں کیا جاوے جو عقیدہ کبیر فاطمہ کا نام تو پایا جاتا ہے مگر خدیجہ، عائشہ اور دیگر ازواج مطہرات اور جہزادوں کی کنیز کہیں سنانی نہیں دیتی اس سے بھی بڑھ کر مسلمانوں پر لعنات حسن، فضل میں اور فیض الحسن جیسے شرک نام بھی بکثرت پڑے جاتے ہیں۔

(۷) محرم میں ایصالِ ثواب کے لئے کھانا پکانا

محرم کے مہینے میں بالخصوص نویں، دسویں اور گیارہویں تاریخ میں کھانا پکانا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی راج کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں۔ یہ طریقہ غلط ہے۔ ایصالِ ثواب کا سب سے افضل طریقہ یہ ہے کہ اپنی وصیت کے مطابق مقدار تم کسی کا ذخیرہ میں رکھا دے یا کسی مسکین کو دیے۔ یہ طریقہ اس لئے افضل ہے کہ اس سے مسکین ہر ماہ جنت پوری کر سکیں گے اور اگر آج اسے کوئی ضرورت نہیں تو کل کی ضرورت کے لئے دیکھ سکتا ہے۔ نیز یہ صورت ریا اور خود سے پاک ہے۔ حدیث میں بھی حدود دینے والے کی یہ فضیلت وارد ہوئی ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ ہر روز تین سو چوبیس گنا عتق فرمائیں گے جبکہ اور کوئی سہ ماہ نہیں ہوگا اور نماز کے سبب ایک سینویں میں غرق ہو رہے ہونگے۔ فضیلت کے لحاظ سے دوسرے درجے پر یہ صورت ہے کہ مسکین کی

حاجت کے مطابق اسے صدقہ دیا جائے، یعنی اسکی ضرورت کو دیکھ کر اسے پورا کیا جائے یہ ایصالِ ثواب کی صحیح صورتیں ہیں، اب مزید طریقے کی باتیں کیجئے۔

(۱) جی ادراغ کو ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے اگر ان کو نفع و نقصان کا مالک سمجھا گیا تو یہ شرک ہے اور ایسا کہنا **مَا أَهْلًا لِّغَيْرِ اللَّهِ** میں داخل ہو سکتی ہے جو یہ طعی حرام ہے۔

(۲) عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جو چیز صدقے میں دیکھائی جے میت کو عینہ دی خلق ہے یہ خیال بالکل باطل اور غلط ہے میت کو وہ چیز نہیں پہنچتی بلکہ اسکا ثواب پہنچتا ہے **قَدْ يَكُنُ لِلَّهِ لَكُمْ مَعْنَى وَرَدٌ وَحَاقًا وَكَانَ يَكُنُ لِلَّهِ الشُّكُوفُ** میں سرامت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانی کے جائز کارگوشت جو ست نہیں پہنچتا بلکہ اسکا ثواب پہنچتا ہے۔

(۳) ایصالِ ثواب میں اپنی طرف سے یہ قبول لگائی گئی ہیں، صدقے کی تین صورت یعنی طعام عینہ مفتیق، دل مقین، ملائکہ شریعت نے ان چیزوں کی تعین نہیں فرمائی آپ جب چاہیں جو چاہیں صدقہ کر سکتے ہیں۔ شریعت کی دی ہوئی آزادی پر اپنی طرف سے پابندیوں کا نفاذ صرف اللہ کا حق ہے بلکہ شریعت کا مقابلہ ہے۔

(۸) شہادت کے قصے سننا اور سنانا

اس عینے میں دیگر فراغات کے ساتھ ایک یہ بھی ہے کہ اس عینے میں مجلس اور مجلس کے جاتے ہیں جس میں شہادت کے قصے سننے سناتے جاتے ہیں، اس میں ایک گناہ تو یہ ہے کہ اہل باطل کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے جو شرعاً منع ہے چنانچہ جب دوسری غم کے روزے کے جلسے میں بارگاہ رسالت میں یہ عرض کیا گیا کہ اس میں موجود روزہ رکھتے ہیں تو فرمایا کہ ایک روزہ اور ملاو، خوش یا گناہ تہوں، عبادت میں بھی مشابہت کی اجازت نہ دی۔

ان مجلس میں دوسری بات یہ بھی ہے کہ شہادت کے قصے سن کر صدمہ اور زوٹی پیدا ہوتی ہے اور مسلمانوں میں بزدلی کا پیدا ہونا اسلام کے تقاضوں کے خلاف ہے اسلام تو یہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں میں بلند محبت پیدا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآنی میں یہ حکم ہے کہ جان کو اپنے ہاتھ سے ذبح کریں، ورنہ ذبح کے وقت موجود رہیں، اس میں بھی یہی حکمت ہے کہ مسلمانوں میں عالی مرتبتی اور قربت قلب پیدا ہو۔ ظاہر ہے کہ جو آدمی اپنی آنکھ سے بڑے کو ذبح ہوتے نہ دیکھ سکے وہ دشمن کو کب قتل کر سکے گا؟

اسلامی سال کی ابتدا کہاں سے ہو؟ سب کا اتفاق اس پر ہوا کہ ہجرت سے اسلامی سال کی ابتدا کی جائے، اس میں بھی یہی حکمت تھی کہ ہجرت کو سن کر مسلمانوں میں جلد ہی پیدا ہوئی اور دین کی خاطر محنت و مشقت برداشت کر نیکاً جذبہ پیدا ہو گا، اس کے برعکس میلاد سے ابتدا اگر نہیں ہو تو عجب میں اشتکال اور غفلت کا خطرہ تھا اور وفات سے شروع کرنے میں غم، مصدوم اور بزدلی پیدا ہوتی۔ جنگ بدر میں کفار کے مشرک نہیں مارے گئے مگر مکہ میں جا کر دوسرے سرداروں نے احلان کیا کہ خیر اور کوئی نہ روئے اور ماتم نہ کرے، چنانچہ اس پر عمل کیا گیا، یہ حکم اسی نے دیا کہ اب تک بزدلی نہ پیدا ہو۔

تیسری روئے کر لائیکہ واقعات جو ان مہینوں میں شائع جاتے ہیں اکثر غلط ہیں اس لئے ان کا شتہ تا تو ویسے بھی ناجائز ہے۔ تاریخ پر اہل شیعہ کا تسلط، ان فقہیہ بازار منافقین کا مسلمانوں میں فتنہ ستھرت روایات کی اشاعت کرنا اور مسلمانوں کا آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی محبت و عقیدت کی وجہ سے غلط سمیت کی ہر داستان کو صحیح اور کر لینا یہ ایسے امور ہیں کہ ان کی وجہ سے واقعہ شہادت کی صحیح حقیقت کا انکشاف ناممکن ہے حتیٰ کہ بظاہر مشہور متفقہ کتابوں میں مندرجہ تفصیل بھی قابل اعتماد نہیں اکثر روایات آپس میں تضاد و عقلی اصول شرع کجھات ہوئی وجہ سے یقیناً غلط ہیں، بلکہ نفس شہادت کے سوا کسی تفصیل کا شایہ ہی وہی جزئی ایسا ہو جس کی سمت پر پورا اعتماد کیا جائے مگر گوشہ و منہل صلح علیہ السلام کو شیعہ کتب و روایات نے اپنی اس شہادت پر پورہ دائیہ اور حقیقت کو ملح کرنے کی غرض سے جھوٹی روایات وضع کرنے میں اپنی غرض صراحت سے پورا کام لیا ہے۔

(۹) تعزیر کا جلوس اور ماتم کی مجلس دیکھنا

ان دنوں میں مسلمانوں کی کثیر تعداد ماتم کی مجلس اور تعزیر کے جلوس کا نظارہ دیکھنے کے لئے جمع ہو جاتی ہے، اس میں کوئی گناہ نہیں، ایک یہ کہ اس میں دشمنان صحابہ رضی اللہ عنہم اور دشمنان قرآن کے ساتھ شتبہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: من شتبہ بقرہ وہو شھدہ جسے کسی قوم سے نہ شہادت کی روایت میں شمار ہو گا۔ ہولی کے دنوں میں ایک بزرگ جاے یہ عین انھوں نے مزاح کے طور پر ایک گدھے پر پان کی چمک ڈال کر فرمایا کہ تجھ پر کوئی رنگ نہیں چھینک، تو تجھے میں رنگ تیار ہوں۔ مرنیکے بعد اس پر گرفتار ہوئی کہ تم ہولی کھیلے تھے اور عذاب میں گرفتار ہوئے۔

دوسرا گناہ یہ ہے کہ اس سے ان دشمنان اسلام کی رونق برصتی ہے۔ دشمنوں کی رونق برٹھانا

بہت بڑا گناہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کوئی سو آدمی قہرِ حق تعالیٰ سے نہیں دیکھتا کہ کسی قوم کی رونق کو بڑھایا وہ انہی میں سے ہے۔

مہرِ گناہ یہ ہے کہ جس طرح عبادت کو دیکھنا عبادت ہے اسی طرح گناہ کو دیکھنا بھی گناہ ہے ایک نفع کچھ صحابی رضی اللہ عنہ جہاد کی مشق کر رہے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکی اس عبادت کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا اتنا اہتمام فرمایا کہ آپ پر دے گی فوس سے خود کھڑے ہو گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے پریشانی کوٹھنے ہو کر آپ کے کمر سے پر سے دیکھتی رہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس عبادت کے نظام سے سیریز کر جب خود نہیں تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، غرضیکہ عبادت کو دیکھنا بھی گناہ۔

چوتھا گناہ یہ ہے کہ اس مقام پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو رہا ہوتا ہے۔ ایسی غضبناکی ہو جاتا بہت بڑا گناہ ہے۔ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گزرا ایسی بستیوں کے کھنڈرات پر جو احقر پر عذاب آیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر مبارک پر چادر ڈال لی اور سارا کا کو بہت ترنچہ کر اس مقام سے جلدی سے گزر گئے، جب سید الاذین والاقرین رحمۃ اللہ علیہم سے ملے، انہوں نے کہا: اے اللہ علیہ السلام غضب والی جگہ سے بچنے کا اتنا اہتمام فرماتے تھے تو عوام کا کیا حشر ہوگا، سوچنا چاہیے کہ اگر ان کے دشمنوں کے کرتوتوں سے اسوقت کوئی عذاب آیا تو کیا صرف نظارہ دیکھنے کے لئے منع ہونے والے سہمان اس عذاب سے پرچ جائیں گے؟ ہرگز نہیں، بلکہ عذاب آخرت میں بھی یہ لوگ ایک ساتھ ہونگے، اللہ تعالیٰ مستحق عذاب بناؤ الیٰہ اعمالوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، آمین یہ بھی خیال رہے کہ جس طرح مبارک دنوں میں عبادت کا زیادہ ثواب ہے اسی طرح ان دنوں میں معصیت پر زیادہ عذاب ہے۔

(۱۰) دسویں محرم کی چھٹی کرنا

اس دن چھٹی کرنے میں کئی قاحیتیں ہیں، ایک یہ کہ اس میں ایہ تہنیت کے ساتھ تہنہ ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ان کی تائید و تقویت ہے۔

دوسری قاحیت یہ کہ میں ہی شیوہ اپنے ذہن کے لیے بنا، شہادت اور بخت محنت کا مظاہرہ کرتے ہیں، ایسے بہکن مسلمان تمام، ایک دن دینوی کھلوں کی چھٹی کر کے اپنی بیگاری اور بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہیں،

تیسری قاحیت یہ کہ چھٹی کی وجہ سے اکثر مسلمان تعزیر کے جالوں اور ماتم کی مجلسوں میں بچے جاتے ہیں جس پر کئی گناہوں کو بیان اور ہر مل میں گزر چکا ہے،

۱۱) دسویں محرم میں اہل وعیال پر وسعتِ رزق

حدیث بتاتی جاتی ہے کہ اس دور اہل وعیال پر وسعتِ رزق کرے تو پھر اس سال رحمتِ رزق ہوگی، مگر موسمِ طویلِ عیالِ یومِ ماہِ شوال و موسمِ اللہ علیہ الشنتہ کلہا، اس کو مشہور محدثین نے غیۃ ثابوت قسرا و دیا ہے۔ بغیر ثبوت اس سے اس نے احتراز لازم ہے کہ لوگ اسکو ثواب سمجھتے ہیں حالانکہ شریفین نے اس میں ثواب نہیں بتایا، اسے ثواب سمجھنے سے یہ کام بدعت بن جائے گا۔ **صلواتہ و صلواتہ فی النار** اگر کوئی یہ کہے کہ میں یہ کام صحت و وسعتِ رزق کے لئے کرتا ہوں، میں اسے ثواب کی نیت سے نہیں کرتا تو اس سے کہا جائیگا آپ کے اس فعل سے ان لوگوں کی تائید ہوتی ہے جو ثواب کی نیت سے کرتے ہیں ایسے دست ہیں فقہ کے قاعدے کے مطابق اسکا ترک واجب ہے، چنانچہ حکم ہے **اذا تودد الخیر بین سنة و بدعت فادک و اجب**، جب مصلحت و سنت اور بدعت میں دائر ہو تو ترک واجب ہے اور یہاں تو مصلحت و بدعت کا نہیں بلکہ جائز اور بدعت کا ہے یہاں تو بغیرِ ادلی ترک واجب ہوگا۔

دوسری تمناحت یہ کہ اس روز شہید نیاز حسین کی (میں جڑ جڑا ہے) جو شہید ہے اور اس کا کھانا حرام اس لئے اس موقع پر پڑھنا پڑھنے میں شیعہ کے عقیدہ و عمل کی تائید ہوتی ہے۔ نیز وسعتِ رزق کے اور بھی کوئی نسخہ ہیں جن میں سب سے بڑا نسخہ کتبوں سے بچنا اور ثواب و استغفار ہے۔ یہ نسخہ اکسیر قرآن و حدیث کی لغویں ہر جہ سے ثابت ہے۔ اسے جوڑ کر کھلنے پھیلنے والا نسخہ استعمال کیا جاتا ہے۔ و جہ یہ ہے کہ یہ منیحا ہے اور وہ کڑوا، مگر یاد رکھئے جب تک اشرقتان کی نافرمانی ادا نہیں ہوں گی زندگی سے تو بکر کے اپنے مالک کو راضی نہیں کرتے کوئی نسخہ کارگر نہ ہوگا۔

کسی کو رات دن سرگرم فریاد و فغاں پایا کسی کو فکر کو ناگوں سے ہر دم سرگراں پایا !
کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیرِ آسمان پایا کسی کو اس غمگین شادمان پایا
غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ ہو جائے

اشرقتان ہم سب کو دین کا صحیح نم اور کمال اتباع کی نعمت عطا فرمائیں آمین۔
چونکہ مذکورہ منکرات میں سے اکثر کا تعلق محرم کے مہینے سے ہے اور خدا سبھی انہی پر زیادہ ہے اس لئے اس مجموعہ کا نام **تعلیقاتِ منکراتِ محرم** "تجویرِ منکرات" قرار دیا۔
محرمِ محترم

کتاب العلم والعلماء

کسی عالم یا بزرگ کے ہاتھ جو منہ

سوال: تعقیب یہ درجی کا جو آراء دہشت سے ثابت ہے اور بخاندان جائز ہے سو تعقیب
انصار کے بغیر فاضل اور عالم اور ولی کے لئے کس کیفیت اور طریقہ سے کی جائے جس میں فتنہ
الناس کا خوف بھی نہ ہو۔ دلائل عقلیہ و نقلیہ مع عبارات کتب اربعہ تحریر فرمائیں، بینہ و قیود
الجواب ومنه القدی والقوی

پہلے مختلف عبارات نقد و حدیث نقل کی جاتی ہیں پھر ان پر احکام مرتب کئے جائیں گے
(۱) القسم الاول: (۱) ذکرہ تحریر: قسم ثانی تعقیب الرجل فی الرجل اولیہ و اولیہ دالی
قوله عند لقائه و درام و هذا النوع من الشهوة داما علی وجه البرقیة من عند الکلی و فی
الاعتقاد من بعضہم لا بأس به اذ قصد البرزخ من الشهوة تعقیب وجه (در)
(۲) وفي الحق ان من القیلة علی وجه المایة دوری الشهوة جائز بالاجماع (در)

(۳) قال الامام العینی بن کلاہ علمایا حجة تعقیب لیب و الرجال و الزمر و الکشم
علمیون فلا حدیث منہ انما احسن اولی لوجه و من احسن علی الشهوة علی حدیث و اولی
(۴) فاما عن عیانة و الحق ان من تعقیب لیب لیب لا یحرم جائز بالاجماع (در)

(۵) وفي المحيط ان تعقیب اسلامه و کواہ جائز و ان لیب الذی ذکرہ (در)
(۶) و سیاقہ ان قدر ین المؤمن تحبہ توفیقاً بصر کلامہم و لا یقلع حلقا للعلم
مستشفاً لا انما یقولون حیدر، نہ کہ فیہما الشارح علیہ: نہ لہم انی المصاحف علیہا
تزمید علی غیرہا فی الشغل و کیفیہ لا تساوہا۔ ساخاوی (در)

(۷) وقیلة النجیة المؤمن علی ایلا (در)

الفتح الشافی (۱) وفي حدیث رواہ الزوار مستند عن ربیة سألت اعرابی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم ان یتلوا لہ قل لیس الشجرة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعیہ
قال فقلت الشجرة یسئرنہا و شملہا و یدین یدینہا و خلقہا فتعجبت: و قد اشر
جاءت فی حدیث الاثر غیر عروقہا و قد عرفت فی حدیث رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم فقلت السلام علیک یا رسول اللہ فقال لا الا علی و علیہما و علی جمیع النبیین

فدلت عرقہا فاستوت فقال الاعرابی انی انی لایحی لک قال لولا موتی احدا
ان یسجد لحدی لا مہتہ الما ان یسجد لزوجہ قال فاذن لی اقبل بیدیک ورجلیک
فاذن لی انی فی تقبیل ید بہ ورجلیہ تقبیلہما ذبیہ دلیل علی جواز تقبیل المرنی المرنی
من الفاضل للمفسر ان اذا کان لزوجہ وصدیقہ او علیہ وشوہہ ولس یکرہ بل
یمتہبہ اذا کان تعظیہ لا مرد بین کما قلک النوری فی الاذکار فان کان لا مرد
دیوی فلو مکروہ وقد ورد فی احادیث کثیرۃ صحیحۃ تقبیل ید النبی صلی اللہ
علیہ وسلم وھذا رد عن المتولی من ائمة الشافعیہ حیث اطلق القول بعدم جوازہ
(نہج الدواعی شرح الشفا للفقہ عیاضی لشہاب الدین الحنفی ج ۳ ص ۳۷)

۲۱) عن زادم وکان فی وفد عبد القیس قال تمہدن تقبلا در من رواحلنا انقبلا
ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورجلہ الا ابو ذر باب فی قبلۃ الجسد ۲۳ ص ۳۷
۱) ولا بأس بتقبیل ید الرجل للعالم والمشہور علی سبیل التبرک والی قولہ (وقیل
مسئۃ (در)

۲) بقولہ (وقیل مسئۃ) انی تقبیل ید العالم والسلطان العالم قال الشریف لا یجوز
انہ مفاد الاحادیث صلیہ اوندیکہ کما اشار الیہ الصغیر (در)

القسم الثالث (۱) المکرۃ لمحبة القيام لمن یقام لہ (ردہ نافذ عن مشکوٰۃ زائر)
(۲) وما ورد من التوقد علیہ فی حق من یحب القيام کما یفعلہ النزل والاعمال
(ردہ نافذ عن ابن وہب)

القسم الرابع (۱) حکایہ ای مثلہ السجدة الانحناء علی عتبة الركوم فہی تاحدہ
(الشفا للقاضی ج ۲ ص ۲۷)

(۲) کاد الانحناء ان یرکب کفر (حاشیہ مکتوبہ تہہ امام ربانی دفتراۃ ص ۳۷)

(۳) وفي الزاھد فی الانحناء فی السجۃ فی قریب الركوم کالتسجود (در)

(۴) وفي المحيط انہ یکرہ الانحناء للسلطان وغیرہ ام (رد المحتار)

عیادت قسم اول سے معلوم ہوا کہ عوام مسلمان کے ہاتھوں کی تقبیل جائز ہے۔

قسم دوم سے ثابت ہوا کہ علماء اور متوہمین کے ہاتھوں کی تقبیل سنوں یا سداب سے

قسم سوم میں ہے کہ قیام غیر کو پسند کرنا مکروہ ہے۔ قیام علیہ تقبیل الید من الغیر

کو پسند کرتے بھی نہ کر رہے ہوں، دور میں علم یا محبت بقیّس و قیام بدرجہ تمہا پائی جاتی ہے
 انہذا تعلّم نفس کو محبوب کہنے والے، عید کے مستوجب ہیں۔

قسم چہام سے ثابت ہوا کہ افغنہ مکروہ ہے۔ باقی رہا یہ اشکال کہ تفصیل بلا اختیار ممکن ہی
 نہیں ہو جواب یہ ہے۔

(۱) تفصیل میں مختار مرقعہ قصود نہیں۔ قصود افغنہ مستظیم نہ جائز ہے۔ مطلقاً مختار مرقعہ نہیں
 اور نہ ہی اس سے مخدّر ممکن ہے۔ کئی ایک ضروریات کی وجہ سے اختیار کرنا پڑتا ہے مثلاً
 کوئی چیز اٹھانے کے لئے نہ کرکھنے کے لئے یکجہ دیکھنے کے لئے وغیرہ۔ اس کے عدم حوازا کسی کو
 دہر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اختیار مقصود نہیں۔

(۲) مختار فریالی لڑکوں ناجائز ہے۔ مثنوی سرائی مختار مرقعہ نہیں جیسے کہ قسم رابع
 کی عبارت ملاحظہ میں مضرع ہے۔ فقہا و الفقہاء علیہم السلام — ۲۵ ذی القعدہ ۱۲۸۶
 بیوی اور والدین کی اجازت کے بغیر طلب علم کے لئے سفر کرنا

سوال ہے: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ایک شخص کے والدین اور اس کی
 زوجہ صاحبہ کے لئے اسے سفر کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ تو کیا اس صورت میں شخص طلب
 علم کے لئے سفر کرے یا نہ کرے؟ ہیئت التوجہ

الایوبیہ و عندہ انصاف والوضوح

علم شرعی کی تین قسمیں ہیں:

(۱) فرض میں (۲) فرض کفایہ (۳) مستحب

نامزدونہ وغیرہ کے مسائل کا علم فرض میں ہے اور ضروری فرائض روزِ عمرہ کے معاملات
 نے علم سے ناواقف حاصل کرنا فرض کفایہ ہے اور تحقیق فی علم مستحب ہے۔ پس اگر سفر کی وجہ سے
 والدین یا اولاد کے ضیاع کا خوف ہو یعنی وہ خود علمی نبوی اور ان کی عفتادت کرنے والے کوئی مذہب
 تو اس صورت میں طلب علم کے لئے مطلقاً (خواہ فرض میں ہو یا فرض کفایہ) سفر نہ کرے۔ ورنہ اگر
 ضیاع کا خوف نہیں تو فرض میں و فرض کفایہ کی تحقیق میں والدین و زوجہ کی اطاعت نہ کرے بلکہ
 اگر والدین و علم مراد ہے اور بابت خوف فتنہ کی وجہ سے منع کر رہا ہے تو بہر حال اطاعت ضروری ہے
 ایسے ہی اگر ایسا سفر ہو کہ اس میں ہلاکت کا خوف ہے تو بھی والدین کی اطاعت لازم ہے۔

علم مستحب مثلاً بہر حال نامزدین کی اطاعت اولیٰ ہے اور زوجہ کی اطاعت میں مختار ہے

قال فی شرح الفتاویٰ والعلماء ان تعلم العلم یتکون فرض عین وهو یقتلہ یا یجتمہم لادینہ وفرض کفایۃ وهو یزاد علیہ انعم غیری ومنہ دیا وهو التبحر فی الفقه وعلوم المقاب (۱) (شامیہ ج ۱)

وفی حصر شرح التنبیہ لہ الخرج لطلب العلم الشرعی بلا اذن والد یہ لو ملذت عیاد تمامہ فی الدار وفی الشامیہ (قولہ ولہ الخروج الم) ای انہ لو یجفت لای والدیہ الفسقة بادت کما انہ موسویہ ولو تکلف لعمقہما علیہ وفی الخانیۃ دیواراد الخروج الم المخرج وکروہا ذلک قالوا انہ استغنی الاب عنہ خد منہ قلابا سے لایلا فی الصعدہ الخروج وادی احتیاجا الی التفحصہ ولا یکن ای یختلف لہا نفقۃ کاملۃ اذ ما مکنتہ الا ان الغالب علی الطریقۃ الخوف فلا یخرج ولو الخانیۃ السلام یخرج وفی بعض الروایات لا یخرج الی الجہاد الا باذن والدہ ولو اذن والدہ لقطا یسخر لہا الخروج لای ممانعۃ حقیقۃ فرض مدین والجهاد فرض کفایۃ والدیہ سے قالہ (۲) ہذا فی سفر الجہاد فلو فی سفر تجارۃ اوج لابا سے یہ بلا اذن الابویہ ای استغنی عن خد متہ اذ لیس فیہ البطل حقیقۃ الا اذا کان الطریقۃ نحو فاکا لہ جزو یخرج بلا اذن والدہ وادی استغنی عن خدمتہ ولو خرج المتعلم وضمیم علیہ لای عن حقہ العیال (۳) (شامیہ ج ۵)

نقطۃ الشرع فی العلم

۲۰ محرم سنہ ۱۲۳۰ھ

جوان بیوی کو چھوڑ کر طلب علم کے لئے سفر کرنا

سوال: ایک شخص کی بیوی جوان ہے اور وہ بیوی کو چھوڑ کر طلب علم کے لئے سفر اختیار کرتا ہے اور سال بھر گھر نہیں آتا کیا اس کیلئے یہ امر جائز ہے یا کہ بیوی کے پاس رہنا واجب ہے۔

بیتنا انجور

الجبونک ومنہ الصلح والصلح

عورت کا نفقہ اور ہر چہا ۱۵ میں ایک دفعہ ہمارے کرنا شوہر پر واجب ہے۔ پس اگر شوہر ان حقوق کی تکمیل میں کوتاہی نہ کرے تو طلب علم کے لئے سفر پر جانا جائز ہے۔ البتہ اگر اس کے باوجود عورت کے لئے فتنہ کا منظر ہو تو سفر میں رہنا جائز نہیں۔ قال فی شرح التنبیہ ویسقط دفعۃ وجبہ دیانۃ احياناً ولا یملکہ مدۃ الا یلاہ الا یوضاھا۔ وفی الشامیہ تحتہ قولہ ویسقط حقہا بسرة (۱) اذا طابتہ یحب علیہ ومجبر علیہ فی المحکومۃ والزائدۃ تجب دیانۃ (۲) فی المحکومۃ عند بعض اصحابنا ومنہ ہم تجب علیہ فی المحکومۃ وہ طلاقہ مکات

على اشارته انه يقول ويحفظ حقيقاً ثم في القصد انه لا يلو لولم يهاهم في وجهه العائنه
منه ثم يفسخ العقد اما الوصاها مرة لم يعرض له لانه علم ان غير عتيد في دفعه العقد بل
يا مرة بالزيادة احياناً الوجوب عليه الا العقد رمر من اوعنة عارضة او عوداً في وسائره
باب القهار ان على القاضي الزام المظاها بالشك في دفعه البصير عنها المجبر او ضرر
ان ان يكتم ويطلق وهذا اربعة ارباع القول للاربابه فحب الزيادة عليه في المحكم
فتأمل وانما فيها تحتم قوله ولا يبلغ مذق الايلاء ان عمر رضي الله تعالى عنه لما سم
في اليك امرأة تقول سن

فواقه لول الله تخشى عواقبه الخوض من طلق الشريعة حواشيه

فما في عفا فافا ردها في الجهاد فساك بنته حفصة كوتصير المرأة عن الزوج
فقال في اربعة اشهر قام امره الا يشاد انه لا يتخلف المتزوج عن اهله اكثر منها ولول
يكفي في مطلق المذق زيادة مضارة بما لما شرع الله تعالى الغزاة بالايلاء فيها الزد المحتار
بعبه القسم ۷۳ فقطوا الشر تعالى هم

۲۹ جمادى الاولى سنة ۱۲۴۰

شقة بين متأخرين بين سدة قاصل

سوال: حضرت شقة بين ومتأخرين جوايك مشهور معروف اصطلاح هي اني سدة قاصل
كيا هي كماں تک شقة بين کلماتے ہیں اور کہاں سے متأخرين؟ بيتوا توجروا
الجواب باسم باهر القويك

المراد بالمشايخ في قولهم هذا قول المتأخرين من يدرك الامام كذا في دفعه البصير
المراد بالمتقدمين من فقهاءنا هم الذين اذروا الائمة الثلاثة ومن يورينهم فهو
من المتأخرين لهذا هو الظاهر من اطلاقاتهم في كثير من المواضع (المراد ان قلنا) وذكر
الذي في مفتح كتابه ميزان الاعتدال في فتن اسماء الرجال المحل الفاضل بين العقلاء
والتأخرين هو اسم ثلاثة مائة الف (مقدمة عمدة الرماية في حل شرح الوقاية ۱۵۱)

بما هو اذروا الائمة الثلاثة من "احد الائمة الثلاثة" مراد به اس صورت
میں ذہبی کے قول سے مطابقت ہو جائے گی کیونکہ صمیم رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات دوسری
صدی کے آخر میں ہوئی ہے، پس اس دوسری صدی کے اختتام تک جن حضرات کی ولادت

ہوئی ہو وہ شہد میں ہونے اور میری صدی کے شروع سے مشاخرین کا دور شروع ہو گا۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

الربیع الآخر سنہ ۸۰۰ھ

لوگوں کو شرمندہ کرنے کے لئے علم پڑھنا

سوال: اگر کوئی شخص علم محض لوگوں کو شرمندہ کرنے کے لئے پڑھے، کیا یہ حکم ہے؟
بیتنا التوجروا۔

الجواب: باسمہ والہم الصلوٰۃ

حدیث میں ایسے شخص کے بارے میں بڑی سخت وعید ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
موسیٰ علیہ السلام علیہما السلام بہ العلماء اور یہاں بہ السفہاء اور یہاں بہ وجوہ الناس الیہ
ادخلہ اللہ النار (مشکوٰۃ ص ۲۷) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۱۰۰ھ

تعلیم چھوڑ کر تبلیغ کے لئے نہ کرنا

سوال: ایک قاری صاحب قرآن پاک پڑھاتے ہیں کسی (کے حفظ کرتے ہیں) اور کثرتاً
پڑھتے ہیں، چالیس دن کے لئے تبلیغی جماعت میں جانا چاہتے ہیں، زیادہ ثواب اور فواید
کچھ کچھ یہ فرمائیں کہ پڑھانے میں زیادہ ثواب ہے یا تبلیغی جماعت میں جانا زیادہ ثواب؟
بیتنا التوجروا۔

الجواب: باسمہ والہم الصلوٰۃ

مدرسہ کا مہتمم مدرسین اُجرت پر کام کرتے ہیں اللہ عزوجل تعظیل سے زیادہ وقت کے
لئے مدرسہ سے غائب رہنا اور کام نہ کرنا ناجائز ہے۔ غیر حاضری کے ایام کی تنخواہ ان کے لئے حلال نہیں،
یہ عام قانون کا حکم ہے۔ خدایس عزیٰ کے ملازمین کو تو سترگی مجاہدین بھی ہو تو بھی ان کے تعلیم کا کام
چھوڑ کر تبلیغ میں ملنا بہتر نہیں کیونکہ تعلیمی مرکز اسلام کے قلعے ہیں اگر یہ قلعے کمزور ہو جائیں گے تو اسے
تبلیغ کا کام کیسے چلے گا۔ تبلیغ کا کام اگرچہ انتہائی ضروری ہے لیکن اسلامی تعلیم کا سلسلہ اس سے
بھی زیادہ اہم ہے بلکہ یہ بھی تبلیغ ہی کا ایک بنیادی شعبہ ہے۔ جماعت تبلیغی کے مربیان تبلیغ کے
لئے مدرسین تعلیم چھوڑنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر عالم کے لئے طلب دلیل جائز نہیں : سوال

کسی نے قرآن وحدیث سے غلط استنباط اور قیاسات فاسدہ پر مشتمل طویل مضمون برائے تصویب ارسال کیا جس میں یہ بھی لکھا تھا۔

اس کا جواب درج ذیل ہے۔

الاجواب باسم من الله الصواب

و یہاں یہ اصول مسلم اور متفق علیہ ہے کہ ہر فن کی تکمیل کے لئے اہل فن کے پاس متعینہ وقت و مکرر استفادہ کرنا شرط ہے مثلاً آپ ڈاکٹر سے علاج تو بہر صورت کر دیا جاسکتے ہیں مگر اس کی تشخیص و تجویز کے دلائل معلوم کرنے کے بغیر نہیں، اگر ڈاکٹر سے معلوم کریں گے تو وہ علاج سے بھی جواب دینے کا ہالتہ گزر اس فن کو دیکھنا حاصل کرنا چاہیں تو کوئی ممانعت نہیں مگر اس کے لئے کئی شرائط ہیں مثلاً لذاں فلان امتحان میں اعلیٰ درجوں پر کامیاب ہوئے ہوں پھر کسی مستند میڈیکل کالج میں داخلہ ہوا، ہر فن کی نگرانی میں قریب کی جواور وقت کی تکمیل کے بعد امتحان میں کامیاب ہوئے ہوں، اسی طرح آپ ہر کس سے قانون تو دریافت کر سکتے ہیں مگر اس کے دلائل و دقت کرنے کی اجازت نہیں والی وکالت کا منصب باقاعدہ پڑھیں تب دلائل بھی مل سکتے ہیں ایسی ہی اسی طرح علم دین کو سمجھنا چاہئے کہ عوام مفتیان کرام سے قانون شریعت دریافت کر سکتے ہیں طلب دلائل کے مجاز نہیں ہاں اگر کسی کو فہم دلائل کا شوق ہو تو پہلے چند سال کسی مستند دینی درسگاہ میں گئے کر لےصاب عام کی تعلیم کر کے اعلیٰ نمبروں پر کامیاب کرے پھر فقہاء کے درجہ تکمیل میں دو سال کے لئے داخلہ لے اس میں مفت کر کے امتیاز دہی کامیابی حاصل کرے پھر ماہرین فن کی سرپرستی میں کچھ مدت کام کرے اس کے بعد اسی ہے کہ دلائل سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غزوہٴ نغفرہ مشعلہ



میرزا زینب سلطان بی بی قتل منعم گردید
 بخود گمانی نمود و این کس که گمانم
 کار و کشتن من تمام خواهد شد
 کار و کشتن من تمام خواهد شد

السُّبُكُ الْفَرِيدُ لِسُلُكِ التَّقْلِيدِ

○ — ضرورت تکمیل شخصی

○ — به ضرورت عمل بخدمت بی بی

بسیار است و اگر از شخصی قوتی باشد
 بی بی خود تنفس از دیگر کس سر بیاید
 یا بی بی راه را تنفس در
 از سر خود اندازد و حیرت دارد

ضرورت تقلید شخصی

مولانا: آج کل بعض نو تعلیم یافتہ نوجوان یہ کہتے ہیں کہ تقلید شخصی کی کیا ضرورت ہے؟ جب ائمہ اربعہ برحق ہیں اور حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نئی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو کاموں میں سے جو کام آسان ہوتا تھا اس کو اختیار فرماتے تھے تو ہم بھی ایسا کیوں نہ کریں کہ مسائل میں ائمہ اربعہ میں سے جس امام کا مذہب زیادہ آسان اور سہل ہو اسکے مطابق عمل کر لیا کریں؟ ان کی یہ ضرورت ہے کہ مثلاً شخصی اس مسئلہ میں بھی جس پر عمل کرنے میں دشواری ہے امام غلام رحمہ اللہ کے مذہب پر عمل کرے اور دوسرے امام کے مذہب پر عمل نہ کرے، جس کے یہاں اس مسئلہ میں آسانی اور سہولت ہو اس مسئلہ میں وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ آخر مفقود الخبر کے مسئلہ میں حضرت عظیم الاست نور اللہ مرقدہ اور دوسرے جن جن علماء نے حضرت امام مالک کے مذہب پر عمل کرنا کی اجازت دے دی ہے۔ علاوہ ان کے وہ حضرت عظیم الاست کا حسب ذیل موقوفہ بھی اپنی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

”قرینہ کبیر اللہ تھا کہ ایک سال لایا لکھوں کہ عوام جہیں بند ہیں، اگر وہ کسی مذہب میں بھی جائز ہو تو اس کی اجازت دیدوں، تاکہ مسلمان کا نول کسی طرح جائز ہو سکے، مولانا مکتوبی سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے اجازت دیدی، مولانا خلی بہت سخت نئے نئے عوام پر شفقت بھی بہت تھی مگر میں نے فرمایا رسالہ تو نہیں لکھا مگر بعض مسائل حوادث الفتاویٰ میں ایسے لکھے ہیں ”الخ و بہرہ عنہم لا رت“ موقوفہ

اس مسئلہ میں حسب ذیل امور دیافت طلب ہیں۔

- (۱) کسی ایک امام کے مقلد کو بغیر سہولت دیکرے امام کے مذہب پر عمل کرنے میں کیا مفاسد ہیں؟
- (۲) یہ مفقود الخبر کے مسئلہ میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا کی اجازت دے دینے سے دعا گو یہ چاہا کہ فتویٰ غالباً نئی سال تک علماء مالکیہ سے طوبی مراستہ حرکات کے بعد علمہ اہل احناف کے باہمی مباحثہ مشہورہ اور غور و خوض کے بعد دیا گیا تھا امام آدمی کو ہر مسئلہ میں یہ اجازت دی جاسکتی ہے کہ جس امام کے مذہب پر عمل کرنے میں آسانی سمجھے اس پر عمل کرے!

- (۳) امام جو نہ کی صورت میں حضرت فتاویٰ کے حضور لکھا جواب ہوگا؟
- (۴) کیا اردو زبان میں کوئی ایسی مستند کتاب ہے جس میں تقلید و تقلید شخصی کے مسئلہ کے مسئلہ میں

مفتعل لہ میرا عمل بحث کی گئی ہو؟ بدینہ موجود فقط

عمود حسن عثمانیہ و خلافت
۱۵/۱۲/۱۳۵۵ھ
۲۱/۱۲/۱۳۵۵ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي أنزل الكتاب، وأرسل للبينه رسولاً الذي أوتي جوامع الكلم
وفصل الخطاب، وجعل لشرعه نفعه العلم الذي إن أهموا الصديق والفقير
والغنيوة والسلام على سيد الأنبياء وعلى آله وأصحابه الأصفياء، وورثته من

الأئمة الفقهاء وأتباعهم الأتقياء إلى يوم الحساب

أما بعد : اس دور پر مبنی میں یہاں ہر قسم کے تقویٰ کو اٹھایا جا رہا ہے، وہاں ایک یہ
فہم جاننا ہو جس سے کس کو کس کی کسی طرح نہ بھی سمجھی جا سکے جس کے بعد وہ جس طرح چاہے
آزادانہ زندگی بسر کریں، لیکن چونکہ بقدر اسلام کو جو کچھ کاٹیں اپنے گلے کا ہار بناتے ہوئے یہ مذہبی
آزادی حاصل نہیں ہو سکتی تھی اور مٹا لا اعلان اگر مذہب کو خیر باد کہہ کر آزادی کا کوئی منصوبہ
بنانے کی کوشش کی گئی تو وہ کامیاب نہ ہو سکی اس لئے غلام خویش خیر خواہان اسلام نے خدمت
دین کے تحت نئے طریقے ایجاد کرنے شروع کئے۔

کسی نے اسلام کے تمام اصول و مبادی کا زبانی اقرار کرتے ہوئے دہرہ اسلام سے شیعہ بن
کا خون کیا تو کسی نے نئے سرے سے نئی نبوت ایجاد کر کے زمانے کی ضرورت پروری کوئی کوشش
کی، ایک طرف اسلام کے اصل ثانی حضرت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سرے سے غیر ہزاروی قرار
دیے غیر منبر قرآن بننے کی کوشش کی گئی تو دوسری طرف حدیث دانی و قرآن نفی کے لئے ہر کسر و
ناکس کی فکر کو کافی کہہ کر مسلمان کی قبیرات کو شرک و بدعت کے لقب سے نوازا گیا، صرف اسی
پر بس نہیں بلکہ جب ایک فتنے کی سرکوبی کی جاتی ہے تو اس کے اندر بچے دوسرے کسی فتنے کی صورت
میں نمودار ہو جاتے ہیں۔

تین ہمہ دار و دار شد چہرہ کی کئی قسم

لیکن ان فتنوں میں سے بعض ایسے ہیں جن سے سادہ لوح مسلمان بہت جلدی غلط فہمی کا
شکار ہو جاتے ہیں، اور وہ یہ سمجھ جاتے ہیں کہ یہ بھی ایک مختلف فریضہ ہے اس لئے ادھر ادھر
ہو جاتے ہیں کوئی اہم فرقہ نہیں پڑتا، کیونکہ یہ سب قرآن و حدیث کو ماننے والے اپنے ہی لوگ ہیں،
لیکن حقیقت یہ ہے کہ

من از بیجا نگویم همدگر نہ نالم

کہ ہاں ہر جہ کرد آں تمشنا کرد

اگر ان نفوس کے صحیح ہذا حال کا مطالعہ کیا جائے تو یہ پہلے کا کہ یہ سب اندہی سے گمراہی کی جڑیں کھوکھلی کر کے نظر میں لگے رہتے ہیں اور انکو یہ نہیں کہ دیکھو اللہ الا ان یتیم ذرہ ولو کہ بہ الکفرون، جس دین کا دوسری صدی کی جڑیں کٹا بین و تیج، بعینہ نہ کھینکے اور اسکے صحیح ہذا حال متعین نہ کر سکے اب چودہ سو سال گزرنے کے بعد اسکے یانظاہر و بیدار ہو رہے ہیں، اسلاف کی بنیان کو قرآن و حدیث کی تشریحات و روای کی نوکری میں پھینکنے کے قابل ہوں، ان پر چلنے والا عالمی دین اب گنا شمار ہونے لگے، اور آج چودہویں صدی کا مجدد قرآن و حدیث کی تشریح کرے تو وہ سراسر تکبر و پر احوالہ ان کو نہ قرآن کی ہوائی ہے نہ حدیث، رسول بھی اللہ صلیہ وسلم سے کوئی سس ہے نہ

انقلاب چہاں و ہمدگر کی دنیوی تکمیل آج کا دن بھی کہہ دیتا ہے عالم کو تبدیل

یومئذ کوئے ہنسی و ہستان جاہل شیخ کی کہتے ہیں اسکوئی کے بچے تبدیل

سامری موسیٰ عمران کو کہے ہندوگر فوج محفوظ کو کہتے ہیں گسٹون انجیل

آپ کو یہ سن کر حیرت ہوئی کہ عالم ہی میں جب ایک جرمہ لے مولانا محمد حسین بانوئی اہل بیت کا قول ان کی تحاب اشادہ اللہ سے نقل کیا کہ ”بچیس سالہ تجربے سے معلوم ہوا کہ غیر مفصلہ یا کونی کا دروازہ ہے“ تو ایک غیر مفصلہ صاحب بہت برہم ہوئے، اصل واقعہ کو تو قبضہ نے سے رہے اپنے چارو ناچار جب اس پر تبصرہ کرنے بیٹھے تو انہ کو کم از کم نہ توئی پروردہ کچھ اچھالی کہ خود اپنی حدیث بھی سن کر شرم سے آنکھیں پیچے کر لیں، حدیہ کردی کہ انہ کو ام کے مردان مذاہب کو الحاد نہ نہ ثابت کرنے کی ناکام سنی میں لگ گئے چنانچہ اس موضوع پر جو کتاب لکھی، اسکا نام رکھا ”تحقیقہ احوالہ“ اس کتاب کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں :

”نقہ صنفی کے اندر ہر احادیث فقہائے درج کی ہر مادہ یا تو موضوع و خارج ساز ہیں یا

پہران کے رواد صنفیت دشمنم نمایاں یا سنکو مختلف نمایاں یا پھر شذوذ غیر متبعی جا

ہیں، یہ فقہاء احادیث میں کو رہائی و جہ سے صمیم و غیر صمیم کے درمیان اختیار نہ کر سکتے۔۔۔

کتب مذہبی میں موضوعات و ایام و بے ثبوت روایات کا پلندا ہوتا ہے، نیز اکثر وہ

فوضی اور نادروائی وضع کردہ ہیں۔ ان اسباب کی وجہ سے فقہائے خیال کیا کہ اگر کوئی

لے بنا ہوئی کی پوری جہاد صنفی حوالہ اشتادہ لکھے آئے۔ ۱۲

احادیث صحیحہ سے واقف ہو گیا تو ہمدانی بول نکلتے جاسکتے تھے لہذا شروع ہی سے متروک باب کے لئے لوگوں کے کانوں میں یہ بات ڈال کر بندہ جہنم کے بھانڈے کے حدیث نہیں سمجھ سکتے ہیں اور بارہ راست قرآن و حدیث پر عمل کرنا ہے اور ان پر عمل کرنے والے اپنی ناک بنانے کے لئے کچھ تو بتاتے ہیں، ان کے اس بتانے سے وہ بچا رہے ہیں نے پہلے ہی قرآن و حدیث پر عمل کرنا بقول ایشان محسوس کیا جو ممکن ہو جاتا ہے! (حقیقۃ الاولیاء ص ۴)

براؤں کو غم نہ کشیدہ لانا لگا پر ایک نظر دوبارہ ڈال کر دیکھ لیں، یہ عبادت کتاب مذکور کے حضرت آدم سے صوفی سے لے کر تھی ہے، اس سے آپ خود اندازہ لگالیں کہ مصنف علام نے ان کے کلام کا کیا برائقت پر مشافہت لڑائی کا جو شش مشروح کر رکھا ہے اس میں وہ کس سند ہی سے معروفین کا رہا ہے۔

قیام کیا کیا رنگستان میں ہمارا

مالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات نے جس چیز کا نام اجنادہ دے چھوڑا ہے وہ اجتہاد نہیں بلکہ ان کے ائمہ اربعہ میں سے کسی کا فرمودہ ہو گا۔

غیر مقلدین کے ائمہ ادبہ ابن تیمیہ، شوکانی، ابن حزم اور نواب صدیق حسن خاں ہیں آپ اندازہ لگا کر دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ غیر مقلدین کا کوئی قول ان ہماروں حضرات کے دامن سے خارج نہیں جس پر حدیث کا یہل و گاہل نہ ہو، جس طرح یہ حضرات حدیث سے استدلال کرتے ہیں اسی طرح دوسرے ائمہ بھی تو کسی حدیث ہی سے استدلال کرتے ہیں مگر غیر مقلدین کو بعض ہی حدیث صحیح سمجھیں آئی ہے جسے ان حضرات نے صحیح کہا ہو یا اختیار کیا ہو۔

عجیب بات

حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات جو اپنے کو غیر مقلد کہتے ہیں یہ سب سے زیادہ مقلد ہیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صوفیہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا آپ کے قول کی تشریح میں اختلاف ہوا آپ کے رسائل کے بعد آپس میں اختلاف ہوا، پھر تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کا آپس میں لاتعداد مسائل میں اختلاف دے گئے، پھر ایک استاد کے شاگردوں اور ایک مذہب کے پیروؤں میں اختلاف آباد ہوا ہے اور اب بھی ہے، مقلد بھی اختلاف دے لائے لازم ہے اس لئے کہ ہر شخص کا ذہن اور اسلوب فکر مختلف ہے، مگر دنیا میں صرف غیر مقلد ہی کا فرق الیما ہے جس کے

افراد میں اختلاف رائے نہیں پایا جاتا، ان کے کسی بڑے نے ایک کھدی اور دوسرے تمام غیر تقلیدکاروں نے اسے پلچون وچر تسلیم کر لیا۔

تقلید کی تعریف

در اصل تقلید نام ہے اس چیز کا کہ اپنے کسی بزرگ پر مشورے دین کے کسی قول و فعل کو اس شخص نے اپنا قبول کر کے اس پر عمل کرنا کہ اس نے قرآن و حدیث کے مطابق یہ بات کہی ہے۔ اس میں عمل کو اس مسئلہ کی دلیل معلوم ہونے پر متعلق نہ کرنا، لیکن وہ دلیل اگر اس وقت معلوم ہو یا بعد میں معلوم ہو جائے تو یہ تقلید کے معنی میں نہیں، غرضیکہ تقلید میں مطابقت دلیل شرعی نہیں اور علم بالذیل ایسے مسائل میں نہیں۔ کثرت اصطلاحات الفنون میں تقلید کی تعریف یوں مذکور ہے: ”التقلید اتباع الامام علیہ السلام فیما یقول و یفعل معتقداً بالحقائق من غیر نظر فی الدلیل کانت هل التبع جعل قولی الخیر و فعلی فلا فرق فی علقہ من غیر مطالعہ دلیل، ملازمین مکہ شرح سار مصری شافعی نے لکھا ہے: ”و هو دای التقلید عبارة عن اتباعه عن اشیاء من معتقد بالحقائق من غیر تأمل فی الدلیل، ذی شرح حسامی مطبوعہ مجتبائی مدینہ میں ہے: ”التقلید اتباع الغوی علی ظن انہ متعلق بلا نظر فی الدلیل۔“

ان تینوں عبارات کو سامنے رکھ کر خود تبصر فرمائیے کہ تقلید کے معنی کیا ہیں۔ اب اگر کوئی اپنی الگ تعریف مقرر کر کے محنت بازی کرے تو یہ ان کی اپنی اصطلاح ہوگی جو ہم پر محبت نہیں لانا چاہتے۔ فی الاصطلاح ۳، اس سے مراد یہی ہے: ”الشرع صاحب امر تسری کے اس اعتراض کا جواب یہی ہو گیا جو انھوں نے اپنی کتاب ”تقلید“ صفحہ ۵۲، ۵۳ میں کیا ہے کہ معلوم تقلید علم بالذیل کے معنی ہے، سلفاً تقلید لازم جمالت ہے۔“

اعتماد و انقیاد

در حقیقت دین نام ہے اعتماد و انقیاد کا، اگر دنیا سے اعتماد و انقیاد یہ دو صفات صدور ہو جائیں تو دین کا نام و نشان ہی باقی نہ رہے۔ یہ اعتماد و انقیاد مجدد رسالت سے بہ طور جاری ہو اور ای پر ساری شریعت کا مدار ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”ان الله اجتمع علی ان یعتقدوا علی السلف فی معرفة الشریعة فالتابعون اعتماداً و ان ذلک علی الصحابة و تبیع التابعین“

اعتقاد اعلیٰ الشاہدین وہنکذا فی کل طبقة اعتقد العلماء اعلیٰ من قبلہم العقل بدل علی حسن
ذات لایۃ الشریعۃ لا یعرفہ الا بالاعتقاد والاعتقاد بالاعتقاد لا یستقیم الا بان یاخذ کل طبقة
عن قبلہا بالاقتبال (محدودیت کے ساتھ) اور یہ غیر متعین شرع ہی سے اس اعتماد و اقتدار کا ثبوت کیا گیا ہے

تقلید کی خوبیاں

اس زوہد فقر میں جبکہ ہر طرف الحاد و بدعتی پھیلی ہوئی ہے جس طرح ائمہ کی تقلید میں دینی
اور دینی شہین کی حفاظت ہے ترک تقلید میں اس کا عشر عشر بھی نہیں، اس سے یہ معلوم ہوا کہ تقلید
کا مقصد دین شہین کی بحسن و خوبی حفاظت ہے اور یہی چیز میں دین کی حفاظت ہوتی ہو اس کی خوبی
میں کس کو شک ہے، لیکن پھر بھی تبرعاً تقلید کی خوبی اور ترک تقلید کی برائیوں کے بیان کے لئے ہم باغ
حضرات کو بطور شہادت پیش کرتے ہیں جن میں سے تین حضرات کو خود اہل حدیث اپنے شیخیں شمار کرتے ہیں
اس لئے ”محدثات اہل حدیث“ کا مصداق بھی ہو گیا۔

عبد الوہاب شہرانی کی شہادت :

تقطیع بتالیہ شیخ عبد الوہاب شہرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، نقد بان لك يا اخي مصانفتنا و
عن الائمة الاربعة وغيرهم وان جميع الائمة المجتهدين والوفون مع اذلة الشريعة حيث ما روت
اقول كلهم منزهون عن القيل بالرائي في دين الله وان من اھم كلھما ھو حق التکلیف والتشقة
کما هو علی ذھب والھو ھو شان اقول ھو کلھما ومن اھم کما تنوب النجوم من کتاب والتسعة
سدا و ولھما معھا وما بقی لاد مذرفا لتقلید لای من ذھب شئت من من اھم فائھا کلھما
طریق الی الجنة کما سبق بیانہ اقول انھما قبل و انھما کلھما علی حدی من دھم وان ما طعن
احد فی قولھن اقول ھو الا بھما یہ اما من حیث دلیلہ واما من حیث دقة مدانکہ علیہ ولا
یبر الامام الاعظم ابو حنیفة النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ الذی اجم السلف والھما علی کثوف
فلم یروا یہ و علی دقة مدانکہ واستنباطانہ کما سیأتی بسطاً فی ہذا الفصل وان شاد
اللہ تعالیٰ وسامنا ورضی اللہ عنہ من القول فی دین اللہ بالرائی لا یستجد لہ ظاہر التکلیف ولا

منہ (سیرۃ النبی ص ۱۵۵ ج ۱)

شاہ ولی اللہ کی شہادت :

دوسری شہادت سید الطائف مسند المسند شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ہے آپ

فرماتے ہیں، وفي ذلك (التقليد) من المعاصم مالا يخفى لا سيما في هذه الزاوية التي شهدت الهدم
جدوا واضربوا النصوص العلوية واعجب كل ذي لسان برأيه (محمداً له لم يطبع مع مجموع ۲۳۰ ج ۱)
اعلموا ان في الاصل من هذه الدنيا اربعة مصطلحات عظيمة وفي الاصغر من غنى مفسرة كبرى
(عقائد اربعة) واستقل منها على الله عليه وسلم ثلاثة امور خلاص ما كان عندى (الى قوله) وثانيهما
الوصافة بالتقليد بهذه الدنيا اربعة الاصناف (في موضع اخر من مجموع ۲۳۰ ج ۱)
نواب صدیق حسن خاں کی شہادت :

تیسری شہادت فرقہ اہل حدیث کے نام رابع نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپال کی ہے
آپ لکھتے ہیں نقد، نسبت فی هذا الزمان فرقة ذات شجرة ورياء تدعى انفسها ملوك الحق
والقانون والعمل هما على العلوات في كل شان مع انها ليست في شئ من اهل العلم والدين
العلی والعرفان والمطابقة ذكر الحق في الستة از نواب صدیق حسن، اسی کتاب میں لکھتے ہیں
فيا لله العجب من ائین يسمون انفسهم الموحدين المخلصين ويجهرون بالاثبات كبريهم
اشد اناس تعصباً وغلوا في الدين اسی مضمون کے تحت یہ لکھتے ہیں فعلمنا ان ائین
هذا الاقضية في الارض وفساد كبير (حوالہ بالا)

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کی شہادت :

چوتھی شہادت مشہور ائمہ دین مولانا محمد عین صاحب بنوی کی ہے۔ آپ اپنے رسالہ
میں لکھتے ہیں۔ ”بہترین برس کے تجربے سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ
بجہد مطلق، درمطلق تنقید کے تاک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں کفر و ارتداد
فسق کے اسباب دیا میں اودھی بجزرت موجود ہیں مگر دیندار کے بے دین ہو جانے کی بجائے بے علمی
کے ساتھ ترک تنقید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ ائمہ دین میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق
تنقید کے ملے ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جا رہے ہیں۔“
(رسالہ شہادت ائمہ تبرہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

قاضی عبد الواحد صاحب ناٹوری کی شہادت :

پانچویں شہادت ایک غیر مقلد بزرگ قاضی عبد الواحد صاحب ناٹوری کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں
”میں اس زمانے کے صوفیوں کے اہل حدیث مبتدعین غافلین ملت صافین جو حقیقت ماجاد
المتحول سے جا ملے ہیں وہ صفت میں دارش اور غلیظ ہوئے ہیں شیعوہ ورافضیہ کے بھی میں نے

شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دیگر کفر و غفلت کے تھے اور وہ غفلت ملاحدہ و زنا و کفر کا تھے مسدوم یا طوط۔ اسی طرح یہ جاہل الجھوٹ اس زمانے میں باب اور دیگر اور غفلت میں ملاحدہ اور زنا و کفر منافقین کے، بعینہ مثل شیعہ کے زانیان و منافق و یہ ہے کہ منافقوں میں ملاحدہ قطعاً ہر کر کے حضرت علی اور حسین رضی اللہ عنہم کی حق کے ساتھ قرین کر کے سلف کو ظالم کہہ کر لگائی دیا، اور پھر جس قدر امام زادہ پیدائیں گے پھر وہ ضعیف، اسی طرح ان جہاں جمعی کا ذہب، اہل عدل و انصاف کے دھڑ دھڑا رہیں گے اور انقلاب کا در کرے، اور سلف کو تنگ کرے، مثل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جن کی امامت فی الحق اجماع امت کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر و اعتقادی اور امام زادہ پیدائیں ان میں پھیلا دے بری خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذہب چمکے بھی نہیں چوتے اگرچہ ہمارا اور فقہ اہل سنت ہر زرد و سفید کو مستہ کریں ہر گز نہیں پہنچتے، جیسا کہ اللہ ہا غیبہ القیلاہ یائیدہا، اور سزا دے کہ وہ نہ ہمب عقائد اہل السنۃ والجماعت سے ٹکڑا تباعد سلف سے مستکبر ہو گئے ہیں خاتم دہ براتقی (انتوحیل والسنۃ فی روافد الخصال والذہب الملقب بہ) الخ (کثر شامۃ صحیحۃ اصولی اُمنت باللہ ص ۳۳۳)

آپ کے سندر جیلا پانچ شہادتیں، ملاحظہ فرمائیں جزی میں ایک شافعی مسلک بزرگ، ایک صوفی
مسلک پیشوا اور تین حضرات اہل حدیث کے نام لے ہوئے ہیں۔ میں سے ہیں بلکہ ثواب صدیقین میں شامل
ہو جائی تو غیر متقدمین کے چوتھے امام ہیں، اس لئے ان حضرات سے ہماری استفادہ ہے کہ تقلید میں کیا
نوعیت فروعی پنہاں ہے اور ترک تقلید میں کیا عذاب مارا آستین میں کر چھپا ہوا ہے، اسے خدا خود
خود سے سوچیں۔

تقلب شخصی

تقلید شخصیت یہ ہے کہ کسی خاص مجتہد کی طرف جو مذہب منسوب ہے اسے معنی بہ مسائل کو کہے
ان پر بلا طلب دلیل عمل کیا جائے ، عام ہے کہ وہ مسائل خود اس امام کے ہوں یا اسکے شاگردوں
کے مگر اس طرح ہوں کہ ان پر ایک مذہب معین کا نام صادق آئے۔

اور فقہیہ بشرطی یہ ہے کہ متعدد مجتہدین کے مطلق ہر مسائل کو جہاں ظہر دلیل اپنا معمولی ٹھہرائے، لیکن ایک مسئلہ ایک امام کا ملے اور ایک کسی اور امام کا یعنی کسی مجتہد معین کے مسائل کا استزاک نہ کرے۔

عبدالرحمان بن ابی بکر صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر دوسری صدی ہجری کے آخر تک تقلید غیر مقصود

کاروائی تھا اور چونکہ اس وقت تک مجتہدین کے اصول و ضوابط منضبط بھی نہ تھے اس لئے کسی مذہب میں معین کی تقلید میں دشواری بھی تھی نیز اس زمانے میں غیر مجتہد حضرات میں تقویٰ اور اعتداس گنا بھی درجہ اتم موجود تھا اسلئے متحد و مجتہدین کے اتقان یقین میں کید نفس کا شائبہ بھی نہ تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "لان الناس لعویذ اولو من زمن اختطبا ان ان ظهرت الذاهب الاربعہ یعتقدون من الثقل من العلم ومن غیر کبر من احاد بہرہ انکارہ ولو کان باطلا لا تکررہ (عقد الجید ص ۳۷) یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے آخر میں علماء ربانی نے اصول و فروع کی تدوین شروع کی اور ان کے قبل شاگردوں نے اس سلسلہ کی آمدورہ دین و تدبیر کی، تو قسری صدی کے اکثر لوگوں نے بطور تقلید شخصی انکار اختیار کر لیا، اصول و فروع کو قرآن و سنت کی روشنی میں مدقن کیا گیا اور ان کو جانچنے والے ایسے علماء ربانی اور مجتہدین تھے جن کا علم و دانش اور ثقافت مسلم تھی، ان کے یہ عجوبے آسمانی سے (مستجاب ہونے لگے، اس لئے اسیں لوگوں کے لئے بہت ہی آسانی پیدا ہو گئی، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس وقت میں بھی تقلید واجب تھی، وبعد از انہیں ظہور فہم القرآن ہب للہجہ مجتہدین باقیہ و قد من کلان لا یعتقد علی مذہب مجتہد بعینہ و کان قلنا اھو الواجب فی ذلک انوار (الانصاف ص ۳۷) جو تھی صدی ہجری تک مذاہب، ادھر کے ملازم اور مجتہدین کی بھی تقلید کو جاتی تھی، لیکن دوسرے حضرات مجتہدین کے مذاہب کی ایسی حفاظت نہ ہوئی کہ دوزخ و دوزخ مراد موجود رہتے چنانچہ چوتھی صدی ہجری کے بعد چاروں مذاہب کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا اور ان کی رحمت سے ان چاروں مذاہب میں تقلید شخصی کا انحصار ہو گیا، حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں "لما انما رست انما اھب الحق الاھل کا الاربعہ کان انہا انما انما السواد الاعظم والمخروم عنہا اخر و سوا عن السواد الاعظم (عقد الجید ص ۳۷)۔

علامہ ابن خلدون مقدمہ میں فرماتے ہیں "وقعت التقليد فی الامم قبل عند هؤلاء الاربعہ و دون المقلدون لمن سواھم و صد الناس باب الخلاف و طریقہ لما کثر تشعب الاصطلاحات فی العلوم و لما کان عن انھم انی رتبۃ الاحیاء و الدلائل عن اسعاد ذلک الی غیر علمہ و من لا یوافق بوائہ ولا یلزمہ یفترقوا بانھم والاعواز و وہا الناس الی تقلید هؤلاء کل من اختص بہ من المقلدین و حضروا ان یسند اول تقلیدہم لایقین التالیف والحریق ان لا یقل من اھلہم و عمل کل مقلد بمذہب من قلہ و عنہم بعد تصحیح الاربعہ

انصاف سن ہا ہا الزیادۃ لا یحصل الیوم لفقہ غیر ہذا ویدعی الاجتہاد لہذا العہد
مردود علی عقبہ مجہوز تقلیدہ و قد صکر اہل الاسلام الیوم علی تقلید ہذا لانتہ
زانیۃ (مقدمہ میں قدر وین مسئلہ)

الحامیون رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر بڑی ہی اچھی بات کہی ہے والا نہایت انصاف
الہذا اہل حق والادبۃ واتباعہم فضل النہی وقبولیۃ عند اللہ تعالیٰ لا لجلال فیہ للفقہ جہات
والادبۃ (تفسیر احمدی ص ۲۱)

تقلید شخصی کا وجوب

واجب کی دو قسمیں ہیں۔ لعینہ و لغیرہ، واجب لغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ خود اس کام کی
تائید شریعت نے نہ کی ہو مگر شریعت نے جن امور کو واجب قرار دیا ہو ان کی تکمیل بدون اس کے
حادثاً ناممکن ہو اس لئے یہ امر بھی واجب ہو گا کہ عقلیۃ التواجب واجب ہے جسے قرآن و حدیث
کے جمع و کتابت کی شریعت میں کہیں تاکید وارد نہیں، مثلاً اسے واجب کہا جاتا ہے، اسی طرح تقلید
شخصی واجب لغیرہ ہے کیونکہ تقلید شخصی کے ترک میں ایسے محاسن ہیں کہ ان سے احتراز واجب ہے

ترک تقلید کے مفاسد

(۱) تقلید شخصی نہ کرنے سے دین میں جو غلط پڑتا ہے وہ تجربہ اور شہادہ سے متعلق ہے، اس زمانہ
میں فباغ میں آزادی اور نفس پرستی کا غلبہ یا سکل ظاہر ہے، جس کی احادیث متن میں
پیش گوئی کی گئی ہے، یہ حقیقت اہل علم حضرات پر مخفی نہیں اس دور میں اجتہاد کی اجازت
دینے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اگر کسی نے قرآن کریم اور مشکوٰۃ کا ترجمہ دیکھا ہو تو وہ بھی ہی کہے گا
کہ دوسروں کا اجتہاد معتبر ہے تو میرا کیوں معتبر نہیں؟ جب اجتہاد ایسا عام ہو گا تو دین
میں جو تحریف و تصریف پیش آئے گی اس کا غیر مقلد ہی بھی انکار نہیں کر سکتے۔ بعض نووارد
مجتہدین یہ کہتے ہیں کہ جب مجتہدین سابقین نے اپنی توث اجتہاد سے بعض نصوص کو محض
سمجھا ہے اور ان کا قول معتبر و مقبول ہوا تو ہم بھی اگر ایسا کریں تو کیا غراتی ہے، حالانکہ اس
طرح سے اگر نصوص پر ہم کسی کو دست اندازی کی اجازت دی جائے تو وہ بڑے بڑے مقلد بن کر
رو جائیں گے، ترک تقلید سے کیا کیا نقص ظاہر ہوئے اور اتحاد کس حد تک پھیلا ہے انھیں سنیں

کسی نے ترک تخلیق کے بعد فدائی کا دعویٰ کیا، کسی نے نبوت کا کسی نے مددیت کا، کسی کا انکار و تنقید انکار حدیث تک معنی ہوا اور کسی نے مجددیت کے روپ میں پوری اُمت مسلمہ کو گمراہ قرار دیا، اسلام کا بنیادیں متزلزل کرنے کی کوشش کی، مجدد اللہ تعالیٰ آج تک کوئی مخلد ان ضلالتوں میں مبتلا نہیں ہوا۔

(۳۰) یہ سب نکتے عدم تعلقہ کے ہیں! کہ ہمیں میں ہوا العکس آؤد سے گرے ہیں اگر تخلیق غیر شخصی کی اجازت دی جائے تو ہوائے نفسانی کے غلبہ کی وجہ سے نفس کی جو مسند میں امام کا آستان اور سوانحی مقصد مل جائے گا اس پر عمل کرنا جائے گا، مثلاً مسیحاؑ کی توہ کہے کہ میری جلی ہوں، اور پھر خود ہی کیا توہ کہے کہ میں شافعی المذہب ہوں، اگر یہ دلائل امر پیش آئیں اور وہ مندرج بالا کا دلیل کر کے غار پر پھرنے کو اس کی غار با اتفاق ائمہ نہ ہوئی، مگر وہ غلبہ غرض پرستی کی وجہ سے اس حالت میں بھی بے وضو نماز پڑھتا رہیگا اور یہ غلطی دین کو نفس کے تابع بنانا ہے۔

(۳۱) تخلیق شخصی کے ترک سے ہم میں لاپرواہی پن اور آپس میں نا اتفاقی اور منافست پیدا ہوتی ہے۔

حضرت تھانویؒ دس سرفہ العزیز نے کیا خوب فرمایا کہ ترک تخلیق شخصی سے یہ دو غم بلاشبہ پھیل پڑے جو جاتے ہیں۔

(۱) غم دوسرے میں نیست کا فاضل ہونا (۲) خواہش نفسانی پر دین کا غالب دیکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا، دین کو اس کے تابع نہ بنانا (۳) ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو (۴) اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا (۵) دائرۃ اسلام سے نہ جھلنا، اور تخلیق شخصی میں اس غل کا مسئلہ بہ نسبت اور علاج ہے والا فقہاء ص ۴۲

مقدمۃ الواجب واجب

حکیم الامتہ دس سرفہ کے حوالہ سے (۱) ہر جو امور خمسہ ذکر ہوئے وہ بالاتفاق ضروری اور واجب ہیں اور تخلیق شخصی کو چھوڑنے سے ان میں غل واقع ہوتا ہے، جو ترک تخلیق شخصی ان امور خمسہ کی مخالفت کے لئے مقدمہ ہے۔ اور یہ امور واجب ہیں، اس لئے تخلیق شخصی بھی تقاضا مقدمۃ الواجب واجب واجب ہو جائے گی، اور یہ قاعدہ ایسا ہے کہ نہ صرف مسلمانوں میں بلکہ سب مل میں مسلم ہے اس لئے اس پر

کسی دلیل کی ضرورت تو نہ تھی تاہم تبرنا ایک حدیث پیش خدمت ہے: عن عقبہ بن عامر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من علم لری سترکنا لیس من اؤد اللہ (مسکوٰۃ ص ۲۲)

قابر ہے کہ تبرانہ زنی دین میں کوئی عبادت مقصودہ نہیں لیکن چونکہ اعدائے اللہ ہمیشہ اور بدلتے ہوئے تھے لہذا ہی اس کے لئے مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے اسلئے اسے بھی واجب قرار دیا ورنہ سے سیکھ کر بھلائے ورنہ کو حاسی فرمایا گیا۔ اس سے واضح ہوگی کہ ترک تقلید میں اپنی غلطی کا طرہ ہوئے کے باوجود اس سے کوئی عصبیان میں داخل ہے جو بعض اہل تشدد بھی ہو سکتا ہے۔
(اعاڈنا اللہ تعالیٰ)

عقل شاہد ہے

عقل شاہد ہے کہ متعدد مجتہدین کی تقلید کرنے میں سب سے بڑی اور واضح خرابی یہ ہے کہ کبھی بے علمی کی وجہ سے غیر مجتہد کی تقلید کا طوق لگے میں پڑتا ہے جو بالاتفاق حرام ہے، بلکہ نادم کی، وکسٹن یہ بتلا رہی ہے کہ متعدد مجتہدین کی تقلید طبیعت میں ایسی آزادی اور سہولت پسندی پیدا کر دیتی ہے کہ بااقتدار اس سے جہت تباہ کن نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ جب آزادی حاصل کرنے کا شوق ہو تو بعض طبائع استدلال و سہولت پسندی اور انہوں نے اس میدان کو اس قدر دھست دینا شروع کی کہ بالآخر وہ اصلاہ و انہاد کی انتہا کو پہنچ گئے۔

تقلید شخصی پر اجماع صحابہ کرام علیہ السلام

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عازلہ افتخار میں فرماتے ہیں: "وہی الجہل عربی مشاورت در مسائل اجتہاد و تتبع ہادیث از مظاہر آن کشادہ شد مہذبہ العہد عظم خلیفہ برچیزے بحال یافت نبود و بدن استطلاع رائے خلیفہ کاوے راہم نے سانشو اند و در عصر استکانت مذہب و نشست آراء واقع نہ شد۔ ہر ایک مذہب شیعہ و ہر ایک راہ جمع و کس مذہب خلیفہ درائے گئی ہو۔ روایت حدیث و فتویٰ، قضائے مواظقہ مقصور بود و خلیفہ" (ازالہ افتخار مقصد دوم)

اسی سلسلہ میں ہم دو ثبوت اول پیش کرتے ہیں، حضرت عمر کا سفر از ہند و قائلین ان غیر لغز و لٹا ہوا مدینہ کا سوال، اس قائلین و قائلین پر کسی صحابی کا بھی کوئی اعتراض نہ کرنا، اجماع صحابہ کا ثبوت ثبوت ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اعلام المرشدين لما نفا بن نعيم اور سنن دارمی میں منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ قاعدہ مقرر فرمایا تھا کہ میں مسئلہ میں کوئی حدیث نہ لے اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فتویٰ پر عمل کیا جائے، اگر آپ کا فتویٰ نہ ملے تو علماء کے مشورہ سے جو امر ملے پائے وہی قبول کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلے سے تقلید شخصی کی اہمیت اور ضرورت کا اندازہ لگائیے۔ خود محدث، فقیہ، مجتہد اور تمام کی کلام کے جامع ہونے کے باوجود حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی تقلید کا التزام فرمایا اور عمر بھر آپ کے فتاویٰ کے مطابق حکم دیتے رہے۔

اہل مدینہ اور تقلید شخصی

روی البخاری فی (باب اذا صاحبت المرأة بعد ما افاضت) عن ابی یوسف عن عکرمۃ ان اهل المدينة سألوا ابن عباس رضی اللہ عنہما عن امرأۃ طالت نحرها صحت قال لہم نحر قالوا لا تاخذ بقولک وندع قول زید والی قولہ: رواہ خال وقفاۃ عن حکیمۃ قال لما نفا (صحہ) اللہ تعالیٰ زاد التقنی فقالوا لا نکالی افسیتنا الاول نفقا: زید بن ثابت یقول لا تصغر: و فی روایۃ قتادۃ نقالت الانصباء لان احکام ابی بن عباس وانت نقالت زید (صحہ البخاری) اس روایت سے مراد یہ ثابت ہوا کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید شخصی کرتے تھے اور ان کے مقابلے میں کسی کی بات سننے کو تیار نہ تھے، اسی طرح یہ بھی مسامح ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی دوسرے صحابی نے ان مقلدین پر شرک یا گناہ کبیرہ کے ارتکاب کا فتویٰ نہیں دیا۔

امام العطاء حضرت گنگوہی اور تقلید شخصی

حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز نے تقلید شخصی سے متعلق مختلف سوالات کے جواب میں مفید ہمیں تحریر فرمائی ہیں۔ ذیل میں فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۸۱ سے ایک انقیاس پیش فرماتے ہیں۔ تقلید مطلق فرض ہے لقولہ قال فسلوا عن الذکوان کم تفرقوا تعلمون، آیۃ حق تعالیٰ نے اس آیت میں مطلق تقلید کو فرض فرما دیا ہے اور تقلید کے دو فرق ہیں، ایک شخصی کہ سب

مسائل، ایک ہی عالم سے پوچھ کر عمل کرے، دوسرے غیر شخصی کہ جس عالم سے چاہے دریافت کر لے، اور آیت بسبب اپنے اطلاق کے دونوں قسم تقید کو متضمن ہے، لہذا دونوں قسم تقید کی مأموریت اللہ تعالیٰ اور مفروض حق تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور جس فرد تقید پر کوئی عمل کرے گا حق تعالیٰ کے حکم فرض کا حامل ہوگا، لہذا جو شخص تقید شخصی کو چھوڑ دے مفروض میں اللہ تعالیٰ ہے سترکہ یا بدعت کہتا ہے وہ جاہل و گمراہ ہے، کیونکہ حق تعالیٰ کی مخالفت میں خدا تعالیٰ کے مفروض کو شریک کہتا ہے اور میں جانتا کہ حق تعالیٰ نے جہاں مطلق حکم دیا ہے مکلف کو متعارف فرمایا ہے کہ جس فرد مقتید پر چاہے عمل کرے و کیونکہ مطلق کا سن حیثہ اطلاق کہیں خارج میں وجود نہیں ہوتا بلکہ اپنے افراد کی ضمن میں خارج میں موجود ہوتا ہے، مثلاً انسان کا وجود میں حیثہ اطلاق کہیں پیدا نہیں پایا جاتا بلکہ اپنے افراد کے ضمن میں ہی خارج میں ہوتا ہے، ایسا ہی تقید کا وجود پیدا ہو اور شخصی و غیر شخصی کا جدا ہو یہ ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا، بلکہ تقید جہاں کہیں ہو وہی یا شخصی کے ضمن میں یا غیر شخصی کے ضمن میں ہو وہی لہذا دونوں قسم میں مکلف مختار ہے جس پر چاہے عمل کرے اور عمدہ امر سے خارج ہووے، ایسی مأموریت اللہ کو بدعت یا شریک کہنا خود محض ہے بلکہ دراصل دونوں نوع تقید کے جوازیں یکساں ہیں مگر اس وقت میں کہ عوام الناس ایک خواص پر بھی ہوائے نفسانی کا غلبہ اور اعجاب کل ذی مای برآیہ ہے اور تقید غیر شخصی ان کی ہوا اور اعجاب کو عمدہ ذریعہ جزا و اجزاء کا ہو جاتا ہے، اور موجب لالابالی پن کا دین کی طرف سے اور سبب زبان و زاری و تشبیح کا شان سلطنت والہ مجتہدین میں ان کے واسطے بن جاتا ہے اور اہم تفرقہ و فساد کا بام سلمین میں ہوتا ہے، چنانچہ یہ سب مشاہدہ ہے لہذا ایسے وقت میں تقید غیر شخصی کا اعتقاد کرنا اس وجہ سے کہ جہان میں مفاسد برپا ہوتے ہوں درست نہیں رہا، اور نقطہ شخصی امثال امر فاسدین کے واسطے معتین و شخص مکمل شرع ہو گیا ہے، کیونکہ اتفاق اور اتحاد دین علم دین اسلام کا ہے تو اس کی مخالفت بھی فرض عظیم ہے۔ تان اللہ تعالیٰ داعیہ اہل اللہ جمیعہ کا لا تعزیراً آیت ان اللہ لا یحب الفساد والکفر اور اکثر احادیث اس بات میں دارالافتاء لہذا مخالفت اس فرض عظیم کے واسطے اور رفع ان مفاسد و شرائع کی ضرورت سے ایک فتنہ آور ملی اختیار سوان کو ترک کرنا اور دوسری شریعت کو جو معین و منقوی اس فرض عظیم کو اور داعیہ مشائخ و علماء کو ہے، اختیار کرنا جہنم کے دروازہ و شریعت علیہ السلام ہو گیا ہے، چنانچہ قدرت و اذن شریف کی سب سے اعظم میں غیر تقبی اور باجاء صوبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو منع کر کے ایک نعت فرمائی

میں مقصود کر دیا اور یہ شخص رفع نساء و تفرقہ کی وجہ سے ہوا تھا صحیح ہنکاری اس کی شاہد ہے اور خود
فخر عالم ولایت لاء نے قتل و ذلالت بھرہ کے باب میں جو واجب القتل سبب کلمات کفر و کسافی
فخر عالم علیہ السلام کے تھا فرمایا تھا وہ فان الناس يقولون ان محمداً يقتل اصحابہ اور یہ حکم
سبب قتل کے ہوا تھا، لا غیر، الحاصل ایسے وقت نالگ میں تقلید شخصی واجب شخصی ہے اور
غیر شخصی ان فرض مشاہدہ کے سبب منور ہے، البتہ اگر کہیں یہ نساء وغیرہ شخصی میں نہ پایا جائے
تو وہ بھی مآور علی التعمیر ہے مثل شخصی کے، پس واضح ہو گیا کہ تقلید شخصی واجب ہے اور اس کو
بدلت یا مشرک کہنا جمل محض ہے واللہ تعالیٰ اعلم

کتاب لا محذورینہ احمد شنگوی از دی افروز سنہ ہجری
جس طرح جماعتی علاج کے لئے کسی ڈاکٹر کی طرف رجوع اور دینی حکومت کا قانون
معلوم کرنے کے لئے کسی دلیل کی طرف رجوع ضروری ہے۔ پھر اس کی دو صورتیں ہیں، ایک
یہ کہ مختلف اوقات میں مختلف ڈاکٹروں اور مختلف کیلوں کی طرف رجوع کیا جائے دوسرا
یہ کہ ہمیشہ ایک ہی ڈاکٹر اور ایک ہی دلیل سے تعلق رکھا جائے دونوں صورتوں میں سے جس
پر بھی عمل کر لیا جائے مقصود حاصل ہے، بعینہ اسی طرح علاج روحانی و حکومت و الائی کا قانون
معلوم کرنے کے لئے کسی حاذق کی تقلید بعض قرآنی فرض ہے جو شخصی وغیرہ شخصی دونوں صورتوں
کو شامل ہے۔ ان دونوں میں سے جس صورت پر بھی عمل کر لیا اسے فرض ہی کہا جائے گا، پھر
اگر کسی عاجل سے دوسرے ڈاکٹر یا دلیل کی طرف رجوع مستند ہو تو عمل کے لئے صرف دوسری ہی
صورت متین ہو جائیگی۔ اسی طرح تقلید غیر شخصی قیام کو نہ کو نہ کی وجہ سے مستند و شرعی ہوگی تو فرض قرآنی
کی تعمیل کے لئے تقلید شخصی ہی متعین ہوگئی، چنانچہ اسی بنا پر ایک ہی واقعہ میں ایک ہی شخص کی
تقلید بالافاقی فرض ہے کیونکہ واقعہ واحد میں مستند و علماء کی تقلید مستند و شرعی ہے جیسے کہ ایک وقت
میں ایک ہی ڈاکٹر کا علاج ضروری ہے، یہ اور فرض کی دو صورتیں سے ایک کی تعمیل کی وجہ مثلاً
اسی طرح صدقہ العطر، قرآنی اور کلمات کے حکم کی تعمیل کی مختلف صورتوں میں سے اگر ہم ایک ہی چیز
میں سر ہو تو اور واجب صرف اسی ایک صورت میں منحصر ہو جائیگا، اس فقرے سے واضح ہوا کہ تقلید شخصی کو فرض
فقرہ کہتے کا مطلب یہ ہے کہ فرض کی دو صورتوں میں سے ایک پر انحصار عمل کی وجہ سے ہوا ورنہ فی نفسہ
تقلید شخصی مطلق تقلید کا ایک فرد ہو چکی وجہ سے فرض بعینہ ہے، جس طرح عبادہ میں موسم فرض بعینہ ہے اور ان کی
تعمیل بغیرہ ہے۔ گوش حقیقت فرض ہو تو اتنی مختصری بات بھی کافی ہے اور دلائل کی بھر پوری ملاحظہ ہے

طوفانِ نوح لائے سے اسے ہشتم فائدہ؟
وہ انک بھی بہت ہیں اگر کچھ آخر کرے!

مختصر

مذکورہ تفصیل کے ضمن میں مطلوبہ سوالات کے جوابات بھی بخوبی دیے گئے ہیں جو
آج مختصر اُکڑتے ہوئے ہیں۔

(۲۱) کسی امام کے مسئلہ کو دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں۔ اس کے مفاسد اللہ
اس سہولت پسندی میں دین کے نقصان کا مستقبل بیان ماقبل میں ترک تقلید شخص کے
ضمن میں آچکا ہے۔

(۲۲) آثارِ حکیم الامت میں حضرت حکیم الامت کے ملفوظ کا حوالہ نہیں دیا گیا، حضرت تھانوی کا حکم
تھا کہ جب تک میرے ملفوظات کی تصدیق ظاہر، فلاں چند مخصوص لوگوں سے نہ کر لی جائے
انہیں شائع کرنے کی اجازت نہیں۔ آثارِ حکیم الامت کے اس ملفوظ کو یہ تصدیق حاصل نہیں
بالغرض اگر یہ ملفوظ حضرت تھانوی قدس سرہ کا انہی الفاظ سے ہو تو اس کا مطلب یہ ہو کہ جہاں
اہل فتویٰ و فتویٰ اجماعی موردِ غرض کے بعد مذہب کے اصول و قواعد کی رو سے دوسرے
مذہب پر عمل کی گنجائش پائیں تو اس کی اجازت دیدیں مذہب کو کھلی چھٹی دیدی جائے کہ جو
پچاسے چھس طرح جاسے عمل کرے، فائدہ و مضر

(۲۳) تقلید مطلق اور تقلید شخصی پر لاتعداد کتب لکھی گئی ہیں جن میں سے متعدد ذیل کتب خاص
اہمیت کی حامل ہیں

- | | |
|---|------------------------------------|
| ۱) عقد البعید فی احکام اجتہاد و التقليد | از شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ |
| ۲) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف | ” ” ” |
| ۳) حجة النضر بالانہ یمیر بھی مفید مباحث میں | ” ” ” |
| ۴) تناد فی تصدیق کتاب التقليد والاجتہاد | از حضرت گنگوہی قدس سرہ |
| ۵) ایضاح الادھر | از حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ تعالیٰ |
| ۶) الاقتصاد فی التقليد والاجتہاد | از حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ |
| ۷) الکلام المفرد فی التزام التقليد | ” ” ” |

- ① فصل الخطاب فی مسئلہ اکتساب
② خبر الشفیعہ فی سیرہ المتقلید
③ مقدمات و ترجمہ المریدان الکبریٰ للشمس رانی
④ فلسفہ تقلید و اجتہاد
- از مولانا نورشاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
از مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ
از مولانا محمد حیات بنعلی
از قاضی محمد طیب صاحب عظیم

نقطہ دہشہ انہم من جمیع الفائق الظاہرۃ و الباطنۃ

رضی اللہ

بہر محمد شمس الدین

بضرورت عمل بمذہب غیر

سوال : موقوفات شاہ عبدالعزیز صاحب (مطبوعہ پاکستان بکچرینٹل پبشرز لمیٹڈ، ۱۰ سیری دورود کراچی مشرق) میں مسئلہ پر حسب ذیل موقوفہ لکھتے ہیں کیا :

”ایک مریض نے عرض کیا کہ اگر ضرورت کے وقت حنفی، شافعی کے قول پر عمل کرے یا کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرے کیا یہ صحیح ہو سکتا ہے؟ فرمایا کہ اگر کوئی ضرورت شرعی بخیر کرے تو جائز ہے، ورنہ نفسانی جملہ کے تقاضے سے یہ سنا کرنا چاہیے کہ شافعی ایک امام کی تقلید کرتا ہے کسی مسئلہ میں علما دوسرے امام کا قول آسان اور سہل پایا، سوکت اس کو ہی اختیار کر لیا۔ یہ بڑی بات ہے، میں نے اس کی تفصیل ایک فتوے میں لکھی ہے۔“

اس مسئلہ میں مسئلہ اہم و دریافت حسب ذیل ہے :

(۱) شرعی ضرورت سے کیا مراد ہے؟ اگر اس کی چند مثالیں تحریر فرمادی جائیں تو ہم طلب میں سہولت ہوگی۔

(۲) یہ جو تحریر فرمادیا کہ ”بڑی بات ہے“ تو اس بُرائی کا مشرک کیا وجہ ہے؟ ناجائز، مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی؟

(۳) کیا ہر عاقل کو یہ اجازت دیدی جائے گی کہ وہ ضرورت کے وقت کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرے یا یہ ضروری ہے کہ مستند علما مشورہ اور خوب غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ فرمائیں

کہ وہ ضرورت خارجی ہے اور اس صورت میں دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا بھی اجازت ہے !
بیّنوا الخیر۔

الجبوب باسم مذہب القنوی

۱۱: ضرورت شرعی سے مراد وہ ضرورت ہے جسے علماء راسخین فی العلم جو فتویٰ و احکامات کی صفات عالیہ سے شصت ہوں ضرورت قرار دیں۔ اگر وہ واقعی یہ ضرورت سمجھیں کہ اس وقت مذہب غیر پر عمل کرنے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے تو وہ ضرورت شرعی سمجھی جائے گی اور اس وقت مذہب غسیور بخیر ضرورت عمل جائز ہوگا۔ ضرورت کی تعین ہر مسئلہ اور واقعہ میں الگ ہوگی اور عوام کو عوام ہی ہیں، عام علماء کو بھی اس کی تعین کی اجازت نہیں، اسکا فیصلہ صرف راسخین فی العلم مفتی علماء ہی کر سکتے ہیں جو شاذ و نادر ہیں۔ اس کی واضح مثال مفتور کا مسئلہ ہے کہ صمان نے جب مذہب مالکی پر فتویٰ دینے کی ضرورت محسوس کی تو اسکا فتویٰ صادر فرمایا، لیکن اس میں احتیاط کے تمام پسو منڈ نظر نہ کر کے فیصلہ دیا گیا۔

حضرت تھانوی دس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں۔ "اور ضرورت ایسی مشہور ہے جس کو علماء اہل بیت ضرورت سمجھیں۔ وغیرہ بھی ضروری ہے کہ فتویٰ دینے والا ایسا شخص ہو جس نے کسی ماہر ائمہ و سے فن کو حاصل کیا ہو اور اہل بصیرت اس کو قطع میں صارت تادمہ حاصل ہونے پر شہادت دیتے ہوں کما قال الشافعی فی شرح عقودہم المعلق فان المنقذ من شوط فی الحق الاحتیاط وهذا استفود فی زماننا فلا اقل من ان يشترط فيه معرفة المسائل بشرطها وقبولها اتفق كثيرا ما يسهل طوعا ولا يعرضون بها اعتمادا على فهم المنفعة. وكذا لا بد من معرفة عرفه فلا يخلو اهل هذه التخریج فی ذلك على استواما هو في ۱۵۵، اور اس زمانہ پر فقہ میں یہ دونوں باتیں جمع ہونا، بھی کسی ایک شخص میں ممکن نہ ہوگا۔ اور اس کا اعتبار نہ لایا ہے۔ اس لئے اس زمانے میں اطمینان کی صورت یہی ہو سکتی ہے کہ اگر ازم رو یا محقق علمہ دیں کسی امر میں ضرورت کو تسلیم کر کے مذہب غیر پر فتویٰ دیں بدون اس کے اس میں تو ابلیغہ اور مذہب غیر کو لینے کے اجازت دی جائے تو اسکا لازمی نتیجہ ہم مذہب ہے۔ کما لا يخفى (اختیار الناجزہ ص ۱۸۱)

(۲) انسانی میلہ کسی مسئلہ کو چھوڑ کر دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنا محرام اور ناجائز ہے مسئلہ اس سے متعلق جو شاہ صاحب نے "برکیات" ہے "فرمایا ہے اسکا مطلب بھی حرام ذابا رہی ہے مگر وہ وغیرہ نہیں (۳) عوام کا تو کیا پوچھنا ہر عالم کو بھی ضرورت کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینا کی اجازت نہیں۔

کالی حکیم الامتہ قدس سرہ العزیز

۱۰ ضرورت شدیدہ اور استلزام عام کے دفعہ حنفیہ کے نزدیک اس امر
 ائمہ کے مذہب کو اعتیاد رکھنے کے اس پر فتویٰ دیدیئے گئے ہیں۔
 لیکن عوام کو غور اپنی رائے سے جس مسئلے میں چاہیں ایسا کر لینے کی اجازت
 نہیں بلکہ ہر کسی اعتیاد کی ضرورت ہے وذلک لما حدیثہ علیہ السلام
 الشیخ فی رسالۃ التہذیب فی المنطقۃ فی رسعہ المقتی، اور اس
 زمانے میں اعتیاد اس طرح ہو سکتی ہے کہ جب تک محقق و متدین
 علماء کرام میں سے متحد و حضرات کسی مسئلہ میں ضرورت کا
 متفق تسلیم کر کے دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ نہ دیں اس
 وقت تک ہرگز اپنے امام کے مذہب کو نہ چھوڑے کیونکہ مذہب
 غیر کو لینے کے لئے یہ شرط ہے کہ اتباع ہوئی کی بنا پر نہ ہو بلکہ ضرورت
 داعیہ کی وجہ سے ہو۔ والہیۃ اللہ اجزہ ملک، فقط وبقیۃ تعالیٰ اعلم

رشید احمد

۱۲ ربیع الاول ۱۲۹۶ھ



الهدايات المفيدة
لتنزيه
الدار من العلوم الجذبة



الهدايا المفيدة

دار نشر النسيم
من اشهر
الطبعة الاولى ١٣٨٩ هـ
١٣٩٨ هـ

مجموع
١٢٤
٥

مختلفة يخفون في طوعه سره سواها
بما لا يحسنه كذا في دينه في نفسانية
في نوره تعالى في شايه في كذا في
ملا في نوره في كذا في كذا في
له رسالة في كذا في كذا في
مشاهدة في كذا في كذا في
كيا كيا كيا كيا كيا كيا كيا كيا
في كذا في كذا في كذا في كذا في
في كذا في كذا في كذا في كذا في



مدارس دینیہ میں دنیوی تعلیم دینا

سوال: کسی دارالعلوم کے طلبہ کو مذہب مقصودہ کے ساتھ سولہی فاضل اسلام اسے کرنا اور خداوند سبحان کو دینی ماحول میں دیندار اساتذہ کے ذریعہ انگریزی زبان پڑھانا اور بعض علوم جدیدہ جیسے عالمی جغرافیہ، سائنس، فلسفہ جدیدہ نفسیات اور شہریت و عمران پڑھانا جائزہ مستحق غلطی و رضایہ حق کا درجہ ہے یا نہیں؟ بتیجوا خدا۔

الجواب بامام الصواب

دیندار ماحول میں اور دیندار اساتذہ کی رجحانی میں علوم جدیدہ کی تحصیل نہایت خدمت غلطی و مضار حق بلکہ شہید سوچ ہے اور ثواب ہے مگر مدارس دینیہ میں ان علوم کا اہم القریہ سے مضرت ثابت ہوا ہے۔ اول اس لئے کہ بعض مدارس دینیہ میں علوم جدیدہ کو تبعاً و تمسناً جاری کیا گیا مگر جدیدہ روز بہ روز میں ہی وہ سرسوسائے علم دین کے باقی سب فنون کا مرکز بن گیا اور علم دین پر اسے نام رکھ دیا اور پھر خدا یا م کے بعد علم دین کا نام بھی ختم ہو گیا اس کی بہت سی مظاہر ہمارے سامنے موجود ہیں اس صورت میں مدرسہ کی زمین، عمارت اور متعلقہ سرائان جو تعلیم دین کے لئے وقف تھا قیامت تک تعلیم دیندار بالواسطہ یا بلاواسطہ ہم دین کے لئے استعمال ہوگا جسکا سارا وبال خیرات اقلی رکھنے والے پر ہوگا، بالعرض ہم دین کا باعث نہ بھی بنے تو بھی جو وقف علم دین کے لئے مخصوص تھا اسے علم دین کے لئے مخصوص کر لینے اور ہمیشہ کے لئے بہت وقف کے بدل دینے کا مذہب تو پر کفیت ہوگا اور ثانیاً اگر بالعرض کسی مدرسہ دینیہ میں علم دین ہی غالب رہے تو اس استعداد کے طلبہ کہاں سے لائے جائیں گے جو علم دینیہ و دنیویہ دونوں میں مہارت حاصل کر سکیں۔ جب ان علوم دینیہ میں استعداد حاصل کرنے والوں کی تعداد ایک فیصد سے زیادہ نہیں، اور علوم جدیدہ کے طلبہ کا معیار تو اس سے بھی زیادہ گرا ہوا ہے، شاید اگر بعض محال لاکھوں میں سے کوئی ایک آدمہ فرد دونوں علوم کا ماہر ہو بھی جائے تو کیا وہ علم دین کی کوئی خدمت کرے گا؟ عا شدہ کلام اسے تو دنیوی ہوس اور حب مال و جاہ نہ صرف یہ کہ خدمت علم دین کا موقع نہیں دیتی بلکہ اس سے متنفر کر دیتی ہے۔ چنانچہ اس کی کوئی نظریہ پیش نہیں کیا جاسکتا کہ دونوں قسم کے علوم میں کوئی ماہر فرد دین کی کوئی زیادتی مستعدہ خدمت کر رہا ہو یہ صحیح ہے کہ ایسا اقلی اکثریت میں سے دنیوی خدمت کر رہے تو وہ بھی باعث اثر ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ اگر اسے علوم دنیویہ کی تعلیم

ای جانی توحہ دین کی خدمت کرتا علوم دنیویہ کی تقسیم نے سے خدمت دین سے محروم کر دیا پھر اس کے دعوائے اخلاص میں بھی چشمہ جوتا ہے کہ حقیقت کا کچھ ذرہ بھی ہے یا کہ محض انسانی کید ہے اگر واقعی رضائے الہی مقصود ہوئی تو توحہ خدمت دین ہوتے ہوئے خدمت علوم دنیویہ کو کیوں اختیار کیا؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ طلب مال و جاہ کے سوا کچھ مقصود نہیں۔ مشاہدہ ہے کہ عموماً ایسے حضرات کے قلب پر لال کا اہتمام مل جاتا ہے بلکہ بیشتر کے تو نظریات بھی تبدیل ہو جاتے ہیں غرضیکہ مدار اس دنیہ میں اگر ان علوم جدیدہ کو ذرا سی بھی جگہ دی گئی تو خطرہ ہے کہ چند سال کے بعد ایک فرد بھی خدمت دین کو خیرالانہ ملگا اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں آمین۔

لٹرائی مدار اس دنیہ کو برباد کرنے کی بجائے کالجوں کی اصلاح کی طرف توجہ کرنا چاہیے۔ وہاں اساتذہ دین و متبعین کئے جائیں اور ماحول کو دیندار بنانے کی کوشش کی جائے، نصاب میں علم دین کا معتد بہ حصہ رکھا جائے، مدار اس دنیہ میں اگر قدیم نصاب محنت سے پڑھا جائیگا جائے تو سوائے انگریزی زبان کے باقی تمام فنون دنیویہ میں بھی کالجوں کے طلبہ کے زیادہ متوجہ پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ فنون قدیمہ میں کچھ سوچو بوجھ رکھنے والے بعض ایسے افراد اب تک بھی موجود ہیں کہ علوم جدیدہ میں ہدایت کے مدد لی ان کے سامنے فطری مکتب معلوم ہوتے ہیں۔ افسوس یہ ہے کہ حساب، اٹھارہ (جیومیٹری) اور ہیست وغیرہ ضروری علوم کو مدار اس دنیہ سے اس طرح خارج کر دیا گیا ہے کہ گویا یہ ان کے نصاب میں بھی داخل ہی نہ تھے، حقیقت یہ ہے کہ ان علوم کے سوا علم دین کی تکمیل ہی ناممکن ہے۔ اگر نظر غائر دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ کوئی چیز بھی نہیں ہے کہ علم قدیمہ ہی کا چرہ ہے وہ بھی ناقص اور نامکمل، اسی علوم قدیمہ کے نام جدیدہ کو زبردستی دینے لگے ہیں یا پھر مشرکین مصنفین نے کتب جدیدہ لکھ کر ڈالی ہیں جس میں علوم دینی قدیم ہیں اس جدیدہ نام اور مشرکوں کا زبردستی مصنف کی جدیدہ تصنیف کا طابع پر نرا اثر پڑتا ہے۔

غور فرمائیے کہ ہدایہ کے پڑھنے والے اللہ باریہ کا انگریزی ترجمہ ٹھٹھان مار پھینچنے والے عمل اور سلامت طبع و نظر و فکر میں برابر ہو سکتے ہیں؟ یہ فرق ٹھٹھان لاؤ گا ہدایہ کا ترجمہ سمجھتے ہوئے ہے تو یہاں تصانیف کو مستقل بلکہ تحقیق جدیدہ مصنف کو ترقی یافتہ قوم کا ہنر دیکھا جائے گا۔ ذرا اس سے اتنا مرعوب ہو کہ اس کی کسی تحقیق کو بغیر تنقید دیکھنا عروج عظیم ہو اللہ مددگار صلوات علیہ وسلم کی بات میں تو معاذ اللہ شبہات پیدا ہوں، مگر مغربی مصنف کی کسی بات میں شبہ کی کوئی گنجائش نہ ہو تو ظاہر ہے کہ ایسے علوم حاصل کر لیا ہوں گا انجام کیا ہو گا۔

ہاں مذکور سے بعض حضرات کے اس خیال کا جواب بھی ہو گیا جو فرماتے ہیں کہ متقدمین بھی تو سرکاری زبان اور علم دنیوی پڑھنے پڑھاتے تھے اور ان میں عداوت رکھتے تھے، سو واضح ہو کہ متقدمین کی سرکاری زبان ایک مسلم قوم کی زبان تھی اور غلوں کی کتب کے مصنفین بھی مسلمان تھے اور اساتذہ بھی اور وہ خود داری و خود اعتمادی اور جمیع علوم دنیویں میں سمیت و امتیاز کے استے اور نیچے تمام رکھتے کہ انھیں پوری دنیا کی اقوام پر نظر آتی تھیں اس لئے ان پر سرکاری زبان سیکھنے یا دنیوی علوم فنون حاصل کرنے میں کوئی حرج اثر پڑنے کا کوئی امکان نہ تھا وہ سرکاری زبان اور دنیوی علوم کو اپنے فہم کی چیز سمجھتے تھے۔ آج کے مسلمان کی طرح اخیار و ارباب کی درپردہ فہمی اور جمہور مائی کا تصور رکھتے تھے بلکہ اسے رکھیں وہ پوری دنیا کے لئے چشمہ فیض تھے دنیا بھر کی اقوام ان کے آستانوں سے جب تک رنگ کر آج ترقی کا ٹھنڈا دریا بہہ رہی ہیں۔ غرضیکہ متقدمین کے لئے سرکاری زبان اور علم دنیوی میں عداوت خود داری و خود اعتمادی اور غلوں و امتیاز کا باعث تھی اس کے برعکس سونے قسمت سے آجکل دینی علوم کی طریق جدید تسلیم ذہنی پستی اور اخیار کی غلامی و امتیاز کو قلب میں محکم طور پر راسخ کر دی ہے اور مسلمانوں کی گردن کو احوال اخیار کے باغظیم سے اس طرح دبائے ہوئے ہے کہ ان کو اس سے نجات دلانے کے کوئی نسخہ بھی کارفرما نہیں ہو رہا۔ اسی غلامانہ ذہنیت اور احساس گتھی کا یہ کہ شہد ہے کہ پانچویں صدی کے مسلمان یورپان بیرونی سے استفادہ کرنے کو اخیار و پادشاہ و زہرہ برہنہ رہے ہیں جہاں کاروس نے اسراف کیا ہے شکر کج کے مسلمان ماہرین فلکیات و سرکاری نقل میں بھی فہم غلطیاں کر رہے ہیں۔ چنانچہ علمی میں یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا کہ گریج کی شاہی رصد گاہ نے ڈشکی کی ابتدا کا جوت بتایا ہے اسے پاکستان و ہندوستان کے اہرین فلکیات میں صادق قرار دیکر اس کے مطابق جرنیاں مرتب کر کے ملک بھر میں شائع کر چکے ہیں۔ دوسرا فن یہ ہے کہ متقدمین علوم دنیویں میں عداوت محال کر لینے بعد بھی فقہی اور مذہبی بدعت مذمت علم دین سے مداخل ہوتے تھے اور مذہبی انہیں کوئی علمی کوتاہی واقع ہوتی تھی، نظریاتی تبدیلی تو درکن انہیں سے اکثر ہر قسم کی عداوت رکھنے کے باوجود فقر و فاقہ کے عالم میں بھی خدمت دین میں مشغول رہتے تھے اور اسی کو سنا دیتے تھے۔ اور بعض نے دنیوی ترقی کی بھی آواز بڑے بڑے مناسب جیل پر فائز ہونے اور مقررین سلاطین ہونیچے بعد بھی آنکھ اچھا کر دلی اور خدمت دین میں کوئی ٹھس نہ واقع ہوا بلکہ اس جہاد دلی کو مزید خدمت دین کا ذریعہ بنا کر دنیا کو بھی دین بنا دیا گیا اسے برعکس آجکل ہر مسلمان حسب حال چاہے اس قدر غلبہ ہے کہ علم دنیویہ بطریق جدید محال کر لینے بعد خدمت علم دین کا تصور بھی

ناممکن ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مدارس دینیہ میں منظم مذہبی فہمو صاف حسابیت اور اعلیٰ میں کی تعلیم اس قدر ضروری ہے کہ کتب قدیمہ کے ذریعہ صرف اساتذہ کتب جدیدہ کا مطالعہ کریں کوئی کام کی بات پائیں تو طلبہ کو اس طریق سے سکھائیں کہ کتب جدیدہ اور ان کے مصنفین کا تعلق: کچھ ذہن میں نہ آئے پائے، اگر کتب قدیمہ نامانی ہوں تو علماء دین جدیدہ تصنیف کریں، اس سے بھی زیادہ ضروری یہ ہے کہ طریق تعلیم کی اصلاح کریں زیادہ کتابیں پڑھانے کی بجائے قرین (عملی مشق) زیادہ کرائی جائے کسی کالج کے تعلیم یافتہ کی تصنیف خواہ وہ کتنا ہی صلح و مستحق کیوں نہ ہو طلبہ کے اذہان پر یہ اثر ضرور ڈالے گی کہ انھیں بطور مغرب سے ملے ہیں، ان علوم کو اگر زیادہ کتب جدیدہ مدارس دینیہ میں لایا گیا تو ایک طرف تو انہی اور ان کے مصنفین کی خباثت کا مست برا اثر پڑے گا اور اسکے ساتھ ساتھ نضرانیت سے ذہن مرعوب ہو گا اور دوسری طرف یہ نقصان ہو گا کہ طلبہ ہوس کی وجہ سے یہ لوگ عصری استغنائات دیکر خدمت دین کی بجائے حکومت کی ملازمت اختیار کریں گے جس میں خدمت دین سے عمران کے مدارج علیٰ اعتقاد کی فرمایاں بھی عموماً پیدا ہو جاتی ہیں، اگر گزشتہ خواستہ سب مدارس دینیہ نے یہ کار خیر شروع کر دیا اور اپنا نیم پختہ مال سرکاری دفاتر اور دینی مدارس میں بھیجا ضرر کم کر دیا تو کثرت و علم دین کا کوئی مدرس پیدا ہوئی کوئی توقع نہ رکھنا چاہیے اور علم دین کو صرف چند روزہ سماں ہی سمجھنا چاہیے بلکہ کثرت قیامت میں وضع علم دین کا سبب ہی نظریہ بننے والا ہو، اللہ تعالیٰ انہیں یہ قسمت نہ دکھائے! آمین۔ انگریزی زبان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسکے سیکھنے سے علماء دین کی خدمت زیادہ کڑھکتے ہیں، یہ بات سیری کچھ میں نہیں آتی کہ وہ کونسا مسئلہ ہے مگر اصل انگریزی زبان پر ہر وقت سے جبکہ مخالفت و موافق ہر قسم کی کتب کے دفاتر اور دین میں موجود ہیں، اگر اس کا مذہب دین میں مصروف ہو ماسلم بھی کر لیا جائے تو دیکھنا یہ ہے کہ اس کا کوئی مصداق بھی دنیا میں موجود ہے یا نہیں، اگر آپ اس کا جائزہ لیں کہ یہ کوئی انگریزی خواندہ عالم دین کی کوئی بنیادی خدمت کر رہا ہے تو فیضاً اسے کالعدم ہی پائیں گے، اس سے میرا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ انگریزی زبان سیکھنا ناجائز ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ دین کی کوئی خدمت اس پر ہر وقت نہیں، لہذا علماء دین کے لئے انگریزی زبان سیکھنا بے ضرورت اور غیر مفید ہے بلکہ اکثر طبائع کے لئے تو مضر ہے، آخر میں پھر گزارش ہے کہ مدارس دینیہ کو مسجود اور مولویوں کو مسٹر بنانے کے لئے کالجوں کی اصلاح اور مسٹرؤں کو صحیح مسلمان بنانے پر پوری قوت صرف کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



الكلام البديع
في
أحكام التوزيع



الکلام البع

تاریخ تالیف : ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

سید اشاعت : ۳۵۵ھ

عنوان :

- چندہ کی رقم کے احکام
- کیا چندہ کی رقم صرف ہونے تک معطلی کی بلکہ
- بہتی ہے؟
- چندہ کی رقم برز کوۃ فرض ہے یا نہیں؟
- کیا معطلی کے انتقال کی صورت میں اس رقم میں
- وراثت جاری ہوگی؟
- کیا معطلی کو اپنی رقم واپس لینے کا اختیار ہے؟
- متذکرۃ کو دوسرے مصارف میں لگانے کے لئے
- موقوفہ خیرات کی حقیقت



چندہ کی رقوم کے احکام

سوال: : مدار میں دینیہ میں صدقات واجبہ اور عطیات کی جو رقوم جمع ہوتی ہے اس پر عمل کرنے کے بعد زکوٰۃ فرض ہوتی یا نہیں؟ بیوقوف تحریر

الجواب: باسمہم السلام والقضاء

بعض علماء کا خیال ہے کہ چندہ کی رقوم تک صرف نہیں ہو جاتی اس وقت تک کہ معاشی ہی کی جگہ تک پہنچے ہے اس پر ان رقوم سے متعلق اشکالات ذیل حل طلب ہیں۔

(۱) اگر رقوم پر حلال حلال کے بعد زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟

(۲) اگر زکوٰۃ فرض ہے تو اسے ادا کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ جبکہ ان کے مالکوں کا کچھ علم نہیں، اس لئے کہ ان کو چندہ دینے والوں کی ضرورت بہت طویل ہوتی ہے جن میں سے بیشتر کا پتہ لگانا مشکل ہوتا ہے پھر چندہ کی سب رقوم ایک جگہ جمع ہوتی ہیں اور حسب موقع خرچ ہوتی رہتی ہیں، اس صورت میں یہ معلوم کرنا ناممکن ہے کہ اس میں کس شخص کی بخشی رقوم ہے کسی نے بچا اس پر پچھلے رقم کی تو جگہ ابھی بھی شرکت میں آتی ہے اور آئندہ بھی بہ شرکت جاری رہے گی۔

(۳) چندہ دینے والوں میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اسے چندہ کی رقم کس کے ترکہ میں داخل ہوگی۔ لہذا ادارہ وصیت دہن اور وراثتوں کے حقوق اس سے متعلق ہونے، وراثتوں میں تبادلہ اور خیرات بھی ہو سکتے ہیں جو برابر و تبرع کے اہل نہیں ہیں اس رقم کو واپس کرنا فرض ہوا اور یہ علم میں مذکورہ دعوہ سے ناممکن ہے۔

(۴) ہر چندہ دہندہ کو ہر وقت اپنی رقم کے استرداد کا حق ہوگا اور اس پر وہی اشکالات ہونے چرما ہیں بیان ہوئے۔

اسے ان اشکالات کا حل تحریر کر دیا جاتا ہے۔

صدقات واجبہ کی رقمیں جمع شدہ رقم پر تو حلال حلال کے بعد مدد و عیبہ زکوٰۃ کا ہر ہے اس لئے کہ اگر یہ رقم اچھل نکلتی ہے یا اس رہتی اور کسی کو چندہ میں نہ دیتا تو بھی اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی حضرت فقہاء، جہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر کسی کے ذمہ کئی سال کی زکوٰۃ باقی ہو تو سارا اقل میں واجب ہونے والی زکوٰۃ کی مقدار اگلے سال سے وضع کر کے دوسرے سال باقی کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ قال فی التنبیہ وسیبہ ملک لصاب حوی تام فارغ عن دین لہ مطالب من جملة العباد فی الشہر

سواء كان لله تركوة او لم. وقال ابن عابد بن رحم الله تعالى: تركوة تركوة انما هو ان له نهجا من عليه حولان فتركوة كغيره الا تركوة عليه في القول الثاني (رد المحتار ۲/۲۰۰)

ترکوة کی رقم ہر تم کی قبول میں دینے کے بعد مصلیٰ کی ایک سے خارج ہو جاتی ہیں،

قال في الهندية رجل اعطى درهم في عمارة المسجد او نفقة المسجد او مصالح المسجد ثم لانه وان كان لا يمكن تخصيصه فليكن بالجهة المسجد فاشبات المطلق للمسجد على هذا الوجه صحيح فليكن بالتبعية كما في الواقع استفسامية (ما للغير كتاب الوقف باب "فصل ۲ منت ۲۰۲) وفيها ايضا قوله المسجد اذا اشترى بمال المسجد حائزاً او داراً او غيرها بما عاينها اذا كانت له وراثة الشراء هل هذا المسألة بناء على مسألة اخرى ان يتولى المسجد اذا اشترى من غلة المسجد او اذا حائزاً فليكن هذا الذي اردته انما انزلت هل تلتحق بالعمومات الموقوفة على المسجد ومنه ان هذا هل يصير تركوة اختلف المشايخ رحمهم الله تعالى قال العبد والشهداء المختار انه لا تلتحق ولكن تصير مستقلة للمسجد كذا في المفهرات (ما للغير كتاب الوقف باب ۲۰۳)

ان عبارت سے ثابت ہوا کہ مصلیٰ کی رقم مصلیٰ کی ایک سے خارج ہو کر مدرسہ کی ایک ہو جاتی ہے یہاں تک کہ بعض منقص ہے ورنہ حقیقت تک غیر ذوی العقول کے لئے غیر معقول ہے، ان رقم کی نظر غلہ الوقت ہے۔ پس رقم مصلیٰ پر تو کوئی اشکال نہ رہا، جب مصلیٰ کی ایک ختم ہو گئی تو نہ وجوب ترکوة کا سوال رہا نہ استرداد کا اور نہ ہی سوت مصلیٰ کی صورت میں پیدا ہونے والے اشکالات رہے جس طرح مصلیٰ پر اس کی ترکوة واجب نہیں اسی طرح مستم مدرسہ پر بھی اس سے ترکوة لیکن واجب نہیں بل امرایہ بھارتیہ غلہ الوقت،

اب صرف رقم صدقہ بھی استرداد اور سوت تصدق پر وارد ہونے والے اشکالات رہ جاتے ہیں، سو طور کر کے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رقم بھی مستم مدرسہ کی قبولی میں آنے کے بعد اس مالک کی ایک سے خارج ہو جاتی ہیں اس لئے کہ اس رقم میں مصلیٰ صدقہ میں کوئی خارج تھا نہیں، البتہ اس رقم کے مستحق کو مالک بنانے سے قبل ترکوة ادا نہ ہوئی، خود حق انکسار ترکوة کو مستوف نہیں، مثلاً کسی نے دوسرے کو فرض دیکر یہ کہ یہ رقم مجھے واپس کرنے کی بجائے میری موت سے کسی مسکین کو ترکوة میں دیو، اس صورت میں فرض دینے سے منقرض کی ایک ختم ہو گئی مگر ابھی ترکوة ادا نہیں ہوئی۔ غرضیکہ جس طرح مصلیٰ منقص مدرسہ ہو جانے کی وجہ سے مصلیٰ کی ایک سے خارج ہو جاتا

ہے وہی بعض الشیوخ وان كان لا يمكن تخصيصه فليكن بالجهة المسجد فاشبات المطلق للمسجد وانبات ان

اسی طرح بدعتہ بھی بخش دے۔ اگرچہ اسکے ایک خاص شعبہ کے لئے ہے۔

غرضیکہ بدعتہ بھی مالک کی ایک سے خارج ہو جاتی ہے اسلئے قرطبی کے قول سے رقم صدقہ کے استرداد کا بھی حق نہیں گناہ موت متصدق کا اس پر بھی کوئی اثر نہ ہوگا، لہذا مزید احتیاط کے لئے سو صدقہ کی رقم کو بذریعہ تحلیک مرہ عطیہ میں شامل کر لیا جائے تو بہتر ہے، تحلیک کی صحیح صورت یہ ہے کہ کوئی فقیر بہتم کی ضمانت پر قرض لیکر دوسرے کو عطیہ دے اور مستقیم بذکرۃ سے اس کا قرض (اداکرے)، عام طور پر جو سیدہ مروتہ ہے وہ صحیح نہیں۔

بعض حضرات یہ تاویل کرتے ہیں کہ بہتم طلبہ کا وکیل ہے لہذا بہتم کے قبضہ میں آنی والی رقم خود فقیر ہوں یا صدقات معلیٰ کی ایک سے منکر طلبہ کی ایک میں مل جاتی ہیں۔ یہ خیال بوجہ ذیل باطل ہے۔
(۱) معلیٰ کی نیت طلبہ کو مالک بنانے کی نہیں، بولی بلکہ عمومی طور پر دینی اور دہریہ کو بھی نیت ہوتی ہے طلبہ کو بھی یہ علم نہیں ہوتا کہ وہ دوسرے کے لئے خرچہ کر رہے ہیں۔

(۲) جب اتنی رقم جمع ہو جائے کہ مجموعہ طلبہ پر تقسیم کرنے سے ہر شخص کا مستحق بقدر انصاف ہو جائے تو اسکے بعد بہتم کے لئے کسی سے مزید رقم دوسرے کے لئے لینا جائز نہ رہے گا بلکہ خیرات معلیٰ کے جذبہ طلبہ اور بذکرۃ قرض ہو جائے گی اور معلیٰ کو اس کا علم ہو نیچے باوجود اسلئے مذکورہ دی تو ذکرۃ ادا نہ ہوگی، قال فی العلانیۃ و توحلت الذمۃ مولیٰ نہیں لیکن صبر مالاً اذا وکد الفقراء، قال ابن ماجہ فی رسالۃ تعلیٰ (قرآن اذا وکد الفقراء) لانہما کلا بعض شین مذکورہ و صابر علی ما لہم بعضہ ببعض و رقم ذکرۃ من الدائم لکن بشرط ان لا یسلم المال الی ید الکیل انصافاً فلو یلزم سخط بالذم انہ لو یحجز اذا کان الاخذ وکیلاً من الفقیر کافی ان یحجز من الظہیریۃ، قلت و هذا اذا کان الفقیر واحداً فلو کانوا متعددین لا یلزم لکل واحد انصافاً لکن ما فی ید الکیل مشروط بالانصاف و انما کاؤا لثمنه و ما فی ید الکیل بلغم انصافین، لویصر و انصافاً فقیراً فقیراً انما یحجزی الذکرۃ علی الذم انہ یصلہ انی انہ یسلم و لا یمنہ انصافاً (رد المحتار ج ۲)

(۳) ہر طالب علم کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ جب چاہے بہتم کی ذکاوت ختم کر کے اپنے مقصد کی رقم کا سوا سہہ کرے خصوصاً جب وہ مدرسہ مجتہد کر بارام ہو۔

(۴) طالب علم کے استغفار پر اسے مقصد کی رقم اسکے ترکہ میں داخل ہوتی۔

(۵) مستقیم اساتذہ اور مدرسہ کا پورا عمر طلبہ کے تنخواہ و ملازم پر لگے، اس نظریہ کے مطابق تو مدرسہ کا نظم صحیح رہ سکتا ہے اور نہ ہی طلبہ کی صحیح تربیت ہو سکتی ہے، علاوہ ازیں طلبہ کے قلوب میں اساتذہ

کی کیا وقعت ہوگی اور اس علم میں کیا فرق ہوگا بواستہ ذکو کو کرکھر کر حاصل کیا گیا ہو۔

یہ اشکالات اسلامی بیت المال پر رد نہیں ہوتے اس لئے کہ سماعی کے قبضہ میں آنے والا مال حاصل مالک کی ملک سے خارج ہوتا ہے مگر فقیر کی ملک میں داخل نہیں ہوتا، کتبہ نقد میں بھی تصریح ہے کہ بیت المال میں فقرا کا حق ہے اور حق مالک عدم حقیقت ملک کو مستلزم ہے، فروع اثنی میں ملک مالک بل ملک کے نظام موجود ہیں، جیسے وقعت و بیع بالعیان اور کرکھر مستغرق بالذہن۔

بحر زکوۃ الفہم کے آخر میں ہے اِنَّ الدِّينَ اِلَهُ الْمَنَافِعِ وَ اَلْمَنَافِلِ مَلَكَتِ الْمَنَافِعُ، یہ اس صورت میں ہے کہ تمام حول سے قبل زکوۃ دی ہو، اس صورت میں سماعی کو ولایت جبر یہ حاصل نہیں بلکہ یہ مطلق کا وکیل ہے اس لئے فقیر کو یہ حق سے قبل مطلق کی ملک داخل نہیں ہوتی، مہتمم مدرسہ کو بھی اگرچہ ولایت جبر یہ نہیں مگر اس میں اور اعطاء سماعی قبل تمام الحول میں یہ فرق ہے کہ اول میں محاربت و وقف میں صرف شیعین ہے اور ثانی میں مطلقاً تصدق علی الفقراء مقصود ہے لہذا اول حکم وقف ہونے کی وجہ سے مرتزب ملک ہوگا جیسا کہ عالمگیری سے علیہ مسجد کا حکم گمراہ ثانی حکم وقف نہیں اس لئے مرتزب ملک نہیں،

بہایت المال پر اشکال کہ دون تعلیم فقیر زکوۃ ادا کرنا کیسے صحیح ہو جاتا ہے؟

اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ بیت المال میں غلاب قیاس حق ملک کو حکم حقیقت ملک تسدود دیدہ پایا ہے جیسے کہ زمین قوی میں حق ملک کو حقیقت ملک قرار دیا، بدو جب کوۃ کا حکم دیا جاتا ہے۔

مازں کے خزانے کو بیت المال پر قیاس کرنا صحیح نہیں، اس لئے کہ یہ غلاب قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مورد پر منحصر ہے گا، علاوہ ازہی اصل قودود الفیاس ہی موجود نہیں سلطان کی ولایت جبر یہ ماحضہ پر ہنرم کی وکالت اختیار یہ خاصہ کو قیاس کرنا کوئی ہمار نہیں، شامیہ کی تشریح عبادت ازہی کا قبض شیعہ مذکور ہے، سے بھی ثابت ہوگا وکالت اختیار یہ جبر یہ حکم میں نہیں۔ وجہ الفرق یہ ہے کہ اخذ زکوۃ کی ولایت جبر یہ میں مفسر اخذی سے محبت ذکر کا حکم لکھنے میں حرج عظیم ہے۔

حاصل یہ کہ مالوس کی رقوم صرف خیر عین ملک المطلق ہیں حکم بیت المال ہیں، اوار زکوۃ جبر حکم بیت المال نہیں اس لئے بدو تعلیم مستحقین زکوۃ ادا نہ ہوگی اور بدو مسکین و دوسری ضرورت میں خرچ کرنا بدو ہوگا فقط واقعہ تعالیٰ اعلم۔

۴۲ ازہی المیہ شیعہ

لظہر ثانی، خزانہ مدرسہ حکم بیت المال ہے، اس میں مال زکوۃ داخل ہونے سے زکوۃ اور بدو جاتی ہو جاتا

تعلیم طلبہ کے سوا کسی دوسرے مصرت میں لگا جاتا نہیں تفصیل تحریر میں ہے، ۴۲ بقدر مستحسنہ



صِيَانَةُ الْعُلَمَاءِ

عَنِ الدُّلَّيْنِ عِنْدَ الْأَعْيُنَاءِ



صِيَانَةُ الْعُلَمَاءِ

۳۹ تا ۴۱ _____ سن ۱۳۹۱
۳۹ اشاعت _____ سن ۱۳۹۵

اس نذر میں دینی اقتدار کے سقوط کا ایک نہایت ہی
دردناک سانحہ یہ بھی ہے کہ دینی کاموں بالخصوص دینی مدارس
کے لئے چند کتب کے کامیاب دستور پوزیشن پر لپے کہ مدارس کے سیر
اہل شریعت کی دکانوں اور دکانوں پر چلے کر خوشامد و متعلق اور
الحاح و امرار کے ساتھ دست سوال دراز کیے ہیں اہل شریعت
ان کو زنت کی نظر سے دیکھتے ہیں بلکہ بے اوقات ان کے لئے
ہو گیا الفاظ استعمال کر کے ان کی تزیین کرتے ہیں جو حقیقت
دیہ اسلام کی تزیین ہے یہ امتیاز الہیہ ہے کہ اس کے تصور
بھی شرابہ آنکھیں بھٹک جاتی ہیں اور دل پر آ رہے چلے گئے
ہیں دین اور عالم دین کی امن تزیین و تلوین میں اہل مدارس
اور اہل شریعت اور دین و دین کے ہر ایک

اس دیندار میں ان دونوں بقول کے لئے صراطِ مستقیم کی
ہدایت ہے اور کہہ کہ ایک ماحرک در دین و دین ہر ایک اور
کھول میں اس طرح مائدہ تعالیٰ ہم سب کو فکر آخرت عطا فرمائے
آمین

چندہ مانگنے کا موجب طریقہ جائز نہیں

سوال : آجکل عام طور پر دینی مدارس میں یہ دستور چر گیا ہے کہ چندہ کرنے کے لئے مستقل سفیر رکھے جاتے ہیں جو مختلف لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں لوگوں کے مکانوں اور دکانوں پر پہنچتے ہیں، اور ان میں سے بیشتر کچھ نہ کچھ وصول کرنے کے لئے بیدار اصرار کرتے ہیں، بالخصوص ماہ رمضان میں دینی مدارس کے سفیروں کی ٹولیاں نظر آتی ہیں جن کے خوف سے اکثر دکاندار پردہ میں چھپ کر بیٹھتے ہیں، کیا چندہ کرنا یہ طریقہ شرعاً درست ہے، حالانکہ یہ ایک قسم کا جبر ہے؟ بطریقاً تو جہوداً

الجبہ علیہ السلام علیہم الصلوٰۃ والسلام

مدارس دینیہ کے لئے آجکل چندہ کرنے کا جو طریقہ شروع ہے جس کی حد سے تفصیل سوال میں تھی گئی ہے یہ قطعاً ناجائز ہے، دینی کام کرنے والوں کو مستغنی نہ ہونا چاہیئے استغناء اور دین کی عظمت کی برقرار رکھتے ہوئے از خود بخود بخیر و برکت کا انتظام ہو جائے کسی نذر کام پر اکتفا کریں۔ اور اگر چندہ کرنا ہی ہے تو عام خطاب کی بجائے خاص ہے۔ خاص خطاب ہرگز جائز نہیں، بعض دفعہ عام خطاب بھی، بلکہ عام خطاب خاص ہوتا ہے وہ اس صورت میں کہ عام مجلس میں کچھ خاص موجود ہوں، جو اس نام خطاب کے بعد کچھ رقم نہ دیئے میں مادمسوس کرتے ہوں، تو یہ صورت بھی بلکہ خطاب خاص جو ملے کی وجہ سے ناجائز ہے۔ خطاب عام میں بھی زیادہ الحاح و اظہار احتیاج درست نہیں، بلکہ استغناء کے ساتھ اظہار مصروف پر اکتفا کرنا چاہیئے۔

آجکل ایک عام دستور یہ ہو گیا ہے کہ اہل خیر کو کسی برائے سے کہیں جمع کر کے مل سے رقم کا مطالبہ کیا جاتا ہے یہ طریقہ انفرادی طور پر کسی سے کچھ سوال کرنا بھی برائیت بھی زیادہ صحیح ہے اس صورت میں جمع میں رسوائی سے بچنے کے لئے باہلی خواستہ چندہ دینا پڑتا ہے جو بلاشبہ جبر ہے اس لئے یہ طریقہ بالکل ناجائز اور حرام ہے۔

اگر کوئی شخص انفرادی طور پر کسی سے چندہ مانگتا ہے تو مانگنے آجس سے تعلق کی تین قسمیں ہیں (۱) وجاہت (۲) محبت (۳) اجنبیت۔ اگر ایسے شخص کے پاس چندہ کرنے کے لئے گیا کہ کیا پرائس کی وجاہت کا اثر ہے خواہ وہ دینی مرتبہ کی وجہ سے جو یا زنیوی مال و دولت یا منصب کی بنا پر، یہ صورت ناجائز ہے اس لئے کہ اس میں چندہ دہندہ جانے والے کی وجاہت سے متاثر ہو کر باذل ناخواستہ رقم دیتا ہے جو حلال نہیں لقولہ لا یجوز الا بالسلطۃ لا یجوز مال الموقف سلسلۃ الاحادیث

نفسہ (مسند امام احمد رحمہ اللہ)

اور اگر بغیر کسی خاص تعلق اور رابطہ کے چندہ کرنے جاتا ہے تو اس میں اپنی توہین ہے اور اس سے بھی بدتر کر اسلام کی توہین ہے اس لئے یہ بھی ناجائز ہے۔ باقی صرف محبت کا تعلق رہ گیا اسکی دلیل یہ ہے کہ آپس میں مسند، بے تعلق ہو کہ جس سے چندہ طلب کیا گیا وہ اپنی کسی مصیبت کی بناء پر چندہ نہ دیتا چاہے تو اسے انکار کرنے میں ذرا بھی تکلف اور نہ امت نہ ہو، اور اسے انکار کرنے پر طلب کرنے دے کہ کو ذرا بھی ناگواری نہ ہو، حضرات صوابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی قسم کا تعلق محبت تھا، احادیث میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں جیسا کہ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو کوئی مشورہ دیا انھوں نے قبول نہیں کیا نہ ان صحابی کو انکار کر لیں کوئی نہ کاؤٹ محسوس ہوئی اور نہ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کا انکار ناگواری کا باعث بنا، غرضیکہ اس قسم کی بے تعلقی کا تعلق ہو تو چندہ کے لئے خطاب خاص بھی جائز ہے۔ مگر آجکل ایسا تعلق مفقود ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ آجکل خطاب ناموس ہر مومن ناجائز ہے۔

اہل مدارس کی اس بے راہ روی اور دروازہ پر خاک چھانے کی بنیاد تین چیزوں پر ہے (۱) کام شروع کرتے ہی اپنے ذہن میں لمبا چوڑا نقشہ مرتب کر لیتے ہیں کہ اتنے طلبہ کے طعام اور قیام کا انتظام کیا جائے گا، اتنے کمرے بنیں گے، اتنی درسگاہیں ہونی چاہئیں اساتذہ ہونگے، اتنا تراکتیب خانہ ہوگا، حتیٰ کہ سنگٹ بنیاد رکھنے سے قبل ہی دارالعلوم اور جامعہ جیسے نام ٹھونہ ہو جاتے ہیں اب اتنے بڑے کام کے لئے سرمایہ موجود نہیں ہوتا تو اہل ثروت کے لئے دار پر بھیک مانگتے پھرتے ہیں اور دین کو ذلیل کرتے ہیں۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ ابتداً مختصر سے کام کی بنیاد رکھی جائے، اس کے بعد جیسے جیسے اسباب پیدا ہوتے چلے جائیں کام کو اسی مقدار سے بڑھاتے جائیں، یعنی مبنی رقم اپنی اور دین کی عزت اور وقار کو باقی رکھتے ہوئے استغناء کے ساتھ حاصل ہو جائے صرف اسی قدر کام کا آغاز کیا جائے۔ آگے اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو وہ آپسے اس چھوٹے سے کام کو دارالعلوم اور جامعہ بھی بنا دیں گے، ورنہ انکی مرضی کے مطابق جتنا کام بھی ہو سکے اس کو غنیمت سمجھا جائے۔ اسکا ظاہر اچھوٹا سا مدعو بھی عند اللہ بہت بڑا ہوگا۔

(۲) مدرسہ کو ایسا مقصود بنالیا جاتا ہے کہ اس کی حفاظت و بقا پر دین کو قربان کر دیا جائے حالانکہ اصل مقصود دین ہے۔ مدارس حفاظتِ دین کا ذریعہ ہیں۔ پس ذریعہ کی حفاظت پر

مقصود کو قربان کرنا کتنا بڑا ظلم اور کسی ناممکن بات، اندیشی ہے۔ حدود شرعیہ کے اندر اگر مدرسہ نہ چلی سکے تو اسے بند کر دیا جائے، ہم اس کے مختلف شعبوں، دیوبند کے ایسے باخبر رئیس نے دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کا گون بننے کا مطالبہ کیا، حضرت گنگوہی قدس سرہ سے اس واقعہ نہ سمجھتے تھے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے مشورہ لکھا کہ اس شخص کو رکن نہ بنانے میں اس سے نفاذ کا خطرہ ہے اور رکن بنانے میں کوئی خطرہ نہیں، کیونکہ اکثریت ہماری ہے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے جواب تحریر فرمایا کہ اگر عذر شرعی سے یہ سوال ہو کہ نالائق کو رکن کیوں بنایا؟ تو اس کا میرے پاس کوئی جواب نہ ہو گا اور رکن نہ بنانے کی صورت میں زیادہ سے زیادہ یہی ضرر ہو سکتا ہے کہ مدرسہ بند ہو جائیگا میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا یہ جواب دے سکوں گا کہ میں نے تو آپ کے حکم کی تعمیل کی اس پر اگر مدرسہ بند ہو گیا تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں، حضرت گنگوہی قدس سرہ کے اس فتویٰ کا نتیجہ یہ ہو کر رہ گیا مدرسہ کے غلام چمپے رہ گئے مگر دارالعلوم مسلسل حیرت انگیز ترقی پر کامزن رہا۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کا فقدان، اگر مشرعیان پر کامل اعتماد ہوتا اور انھیں فتنہ عصری بی بی کے مطابق اللہ تعالیٰ سے حسن ظن ہوتا تو اس کو محکم کے دروازے کو چھوڑ کر دنیا و دلوں کے دروازوں پر دھکے نہ کھاتے۔ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ فیض سے وہ معاملہ فرماتے کہ اہل شریعت ان کے دروازوں پر ناک دگراتے۔ انھوں اور قوی ہے کہ قرآن و حدیث کے پڑھنے پڑھانے والوں کی نظریں ان معجزات اللہ یعنی ذکر و بیعت، اذکار، ومن یستوی اللہ یجعل لہ ذخیرا جفا دین رفیعاً من حیث لا یحسب، ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ، ومن یتق اللہ یجعل لہ من امروہ یسألہ، ومن یتوکل علی سبیل اللہ یجعل لہ فی الارض مخرجاً کثیراً و صلوٰۃ ومن یتسبح لہ ۱۰۰۰۰ اللہ، ومن یتسبیح یغفر اللہ جیسی نصوص پر کیوں نہیں پڑتیں، اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات ان کے دلوں میں کیوں نہیں اترتے اور ان کے دلوں پر ان کے کون کون سے نہیں آتا، اور دعا اللہ اجعلہ منہ توفیق علیہ و نکلت کی توفیق کیوں نہیں ہوتی، مروجہ طور پر چند کرنے کے نفاذات و قباغ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن اور ان پر توکل و اعتماد کی تعلیم پر حضرت تھانوی قدس سرہ کا ایک وعظ تائیس الہنیان علی تقویٰ من اللہ و رضوان ہے۔ تیسرے حضرت قدس سرہ کا ایک رسالہ التوکل علی اللہ و التوکل علی اللہ بھی ہے جس میں چندہ کرنے کے مفاسد کے علاوہ دھرم چندہ کے مفاسد کے مفاسد بھی بیان فرماتے ہیں ایلی ماہیں پر لازم ہے کہ ان دونوں رسالوں کو حریز جان بنائیں اور ان کے مطابق عمل کر لیں۔

کے لئے جاری رکھیں۔ اپنے قول اور عمل، استثناء و خود راہی سے اہل ثروت پر یہ حقیقت درج کر دیں کہ انشاء کا دین تمہاری اعانت کا محتاج نہیں بلکہ تم محتاج ہو اور تمہاری اپنی ضرورت ہے کہ تمہاری رقوم کسی دینی کام میں لگ جائیں اس لئے اہل دارس پر تنہا راہ کوئی احسان نہیں بلکہ اہل مومن کا تم پر احسان ہے کہ تمہاری رقوم کو صحیح مصروف پر لگانے کا انتظام کرتے ہیں۔ علم دین کا انتظام تو بہت بلند ہے کسی عامی مسکین کو حد صدقہ دینے والے کے بارے میں احیاء العلوم میں مشہور حدیث امام شہابی رحمہ اللہ نے اتالی کا قول نقل فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو ثواب کا اس سے زیادہ محتاج نہ سمجھے جتنا فقیر کو اپنے صدقہ کا محتاج سمجھتا ہے اُس نے اپنے صدقہ کو ضائع کر دیا اور وہ صدقہ اس کے منہ پر مار دیا جاتا ہے مگر یہاں یہ حالت ہے کہ اہل مدرسہ چندہ دینے والوں کا شکریہ ادا کر تے ہیں کتنی بے غیرتی کی بات ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اہل ثروت کو اہل مدرسہ کا شکریہ گزار رہنا چاہیے کہ ان کی رقوم قبول کر کے ان کی حفاظت کرتے ہیں اور صحیح مصروف پر لگاتے ہیں۔

اہل ثروت کو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ انشاء تعالیٰ کو اپنے دین کی حفاظت کے لئے ان کے خزانوں کی ضرورت نہیں، *ههذالذین یقولون لا یتفقوا علی من حد رسول اللہ صلی ینفقوا ولہذا غنائنا الصلوات والاحرام ولکن المنافقین لا یفقیہون*۔ اگر تم لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے کڑواؤ گے تو اللہ تعالیٰ قدرت دین کا کلام کسی اور سے لے لیں گے جو ان تنہوں کو مستقبل تو مانے گا مگر اللہ لا یحکو فی الامثال کبر، انشاء اللہ تعالیٰ دین کا کام بند نہیں ہو گا اگر بظاہر کوئی مدرسہ بند بھی ہو جائے تو درحقیقت وہ بند نہیں ہوا بلکہ اہل ثروت کی بے تدبیری اور انہماکی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ پیشہ کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا ہے اور ان لوگوں کی اصلاح کو کسی دوسری جگہ کے ساتھ وابستہ فرما دیا ہے۔ جیسے کوئی نادان بچہ یا کوئی دیوانہ پھونکوں سے جسر لگا بھٹکا چاہے تو چراغ کو اٹھا کر کہیں ڈور لکھ دیا جاتا ہے اب کسی کو روشنی کی ضرورت ہو تو چیلر پر چراغ کے پاس جائے حکومت نے کسی علاقہ کے انتظام کا دھڑا ہسپتالی اٹھا دیا تو یہ کام ختم نہیں کر دیا گیا بلکہ وہاں کے باشندوں کی نالائقی کی وجہ سے ان سے قرب کی سولت اٹھا کر ان کا انتظام یا علاج ڈھکی چھپی سے وابستہ کر دیا ہے۔

علماء کا اہل ثروت کے سامنے ہاتھ پھیلاؤ اور زبان کھولنا تو رونا و کسی گوشہ قلعہ میں بھی ان کی طرف میلان نہ پایا جائے، تعلیمی جھکاؤ کا بھی یہ اثر ہوتا ہے کہ ایسے علماء کی اہل ثروت کے قلوب میں غفلت باقی نہیں رہتی۔

دارالعلوم سے ایک مفتی طالب علم خواب کی تفسیر دریافت کرنے میرے پاس آئے، خواہش
میں دیکھا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف فرما ہیں، آپ کے سامنے ایک نہایت حسین نورانی صورت
بنناؤ سنگار کے موزن لباس میں بیٹھی ہوئی ہے اور وہ اپنے کو امام کی بیوی ظاہر کر رہی ہے اور
خوشگوار کر رہی ہے کہ امام ایک نظر اس کی طرف دیکھیں مگر امام نہایت استغفار کے ساتھ کسی
دینی کام میں مشغول ہیں۔

میں نے ان کو بولی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ کو تعلیم سے فراغت کے بعد موش کی فکر
لگتی ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس فکر میں بعض دفعہ نہیں آتی، نہیں لے گا کہ بس اس خوب میں
اسی مرض کا علاج بتایا گیا ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ جیسا علم حاصل کرو تو دنیا اپنی تمام تر مزید و
زینت کے ساتھ تیار ہی ایک فکر کی خواہشمند ہوگی اذہم کو چاہئے کہ مجھے ضرورت نہیں، علما رحمہ اللہ تعالیٰ
پر اعتماد بحال کر کے "انتہ الذینا وحی" راغبہ کا مشاہدہ کریں۔

حاکمیر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے زیر نگین ایک ریاست کا وال ہند وراجہ تھادہ مر گیا، اسکا جیالاباغ تھا
حاکمیر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ اس لڑکے میں حکومت کرنیکی صلاحیت ہے یا نہیں
اسے طلب کیا، اتفاقاً آپ اسوقت جوش لائن پر تھے، حزاما کرنے کو بازوؤں سے کچل کر حوض پر دھکا کر دیا،
"چھڑو دو؟" لڑکے نے کہا کہ جس کا ہاتھ بادشاہ کے ہاتھ میں ہو اسے ڈبے کا کیا خوف؟
ایک بیٹے کے چپے کو ایک غلوٹی بادشاہ پر اتنا اعتماد کا شکہ آج کے مسلمان کو ناک اور ہوسا
پر ایسا اعتماد حاصل ہو جائے۔

ایک ہرو پیہ کو زاہد کے روپ میں دیکھ کر حاکمیر محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار اشرفی نذرانہ پیش
کی مگر اسے صرف اہل اللہ کی نقل آمار نے ہی غرض سے اسے ٹھکرا دیا، کا شکہ اہل ثروت کے لئے لگا
پر بھٹکے والی نظریں اس ہرو پیہ سے اہل اللہ کی نقل آمار نے ہی کا سبق حاصل کر لیں۔

نقطۃ واللہ العالیٰ الموفق لموضیاتہ

سرمہاد علی خاں مراد آبادی

ہمارے قصبہ میں مسجد کی تعمیر سے متعلق زندہ کے ایک خط کا عکس احباب نے لے لیا اور اعلیٰ
اشاعت کی خواہش ظاہر کی۔ موقع کی مناسبت سے آئندہ صفحات پر یہ عکس دیا جاتا ہے اہل مدبر
کے لئے اللہ تعالیٰ اسے کمال بخیر بنائیں۔ امین۔

۵۵ پوری حدیث رسول کے آفریں عثمانی شعلہ کے تحت درج ہے حسن

برائے وصیائے العلماء، بھی کتابت کے بعد تصحیح کے مراحل جوڑے کر دیا تھا کہ عزیز محترم مولوی احتشام الحق آسیا آبادی کا خط موصول ہوا جو ان کی بستی آسیا آباد دہلی چٹائی، میں حاصل ہی میں جاری کردہ مدرسہ دینیہ کی طرف توکل علی اللہ ولا شئنا، عا سواہ کی برکت سے بذب کتبہ کی خیر پر مشتمل تھا نگاہِ عبرت جو کے لئے اسے بھی رسالہ وصیائے العلماء کا جز بنایا جاتا ہے۔

اس مدرسہ کے فخر کو آفت کار بیان برکات توکل کے اظہار اور تحصیل توکل کے لئے زیادہ نفع پرگاہ (۱) یہ مدرسہ جو چٹائی کے ایسے پسماندہ اور دور افتادہ علاقہ میں ہے کہ جس کی بچہ بچہ کا اندازہ بدین مشاہدہ کئے نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) یہ مدرسہ بالکل نو مولود ہے، اس کی عمر ابھی صرف چند ماہ کی ہے۔

(۳) اس مدرسہ کو جاری کرنے والے مولوی احتشام الحق بالکل نو ناطق نو جوان ہیں، حال ہی میں راولپنڈی کے شیعہ ترین اقلیت سے ناطق ہوئے ہیں جس کا ناما حال یہ بھی مکتوں میں کوئی مقام ہے اور نہ ہی کوئی دیکھی جاسکتا۔

(۴) علاقہ کے دنیا داو بے دین مناہر نے مدرسہ کے لئے بہت بھاری و قوم پریش کس مگر مولوی صاحب نے قبول نہ کیں، جب وہ اس طرح سوڑی صاحب کو رام نہ کر کے کوئی جھوٹے مفادات دائر کرو۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے غضب کو اس مدرسہ سے مولوی صاحب کو بڑی کر دیا۔

(۵) چند روز قبل مولوی صاحب نے مجھ سے دریافت کیا کہ کچھ باخراہ خواتین مدرسہ سے تھوڑی کی پیش کش کر رہی ہیں اسے قبول کر دینا نہیں؟ میں نے ان لوگوں کے کچھ کوائف معلوم کرنے کے بعد ان کی امداد قبول کرنے سے مولوی صاحب کو منع کر دیا۔

ان کوائف کو سامنے رکھ کر اب مولوی صاحب کے خدا میں توکل کی برکات کا مشاہدہ فرمائیں۔

از فقیر مسکون

بجی: حضرت مفتی احمد رضا دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب خیر بنیرو مانیت ہے اذ ابصل

کل مدرسہ کے لئے ایک صاحب نے ۳۲۳ روپے قطر (عربین گھڑ) سے بھیجے ہیں، ایسے ہی اس سے قبل بھی متعدد بار مستطاد اور دوسرے بعض ملکوں سے کچھ لوگوں نے رقم بھیجی ہیں، اسی طرح آج ایک خط عرب کے کسی علاقے سے آیا ہے، جس میں کھانا کچھ بڑا کی رقم مدرسہ کے لئے میرے پاس ہے

میں مانع کے باوجود لگا، ان حضرات میں سے بعض کو میں جانتا ہوں اور بعض کو نہیں جانتا لیکن وہ مجھے جانتے ہیں۔ اول، لڑکھنوی کے خط کا ذکر کیا ہے ان دونوں کو میں جانتا ہوں، دیندار میں ڈاڑھی بھی رکھتے تھے۔ آپ کی مجلس میں بھی کئی بار حاضر ہوئے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ان حضرات کی کبھی ہوتی رقم ایک ٹکس میں نے لی ہیں کیا ان حضرات اور ان کے ایسے لوگوں کی رقم مدرسہ کے لئے قبول کر یا کروں؟ نہیں؟ یا اس سلسلہ میں ان حضرات سے کچھ شرائط مقرر کروں اور وہ کیا؟ واضح رہے کہ اساتذہ ان غائب ہے کہ اتنی رقم یہ حضرات اپنی فوف سے نہیں دے رہے ہیں انڈازہ یہ ہے کہ مدرسہ کے لئے چندہ وغیرہ کے ذریعے سے یہ رقم حاصل کی ہوگی۔

مفتی: نیز بعض لوگوں نے عرب ملک سے لکھتے ہیں کہ آپ کے اراقم کے بعض چائے والے مدرسہ کے لئے ہمارے پاس ماہانہ یا ہفتہ نامی طور پر رقم دینے کے لئے آتے ہیں آپ کوئی رسید بلکہ ارسال کریں تاکہ ان کو سپرد بھی دی جاسکے، نیز رقم کا حساب بھی سہولت سے لکھا جاسکے اس سلسلہ میں بھی حضرت والا سے مشورہ کی درخواست ہے۔ والسلام

جواب ہے

رشید احمد

۵، ربیع الاول سنہ ۱۳۹۷ ہجری

دعاؤ سے کا طالب ہے

احشام الحق کیا آبادی

۲۲ صفر سنہ ۱۳۹۷ ہجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز مہتمم مذہب مدد لیکم

وعلیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ تعالیٰ کا لوگوں کے قلوب کو مدرسہ کی امانت بکرات منوجہ فرمانا اور وحی کا کہنے کے لئے غیب سے اسباب پیدا فرمانا ان کا بہت بڑا کرم ہے، ہم جیسے نادانوں پر ان کے تھے بڑے کرم کی خبر نہ کر فرما نہ امت و فرما سترت سے مرکب کیفیت کے طبع سے میری آنکھوں سے شگ جا رہی ہو گئے اور بے سافقتہ اسی حال میں مجھ میں گر پڑا۔

یا امیر! تیرے اس کرم کے صدقہ سے تم کو جسے سوال کرتے ہیں کہ ہماری ناچیز مساعی ادبہ نقل کو قبول فرما اور ہمارے تمام اقوال، افعال، نیات، ارادات، خطرات اور جملہ حالت کو اپنی مرضی کے مطابق بنالے، ماضی کی طرح مستقبل میں بھی صحت اپنا ہی محتاج لکھ، غیر کی مقبل سے حفاظت فرما، ہمارے طلب کی توجہ کو اپنی ذات پر اس طرح مرکوز فرما دے کہ قلب کے کسی گوشے میں لفظ یا فعل نہ کہے، وقت اس کی مینوں کے استعمال کی ہرگز سے متعلق صفت الکی تو یہ مجھ پر ہر ہے ہاں

کتاب العلم والعلماء ۲۷۷
 میں بھی تم کو گاہے نہ ہو سکے اللہ تعالیٰ نے فی قلوبہم رجاء لا تقطع رجاءہم عنہم سورۃ فتح لا ارجوا
 اسکا لغوی آئین ہے

خود خدا تعالیٰ نے در فتنہ و فلبوس کی ترمیم
 ظہن و حشوا بہ سورۃ زمر میں ملاحظہ فرمائیے
 ہر جب جیسے میں کوئی حرج نہیں معلوم اور مضمین کی شرائط درج ذیل پر عمل کر کے ہے
 کو ارسال کریں۔

شرائط معلوم :

- ① صحیح العقیدہ ہوں۔
 - ② ذلیلہ مکاشحات ہوں۔
 - ③ ان سے بھی احسان جملائے کا خطرہ نہ ہو
 - ④ کسی کی ناجائز یا نامناسب کام میں آپ سے تعاون کی درخواست کر نیکا اندیشہ نہ ہو۔
- شرائط مرغبین :

- ① صرف ایسے احباب سے ذکر کریں جن کے ساتھ اپنے تعلق اور خاص محبت کا ایسا تعلق ہو کہ وہ کچھ نہ دیتے ہیں اپنی ٹھنی محسوس نہ کریں اور ترغیب دینے والے کو قطعاً کوئی ناگواری نہ ہو۔
- ② ترغیب میں شانہ اعتقاد کا مظاہرہ ہو۔
- ③ افحاح و اصرار سے بالکل احتراز کریں۔
- ④ کسی کے سامنے ایک بار ذکر آنے کے بعد دوبارہ ہرگز نہ کہیں۔
- ⑤ وجاہت سے کام نہ لیں۔
- ⑥ کسی ایسے شخص سے نہ کہیں جو کسی وجہ سے ان کا تعلق یا زیر بار ہو۔
- ⑦ دینے والوں کا شکریہ ہرگز ادا نہ کریں بلکہ شکریہ کی بجائے انھیں جزا کم اللہ تعالیٰ کی

دعا دیں۔

ان شرائط بعد کا خلاصہ یہ ہے کہ کوئی شخص ترغیب کی وجہ سے یا اس کی طرف اپنی حالت یا فتنہ مرثیہ یا نہ دینے میں شرمندگی و خفت وغیرہ کے باعث نہ دے بلکہ ظہن غالب حاصل ہو جائے کہ طیب خاطر و مشرح صدر سے دے رہا ہے۔ نیز دینے والا یہ سمجھ جائے کہ وہ کسی پر کوئی احسان نہیں کر رہا بلکہ اسکا اپنا فائدہ ہے و قدع اللہ الجحیم راہیجبتہ و رخصتہ

کب کے نام نظر دود سے دو ہزار روپے کا ڈرافٹ اور نوٹا بنڈ بنک سے ایک نفاذ
آیا ہوا ہے انہیں کیا کیا جائے؟ فقط والسلام علیکم

نقشہ ~ التوکل علی التقی

القرآن

- رتبہ المتقین و مغربہ لا الہ الا هو فی الخلد و کیلاہ
- انہ تمیزوا اللہ بصرک و یثبتہ اقدانکم
- انہ یتکبر اللہ فلا تالہ کبروان یخذلکم فمن ذالذی ینصیرکم من بعدا و علی
- اللہ فلیتوکل المؤمنون
- ما یفتح اللہ لک من رحمة فلا یحسک لہا و یحسک فلا یسر لہ من اجلہ
- و لو انہما قاموا التوراة و الانجیل و ما انزل الہ بعد من رھم لافکھوا من غویم
- و من خفت ارجلہم الاثیم
- و لو ان الہ فی القری امنوا و استغاثوا بھم برکات من السماء و ازلوا من الہ
- و من یجھد فی سبیل اللہ یجھد فی الارض مرافقا کثیرا و سعۃ
- و قال صلی اللہ علیہ وسلم الہام من جبرائیل علیہ السلام
- و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً و رزقاً من حیث لا یحسب و من یتوکل
- علی اللہ فہو حسبہ - الاثیم
- و من یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً و رزقاً
- و یغفر ذنوبکم و یتوب الیہ و یسن الہام علیکم مدارا و یرزقکم قوتاً فی قوتکم
- و لا تتولوا الجرمین
- استغفروا ذنوبکم انہ کان غفاراً و یسر الہام علیکم مدارا و یرزقکم قوتاً فی قوتکم
- بنی و یجعل لکم حجتاً و یجعل لکم اثباتاً

الرحلہ

- عن ابن عباس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من كانت الرخصة لله جعل الله غناه في قلبه ووجهه ثم إن الله الذي رزقنا رزقه ومن كانت الرخصة لله جعل الله فقرنا بين يديه وفقرنا عليه ثم إن الله الذي رزقنا رزقه ومن كانت الرخصة لله جعل الله فقرنا بين يديه وفقرنا عليه ثم إن الله الذي رزقنا رزقه

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُهُ ۚ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُوْلَ ۚ قُلْ إِنِّي خَشِيتُ الْبَغْيَ ۚ إِنَّ الْبَغْيَ كَانَ عِندَ اللَّهِ عَظِيْمًا ۚ

○ من إلى ذر رضى الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال الزهاد ذر

المدينه ليست بجزء من الحدود لانها في المالك ولكن المراهقة في الدنيا لا تكون في يدك

ادقوتے برائے خدا اللہ (تو مری)

○ عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال: كنت خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم

جو ماہنامہ باغیچہ حفظ اللہ بحفظہ حفظہ للہ تعالیٰ کا قیام ہوگا اور اس کا نام باغیچہ حفظہ للہ ہوگا۔

فَاسْتَقْرَأْ بِالنَّهْلِ وَالْخَمْرِ وَالْزُّمَّةِ لَوْ جُمِعَتْ عَلَى أَيْدِي يَنْعُورٍ لَيُقَامَ لَهُ يَطْفُوعٌ وَإِنْ تَحْشَى مِنْ قَدَرِ كُتُبِهِ اللَّهُ

ذلك وزوجهم على ان يظهروا انهم لم يضرؤا الا بشي من دن كقيم الله عليك زلفت لا اقدروا وحفت

القصاص (الحمد والثناء)

○ عن أبي ذر رضى الله تعالى عنه أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: من أحب الله أحب إليه دينه وأحبه إليه نفسه وأحبه إليه أهله وأحبه إليه أمواله وأحبه إليه جيرانه.

لَوْ أَهْلُ الْأَرْضِ كَانُوا كَفَّارًا ۖ وَمِنْ بَيْنِهِمْ يَتْلُو آيَاتِ اللَّهِ لِيُحْجِثَ بِهِمْ ۚ وَنُفِثَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ وَمِنْ بَيْنِهِمْ رَجُلٌ يُؤْتِي السُّبْحَ أَهْلَ الْأَرْضِ وَأَقْبِلَ عَلَى الْمَلَكِ الْمُسْتَكْبَرِ ۚ

○ عن حماد بن عمار عن أبي بصير عن أبي عبد الله عليه السلام قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من قرأ قل هو الله عز وجل في صلاة أو غيرها لم يضره شيء من ذلك

أَهْلُ أَدِيمٍ يَحْكُمُونَ وَإِذْ جَعَلْنَا فِرْعَوْنَ رَاجِسَ لِقَابِ الشَّعْبِ كُنْهِيَ الْغَرِيبَ أَيْ الْإِنْسَانَ إِذَا ذَهَبَ لَكَ مِنْ مَرَى

توکل علی اللہ کفایہ الشعب (راجعہ مزید)

○ عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «مَنْ رَكِبَ

[illegible]

تتمتعون بموت لربنا (الملك)

○ عن ابی هریرة (رض) قال قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) قالوا دخل رجل على ابيه فابى ان يخرجه من بيته فقال له يا ابن عمي ما لك يا ابن عمي

الحاجة خروج إلى البرية فمهرأنت امرأة فاعتت أي الرجل فوضعت يدي إلى السور فمجهول قد

قلت اللهم ارزقنا نظرت قائد المحفة في مثلث قال رزقنا في الشور فوجوه المثلث

قال فرجهم الزوج قال أصبتم بعدائي شيئاً قالت امرأة نعم من ريسنا وأقام على الرحم ذاك

شخص مسلم الله عليه وسلم نقضه أما بعد فوعدني القوم في الندوة التي يوم القيامة (أحمد)

○ عن أبي بصير قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لمن
الوزن في طلب العبد كما يطلبه (ابن أبي عمير في المنهاج)

○ عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم علم الله لنا
ليس من شيء يوقر بكم إلى الجنة ويبدأكم من النار الا العلم والتفكير وهو شيء يفرقكم إلى النار
ويبدأكم من الجنة الا العلم فثبتكم عنه وان الروح الاميرة نفث في رؤيكم ان تفسروا من موت
حتى تستكملوا رؤيكم الا ما تقول الله (ابن أبي عمير في المنهاج) واستبسط الرزق على ان يطلبوه
بعد ما صلى الله فانه (ابن أبي عمير في المنهاج) (شرح السنة)

○ عن جابر رضي الله تعالى عنه انما غوا سم النبي صلى الله عليه وسلم قبل محمد فلما
قضى رسول الله صلى الله عليه وسلم فعله معه فادركتهم القائلة فوالله كذبوا العشاء فخرى رسول الله
صلى الله عليه وسلم ولقد في الناس في العشاء يستظنون به فذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم عليه ولم يفت
سيرة عاتق بها صيغة ولما فرغوا فاذا رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعيوا واذا عندنا اعداء فقال ان
هذا اخوكم على مني فانا انما هم فاستيقظت وهو في المنام في امر مني ففتفت لانه فخلا ولم
يخافه وسطره مفتوح عليه (وفي رواية اخرى) في صفة خط السيف من يد الخليفة
○ واعلموا ان ما اصابكم لو لم يكن ليخطبكم وما اخطاكم لو لم يكن ليخصبكم (ابن أبي عمير)
○ وعقل الامام الجواد رضي الله تعالى عنه بان في ركة القاري في دار عتار ومكة و

ذكر فيه قصة الزبير بن العوف رضي الله تعالى عنه

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من جاء هذا نسمة (قوله)

○ ومن يستغن عنه الله ومن يستعفف عنه الله (ابن أبي عمير)

○ اللهم اجعلني ممن توكل عليك فكفيت واستعمل الله فبه واستعذرك ففوت

○ اللهم اعلما اني اعطيتك ذرة معطيت ما صنعت ولا تقم قال الحمد منك الحمد

○ اللهم اكفني بحلالك عن حرامك واغنني بفضلك عن سواك

○ اللهم انك قد في قلبك بجاهك واتبع رجائي معك سواك حتى لا أخرج احد فقيرك

○ لا يفتح عبد باب مسألة الا فتح الله عليه باب فقر واسعد قومه

○ من جعل الله همته أو احد اهم المعاد تقاه الله فدينه ومن تشعبت به

الهموم احوال الدنيا لم يبال الله في اني اوديته ههنا (ابن ماجه)



وَقَالَ الْإِسْلَامُ أَوْعَا الْعِلْمَ وَتَبَيَّنَ كَوْنُ اللَّهِ حَقًّا وَتَبَيَّنَ أَنَّ
كَتَبَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَتَبَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَتَبَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ○



القول المتين
في
شرح أطبوا العلم لوبالطين



الْقَوْلُ الْمُتَيْنِ

اشاريہ

- تحقیق حدیث: اَقْبَرُوا الْعِلْمَ وَلَوْ بِأَلْوَتَيْنِ
- تفسیر اَنَا عَرَضْنَا الْأُمَمَاتَ عَلَى الشَّعْبِ وَكَانَ رَجُلٌ أَلَايَةً
- علم عقل کی روشنی میں
- سینہ است
- طلبہ شریک و حمید
- حفظانِ محنت
- تعبیرات
- کیسکل
- علم المکاشفہ
- فنِ زلزلیہ
- فنِ معدنیات
- فنِ موسمیات
- فنِ معلوماتیہ سیلاب
- فنِ عوط زلزلہ
- فنِ تیراک
- فنِ پرواز
- فنِ دفاع
- فنِ کسبِ معاش
- فنِ تعمیراتی وقت
- ذکرِ عین

تحقیق حدیث اَطْلُبُوا الْعِلْمَ وَكُلُوا بِالْيَمِينِ

سوال: کیا اطلبوا العلم وروکان بالیقین حدیث ہے، اگر یہ حدیث ہے تو اس کا کیا مطلب ہے؟ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ چوبیس سالہ نہایت میں علم دین کا مرکز رہا ہے اور نہ آج ہے اسے یہاں جس علم کے حاصل کر لینا حکم ہے وہ علم دنیوی ہے۔ اس بارے میں وضاحت فرمائیں کہ اس سے کیا مراد ہے؟ بیتنا التجروا۔

الحکیم باسم مدام القوی

اطلبوا العلم ولو بالصلوب فان طلب العلم فیرید علی کل مسلم عوناً علی، طلب والیہ طلب قال الشیخ متحدث مشہور و اسنادہ ضعیف وقد روی من ادراجہ کما ضعیفہ وقال المزنی لہ طرف دیا یصلہ بجمہور ابی الحسن رفیع القدر علیہ السلام، وقال العزیزی ہو حدیث حسن لغیرہ۔ انسراج الغیر علیہ السلام، بعض مشہور دین کا قول وضع صرف الفاظ روایت سے متعلق ہے اس کا مفہوم یعنی ہمارے بعد سے طلب علم کا حکم قرآن و حدیث کی دوسری اصول سے ثابت ہے۔ حدیث کا مطلب:

انسان کو اللہ تعالیٰ نے دو قومیں عطا فرمائی ہیں، ایک کسی کام کے جاننے کی قوت اور دوسری اس کے کرنے کی قوت۔ درحقیقت جاننے کے لئے مقدم ہے، سب سے پہلے انسان کو کسی چیز کا علم حاصل ہونا ہے جس سے رغبت یا نفرت و خوف پیدا ہوتا ہے اور یہی رغبت یا خوف کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا موجب بنتا ہے، گویا کہ انسانی زندگی کی گاڑی کو چلانے کے لئے علم مددگار ہے اور قیادت ہے کہ جو نہ اور زندگی ہوگا وہ افضل ہوگا۔

دوسری بات یہ سمجھنے کی ہے کہ کسی انسان کے لئے ہر طرح اس کی دنیوی زندگی اہم ہے اس سے کئی کئی زیادہ آخری زندگی کی اہمیت ہے بلکہ دنیوی زندگی کی اہمیت اگرچہ تو صرف اس کی اذیت کے وہ حریصۃ الخیر یعنی آخرت کی زندگی کو درست کرنا وقت اور مقام ہے۔ تیسرا مقدمہ یہ جان لیا جائے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد یہی ہے کہ انسان جو دنیوی طاق میں پھنسا ہوا ہے اور خواہشات نفسانیہ کی آماجگاہ ہے اسی آخری زندگی کو سنوارنے کے طور طریقے بتائیں۔ نبوت من حیث النبوة صفت علیہ ہے، نیز نبی کے لغوی معنی بھی خبر دینے والے کے ہیں، معنی احکام اللہ کی خبر دیتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جس کو خود علم ہوگا،

وہ دوسروں کو کیا خبر دیگا۔

ان تینوں مقامات کو ذہن نشین کرنے کے بعد یہ سمجھ لیجئے کہ علماء کو دوشہ الانبیاء منسب کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ علم نبوی علم شرع کو کہا جاتا ہے لہذا اس حدیث میں اور دوسری احادیث میں جہاں علم کا لفظ آیا ہے وہاں اس سے مراد علم شرع ہی ہے۔ اور عالم سے مراد علم شرع کا جاننے والا، وارث کو اپنے مورث کی ہر سزا و حکم پر سے حصہ ملا کرتا ہے پس جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت سے حصہ نہ ملا جو وہ وارث بنی بھی نہیں ہو گا۔ اور ظاہر ہے کہ نبوی فنون حاصل کرنے سے علم نبوی اور صفات نبویہ سے حصہ نہیں لیں سکتے۔

(انسان اور علم :

وحی الہی اور رسالت و نبوت کی دولت سارے عالم میں صرف انسان کے حصہ میں آئی، وحی علم الہی کما تارے کو کہا جاتا ہے اور وحی علم دیگر انسانوں تک پہنچانے کے لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کو دیدیا جاتا ہے۔ دوسرے نظروں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ علم الہی کی نعمت سے صرف انسان کو نوازا گیا، گویا علم الہی انسان کی بنیادی خصوصیت اور امتیازی شان ہے اور کسی چیز کی خصوصیت وہی ہو سکتی ہے جو دوسری اشیاء میں نہ پائی جاسکتی ہو۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اصل انسان اس محسوس جسم کا نام نہیں بلکہ اس جوہر کا نام ہے جو ہمیں لوہیت رکھا گیا ہے اور وہ علم الہی ہے۔ ہاذا میں پلاسٹک کی بنی ہوئی انسانی صورتیں چند ٹکڑوں میں بٹ جاتی ہیں۔ اس طرح جو علم الہی سے محروم ہے وہ لاکھ انسانیت کا دعویٰ کرے لیکن حقیقت میں اس کی قدر و قیمت پلاسٹک کی بنی ہوئی صورت سے زیادہ نہیں۔ اسی کے متعلق ارشاد ہے :

گر بصورت آدمی انسان بُدے احمد دیو اجل ہم بچہ ن بڑے

ایکے می بینی خرافہ آدم اند نیستند آدم غلام آدم اند !

از ہر دو جو گور کا فسر پر ملل و اندرون تہ زندائے عشر و بل

اللہ تعالیٰ نے خود و شریعت فرمادی ہے کہ علم و عمل جو انسان کے لئے دو امتیاز و شرف ہے وہ ہر انسان میں اور علم ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب اور عذابِ آخرت سے بچنے کا ذریعہ ہو۔

فرمایا : اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ عَلٰی الْاَفْوَاضِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ وَابْنِ اَنۡ بَحَلۡنَا وَاشْفَقۡنَا مِنْہَا وَتَحَلَّیۡتُ الْاِنْسَانَ اِنَّہٗ كَانَ ظَلُومًاۢ کَاۡفِرًا لِّعَنَ اللّٰہُ الْاِنۡمَانَ فَعَلَاۡنَا وَالذِّفۡفَۡتِ وَالشِّرۡکِیۡنِ وَالمُشْرِکِیۡنِ وَتَوَبَّ اللّٰہُ عَلِی الْمُؤْمِنِیۡنِ وَامَنُوۡمُنۡتِ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا

آیت کی تفسیر سے قبل اس کے الفاظ کی تشریح ضروری ہے۔

عصرض :	استحسان استعداد و صلاحیت
امانتاً :	علم و عمل
اہلہ :	فقدان صلاحیت و استعداد
حاصل :	وجود صلاحیت و استعداد
ظاہر :	عدم العمل بعداً من شأنہ ان یکون عاملاً
بہل :	عدم العلم بعداً من شأنہ ان یکون عالماً

خلاصہ تفسیر :

انشرقانی نے علم و عمل کی امانت کے لئے پوری دنیا میں سے صرف انسان کو ایسے منتخب فرمایا کہ اسے سوا دوسری کسی مخلوق میں اسے عمل کی استعداد و صلاحیت نہ تھی اللہ سبحان و علو نے اس کی تخلیق کی۔ یعنی علم کا سکنت اسے بنایا جاسکتا ہے جس میں فی الحال علم موجود نہ ہو مگر بالقوة استعداد و صلاحیت ہو، ایسے ہی عمل کا حکم اسے دیا جاسکتا ہے جس میں حال میں عمل نہ ہو مگر بالقوة عمل کی استعداد موجود ہو، اگر زمانہ حال میں علم و عمل موجود ہے تو اس کا حکم تحصیل حاصل ہے۔ اور اگر استعداد ہی نہ ہو تو وہ تکلیف الایمان ہے اور یہ دونوں امر باطل ہیں، غرضیکہ انسان میں علم و عمل بالفعل موجود نہ تھا مگر اس کی استعداد موجود تھی اور دوسرے کسی مخلوق میں اس کی استعداد ہی موجود نہ تھی اس لئے شرف امانت کے لئے انسان کو منتخب فرمایا گیا۔

لیفذاب الآیہ میں لام عاقبت کے لئے ہے یعنی انسان کے عمل امانت کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعض اللہ تعالیٰ کی رضا کے مستحق ہوئے اور بعض عذاب کے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ یہاں امانت سے وہ علم و عمل مراد ہے جو صرف انسان کا خاصہ اور بخلۃ امتیاز ہے اور ظاہر ہے کہ وہ علم دین ہی ہے۔ اس لئے کہ دنیوی علم و عمل میں انسان کے ساتھ ہر جاندار شریک ہے۔ علاوہ ازیں لیفذاب الفی میں بھی اس کی صراحت ہے کہ یہاں وہ علم و عمل مراد ہے جو آخرت میں کام آنے والا ہو اور وہ علم دین ہی ہے۔

یہ امر اہل اسلام میں متواتر مسلم اور بدیہی چلا آ رہا ہے کہ اصل علم صرف علم دین ہی ہے اور علماء صرف علماء دین ہی کو کہا جاتا ہے مگر اس دور فتنہ میں جس طرح دوسری بہت سی چیزیں

دین اور ستواترات و سنتات کا انکار کیا جائے گا ہے اور اسلام کے بدیہی اور متفق علیہ عقائد میں کوئی شک و شبہ نہ پیدا کر کے انھیں نظری، استدلالی اور مباحث اختلافیہ کی غرست میں لا کر ان پر دلائل اور بحث و مباحثہ کے دروازے کھولے جا رہے ہیں اسی طرح کلمات جدیدہ (نئی روشنی) سے مسموم مسلمان کو آج علم اور علماء کا بدیہی اور پوری اُمت میں مکمل مفہوم سمجھانے کے لئے دلائل کی ضرورت ہے اسلئے ہم اور بعد رکھتے بیان کر دیتے کہ باوجود قرآن و حدیث سے چند ایسے خواہم پٹیں کرتے ہیں جن سے یہ حقیقت بے غبار ہو جاتی ہے کہ یہ مطلق شرع میں فقط علم صرف علم دین ہی کیسے استعمال کیا جاتا ہے

(۱) انظر هذا الامانة على المتعزات والارواح والحيات فاجب ان يجهلوا واشتغل بها وعلما الانسان انما كان ظاهرا مجموعا (۲۳-۷۲) وفسر آیت کی تشریح اور گزرتی ہے اس کی اہمیت کے پیش نظر اسکا مادہ کیا گیا ہے۔

(۲) فاعلم انما بالان لا الله واستغفر الله والله متبعين والظنون من (۳۶-۱۰۹)

اس آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی وصال سے آپ کی اُمت کو شرعی علم و عمل کی تفصیل کا حکم دیا گیا ہے۔ امام بخاری و دیگر ائمہ تعالیٰ بابت علم قبل انقول وامل کے تحت اس آیت کو کفر کرتے ہیں، فقہاء بالعلم وقال الحافظ رحمه الله تعالى اي حيث قال فاعلم انه لا اله الا الله فهو قال واستغفر الله والصلابة والى كل من اللعين صلى الله عليه وسلم فهو متنازل لا اله الا الله مفيد ان من علمه علمه الاية من فضل الله كما اخرجوه ابو نعيم في حلية في نسخة من طريق الترمذي (ان فاعلم حقا لا كما قاله الترمذي انه بداهة فقال اعلم ثم امر بالعلم ومنه قوله متنازلا بل ما يشبه المتكلمين من وجوب المعرفة (فتح الباري ص ۱۳۳))

(۳) انما يغشوا الله من عباده العلماء (۳۵-۴۸)

فالله حافظ رحمه الله تعالى انما يغشوا الله من الله من علم قدره وسلطانه وهو العلماء قاله ابن عباس رضي الله عنهما (فتح الباري ص ۱۱)

حبر اُمت وفسر المتعزات حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ہمارے کتب کو تفہیم فرمایا ایسے لوگوں میں جن کے قلوب معرفت و خشیت اللہ سے معمور ہیں۔

(۴) وقالوا لا يغشوا الله من عباده العلماء (المسجد النوراني) والذين علموا به من الله ورضوا به وما يغشوا الله ولا يجوز عظمتهم وقد رزقوا وخشوا حتى خشيتهم ومن ازداد به علما ازاد من خوفه ومن كان عالما به كان أمرا وفي الحديث اعلمكم

بانت اشد کلمہ خشیتہ و قال رجل للشعب من اهلنا ان الله تعالى لي الوحي خشية الله عز وجل القادر على
 (۵) وقالوا لو كنا نسمع او نعقل ما كنا في مصعبات السعير (۲۴-۱۰)

قال لما نظر الله تعالى وخلق اوصياف اهل العلم والعباد وكنى من اهل العلم
 علمنا انما يجب علينا فعملنا به فنجوزنا (فتح الباری ص ۱۰۰)

(۶) قال العیض رحمه الله تعالى في نفسه قوله تعالى لو كنا نسمع او نعقل لارتدنا
 لو كنا من اهل العلم انما من اهل النار وشر قال انى لم يرد من العقول وعلومها فان كان
 لو كان لهم العلوم داخل النار (عقار القاری ص ۱۰۰)

(۷) واما الامثال فمما يضر بها الناس وما يعظمها الا المؤمنون (۲۹-۲۳)
 قال العیض رحمه الله تعالى ان مما يعظم الامثال الصلوة والصوم والاعمال الصالحة يقولون
 عن الله عز وجل يا ايها الذين آمنوا ان الله يذبح وسعكم فلا تهابوا الآية فقال العالم
 الذي عقار عن الله تعالى بطاعته واجتنابه يتعظم (عقار القاری ص ۱۰۰)
 (۸) وقال رب زدني علما (۱۱۳-۱۱۲)

قال لما نظر الله تعالى واهم الى الازمنة في فضل العلم كان الله تعالى لو لم يؤمن به رجل ثم
 عليه وسلم يظن ان الدنيا من شئ ما الا من العلم انما زاد من العلم العلم انما يزداد من العلم
 ما يجب على المكلف من امر دينه في عبادة وعبادته وعلوم بالعلم وعبادة وما يجب له من
 القيام بالعبادة وتزجي من النعمان وعبادة وعبادة عن التقدير والعبادة والعبادة (فتح الباری ص ۱۰۰)
 (۹) فوجئوا بعدا من بعدا وانا اذنا في رحمة من عندنا وعلينا كما من لنا ما عفا (۱۰۸-۱۰۵)

يما لم يسم علم الامور والما كاشف مراد به جو شرفي علم وكل من راسخ في مرتبة هو ما
 قال العیض رحمه الله تعالى انى لا يكتفى به ولا يقادر قدره وهو علم الغيوب
 واما العلوم الخفية (وشر قال) قال العیض رحمه الله تعالى انى لا يكتفى به ولا يقادر قدره وهو علم الغيوب
 في كتابه المسمى بالذوق المشهور في بيان رتب العلوم المشهورة والعلوم اما انما علم التسميات الذي
 وضع القوم فيه رسائلهم فهو نتيجة العلم بالكتاب والسنة (روح المعاني ص ۱۵)

(۱۰) وقال الذين ارتدوا عن العلم وعلومكم ثواب الله خير لمن آمن وعمل صالحا ولا يذوقها

الا انما يردون (۲۸-۸۰)

اس میں دنیا داروں کے مقابل میں فناء دنیا کا استعمال اور فکر آخرت رکھنے والوں کو ان کا

کتاباً ہے۔

قال العلامة الأوسى رحمه الله تعالى وقال الذبيح أبو العلم بأحوال الدنيا والآخرة
كما ينبغي ونهروشم عليه السلام وإنما يريدون بأمره خائب الآخرة سببها على الله العلم
بأحوال الدنيا ينبغي الأحرار من الله تعالى ولا يزال على الآخرة حتمه وإن فعلت من
ليس إلا لعدم علمهم بها كما ينبغي (ولا يلقاها) (آل القهارون) على الحقائق يعرفه من
الفتنات (روح المعاني ص ۲۰)

(۱۱) ولقد أتينا داود وسليمان عليهما السلام

أى أتينا كل واحد منهما طائفة من العلم لا تفتنه من علم الشرائع والأحكام ولا يفتنه
من علم الغيب بل كل منهما أكفئ له من علمه وخلق العلم وخصه بما فائق بعلم الفناء وابن عطاء
بالعلم بالله عز وجل الفصل الأول ما ذكره من أسرارنا (روح المعاني ص ۱۹)

اسم الزلفاء علم کو صنعت ابوس: در منطق الطیر کو شمال تسلیم کر لیا جائے تو بھی ہمارے
مذہبی کے خلاف نہیں بلکہ اس کے لئے توحید ہے کیونکہ حضرت داود و سلیمان علیہما السلام کو یہ دین
علوم بطور معجزہ عطا فرمائے گئے تھے جو ان کے ساتھ بخش تھے، اور معجزہ سے اسلام کی حقیقت کا
انہما مقصود ہوتا ہے۔ لہذا جو علم بطور معجزہ دیا گیا وہ نتیجہ کے لحاظ سے علم شرع میں داخل ہے،
(۱۲) ولقد أتينا داود وسليمان عليهما السلام

(۱۳) ففتحنا داود وسليمان عليهما السلام

(۱۴) قال الذبيح أبو العلم بأحوال الدنيا والآخرة
یہ کافی خود حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں یا آپ کے کوئی خادم یا کوئی فرشتہ ہر صورت میں
حضرت سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے لہذا یہاں علم سے علم الہی مراد ہے۔

(۱۵) واوتينا العلم من قبلها وكنا مسلمين

یہاں علم سے اللہ تعالیٰ کی معرفت، حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت اور اسلام کی حقیقت
کا علم مراد ہے۔

قال العلامة الأوسى رحمه الله تعالى واوتينا العلم بكمال قدره الله تعالى وصحة
نورہ: اے توبہ) وکنا مؤمنین من والک الوقت (روح المعانی ص ۱۹)

(۱۶) قال الذبيح أبو العلم بأحوال الدنيا والآخرة

قال العلامة (الرحمۃ) ربه الله تعالى (هل يستوی المؤمنون فیہم من یقتلون
 عنہم ویقتلون) البلی بحمد اور کذا بحمد. ومن الزحف زید جود رحمہ زحف (والذین لا یسلمون
 فیہم من یقتلون یقتلونہم وضلارہم) (فی قوله) وجہہ مما ذکرہ انہ اراد بالذین یقاتلون الذین
 من علماء الدیانۃ (شوقا لہ) وانہ العلم الذی لا یقترب علیہ العلم لیس بعلم عنہ الله تعالی (فر
 قال) وحزب الذین یسلمون علیہم انہ مذہب من علماء الی یانہ علی ما سمعت قال لا یقول فیہم یقتل
 قویہ لکن خبر القاسۃ (روح المعانی ص ۳۲ ج ۲۳)

والی ہذا الایۃ ثم این درین فی آیات لہ

اهل الارض وھل بالذین انھم	واددھم فی اللہ ذی الارحام
اھل یتیم، صالحین ذی النعم	شمر الوجوہ ذرین کل مدبر
یسعوی فی طلبہ لحن یشہ جفۃ	وتوقرو مسکینہ وحبیبہ
لھم المہابۃ والعلیۃ والنفی	وفضہ ثلث جنت عن الاحصاہ
ومن اوما تجوی بہ اقلھم	ارواح و انھم من وہم الشہام
یا ظاہی علم النہور وھم	ما استقر و ما صکو بسوا

(۱۰) ولقد اتین القمان الحکیمۃ (۱۳-۱۲)

قالہ اللہ تعالیٰ رحمہ یثرت الحکیمۃ نقی ارقی خیرا کثیرا ہ وذل رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم
 من روح اللہ ہ خیرا یقفہ فی الی بن نیمیہ نکاک حکمت سے مراد تعقی الذین ہے۔
 قال الامام ہی عبودۃ عن توفیق العسل بالعلم فہ قالہ وذل اردنا یخذلہ اجماعا علی
 فیہ حکمہ اللہ تعالیٰ فنقول حصولہ لعل علی وفوق المدنی (روح المعانی ص ۳۲ ج ۲۱)

(۱۱) وانما علمنا علما ونکوی اکثرنا امری لا یعلمون (۱۲-۱۱)

فی لمعلما ایلہ بالوجہ ونصبہ الاولیۃ حیث ھو یعتقد فی بحار وین مع مقدار
 حتی یبغی الخلف فی رأیہ عند تحلف الاشرار حیث یبغی الخلف بانہو یعدی عنہم من
 اللہ یعنی خشا فکانت الخلف کذا قالہ (روح المعانی ص ۳۲ ج ۲)

وقی یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین امنوا العلم ورجات (۵۸-۱۱)

قالہ العیض رحمہ اللہ تعالیٰ والنص یرفع اللہ الذین امنوا وذل العلم الذین
 امنوا فقط ولم یوقوا العلم ورجات فیہم اذا فعلوا ما امر بہ (مدلۃ القاف ص ۲۲)

یرواہ بخاری یفہمہ فی الذی فی الاستاذہ حسن کان فیہ یخبر عنہ عبد المجید بن عبد الخدیج بن عبد الوہاب
عن حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ موقوفاً ورواہ ابن نعیم بن عبد بن قویۃ ووفی الیاب
عن ابن اللہ وادنیہ وخلق یقولون من جملہ من کلام الخیار والحق فیہما العشرۃ فیہما
الیٰ انہما من الازلیۃ وورثہم من سبیل التفسیر فہما (بخاری مش ۱۳۰)

حدیث مذکور سے جیسے یہ ثابت ہوا کہ اصطلاح شریعت میں صرف علم دین ہی کو علم کہا جاتا ہے۔
اسی طرح یہی معلوم ہوا کہ علم دین صرف وہ مختبر ہے جو حضرات انبیاء اکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور
انکے وارثین علماء عظام سے بالمشافہہ علم تعلیم کے ذریعہ حاصل کیا جائے یہ حدیث یہ جمل کے ان
متجددین کی جزا میں کاٹ رہی ہے جو کچھ پیشین گوئی زبان سے مولوی واقفیت حاصل کر کے نہ صرف
عالم کلمہ مفسر و مجتہد اور مکرر اسلام بن گئے ہیں۔ لہذا یہ حذیم اسناد عزیز و معتبر ہے۔

(۱۲۰) قال العیسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرحہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم انما العلم بانفسہ بانفسہ بانفسہ
العبید وتسلط الایمان وفی بعض النسخ بالسلام ای نیریل بعض النسخ انما یعلمون انفسہم بالایمان
الصلوٰۃ والسلام علی سبیل التعلیم انفسہم فیہم من ان العلم لا یطوّر الا بالعلم بالشرعۃ والحدیث والایمان
وجوز العلم بالانفس والایمان فی التفسیر فی الحق (بخاری مش ۱۳۰)

(۱۳۰) عن ابی الشیخ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من
انما یطوّر العلم ان یطوّر العلم بالشرعۃ والحدیث والایمان والایمان فی التفسیر فی الحق (بخاری مش ۱۳۰)
ابن مسعود (بخاری مش ۱۳۰) وعن سائر عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول علم ینفخ الجہنم (بخاری مش ۱۳۰)
وعن علی بن ابی حمزہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول
انما العلم لا یطوّر الا بالعلم بالشرعۃ والحدیث والایمان والایمان فی التفسیر فی الحق (بخاری مش ۱۳۰)
یرواہ عن ابی ہریرۃ عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من

دروہی محمد والظہری عن حدیث ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انما العلم لا یطوّر الا بالعلم بالشرعۃ والحدیث والایمان والایمان فی التفسیر فی الحق (بخاری مش ۱۳۰)
ابن مسعود (بخاری مش ۱۳۰) وعن سائر عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول علم ینفخ الجہنم (بخاری مش ۱۳۰)

ان روایات سے ثابت ہوا کہ قرب قیامت میں علم مرتفع ہو جائیگا۔ حالانکہ علوم دنیویہ اور دینی
ترقی پذیر ہیں البتہ علم دین و دوزخ و زہم ہوتا جا رہا ہے۔ سبب علم کی فراوانی و مطبوعات کی کثرت اللہ
تعالیٰ نعت کی بھرمار کے باوجود علم کی حقیقت اور اس میں تعمق بہت سہولت سے زوال پذیر ہے۔

علم عقل کی روشنی میں

عقلی حیثیت سے بھی اگر دیکھا جائے تو علم سے دنیوی علوم مراد لینا کسی طرح بھی صحیح نہ ہوگا جس کی مستند وجوہ ہیں۔

① نظرِ شرع میں علومِ شریعیہ کے مقابلے میں دنیوی علومِ صنعت و غیر اتنے اہم نہیں کہ ان کو علم کہا ہی نہیں جاسکتا، اس لئے کہ پوری کائنات کی وہ تخلیق یہ ہے کہ انسان ان سے استفادہ کرے بقولہ تعالیٰ ھو الذی خلق لکم مافی الارض جمیعاً جب سب چیزیں انسان کے لئے بنائی گئی ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ خود انسان کی وہ تخلیق کیا ہے؟ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے بقولہ تعالیٰ وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون ہ سو معلوم ہوا کہ ساری عالم کی پیدائش سے اصل مقصد عبادت ہے اور عبادت کا علم علمِ شرع ہے پس علم کا نرسد کامل چونکہ علم دین ہے اس لئے علی الاطلاق جب علم کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے علمِ دین ہی مراد ہوتا ہے، لیکن جب قرآن و حدیث میں علم کا لفظ علی الاطلاق آتا ہے تو اس سے علمِ شرع ہی مراد ہوتا ہے ② فرسوجودات میں علم سے اللہ علیہ السلام کی بعثت کا مقصد اُسور دنیا کی تعلیم نہیں بلکہ اُسورِ مطلقہ بالآخرت کی تعلیم ہے اس لئے آپ کی اصطلاح میں علم سے مراد بھی وہی ہوگا جو آپ کی بعثت کا مقصد ہے۔

③ جو علم انسان کا خاصہ ہے وہ علم دین ہے، کیونکہ صرف علم دین ہی میں انسان کی انفرادیت ہے، دوسرے علوم میں انسان کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ ہر حیوان دنیوی علوم کو بعیدِ ضرورت جانتا ہے، بلکہ انسان سے زیادہ جانتا ہے اور کئی علوم انسان نے حیوانات سے سیکھے ہیں چنانچہ ذیل میں ہم کئی مثالوں سے ان حقائق پر روشنی ڈالتے ہیں۔

سیاہست ۱

سیاست اور اعلیٰ اُسور میں انسان دین جانوروں پر برتری کا دعویٰ نہیں کر سکتا، شہد کی بکھیاں جب چھتہ بناتی ہیں تو اسیں پشت پہلو سوراخ اور غائے بنا کر اپنے قلعہ کی تعمیر کرتی ہیں، اس قلعہ کی تعمیر اس طرح ہوتی ہے کہ ایک حصے میں شہد بنایا جاتا ہے، ایک حصے میں بچے جتے ہیں اور ایک حصے میں بڑی بکھیاں رہائش پذیر ہوتی ہیں، نیز ان کا ایک میر بھی

جہانگیر جس کو عربی میں یسویہ کہتے ہیں وہ ان سب کی رہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ اگر ایک کبھی کسی زہریلے پتے پر چڑھ کر اسکاڑی شہد میں مارنے کی کوشش کرتی ہے تو فوراً اسے مار کر دے گا سر کاٹ دیا جائے گا، شہد کے کسی پتے کے پاس جا کر دیکھے کسی کا سر کاٹا ہوا اور کسی کی مکڑ ٹوٹی ہوئی ملے گی۔ پھر امیر کی اطاعت کا یہ عالم ہے کہ مجرم کو سزائے موت دینے پر دوسری کھیتوں میں بغارت یا انجی-ٹیشن کا جذبہ نہیں ابھرتا۔

سیاست میں نظروں کی تعلیم اور اطاعت تو قابلِ تقلید ہے، جب سب عینیں سو جاتی ہیں تو ان کا امیر ایک ٹانگ پر ساری راست بھیل میں گمراہ ہو کر رہ جاتا ہے، خطرے کی صورت میں آواز لگاتا ہے۔ پہلی ہی آواز پر ساری قوم خطرے سے آگاہ ہو جاتی ہے اور سب پر توئی پڑتی دوسری آواز پر ریزہ ریزہ شروع کر دیتی ہیں۔ امیر سب کے آگے آگے چلتا ہے اور باقی عینیں دوطرفہ بنا کر پیچھے پیچھے آ رہی ہیں۔ امیر جہد کو رخ کرنے اور کو باقی قوم پہل دیتی ہے اس سے اسکا ایک دوسرے پر کامل اعتماد بھی ظاہر ہے۔

آج کی تمدن دنیا اس سے بڑھ کر عظیم سیاست کا مظاہرہ کر کے دکھا دے۔

طب قدیم و جدید

① طب قدیم و جدید دونوں علمِ اعتقاد (حقیقہ اور علمِ تصحیح و انجمن) میں ایک جگہ کی رہیں منت ہیں۔ حکیم جالینوس نے کسی پتے کو پریشانی کی حالت میں دیکھا تو محسوس کیا کہ اس کے بیٹ میں درد ہے، تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے جگہ نے جو پتے میں آپ لگیں بھرا اور اسکی تشقید میں داخل کر دیا جس سے اس کو کھل کر اجابت ہو گئی اور درد جانا رہا، جالینوس کو ان پر آیا تو ایک قویع کا مرین آپ سنا، جالینوس نے اس پر جگے سے حاصل کردہ حکمت کا تجربہ کیا جو بہت مفید ثابت ہوا، جالینوس نے جگے سے عملِ اعتقاد دیکھا اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے طب جدید نے انجمنشاریا دیکھا اسی لئے انجمنش کو عملِ الطائر کہا جاتا ہے۔ غرضیکہ طب جدید طب قدیم دونوں جگے کی مشاگر رہی۔

② حضرت قاری محمد فیض صاحب مدظلہ نے اپنا چشم دید واقعہ بیان فرمایا، لکھتے ہیں کہ تقسیم سے قبل مجھے ایک ہندو ریاست اندر لگہ میں بارہ جانی کا اتفاق ہوا، وہاں میرے چھ اعزاء اپنے عہدوں پر مستاز تھے، اس ریاست میں ہندوؤں کے مارنے کی ممانعت تھی اس لئے

بندوں کی تعداد ہزاروں کی حد تک تھی، بندوں کی جہالت میں شرارت اور چالاک کی فکر اور فتنہ داخل ہے اس لئے وہ کافی نقصان کرتے تھے۔ کبھی برتن اٹھا کر بھگ جاتے کبھی پتھر اٹھا بیٹھتے سر لٹے ایک بار ہم نے سوچا کہ کوئی تدبیر کر لی جائے، اس لئے ہم نے ایک روپے کا سنگھیا خریدیا اور اسے آٹھ میں دیا اور دو تیاں بکوا کر چھت پر پھیلا دیں تاکہ وہ کھائیں اور مرتے جائیں، اس لئے ہم روٹیاں چھت پر ڈال کر خود ایک گوشے میں بیٹھ کر منتظر رہے کہ اب بند و اگر ان روٹیوں کو کھائیں گے اور مرتے گئے، کچھ بند راکے لکر ان روٹیوں سے دُور کھڑے ہو کر دیکھنے لگے یہ کیا سبب عادیہ پیش آیا کہ روٹیاں بکھری ہوئی پڑی ہیں یقیناً اس میں کچھ بات ہے ورنہ روٹیاں یوں نہیں بکھری جاسکتیں اس لئے روٹی کو طور سے دیکھا پھر سونگھا، بالآخر انہوں نے روٹی کو ہاتھ نہیں لگایا، درجئے گئے، ہم سمجھے کہ نہ ہیر نیل ہو گئی تھیں بندوں کا یہ چالاک قافلہ جاکر پھر اپنے ساتھ اور بندوں کو لایا اور چورہ بندہ سولے بندران کے ہمراہ آئے اور روٹیوں کے ارد گرد گھیر ڈال کر بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد ایک آگے بڑھا اور اس نے روٹیوں کو سونگھا، پھر دوسرا آگے بڑھا اس نے ایک روٹی توڑی اور اس کے ٹکڑوں کو سونگھا اور روٹیاں چھوڑ کر سب بھاگ گئے۔

اب میں یقین ہو گیا کہ یہ سب کچھ سمجھ گئے ہیں اور ہماری ساری تدبیر ناکام ہو گئی اس کے علاوہ ابھی دیر بعد تقریباً ساٹھ ستر بندوں کو ایک قافلہ لایا اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایک ٹپنی تھی جن میں برے برے پتے تھے انہوں نے مکر چلے تو روٹیوں کو توڑا، ان کے ٹکڑے کئے گویا پوری جماعت میں یہ اصول پیش نظر تھا کہ سب

نیمہ نالے کچھ خود مرد خدا

بذرا در دیشاں گشتہ نیمے دگر

بندو ہانٹ تو مشہور ہے، آخر کار انہوں نے وہ ٹکڑے باہم بانٹ لئے اور ہر ایک نے ایک ایک ٹکڑا کھا کر اوپر سے وہ پتے چبا لئے جو ہر ایک اپنے ساتھ لایا تھا، اور وہ نالے ہوئے چلے گئے اور ہم دیکھتے رہ گئے، اپنا تا بھی گیا، کچھ تو پہلے ہی جا چکا تھا اور اُس سے دانت بھی منسلک ہوا تھا۔

اب بھی اگر انسان اپنا یہ گمان ظاہر کرے کہ ہم سبیب ہیں اور غریبوں کے خواہم جاننے میں تو یہ غلط ہو گا کیونکہ بندہ کبھی تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم سبیب ہیں ہم بڑی بوڑھوں سے مل کر کرتے ہیں، بلکہ ہر ملک کا تریاق ہم کو معلوم ہے، ایسے ہی دیگر جانوروں میں بھی مدد اور اقبال موجود ہیں۔

اگر انسانوں کے ممالک اور جانوروں میں کچھ فرق ہے تو صرف اتنا ہو سکتا ہے کہ انسان کو زیادہ
دوائیں معلوم ہیں اور ان کو کم، مگر اس سے انسان کی بڑائی ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ ان کو انسان
کی نسبت، اعراض بھی تو کم پیش آتے ہیں غالباً وجہ یہ ہے کہ عام انسانوں سے عام جانوروں کو
اصول طب زیادہ معلوم ہیں، اکثر جانور غلط، تقدم کے اصولوں پر عمل کر کے بیماری کو روک دیتے ہیں
اس طرح سے ضرورت دوائی باقی نہیں رہتی۔

اسی طرح سب حیوانات، جن فطریں بھی سفر اور مفید چیزوں کا علم رکھتے ہیں، اگر کوئی مضر
چیز کسی دہ سے اندر چلی جاتی ہے تو ان کو اس کا فائدہ بھی معلوم ہے چنانچہ کتا کوئی مضر چیز
کھا لیتا ہے تو وہ کسی طرح سے تھک کر کے اسے نکال دیتا ہے۔

ہم نے حضور نے کوہِ دیکھا کہ سندھ میں لگام ہرنے کی حالت میں لگاس کھا رہا ہے، اس کے
سندھ میں لگاس کے اگلے ہوئے نکول میں اگر کوئی ایک تنکا اس کے لئے مضر ہوتا ہے تو وہ اسے
لگام سندھ میں ہونے کے باوجود ان اگلے ہوئے نکول میں سے نکال دیتا ہے۔

حفظِ صحت

علمِ حفظِ صحت کے اصول ہیں سے ورزش بہت اہمیت رکھتی ہے اور اس کا
دستور سب جانوروں میں مشابہہ کیا جاتا ہے۔ لوگ آسمنوں کے موجود اشیا یعنی آویلوں کو جاندار
کی حرکات کو غور سے دیکھ کر اس کی ورزش کا طریقہ دیکھتے تھے، اس طرح انسان نے جانوروں سے
چوراہی لاکھ آسن سیکھے جو ان سے صرف چوڑی آسن مشہور ہیں،

تعمیرات

ہر جانور اپنی حیثیت کے مطابق اپنے لئے محفوظ اور آرام دہ مکان بناتا کرتا ہے اور دی
گرمی، بارش، آندھی اور دشمنوں سے حفاظت ان سب چیزوں کی رعایت ان کے مکان میں ہوتی ہے
گویا کہ دشمن سے حفاظت کے لئے ایک طرف مضبوط خانہ طائر ہے تو دوسری جانب سردی، گرمی کی
شدت سے حفاظت کے لئے آنر کنڈیشنڈ، زبور کا بنانا ہر مکان اس کی وضع مثال ہے۔
تیار یا کاکوئلہ دیکھئے اس کی بنائی کو دیکھئے کیسی بہترین بنائی ہے اور یہاں مضبوطی
جو اس کے چھکڑ چلیں، موسلا دھار بارش ہو گیا محال ہے کہ اس کا گھونسلہ شاخ کو چھوڑ دے اور

پھر اس میں اندوں اور پتھروں کی حفاظت کس حد تک ہوتی ہے۔ شہد کی کبھی کارخانہ دیکھئے، بچے دینے کے کمرے الگ اور شہد پیدا کرنے کی جگہ الگ ہے۔ مثلاً کارخانہ بھی اسی قسم کا ہوتا ہے۔

کیمیال

شہد کی کبھی کس طرح سے مختلف درختوں کی پتیوں، پھلوں اور پھلوں سے مختلف قسم کے دوائیں حاصل کر کے کیمیاوی طور پر اس میں کیا تصحیر کرتی ہے کہ وہ بہترین معدہ اللذیہ اور صحت مند غذا کی صورت میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

علمہ الکیمیا :

صحت شائقہ اور طویل مجاہدات کے بعد بعض لوگوں کو فوج نفس اور سریزم وغیرہ میں کامیابی ہوتی ہے مگر حیوانات بدون کسی قسم کے عیاجہ اور شوق کے بعض حالات کو معلوم کر لیتے ہیں چنانچہ حیوانات کے لئے کثیف قبور احمادیش سے ثابت ہے۔

خبر زلزلہ پہما :

ماہرین زلزلہ پہما آج تک قبل از وقت زلزلے کی کوئی یقینی اطلاع نہیں دے سکے، مگر بھیڑ بکری اور دوسرے حیوانات قبل از وقت اسے محسوس کر لیتے ہیں اور چلانا شروع کر دیتے ہیں۔

قوت معلوم فیہ :

آجکل معدنیات کے پیچھے بلوری ڈیٹائی ہوئی ہے، زمین کھود کر ارضی خزانوں کی تلاش میں مصروف ہے مگر آج سے ہزار ہا سال قبل ہم نے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی تھی کہ اسے اپنے لٹ کر کے ہمراہ رکھا کریں اسلئے کہ اسے زمین کی گہرائیوں میں پانی کے خزانے نظر آتے ہیں۔

خبر موسمیات :

بادش اور کبھی وغیرہ کیلئے حکمرانوں کی پیشگوئی بسا اوقات غلط بھی ہو جاتی ہے، ان کا اعلان غالب کی بنا پر ہوتا ہے مگر چونکہ اور دیگر حضرات الارض کو اسکا ایسا علم ہوتا ہے کہ وہ قبل از وقت اپنے اندر اور غذائی مادیات وغیرہ محفوظ مقامات پر منتقل کر لیتے ہیں۔

قوت معلوم فیہ :

سیلاب سے متعلق بھی ماہرین فن کوئی یقینی پیشگوئی نہیں کر سکتے مگر دیاؤں کے قریب

ہے دلے جانور سیلاب سے قبل اپنے اپنے آڑے بچے اور دوسرا سامان دُور محفوظ مقامات میں منتقل کر دیتے ہیں۔

فرق غوطہ زنی :

انسان غوطہ زنی میں کتنا ہی باہر ہو مگر دریائی جانوروں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

فرق نیرنگی :

کون انسان ہے جو تیرنے میں پھللی وغیرہ دریائی جانوروں کا مقابلہ کر سکے۔

فرق پرواز :

انسان کتنی ہی پرواز کرے، پرندوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا، نیز اس انتہائی ترقی کے لئے جس میں بھی کوئی طیارہ یا جہاز بیٹنگ کسی نشان کو سامنے نہ دیکھ رہا ہو محض قطب نما سے زاویہ قائم کر کے سیدھا نہیں جاسکتا، بلکہ مقام مطلوب کا مقام روانگی سے جو زاویہ قائم کر کے چلتا ہے وہ زاویہ وہی مقامات کے درمیان خط مستقیم پر چلنے سے قائم قدم پر بدلتا ہے اسلئے اگر کوئی چیز ایک زاویہ قائم کر کے روانہ ہو تو وہ مقام مطلوب تک پہنچنے کی بجائے قطب منحنی میس کے گرد چتر لائن پر چلی، اس بنا پر زاویہ کی دور سے رفتار کی دو صورتیں ہیں۔

① خط مستقیم کے زاویہ کی نسبت اتنا برازاویہ کھاجاتا ہے کہ جہاز کھٹ کر مقام مطلوب پہنچ جائے

② خط مستقیم کے زاویہ پر روانگی شروع کی جاتی ہے پھر ہر ساٹھ میل کے بعد دائرہ بڑھایا

ایک میل ہوتے اس زنی کو بنگلہ مانا ہے۔

سفر پرندے دور دراز کا سفر بغیر کسی قطب نمائے دور کے براہ راست طے کرتے ہیں، خصوصاً شہد کی مکھی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: *فقد حق من یکن الشرف فاسک سبل رتلا ذلکما اذیہ*، اس سے ثابت ہوا کہ رب کریم کی شان حریت نے شہد کی مکھی کی پرواز کے لئے بہت دُور دراز کے راستے سفر فرما دیے ہیں، مکھیوں کے اہرنی اسکا مشاہدہ بناتے ہیں۔

فرق دھماکا :

میدانات کے دفاعی مکانات کا ذکر وہاں پر گزر چکا ہے، مزید بریں دشمنوں سے اپنی حفاظت

کے طریقے بھی اللہ تعالیٰ نے ہر حیوان کو اللہ فرمائے ہیں۔

فرق کسب معاش :

جہاں تک کسب معاش کا تعلق ہے یہ ایک بدیہی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو ہر معاشیات

ہیں وہ کمال عطا فرمایا ہے کہ انہیں کے ماہر ہی معاشیات کو اس کا عشر عشر بھی نصیب نہیں، نیز حیوانات کو اللہ تعالیٰ نے توکل کی کتنی بڑی دولت عطا فرمائی ہے، اول تو کئی حیوانات ہندے وغیرہ ایسے ہیں کہ وہ کل کی فکر نہیں رکھتے، اور بعض حیوانات جیسے بیہوشی وغیرہ ذریعہ جمع کرتے ہیں تو ان کو بلا ہشیہ بھی خوب معلوم ہے کہ کس جگہ ان کو رکھا جائے تاکہ سردی گرمی کے اثر اور دشمنوں کی ٹوٹ مار سے انکی حفاظت ہو سکے، غرضیکہ اس فن میں بھی حیوانات کو بڑھوں کی عاجل ہے۔

فرق تخریج اوقات :

شرح گو دیکھا ہوگا کہ وہ بغیر ایسی چوڑی حسابی تخریجات کے کس طرح اوقات کا پتہ دیتا ہے، خاص طور پر صبح صلاوت، صبح کا ذب اور آدھی اور تین چوتھائی رات میں تو ضحیک وقت پر باگ دیتا ہے حتیٰ کہ بعض دہاتوں میں رات کے اوقات بالغہ صبحی تحری کا دار و دربار شرح کی آواز پر ہوتا ہے۔

یہ نمونہ دنیوی کی چند قسمی مثالیں ذکر کی گئی ہیں جن کا ہر شخص مشاہدہ کر رہا ہے اور مذہبوں میں حیوانات تو مذہبانے حیوانات کے کن کن کمالات کی اطلاع پاتے ہیں، مہذبہ انکی معلومات سے ہم ہولت زیادہ ہیں غرضیکہ دنیا کے علوم و فنون میں سے کسی کو بھی ایسے اور خود انصاف سے فیصلہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ان علوم و فنون میں کوئی ایسا نہیں جس پر انسان مغرور ہو بلکہ ان تمام علوم میں انسان کے ساتھ میلان بھی نہیں ہے اسلئے قرآن وحدیث میں ہر علم کی تعریف کی گئی ہے اور جسے انسان کا زیور مگر وہ امتیاز برآیا گیا ہے وہ علم ایسا ہونا چاہیے جس میں انسان مغرور ہو اور وہ علم دین ہی ہے جیسا کہ ہم دیکھے وہاں صحت سے ذکر کر چکے ہیں۔

(۳) کسی بھی علم کی شرافت معلوم کی شرافت کی دو سے ہوتی ہے جیسا کہ مٹا اور سوچی کا علم شرافت میں متفاوت ہے، علوم شرعیہ کی معلومات قرآن وحدیث ہیں، اور علوم دنیا کی معلومات صنعت و حرفت وغیرہ ہیں، اور ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث اللہ و رسول کی تعظیم ہیں اسلئے وہ صنعت و حرفت پر شرافت کے لحاظ سے بہت فوقیت رکھتی ہیں تو ان کا علم بھی اعلیٰ دار شرف ہوگا اور حدیث میں اسی معنی و شرف علم کی تفصیل وارد ہوئی ہے۔

(۴) دنیوی علوم کا حصول یہ ہے کہ اس دنیا کی عارضی زندگی سون جائے، گو یا علوم دنیوی عارضی زندگی کا موقوف علیہ ہیں، بخلاف علوم اسلامیہ کے کہ وہ وطن اور پیشہ کی زندگی کا موقوف علیہ ہیں، اور ظاہر ہے کہ جو وطن اور دائمی زندگی کا موقوف علیہ ہے وہ اعلیٰ و اشرف ہوگا۔

(۵) دنیوی علم اپنے ہم جنس انسانوں میں زندگی گزارنے لکھا گئے ساتھ تعلقات اور رابطہ رکھنے کا ذریعہ اور علم آخرت اپنے خالق اور احکام الہی کی تحقیق تعلق اور رابطہ کو استوار رکھنے کا ذریعہ ہے اسی سے علمی رضا

حاصل ہوئی ہے اسلئے ہندہ اور غانی میں جو فرق مرتب ہے وہی علم دنیا و علم دین میں ہے اسی وجہ کی بنا پر علم آخرت کو کامل اور علم دنیا پر شرف حاصل ہے اسلئے جہاں مطلق علم بولا جاتا ہے اس سے اس کا فرد اشرف و اعلیٰ یعنی علم دین مراد ہوتا ہے۔

اصطلاح شریعت میں صرف علم دین کے ساتھ فقط علم کا اختصار اس حد تک عام معسر و نہ مشہور ہے کہ اگر اہل اسلام میں قبل از اسلام کے لئے زمانہ جاہلیت اور کافر کے لئے جاہلی کی اصطلاح عام زبان زد ہے۔ کتب بلاغت میں یہ مثال بحرث مذکور ہے قول الجاہل ایتہ الذہم البقل و شغل الطیبہ المرقعہ ابو جمل مشہور و اشہور ہونے کی وجہ سے بوالکلمہ کے عقب سے معرکات تمام دولت ایمان سے حرمان کی وجہ سے ابو جمل بن گیا۔ عام مقولہ ہے علم کے محض نہ نمایاں جمل است؟
وقال العاصم الراوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۵

فکر کن باشد کہ بکشاید رہے راہ آن باشد کہ پیش آید شے

ذکر یہیں :

حقیقت مذکورہ دانشین سو جاننے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ حدیث میں ذکر یہیں کیا مطلب ؟ یہیں علم رسالت میں بھی علم دین سے عاری تھا اور بعد میں بھی اب تک وہاں سے علم دین کی تکمیل کا کچھ مطلب نہیں بنتا اور نہ ہی آئندہ کے لئے اس کی کوئی توقع نظر آتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اشکال جس طرح علم دین سے متعلق پیدا ہوتا ہے اسی طرح علم دنیا مراد لینے پر بھی ہی اشکال لازم آتا ہے، اسلئے کہ علوم دنیاوی میں بھی جہن کو کوئی خصوصیت حاصل نہیں بلکہ دیکھے مالک کو چین پر ہمیشہ فوقیت دتی ہے۔ بالفرض علوم دنیاویہ میں چین کی کوئی بزرگی تسلیم بھی کر لی جائے تو بھی حقیقت وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی، یعنی کلام حسن ظلم علی الشر ملے کم میں علم دین ہی مراد ہے اور چین کا ذکر صرف مجوسافت میں تمثیل کے طور پر ہے۔ مقصد یہ کہ چین کی تحصیل میں خواہ کتنا ہی طویل سفر کرنا پڑے اور کتنی ہی مشقت برداشت کرنی پڑے تو بھی اس ذریعہ میں تساہل کی کوئی گنجائش نہیں، عام ملاحظہ میں اس قسم کے کلام سے کتب مسافت میں تمثیل مراد ہوتی ہے نہ کہ اس مقام کی تعیین، کما هو ظاهر ملے من تبعم و تذکر فی کلہ ان سہ، و هذا هو الحق العبرہ لمن شاء ان یكون النجیم۔ فقط و اشرف بحمدہ تعالیٰ اعلم۔



كشْفُ الغطاءِ
عن
حقيقة اختلاف العلماء



اختلاف العلماء کی تحقیق

(اقتباس از تقریر روحانیہ صحنہ اریح)

علماء کے اختلاف کا ختم ہو جانا ممکن ہے اور اس کی قضا کئے والا بہت بڑا احق ہے، مسئلے کو علماء کا اجماع صرف اس صورت میں ہو سکتا تھا کہ قرین و حدیث میں ہر شخص کے متفق ہر فصل کی ہر کیفیت کا حکم مضموم ہو، اور یہ ممکن ہے کیونکہ دنیا میں انسان غیر محصور ہیں اگرچہ غیر متناہی نہیں پھر ہر شخص کے افعال غیر محصور اور ہر فعل کی کیفیات اور احکام غیر محصور ہیں اگر کسی مفضل کتاب تائید کر دی جاتی جس میں ہر جزئیہ نہ کو جو خود اتنی ضخیم ہوتی کہ نہ تو اس کی حفاظت ممکن ہوتی اور نہ اس کو نقل کرنا انسان کی قدرت میں ہوتا اور نہ ہی اس سے استفادہ کی کوئی صورت ممکن ہوتی غیر محصور انسانوں میں سے پنہان ملاحظہ کرنا ہی مشکل ہو جاتا، پھر اپنے غیر محصور افعال کے غیر محصور احکام میں سے کسی حکم کو تلاش کرنا ناممکن ہوتا، پس ایسی کتاب کا نال کرنا کہ اس سے انسان استفادہ نہ کر سکے اور اس کی حفاظت سے بھی عاجز ہو یہ ایک عجیب اور افسانہ تعالیٰ میں عجیب کا ہونا ممکن ہے۔ لہذا اختلاف کو مٹانا بھی ناممکن ہے اور ناممکن کی قضا کرنے والا احق ہوگا، پس ضروری ہوا کہ قرآن و حدیث میں جو نکتے کے کوائف نکلیات و کتبہ ہیں جس سے ہر جزئیہ کا حکم مستنبط کیا جائے اور نکلیات سے استنباط میں انسان کی عقل و فہم کا دخل ہوتا ہے، اور انسانوں کی اقوال و مختلف اذہان میں کیا وجہ سے مسئلہ میں اختلاف پیدا ہوا تاکہ بعض دفعہ جزئیہ ایک ہوتا ہے اور نکلیات بھی (فرقین میں مسئلہ ہوتے ہیں مگر اختلاف ان میں ہوتا ہے کہ یہ جزئیہ کس کلی کے تحت درج ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ حج کے پاس کسی مقدمہ میں مدعی اور مدعی علیہ کے خلاف اختلاف کرتے ہیں اصلہ جزئیہ بھی ایک ہے جس پر دونوں بحث کر رہے ہیں اور نزاع تو ان سے اپنے نظریے کو ثابت کرنے چاہتے ہیں وہ قوانین بھی ایک ہی حکومت کے اور فریقین کے ہاں تسلیم ہوتے ہیں۔ اس کے باوجود دونوں وکیلوں میں یوں اختلاف چڑھتا ہے کہ مدعی کا وکیل کہتا ہے کہ خلاف قاضی کی رائے اس جزئیہ میں مدعی علیہ کو سزا دینی چاہیے اور مدعی علیہ کا وکیل یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ جزئیہ اس قانون کے تحت نہیں آتا جو مدعی کے وکیل نے بیان کیا ہے بلکہ دوسرے قانون سے زیادہ مناسب رکھتا ہے جس کے خلاف سے مدعی علیہ بڑی ہوتا ہے۔ غرضیکہ ان دونوں کی بحث میں ہوتی ہے کہ یہ جزئیہ کس کلیہ کا جز ہے اور کونسا قانون اس پر مطبق ہوتا ہے۔ جم شب و روز دیکھتے ہیں کہ دکھائی بخیر اسی طرح جاری رہتی ہیں اور دونوں وکیل حکومت کے خلاف ہوتے ہیں۔ ان کے اختلاف پر نہ ہی فریقین کو اعتراف ملتا ہے اور نہ ہی دوسرے

نوٹ اسے بڑا سمجھتے ہیں اور نہ جانتے کہ اختلاف پر ناراض ہوتا ہے، نہ حکومت انہیں اختلاف سے روکتی ہے بلکہ انہیں خوب بحث کر لیا اللہ دلائل بیان کر چکا مروجہ دیا جاتا ہے، اور جو دیکھیں زیادہ بحث کرنا ہے اسے دلائل سے۔ اسے بعد از دو دنوں میں سے جس کے دلائل کو ترجیح دینا ہے سبکی جانب فیصلہ دیتا ہے مگر دوسرے دیکھ لیں کہ اجازت سب کی جاتی ہے، ورنہ اس کو ضرور دیکھا ہے اور نہ ہی اسے بڑا سمجھا جاتا ہے بلکہ اتنے مقدمات میں پھر اسے یہ موقوف بحث کر۔ کوئی اجازت ہوتی ہے، جیسے یہی مثال ملے گی کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ کونسا کسے منطبق ہوتا ہے، ہمیں ان کا اختلاف ہو جاتا ہے، دنیا میں اختلاف دکھانے کا طریقہ اور بھی کئی قسم کے اختلافات ہم دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں، مثلاً سیاسی اختلاف اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اسمبلیوں میں بعض دفعہ کرسیاں باؤں تک کی توبہ کی جاتی ہے، اسی طرح علمِ علاج میں بھی بڑا اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایورہیتی، ہومیو پتھی، یونانی اور دیگر وغیرہ کے قواعد اصول ہی مختلف ہیں۔ چنانچہ علیہ پتھی میں علاج بالحصہ ہوتا ہے اور ہومیو پتھی میں علاج بالمثل۔ پھر ہر طریقہ علاج میں مرض کی تشخیص اس کے اسباب اور توجہ و ادب اور دوا کی مقدار، دوا کی خوراکوں کی تعداد اور دوا کے طریقہ استعمال میں اختلاف ہوتا ہے، خواہ یک ہی طریقہ کے دو ماہرین کو اپنی دو ڈاکڑوں یا دیکھیوں کو دیکھا جائے تو وہ بھی آپس میں مختلف ہونے لگے گا اس کے باوجود اس اختلاف کو کوئی بڑا نہیں سمجھتا اور اختلاف کرنے والوں پر کوئی اعتراض نہیں کرتا اور ان کے اختلافات کو دیکھ کر کوئی علاج نہیں چھوڑ دیتا بلکہ جن علم یا ڈاکٹر پر اعتماد ہوتا ہے اسی سے علاج کر دیا جاتا ہے۔ علماء کا اختلاف اس سے بہت کم ہے۔ ہر دیکھتا ہے اس لئے کہ ان کے اصول متحد ہیں۔ مثلاً اس اختلاف کو بڑا کرنا جاتا ہے اور علماء کو طعن کا بہانہ بنایا جاتا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہمیں کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کس عالم کی یہ بات، یہ حقیقت میں نتیجہ ہے دینا اور علم دین کی طرف سے ہے تو جی اور بے تعلقی کا۔ علاج جسمانی کی حیثیت ہے اس لئے ڈاکڑوں کا اختلاف علاج سے خارج نہیں بنتا۔ اس کے برعکس، فنی، مراضی کے علاج کی ضرورت نہیں بلکہ جاتی دین کی قلبی سہم، ہمیت نہیں اس لئے اختلاف علماء کو بیلہ بنایا جاتا ہے۔ یہ ایک اس کا بیان تھا کہ اختلاف ہونا لازمی امر ہے اور اس کا نشان ممکن ہے، آگے یہ ہر مضافہ دی ہے کہ اختلاف کی تین قسمیں ہیں، ایک یہ کہ زمین کا نقطہ نظر سے لے کر، ہر شخص یہ خیال کرے کہ جو نہیں جانتا ہوں اس میں دین کا نہ ہے اور فریقِ مخالفت کا جو نظر ہے اس میں دین کا ضرور ہے اس صورت میں جانتیں پر یہ اختلاف فرض ہوتا ہے جس میں ہم نہیں کو ثواب ملتا ہے مگر یہ اختلاف کو چھوڑ دیں تو گناہ ہوئے۔

تو ہم یہ کہ جانب واحد کا مقصد نہ لے لیں جو اور دوسری جانب صحت و تبارہ جوی کی خاطر

کہ سبیل رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہے جس کی طرف آپ کے متبعین یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دعوت دے رہے ہیں۔

۵) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے عَلَیْکُمْ بِشْرُوْی وَ سُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ
 النَّحْوِیِّیْنَ عَدُوٌّ لِّکُمْ بِالْقَوْلِ اِجْمَعُ - شیخی کے بعد سُنَّةُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ کا ذکر
 کرنا اکلوی دلیل ہے کہ سب رسول صلی اللہ علیہ وسلم دی ہوئی جرحِ خلفاء اختیار کریں گے، یعنی یہ عفت
 تفسیری سے، اور اس کے سوا اس کے دوسرے کوئی معنی نہیں ہو سکتا۔

(۵) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ ناجی فرقہ وہ ہے جو مائتہ علیہ السلام کی تعظیم کے مطابق ہوگا، اگر سنسنہ اپنے مفہوم میں صحابی کی مخالفت نہ ہوتی تو صرف مائتہ علیہ السلام کی تعظیم کافی تھا، تعظیم کا لفظ بیکار دہرایا ہے۔

⑥ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ فرماتے ہیں۔ النجوم امینۃ لتسمعوا عنہا فی امضتک
لا تموت (روایہ مسلم)

⑥ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مغفرت نام جو انھیں قرآنی سے بھی ثابت ہے۔ فرماتے ہیں:

وَقَدْ وَدَّ اللَّهُ الْخَشْيَةَ وَالْإِيمَانَ مِنْكُمْ أَنْ تَكُونَ مِنْ الْخَاشِعِينَ وَالْإِيمَانُ مِنْكُمْ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ

مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ دونوں آیتوں کے حوالے سے نتیجہ یہ نکلا کہ اہل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ناجی ہیں۔

(۸) یہ امر عقلاً بھی ظاہر ہے کہ قرآن وحدیث کا مفہوم وہی متعین ہو گا جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سمجھا اس لئے کہ متکلم کی مراد کچھ نہیں چند امور کا مدخل جو تاہم یہ شفا کا بلوغت ہوتا۔ متکلم کی حالت سے ظاہر ہوتا۔ متکلم سے ظاہری اور باطنی قرب ہوتا۔ کلام کے شاہین و دروے واقف ہوتا۔ یعنی یہ کلام کسی نکل اور کسی موقع پر ادا کسی وقت واقع ہوا؟ اور متکلم کے لہجہ کو شننا۔ اس کے ہاتھ اور چہرہ کے آثار کو دیکھنا خصوصاً اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کچھ نہیں تقدیر اور تقویٰ اور ماطن کی طہارت اور اور قلب نہایت ضروری ہے۔

یہ سب امور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بدرجہ اتم موجود تھے۔ اسی لئے جب کوئی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے کسی حکم کی حرا یہ تاکید بیان کرنا چاہتے ہیں تو روایت کرتے وقت یوں فرماتے ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ! یہی وصفت اذانی ورواۃ فیہی۔

ان لوگوں کا دل حق سے اصولی اختلاف ہے جو قرآن و حدیث کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تفسیر کا محتاج نہیں سمجھتے جیساکہ بدر و قرآن کو حدیث کا محتاج نہیں سمجھتا۔

کتاب میں دستِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم قیام کرنے کے لئے نہیں اس جماعت صحابہ کرامؓ
تعالیٰ قسم کو جہاں اللہ سے تعبیر کیا کرتا ہوں۔ اور یہ لفظ مأخوذ ہے۔ لا تلتزموا بحدیثی ولا بحدیث من بعدی ولا بحدیث من
بعث فیکم اللہ سے۔

(۲) جواز اختلاف کی تیسری شرط یہ ہے کہ اختلاف کرتے وقت الایم والایم کا خیال رکھنا
حضرت علیؑ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مابین اختلاف کے زمانے میں یہ ضرور مانے
حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے اپنے کو مطمئن سمجھ کر ایران کے کچھ حصہ پر قبضہ کرنا چاہا جو حضرت
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولایت میں تھا اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فک و دم کو لکھا، واللہ
لن یفلحنا، وترجمہ اے بلادہ یا لعین! لا حظک من امانی، صی طبعک ولا خیر جنک من جمیع
بلادک ولا امنیتک علیک الا ارض بما رحبت، دفع جمیع رسائل العرب وبنی معاویہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہما من مہذب الروم یرید قصد بلاد الشام ایام صفین، مکتب الیہ تاملے لن تمسک
علی یا باغی! لا اعدا لک من ملحقی ولا کوفی مقدّم الیک ولا جلیب القسطنطینیۃ الاحمر رحمۃ
سوداء ولا زعنہ من الملک نزع الامم طفلیۃ ولا زعنہ ارض من الاراضی تری الداد لی
وفی روایۃ کہ گنت تری الخنا نہیں،

فرضیکہ امم اختلاف کے ہوتے ہوئے اولیٰ اختلافات کو چھوڑ کر متحد ہو جانا ضروری ہے۔ اَللّٰهُمَّ
اَلْقِیْہُمْ بَیْنَہُمْ فِیْ قُلُوْبِہُمْ اَوْ اَصْلِحْہُمْ اَنْتَ بَیِّنَاتٌ اَلْقِہُمْ اَوْ اَلْحَقْہُمْ بِقُلُوْبِہُمْ اَوْ اَصْلِحْہُمْ

رشید احمد

ادارہ شباب سنہ ۸۶، بحری



تَنْبِيهُُ الْمَغْضَلِينَ
فِي
بَيْتِ التَّافُضِلَيْنِ الْمَمْلُوكَيْنِ



اس نے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ہجر کر لائی مگر پانی نکالا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے پانی نکلا جب آپ نے ایک پیالہ میں ہاتھ دلا تو پانی کا نور پھوٹ پڑا۔ پھر سے پانی نکلا کچھ بعد میں، پھر اس سے تو پیشے نکلے ہی رہے، انھیں اس سے یعنی انسان کی ہڈی اور گوشت سے پیشہ جاری ہو جائے گا کہاں ہے۔

(۲) گوہر پاشا نے تالی کی نقل دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام پر ہوش ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عرض پر تشریف لے گئے اور بلا حجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھا مگر بیوش نہیں ہوئے۔

(۳) موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو فیکر فاسدھے تھے کہ فرعون کے لڑکے نے قاتل کیا، بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ سامنے دریا نے نیل ہے اور پیچھے فرعون کا لشکر ہے تو گھبرائے۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ معی رہے سبھدیتے۔ اس کلام میں ایک شخص تو یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے نفس کو غلاب پر مقدم کیا اور اس پر کہ دیکھ کی سمیت صرف اپنے ساتھ بیان کی اور قوم کو چھوڑ دیا۔ اس کے برعکس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غار تور میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے جواب میں فرمایا لا تحزنوا اللہ معنا اس میں افغانی کے لفظ کو مقدم فرمایا اور معنا کہ کہ سمیت اللہ کو عام رکھا صرف اپنے ساتھ شخص نہیں بچا۔

(۴) حضرت نوح علیہ السلام نے بہ دعا کہے مادی قوم کو غرق کرادیا اس کے برعکس طاف نوح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے کہ اگر حکم ہو تو میں ان لوگوں کو ان دو پہاڑوں کے درمیان پھیل دوں۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں جبرئیل کا میں بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

یہ وجہ ترجیح اگر صحیح ہو تو بھی ان کا اس طریقہ سے بیان کرنا جائز نہ ہوتا اس لئے کہ آپ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی تعقیب ہے۔ ایک بھائی کی تعریف یوں کی جائے کہ وہ اس کے دوسرے بھائی کی تعقیب ہو تو باعث مسرت ہونے کی بجائے عیظ و غضب کا سبب ہوتی ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ وجہ فضیلت جو ادر بیان کی گئی اس کی ذمہ نگاہ ہے۔

(۱) اس میں موسیٰ علیہ السلام کی بھی تعقیب ہے اور ساتھ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تعقیب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی تعقیب تو ظاہر ہے کہ وہ سچرہ جسے اللہ تعالیٰ نے بار بار بطور امتحان ذکر فرمایا اس کے متعلق یہ کہنا کہ کوئی بڑی بات نہیں کتنی بڑی جرات ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعقیب یوں ہے کہ کسی روایت سے یہ ثابت نہیں کہ آپ کی انھیں سے پانی نکلا بلکہ حقیقت اس واقعہ کی یوں ہے کہ آپ نے پانی میں ہاتھ رکھا جس کی برکت سے وہ پانی زیادہ ہو گیا اور انھیں کے درمیان سے اُبھرتا ہوا انحرار باخشا تو معجزہ کا دعویٰ کر کے اسے ثابت نہ کر سکا سو جب تعقیب ہے۔ لہذا یہ وجہ ترجیح بطریقِ دوستی نادان کی حیثیت رکھتی ہے۔

(۲) گھر میں بیٹھ کر کوئی بات کر لینا سہل ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ خصم کے سامنے بات کر رہے غور
 بجے کہ اگر ہم کسی وجہ تریح کسی بیوہ کے سامنے بیان کریں اور وہ جواب میں یوں کہدے کہ ہاں ابی
 اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر بیوہ ہوا اور مٹھا نا ہی ایک دھندہ جبریل علیہ السلام کو دیکھ کر بیوہ ہو گئی تو ہم
 اس سوئے ذمہ کے اٹھ کیا جواب ہوگا؟ حقیقت یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کو تحمل عالم دنیا میں ہوتی
 تھی اور عالم دنیا کے قوی ضعیف میں جو تحمل الہی کے قعر نہیں ہو سکتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جبریل علیہ السلام
 کو دیکھ کر بیوہ ہونا اسی وجہ سے تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سراج پر تشریف لے گئے تو آپ کو
 دہان کے حالات دکھانے کے لئے اُس عالم کے مناسب قوی عنایت کر دیئے گئے تھے چنانچہ معصراج
 سے قبل آپ کا شوق حدود اور غسل مبارک اصرام اسی لئے کیا تھا کہ آپ میں عالم الہی کی قوت پیدا ہو جائے
 لہذا ایک عالم کو دوسرے سے قیاس کرنا محال ہے اور پھر قصہ سراج میں عرض سے قیاس کرنا اور پھر
 بہت سی فراقات ایسی بتائی جاتی ہیں جو اصولی شریعت کے خلاف ہیں اور روایت باری تعالیٰ میں مذکور
 رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں من زعمتہ ذی وقتہ فقد اظہم عنی اللہ الغریۃ
 (۳) یہ ایسی ظنی ہے کہ کسی میں بھی مصنفین بھی جسد ہو سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 اور نبی علیہ السلام دونوں کا کلام اپنی اپنی جگہ بلاغت کے اعلیٰ معیار پر ہے اور اپنے اپنے موقع و محل کے
 میں مناسب ہے۔ اگر نبی علیہ السلام ان الفاظ کا کلام کہتے تو کلام میں بلاغت نہ رہتی۔ ایسے ہی اگر حضور
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان بیانیہ کلمات سے تو موقع کے غیر مناسب ہو گئی اور اسے کلام میں نہ رہتا۔ عجیب ہے
 ان سے فقہان نے ان کو اپنی نصاحت و بلاغت میں تصنیف کر رہے ہیں اور سی میں ظنی کہ ہے یہی کہ حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے کلام کو کلام نبی علیہ السلام پر ترجیح دے رہے ہیں۔ غالباً یہ ظنی علامہ بیہنادی سے بھی ہوئی ہے
 اب ذرا تفصیل ملے جو اس سے ثابت ہوگا کہ ہر نبی کا کلام اپنے موقع میں خیریت میں ہے حضرت نبی
 کی قوم اس قدر ضعیف ایمان دینے ہوئی تھی کہ اللہ کے حکم سے اللہ کے نبی کے ساتھ جا رہے ہیں اور نبی
 بھی ایسا کہ اس کے سزاوت صرف معقول نہیں تھے بلکہ عروس بصر تھے جس سے کہ عقل آدمی بھی یقین حاصل
 کر سکتا ہے۔ اس حالت میں ان کو ان کو اپنی گرفتاری کا وہم نہگ نہ آتا چاہیے تھا مگر انھوں نے نظر پر غور
 کر دیکھتے ہی دوسرے قوی یقینی طور پر کئی تاکیدات کے ساتھ حکم رکھا اور ان کو کئی لفظ لانا اور کلام
 تاکید اور جملہ امیہ اگر یقین لے امت کا کام نکال کر کیا اب قابل غور مقام ہے کہ ایسی قوم جسے خدا اور رسول
 کے دہے ہر اطمینان نہ ہو اور وہ اس کے خلاف کاتبین رکھتی ہو اور اسے میں تاکیدات سے بیان کر رہی ہو

عہ قوی روایت راجع ہے ۳۳۰

یعنی یقیناً یقیناً پرکھائے گئے تو اس قوم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی معیت اور مدد کیسے ہو سکتی ہے؟
 لہذا موسیٰ علیہ السلام نے لاکھوں دفعہ فرمایا "میں بغرض جہنم بھیج دوں گا" کو مقدم کیا اور غیر متکلم بغیر دلائل کے کہنے
 ساتھ ہی میرے رب کی معیت ہے اس کی برکت سے تم بھی نجات پاؤ گے، ورنہ تم تو اس لائق ہو کہ یا
 تو دعویٰ کے غلام کا شکار ہو جاؤ یا دریا میں غرق ہو جاؤ تو مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ رب کی معیت ملنے
 میرے ساتھ ہے تم اس معیت کے لائق نہیں ہو۔ پس اگر اللہ تعالیٰ معنا "فرماتے تو غلاب مقصود ہوتا
 لہذا کلام بلاغت کے سیار سے بالکل اگر جاتا، اس کے برعکس فابور میں صدیق کبر رضی اللہ عنہ کاغذا و رول
 صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کاں تھا اور بطور دوسرے جو یہ نظر زبان پر آئے کہ اگر کفار ذرا ٹھک کر دیکھیں تو اس
 پرکھ سکتے ہیں، اولاً یہ صرف دوسرے کے درجہ میں تھا جس پر مواخذہ نہیں، ثانیاً یہ کہ اس دوسرے کا مشابہ
 نون علی الغرض نہیں تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خوف تھا جو دلیل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 ساتھ کمال محبت اور کمال ایمان کی، چنانچہ لاکھوں دفعہ کی بجائے لاکھوں دفعہ اس کی وضاحت کر رہا ہے
 اس لئے کہ خوف نفس پر ہوتا ہے اور خوف کسی محبوب چیز کے مجاہد ہونے پر ہوتا ہے تو مقدم ہوا کہ صہبائی
 کبر رضی اللہ عنہ کو خوف نفس نہیں تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مجاہد ہونے کا خطرہ تھا، لہذا آپ نے
 لاکھوں دفعہ فرمایا کہ فراموش نہ کرو یا کہ صہبائی کبر رضی اللہ عنہ کا ایمان آسانا کیل ہے کہ میرے رب کی
 معیت میرے ساتھ ہے ایسے ہی ان کے ساتھ بھی ہے، اگر دس سو دفعہ پر آپ "یا نبی رؤف"
 فرماتے تو مقصود ادا نہ ہوتا اور کلام میں بلاغت نہ رہتی۔

(۴) حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں یہ کہنا کہ انھوں نے بد دعا کے ذریعہ قوم کو تباہ کر دیا،
 یہ قرآن سے بخیر کی گنجائش ہے قرآن کریم میں اگر حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ پر غور کیا جائے تو معلوم
 ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو قوم پر بڑی شفقت تھی اور کسی صورت میں ہی انھیں ان کا ہلاک
 ہونا پسند نہ تھا، چنانچہ فرماتے ہیں "لَا تَجْعَلْنِي فِي عَذَابٍ مُّتَسَاوِينَ" اس سے معلوم ہوا کہ نوح علیہ السلام کو
 قوم کی بخلی پر دکھ ہوتا تھا جو شفقت اور محبت کی دلیل ہے دشمن کی بد علی پر دکھ نہیں ہوا کرتا بلکہ مسرت
 ہوتی ہے۔ سارے نو سو سال تک نوح علیہ السلام ان کی بد علی پر دکھ اٹھاتے رہے، سارے نو سو
 سال کی مدت قابلِ غور ہے۔ کہنے میں آسان ہے مگر اتنی مدت تک بدعلیاں دیکھتے رہنا اور اس پر
 غمناک ہوتے رہنا پھر بھی صبر و استقلال کا دامن نہ چھوڑنا بہت بڑا معجزہ ہے۔ اس کے باوجود جب
 ان کے فرق کا حکم ہوتا ہے تو نوح علیہ السلام بہت اصرار اور الحاح سے ان کی سفارش کرتے ہیں چنانچہ
 ارشاد ہے "وَلَا تَجْعَلْنِي فِي عَذَابٍ مُّتَسَاوِينَ" ثابت ہوا کہ نوح علیہ السلام نے صفاً

اسی کی جی میں سے دو کا جا رہا ہے، اور بلانہ کا تعاضل ہے کہ انکار کی شدت کے مطابق جواب میں شدت
 اور تاکید ہوتی ہے۔ یعنی جواب کی تاکید انکار کی تاکید پر دلیل ہوتی ہے، لکن شیخ طیفی فی الہدیین
 ظنوا اس میں نہ تاکیدات ہیں۔ اولیٰ یہ کہ لا تشفع کے بیان کے لئے شیخ بطریق فرمایا است ہوی
 تکریم ہے کہ ان کے باوجود سے بھی سے کوئی بات مست کرو اور فی الذین ظنوا سے ان کی حاجت
 شانی کو ذکر کر کے نور علیہ السلام کو کھٹا، پھر غفلان اور جبر سے منکر کرنا یہ سب امور اس پر دلایا
 کہ حضرت نور علیہ السلام کو انکار یعنی شفاعت پر اصرار اور استغاثہ یہ تھ مگر اس کے باوجود یہ شفاعت
 قبول نہیں ہوئی اور فرق کا حکم ہو گیا مگر اس کے باوجود بھی نور علیہ السلام اس ناک میں رہے کہ کہیں
 سے سفارش کا کوئی موقع اور کوئی میلہ نہ ملے جتنا اپنے بیٹے سے متعلق ذرا سی جی کش پائی تو نور اشعار
 کر دی۔ اسے شغف پہ رکھ کر کاغذ نہیں لگا سکتا۔ اور اس لئے کہ نبی کا تعین ساری امت کے ساتھ
 باپ بیٹا ہیں ہے۔ تاہم اس لئے کہ اراد اگر انکار کر لے تو اس پر غیظ و غضب دوسروں کی نسبت
 زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت نور علیہ السلام کو جب بیٹے کے انکار پر بھی اسی شغف تھی تو دوسروں پر
 تو اس سے زیادہ ہوئی۔ غرضیکہ بیٹے کی سفارش اس حیثیت سے نہیں تھی کہ وہ بیٹا ہے بلکہ اس وجہ سے
 تھی کہ کسی اور کے لئے کوئی گناہ یا جاتی نہ رہی تھی۔ اس کے بعد بیٹے کی سفارش میں بھی جب حضرت
 نور علیہ السلام کو کسمت تھیں کہ گئی اور بار بار سفارش کرنے پر اصرار نہ کیا کی مار بھی لگا، امتثالِ حذر تو اس
 کے تدارک کے لئے اور اپنی رضا کو اور تہائی کی رضا میں نہا کرنے کے لئے عرض کیا کہ لا تشفع الذین
 من الذین یمنون دیکھا تو یہ دعا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے تھی۔ اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی
 کر لیا جائے کہ نور علیہ السلام کی یہ دعا سے ہی یہ خطاب آیا ہے تو کوئی ازاد بلکہ کوئی تباہ کی حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کا بددعا کرنا بھی ثابت ہے۔ میں بدو نہ کرنے یا نہ کرنے کے مواقع کو انبیاء علیہم السلام پر غویہ
 جانتے ہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نور علیہ السلام کے مقام پر ہوتے تو آپ بھی بددعا
 فرماتے۔ اور اگر اٹھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر حضرت نور علیہ السلام ہوتے تو یقیناً آپ
 بھی بددعا نہ کرتے۔ فقط والحمد للہ اؤلڈا خازنہ لہ لہ والصلوٰۃ والسلام علیکم وعلیٰ اٰلکم خصوصۃ علی سینا
 الانام ما اختلافت الملائکۃ والارباب ولا وہو خیر ختام۔

رشید احمد

مِنْ مَقَرِّمِ مَسْجِدِ الْإِسْلَامِ فِي يَوْمِ الْإِسْرَاءِ

کتاب التفسیر والحديث

دکر کھانے سے مالوت کی حدیث

سوال: تھو حرم الاکل کے نئے بارے میں فقہ کی عبارات تو مجھ میں مگر حدیث باوجود
لاش کر کے نہیں ملی۔ لہذا آئندہ کی نظر میں اگر کوئی حدیث ہو تو تحریر فرمائیں۔

الجواب ومنه الصدوق والصدوق

روى قتادة عن النضر بن رضى الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم ان نبيهم ان يشرب
انما قال قتادة فقال لا اكل فقال ذلك اشهر او اخبرني (مسند مشهور) وعن النضر بن
ن (الكل قال ذلك اشهر من احد بشايعه) (مسند) اس سے مسلم ہوا کہ روایت مسلم میں قول
الشرع ان من ذلك اشهر من غيره ہے الا سري سدايا سے بھی اس کی تائید ہوئی ہے مثال
دی رحمہ اللہ تعالیٰ ووداۃ الضیاء ووزاد الاکل وناشأ ومرتبة حلالہم اللہ
نوا السنہ میں (یا کل ولا یشرّب) فاما کے تحت مسند احمد طیبی کا قول آخر ہے عطا
رب سے نبی کی علت اکل ہی بطریق اولیٰ موجود ہے اور شرب ہی ثانی تشرید
ہے کہ فی کس کے پالی نکال دے۔ بعض احادیث میں شرب تفسیر
ہے۔ تطبیق میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ املوا انی اکل الاحادیث اشکل
علی بعض الفقہاء حقّی قال فیہا قول باطل و زاد حقّی فجاہل و زاد انی یضعف
راوی فیہا دعائی باطلہ ولا یفوت فی ذلک ذکرہا ولا وجہ لانتفاء الاحادیث الغلطہ
یروى السیوطی بلہ لکن الصواب ربا اراۃ الحدیث یروى الاغترار بما لا یصلح لیس
الاحادیث بحمد اللہ تعالیٰ اشکالہ ولا فیہا ضعف بلکہ کما صحیحہ والفقہاء
یروى النسخ محمول علی کراهة التوزیہ واما ما یروى عن النضر بن رضى الله عليه وسلم قال من شرب
قال اشکالہ ولا تعارض وھذا الذی ذکرنا یتبع المصیر الیہ واما من روى
غیرہ فقد غلط غلطاً فاحشاً کیونکہ یہاں الیہ التزم مع امکانہ للجسم یعنی الوضو
یروى النسخ التزم وافہم لہ ذلک واللہ اعلم (نووی) علی صلوٰۃ ربہ (الشرع)
قال القاری بعد نقلہ کلام النووی بالاختصاص قال الطحاوی و ما یخصہ انہ صلی اللہ علیہ
والآلہی الامتداد علی امۃ لانیہ یفادہ من الشرب قائماً الفہم وھو منہ الذی کما

الجواب

بیشک ایک عالم صفائی نے اسے موضوع کہا ہے اور بعض دیگر علماء نے بھی، مگر سب مہتممین نے نہیں۔ ازلوں سے، اگر بالفرض صفائی محدث کا قول قبول کر لیا جائے تو بھی وہ ظاہری الفاظ کے متعلق ہے نہ کہ حقیقت اور اصل و معنی کے متعلق۔ کیونکہ بالمعنی یہ حدیث صحیح ہے جس بزرگ نے صفائی کی طرف اسے موضوع کہنے کی نسبت کی ہے انہوں نے ہی (حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ) موضوعات کبیر مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۵۹ میں لکھا ہے کہ ”حدیث لولاک لما خلقت الافلاک“ قال الصفائی انتہ موضوع کذا فی الخلاصۃ لکن معناه صحیح فقد روى الدیلمی عن ابن عباس عن رسول اللہ عنہما موضوعاً انما فی جبرئیل فقال یا محمد لولاک ما خلقت الجنۃ و لولاک ما خلقت النار و فی روایۃ ابن عباس لولاک ما خلقت الذنبا (۲) امام شہاب الدین احمد قسطلانی شراح تجارۃ نے کتاب مواہب لدنیہ میں نقل کیا ہے قال اللہ تعالیٰ لا ادم یا ادم یا ایا محمد ارفع رأسک فرفع رأسہ فرائی نوراً من نور فی العرش فقال یا رب ما هذا النور قال هذا نور نوح من ذریئک اسید فی لہ ایا محمد ف فی الارض من محمد لولاک ما خلقت ما خلقت سما و لا ارضاً

(۳) یہی روایت حضرت شیخ علامہ یوسف بن اسماعیل نہانی بھی انوار تہذیب میں لائے ہیں۔
(۴) مذکورہ دونوں کتابوں (مواہب لدنیہ اور انوار تہذیب) میں حضرت کعب احبار نامی کا قول منقول ہے۔ حضرت کعب تورات اور انجیل کے بھی بڑے عالم تھے اور قرآن و حدیث کے بھی بڑے ماہر۔ حضرت کعب فرماتے ہیں۔ ان ادم و جمیع المخلوقات خلفوا الیہل محمد رواہ البیہقی۔

(۵) حق تعالیٰ حدیث قدسی میں ارشاد فرماتے ہیں۔ لولاک لما اظهرت الربوبیۃ (عطر الوردۃ فی شرح البردۃ از علامہ مولانا ذوالفقار علی دیوبند)

(۶) حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نشر الطیب میں تحریر فرماتے ہیں عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ ادم یا ادم لولاک ما خلقتک رواہ المعاکم و صحیح البیہقی والطبرانی

(۷) قال اللہ تعالیٰ یا ادم لولاک ما خلقتک و هو اخر الانبیاء (الذکر النظیم فی مولد النبی اکرمہ و صریح)

(۸) علامہ امام ذرقانی شرح موسسہ لونیہ جلد اول میں لکھتے ہیں۔ عن ابن ابی النجا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اوحی اللہ تعالیٰ الی عیسیٰ بن مریم یعیسٰی نورا ما خلقت آدم ولا الحیة ولا النار وروی النجا کہ مثلہ وروی السکری والہ (۹) قال اللہ تعالیٰ وعلیٰ قوی وعلیٰ لوی وعلیٰ لوی محمد ما خلقت علیا وعلیٰ لوی سماء ولا ارض ولا الجنة ولا نار ولا یلا ولا ہار و ما خلقتہ جمیع الاشیاء الا لای لای نبی محمد (مولی النبی للقطب الروایہ الشیخ عبد الرحیم الدیلمی) ظاہر فی ہذا البطلان۔

الجبیل ومنہ الصدق والقبول

میں اس تحریر سے متفق ہوں۔ فقط واشترک الی علم

رشید احمد ہمدانی

سورۃ فاتحہ در کلام پارہ داخل است

سوال : سورۃ فاتحہ زائد ہی پارہ ہست یا داخل در اول پارہ یا در غیرہ و اگر در اول است پس نام او الحمد چنانکہ شدہ و اگر داخل در غیر اول است پس در اول چنانکہ مذکور ہو چلا

الجبیل ومنہ الصدق والقبول

سورۃ الحمد میز لہ متن است و جملہ قرآن مجزلہ شرح۔ پس سورۃ فاتحہ نہ از جملہ قرآن غایہ و نہ در ہز معین داخل۔ بلکہ مشترک است در میان جملہ ازہا۔ قصر آن نیز ثبوت پارہ یا قصرہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیست و نہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجزیہ و تفسیر کر دہا بلکہ نقل مصاحف بلا تصدیق تھا فاقاسی اجزاء قریب شدہ ہیں فارغ ماندہ جزو قرآن ازہا جائز است کہ انہما در ہی جزا ثابت نیست۔ فقط و لہ تعالیٰ ہم

سرمجادی الاولیٰ سنہ ۱۳۵۵ھ

حدیث نجد کی تحقیق

سوال : نجد سے متعلق جو حدیث میں آیا ہے ہذا لکے الزلازل والفتن دہیان قرین الشیطان۔ اس سے سلطان ابن سعود کے کفر یا فسق پر استدلال کیا جائے کہ نہ حدیث کی تشریح فرما کر مطمئن فرمائیں۔

النجو بک وکنت الضدین والیہود

حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ قیامت تک جس کوئی صراطِ شعیب پر نہ آئی ہو نہیں ہو سکتا سب کے سب کا فرمایا اسق ہو نفع بلکہ حدیث میں کثرتِ مشرور و غلبہ شیطان کا بیان ہے چنانچہ علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں: وینھ یظلم قرین الشیطان ای امتہ وحریرہ کانت کعب یخروج الذباہ من العراق واین لفتة فکون من تلق الناحية وکنی للذباہ کانت وحبی وقعة الجمل ووقعة صفین ثم یظهر الخواارج فی ارض نجد والعراق وما وراءهما من المشرق طامہ کرمانی شرح بخاری میں مذکورہ بالا عبارت کے علاوہ مزید تحریر فرماتے ہیں: کانت الخ خروجه الدجال ویا جوج ویا جوج منھا۔۔۔ ام نوہی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں: والیراد بذلك اختصار من المشرق بمنزلة الشیطان ومن الکفر کما قال فی سبعة عشر باباً من الکفر نحو المشرق۔۔۔ غرض کہ حدیث سے ہر فرد نجد کا کافرا یا فاسق ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اگر کسی شخص کا صلح اور مشقی ہو تو قبیلہ یا شہر یا ملک میں غلبہ شرکی و بد سے اس پر لازم ضرر و آزار ہے۔ دیر و بھڑی اور اسی اکرمکم عند اللہ، انفاکو کے قانون سے کوئی دھبہ نہیں، سکا۔ شریا کرمار سے ملک عرب کے دو حصے ہیں۔ حجاز اور نجد۔ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک جانا باقی سب مع عراق، بغداد، بصرہ، کوفہ وغیرہ نجد ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: ”نجدہ نامے حجاز و الکویت“ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”نجد ہوا اسم خاص لما دون الحجاز“ اور علامہ عینی رحمہ اللہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں: نجد من المشرق وقال الخطابی نجد من جهة المشرق ومن كان بالمدينة كان بجند بلدیة العراق ونواحيها رھی مشرق اهل المدينة۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: من كان بالمدينة الطيبة كان بجندا بايدي العراق ونواحيها رھی مشرق اهلها۔

المصباح المنیر میں ہے: قامة من قهر للیون والاصغر قما من باب تعب تغیر و ادق لافها تخففت عن نجد فتغیرت وریجھا۔ اور نجد کی تحقیق میں فرماتے ہیں: نجد ما ارتفع من بلاد حرم“ آگے فرماتے ہیں: وقال المہ فذلک کل ما ارتفع من قما ما اقلی اس من العراق فهو نجد وقال فی التہذیب: کل ما وراو الخندق الذی خلد فہ کسوی علی سواد العراق فهو نجد الم ان فیہ الم الحصة فاذا ملئت البھا فانفذ الحجاز الشقی کے کثر

صاحب المصباح علاء علی قاری جمیع الومسائل میں فرماتے ہیں۔ حجاز کا منفعض حصہ یعنی مکہ مکرمہ اور اس کا جنوب تمام گننا آ ہے۔ صاحب قوس کی تحقیق سے بھی صحت ثابت ہوتا ہے کہ نجد کی انصیف جس حصہ کے ساتھ آج کل عرف عام میں بھی جا رہی ہے حقیقت سے بعید ہے نہ اپنے وسیع معنوں میں اور ار حجاز کو شامل ہے۔ چنانچہ حضرت علیؑ عمر کو فہر شہید ہوئے اور حضرت حسینؑ سیدن کرہ میں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اما جن فہو کلے مکان مرتفع و هو۔ ہم لحدیث و موضع والمراد منہا ہفتا ما اعلاھا تقامۃ و انہن واسنہا الشام والعراف۔ پس اس حدیث سے جو حکم ابن سعد پر لگایا جاتا ہے جملہ اہل بغداد کو فہ میں خرقا پر بھی لازم ہوگا۔ ثالثاً یہ کہ حدیث میں نجد سے مراد خرقا ہے۔ کنز العمال میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فصاع اور مد کے بارے میں برکت کی دعا کی اور پھر شام وین کے لئے دعا کے برکت فر کی تو ایک شخص نے عرض کیا کہ حضورؐ ہمارے عراق کے لئے بھی دعا فرمائیے۔ آپ نے سکوت کر کے فرمایا کہ وہاں تو شیطان کی گردہ اور نقول کا ظہور ہوگا اور ظلم مشرق میں ہے۔

اور مسند ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عراق کے قصد پر کعب جبار رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ آپ کو عراق سے محفوظ رکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ اس میں کیا خرابی ہے۔ کعب نے کہا اس میں فوجتہ مشرق ہے اور کل سخت عیب اس میں ہیں اور نافرمان جن اور بدوت و بدروت اور شیطان نے وہاں انڈے بچے دے رکھے ہیں۔ علامہ عینی و کرمانی کی مدکر بالا تحقیق بھی اسی کی مشیت ہے۔ نقطہ دائرہ الہادی الی الصواب الخاتم من موجبات الاریاب

۶۹ صفر سنہ ۶۴ ہجری

و بقیہ آیت و رکوع دسورہ

سوالیہ: سیت ر آیت۔ رکوع ر اور رکوع۔ سورت ر اسورت چرنام ضاود شد؟

الجبوت ومنہ الضفاد والقنوق

آیت در لغت علامت راے گویند و آیت قرآنی علامت سست بر انقطاع مابعد از ما قبل۔ و اہل کلمات قرآن طائفہ مخصوصہ را ہم آیت مے گویند چرا کہ اس طائفہ رکعات علامت سست بر سست خود۔ یا باین مناسبت کہ اس طائفہ مدغون و محسوب علامت انقطاع سست و آیت

نہی منقول است از ائہ کرامے تمیہ شی از شی استعمال می شود۔ علامت لغوی ہم میز است
برائے ذی علامت از غیر۔ یا منقول است از ذی الیہ معنی رجوع چرا کہ رجوع کردہ می شود
علامت برائے معرفت ذی علامت۔ وکن است کہ گرفتہ شود آیت قرآنیہ از منقول عند۔ اما
از ائہ پس از بر سبب کہ علامت قرآنی میز است برائے طائفہ از طائفہ دیگر و آیت معنی طائفہ
کلمات میز است از طائفہ دیگر اما از ذی الیہ پس از بر سبب کہ علامت قرآنی بمنزل منزل است
کہ تباری بآن رجوع می کند و آیت معنی طائفہ مصحوب و مجاور این منزل است۔ لہذا اسمیت باسم
یا از بر سبب کہ منزل قاری لفظ آخر است از طائفہ کلمات فسمیت الطائفۃ باسم جملہ الأخر
قال البیضاوی رحمہ اللہ والیہ فی الاصل العلامۃ الظاہرۃ و یقال للمصنوعات من حیث
انہا تدل علی وجود الصانع و علیہ و قدرہ و لکن طائفۃ من کلمات القرآن العمیدۃ
عن فہرہا بفصل و اشتقاقها من ائہ لانہا شہیدین ایما من ائہ او من ائہ الیہ و
اصلا آیتہ کثرۃ فابداست علیہا الفاعل فی یقیا من اولیئہ او آیتہ کریمۃ فاعلمت
ادبیت کفائد قاعذ فت الہمزۃ تخفیفا۔ و فی الحاشیہ و فی آیتہ القرآن قولہ فقیل
انہا العلامۃ لا نقطاع الکلام الذی بعد ہا من الذی قبلہا و قبلہا جملة من
القرآن و طائفۃ من الحروف و قول المصنف من حیث اشارۃ الی القول الاول
وقولہ لکن طائفۃ اشارۃ الی الثاني فكان علیہ من یزید من القولین و لدی لک لفتون
علیہ بانہ لو یسب فی خطبہا۔ و ایضا فیما قولہ ایما من ائہ بالتشدید قبلہا
شی بوسال عنہ بانہ فی المعنی یبیزا امرا یجوز لا من آخر و قبلہ انہ العبارة ایما من ائہ
بالمذاذی شخصا من شخص لان الای بمعنی الشخص و فیہ نظر قولہ او من ائہ الیہ
لانہا بمنزلة المنزل یا ذی الیہ القاری (تفسیر بیضاوی ص ۶)

رکوع و لغت معنی الطینان آمدہ است و در وجہ تسمیہ طائفہ مخصوصہ از قرآن میتوان گفت
کہ قاری بعد از وصولش بدو رکوع کردن منزلیہ از سفر مطمئن می شود و وجہ ظاہر این است کہ
قاری در تراویح این قدر خواندہ رکوع می کند، و حکم عن القاضی الامام عبد اللہ بن حمزہ
تعالی انہ مشایخ مجاز جعلوا القرآن خمسۃ و اربعین رکوعا و علموا الختم بها الختم فی
اللیۃ السابعة والعشرون رجاء ان ینالوا فضیلة لیلة القدر اذ الاخبار قد کثرت بانہا

لیلة السابع والعشرون من رمضان وفي هذه الليلة الفجر تحف معلقة بالآيات واما
 مجموع رکوعا ملوک فقد يرانها نطق في كل ركعة (مبسوط ص ۱۱۳ ج ۲ عالمگیری ص ۱۱۳ ج ۱ ،
 خانیہ علی هامشہ العالمگیری ص ۱۱۳ ج ۱) ولما اتم على معبر المقدار الركعات ولما اتم
 ختم لیلة السابع والعشرون فوضعوا رکوعا ملوک في الخوض من القراءة في كل ركعة والله اعلم
 سورت مخفون ست از سور البقرہ کہ محیط ست طائفہ قرآن یا یا نوارع علم یا از سورہ
 مرتبه چکر شود مثل منازل در مرتبہ کہ قاری آنرا مطلع کند۔ یا ازین سبب کہ ہر سورت در
 قصر و فضل و ثواب مرتبہ سے دارد یا از سورہ کہ معنی قطع است۔ ذال الیقیناء کی ہے انہ
 جعلت وادھا الصلیۃ متفرقة من سور المدینۃ لانھا محیط بطائفة من السور من غیر رتبه
 محذوف علی حبالها او محذوف علی انواع من العزاحتوان سور المدینۃ علی ما فیہ او علی سور
 التي هي الرتبة قالی ولم یطو کتاب و فی سورۃ فی المجلد فی غیرها طار۔ لکن السور
 کاملہ نزل و الفرائض یرتفع فی القاری اولها امر انب فی الطول والقصر والفضل والشرخ
 ثواب وغیرہ و ان جعلت مبدلۃ من الھجۃ فمن السورۃ التي هي البقیۃ والعطفۃ من اشہ
 (تفسیر سبحانی ص ۱۱۳) نقطۃ اللہ تعالیٰ اعلم

۳: جمادی الاولیٰ سنہ ۵۷۵ ھ

رکوع دوبارہ کی تحقیق

سوال: قرآن کریم میں کون کس نے لکھے اور ان کا معیار کیا ہے؟ بظاہر ان کا کوئی معیار
 سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لئے کہ ان کی مقدار مختلف ہے اور اگر مضمون کے لحاظ سے دیکھا
 جائے تو بعض مواقع ایسے بھی ہیں کہ مضمون ختم ہونے میں ایک دو آیتیں باقی ہیں مگر
 رکوع ختم ہو گیا یا نئے مضمون کی ایک دو آیتیں گزرنے کے بعد یا رکوع شروع ہوا۔
 اگر رکوع کی مقدار کو سمجھی کہ جو کئے تو کیا اس کا کوئی ثبوت ہے؟ بظاہر احادیث کے
 ذریعہ اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ اسی طرح قرآن کریم کے عیس پارے کیسے اور کب
 شروع ہوئے، احادیث میں پاؤں کا بھی کہیں ذکر نہیں۔: یتوا تو سجود

البحرۃ فیہ ما ہم علامہ الصوفی

رکوع ادب راول کا ثبوت حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملتا، مشائخ بخاری نے قرآن کریم
 میں پانچ سو پچیس رکوع لگائے تاکہ تراویح میں ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھا جائے تو

منا میں رمضان تک ایک ختم ہو جائے جیسے کہ شہر میں نے ہر روز آیت کے بعد تعانیر
علامات لگائیں جس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ تراویح کی ہر رکعت میں اتنی ہی
پڑھنے سے پورے بیسے میں قرآن کریم ختم ہو جائے گا کیونکہ پورے بیسے میں رکعات ترا
کی تعداد چھ سو ہے اور کل آیات چھ ہزار سے کچھ زیادہ ہیں۔

روایۃ الحسن علی بن حنفیۃ رحمہ اللہ توالیۃ الامام یقرا فی کل رکعة عتہ
ایات و نحوھا و هو الاحسن لانی الستۃ فی التراویح المختصرۃ و ما اشار الیہ الوجہ
رحمہ اللہ تعالیٰ منہم القرائۃ مرتۃ فیہی لانی عا درکات التراویح فی بیسۃ المنہرۃ
و بعد دایم القرائۃ ستۃ الایۃ و شیء فاذا قرأ فی کل رکعة عشر ایات عتہ
الحکم فیہا۔ (مبسوط ص ۳۱۱) الفصل السادس فی حق تراویح و القراءۃ فی اللہ
خانیہ علی ہامش العالمگیریہ ص ۲۱۱ ج ۱

و حکم علی القاضی الامام عیسا و المذہب رحمہما اللہ تعالیٰ ان یشتا یختر الخیر
القرآن خمساً و اربعین رکوعاً و علموا الحکم بما لیت علیہم فی اللیلۃ السابعة و العشا
رجاء ان یتاوا فضیلۃ لیلۃ القدر اذا انقار قد کثرت بانہا لیلۃ السابعم و العشا
من بعضا و فی غیر ہذا اللیلۃ المصحف معانہ بالایات و غما سمع و کور
تقدیراً انقر فی کل رکعة۔

(مبسوط ص ۳۱۱، عالمگیریہ ص ۳۱۱ ج ۱) خانیہ علی ہامش العالمگیریہ ص ۲۱۱
رکوع کی مقدار کے بارے میں کوئی واضح چیز نظر سے نہیں گزری۔ یوں معلوم ہوتا
کہ کسی مشورہ قاری نے تراویح میں قرآن کریم ختم کیا اور صبحی مقدار تلاوت کر کے کے بعد رات
کو گئے اتنی مقدار پر تلاذہ نے رکوع کی علامت لگادی۔

یادوں کے بارے میں بعض حضرات کا خیال ہے کہ ان کی تعین قصد انہیں کی ہے
بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب قرآن کریم کو نقل کیا تو اتفاقاً بیس ساری آیت
پر تکمیل ہوئی اگر خیال کا ثبوت کسی نظر سے نہیں گزرا، نیز بقول بعض فاتیح جو در سب پاروں کے بعد
اور قبل قرآن نکولا پورے امر اتفاقاً بیس ساری آیتوں کے خیال میں صحیح ہے کہ یہ بیس
قرآن متعلق روایا مختلف ہیں، نیز در اسات و در اول ایک ماہ ایک بیسے میں قرآن کریم ختم کرنے

بیش از نظر اس کے تیس پائے متعین کر دئے گئے جس طرح کہ ایک ہفتہ میں ختم کرنے والوں کے لئے سات ہفتہ بتائے گئے ہیں۔
 و لا تکال الشیوخ ان یرووا الایۃ الاولی من سورۃ الحجرات الا اعلیٰ فہذا القاری ما ان المذلل قد قہر علی
 آخر سورۃ ابراہیم - واللہ سبحانہ وعلی اعلم

۵ جمادی الآخر سنہ ۱۱۹۹ھ

تحقیق حدیث متعلق قضاء بشاہدہ زور

سوال: احناف کے ہاں شہادت زور سے واقع شدہ قضا باطل ہے یا نافذ ہے پس حدیث اجماع
 الحین من بعض الا کا کیا جواب ہوگا۔ اس حدیث میں عدم نفاذ قضا کی تصریح ہے۔ بتینو ترجمہ

الجبیلۃ قضاہ القدرۃ والصلوۃ

اس بارے میں شاہ صاحب کی تحقیق جو عرف شدہ میں منقول ہے سب سے زیادہ
 مندرج و مبسط کے ساتھ ہے۔ وہ مؤید ا۔ قالوا ان حدیثہ الثابت برد علی الحنفیۃ حین قالوا
 ان القضاء نافذ ظاہراً و باطناً وانکروا البیاضی رحمہ اللہ فی کتاب الحیاء امین لا ینکار
 اقوال لیست المسأله ان ینکولک الا نکال ذلک عنوان المسأله ہذا القضاء القاضی فی الزور
 الزور فی العقود والفسوخ لاف الاملاک المرسلۃ اذا کان المدخل قابلاً لا لاشیاء ولا یأخذ
 القاضی الرشوة نافذ ظاہراً و باطناً ویعود بآخر ایضاً او اما الاملاک المرسلۃ فحی
 ان ینعی انہ ہذا الشیء ولم ولا ینکولہ سببہ مکمل فافق قضاء ظاہراً و باطناً و اما
 وجہ عدم نفاذہ باطناً فان صاحب الہدایۃ انہ الشیء ینفک بالاسباب عدلاً فاذا
 قضی فالقضاء بکونہ بدوین السبب ولا وجہ لترجمہ بعض الاسباب علی بعض فیکون
 ترجیحاً بلا مرجح والوجہ فی العقود والفسوخ فی بد القاضی وقد رتہ بخلاف الاملاک
 المرسلۃ فلی ما ذکر قلنا انہ اذا ادعی رجل نکاح امرأۃ و شہد شاہد انہ تحکم القاضی
 بنکاحہ حل لہ الا مستحکم و زعم خصومنا انہ اخبرنا ہذا الا کتابہ لا تکبر والمحل ان
 ہذا الزعم فاسد و علی المدعی والشاہدین وزیر الخرقہ کما قال الشیخ فی المقیم وخلافہ
 العرافیین والمجذبین فی انہ النکاح صحیح ام لا والمرأۃ منکوحۃ ام لا حقہ الخ زعم
 انہ التقوم عندہ ولا تمکیر من نفسہا و قلنا انہا تمکیر عن نفسہا ثم قال جماعہ من ان القضاء
 بمنزلۃ النکاح حتی قالوا انہ یجب عند ہذا القضاء شہادۃ ان مثلاً ما یکون الشاہد
 فی النکاح وقیل لا یجب الشاہد ان لای القضاء لیس بنکاح صحیح بل النکاح فی

تخلفه وانفقت على ان القضاء قائم مقام الركعة واحداً بينه البابت فلا يرد عليها فانه فيمن
هو المعنى مجتهد ولا يقول بان القضاء نافذ لبعض ذلك المعنى بل يجب الشاهد ان
في غيره من الشرع ونقول ايضاً ان المعنى في التلاوة المرسله فانه في الماراة كمنه
ايودع مستحسناً وقد يدور بالنال انهم المحل باطناً من التلاوة في الكذب ابتداءً وقد
ليس مستغنياً ونظيره ما ذكره في راجعاً في تكريم الوقوف في من وطئ بجارية ابنه وادعى
الولد والابن ان يقال انما قلعه له من الزنا من جهة السبب فهو في نفس الله تعالى
بعد ان السبب تحقق ابتداءً ولا نقضه مستقيم كما قال بعض الرباب المفسرين ان
المتحقق مرة بعد ذلك الاطلاقات العام مستغنياً او انه حكم من جهة السبب وبذلك قالوا في
حد يث حمار في الله عنه ثقله الفقة الياخية يدعونهم الى الجنة ويدعونهم الى النار واما
مجتهداً ذكر الطحاوي حين يوجب على المسألة وافي بشي يطبق من باب التفسير بان
الرباب تصنيفاً واقعة على رضى الله تعالى عنه انه ادعى من رجل نكاح امرأة ومحمد
شاهد الزنا ومحمد رضى الله تعالى عنه بالنكاح فقامت امرأة فقالت واخذ احمل انه
كاذبة فذلكم هو به امير المؤمنين كى لا ياتر فقال على رضى الله عنه شاهد الزنا وجازي
ذلكم محمد رضى الله في الاصل ولا يذنبون من هذا كاتوا فقة ولو احبب السناد وظن
انها لا تكون بلا اصل ومثلها فظ رضى الله تعالى على الاثر لو رده زيادة الرد ولم يقبله
ايضاً دل على انه ليس بلا اصل (معنى مثلاً)

امام طحاوي رحمه الله في حديث شاعين او حديث اختلاف المتبايعين في الثمن
استدلال كيا به - فانه فقد علمنا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم ولو علم الكاذب منهما
(اي الزوجين) بعينه لم يفرقه بينهما ولم يلاعن ولو علم ان المرأة صادقة لم يزوج
بقدره اياها - ولو علم ان الزوج صادقة لم يولد المرأة بالزنا الذم كان متفقاً فما خفي
الصادقة منها على الحاكم وجب حكمه ثم فرج الفرج على الزوج في الباطن والظاهر ولم
يورد ذلك الا في حكم الباطن (اي قوله) وقد حكى رسول الله صلى الله عليه وسلم في المتبايعين
اذا اختلفا في الثمن والسلعة قائمة اتها بيمينها فكانت ويمتاز ان فتوى المجازية الى ابا ثمر
ويحتمل انه فتحها لمحمد على لستوى ولو علم الكاذب منها بعينه اذ يقضى بما يقول لصادق
ولم يقضى بفسخ بيع ولا بوجوب حرمة فرج المجازية المبينة على المشرق (المشرق)

۱۰ (ارشاد المصنف ج ۲ ص ۲۹۵)

وقال في فيض الباري قريباً مما مضى: من اجزئ المتناهي ونقصه وارور عليه بعد
الحقيقة (حدیثی الہامیہ وارور) ليقظ باطن الباطن واصفہ النبوی صلی اللہ علیہ وسلم
رغبت وهذا وصف لرحمہ ویکنہ ان ینکوی شیء یوصفہ بتناہیہ شرار یدخل
بہ فی التارکا سوالی قائم ینترقب علیہ ان لا یشر لا یلزم ان ینکوی کل سوال
یہ بل قد یتخلف عنہ تارک من قادم ینعم وصف السور بحال الجحش والضار
وہ تحقیق فی الافراد کلہا وتحقق فی البعض ینعم وصفہ باعتبار الجحش و
یلاحظ فی قولہ ینکوی اللہ علیہ وسلم فانتہ لا حصولہ من لم یشر ینتہ تحت الکتاب
او وصف فی القائحہ لرحمہ بالوجوب علی المتناہی فی الحالۃ الواضحة واسباق
لہ فی موضعہ ان شاورنا فی حالی (فیض الباری ج ۲ ص ۳۳۵)

وہم بذلک المجهود ولا یحکم فی هذا العلم الحدیثی وارور فیہ فادی الحلال یشیق
فصیت لہ من حیۃ اخیر شیان فی العقود والفسوخ لا یقفون فوق اخیر شیان
بکہ بالعتد او الفسخ الذی هو حیۃ الحاکم لہ ان ینفی القاضی فی ذیر صوری لفظ
نہ لا یبق حکم الا فافکارا اما فی الباطن عند التناہی فلا یبق حکم لان حکم
اخیر وولیس تحت القضاء (بذلک المجهود ج ۲ ص ۳۳۵)

نقد اللہ تعالیٰ علیہ علم وعلوہ وحکم

دار ربیع الاول سنہ ۱۲۹۶ ہجری

۱۰ احرف کی تشریح

سوال : حدیث میں وارد ہوا ہے ان ہذا القرآن انزل علی سبعۃ احرف اور
اجل بقرات معروف ہیں وہ دس مکہ ہیں تو میں قرأتیں زیادہ کیسے ہو گئیں۔ بدو
توجہ

الجبیل باسمہم الشہدک

حدیث میں سبعۃ احرف سے معروف سات قرأتیں مراد نہیں بلکہ اختلاف قرأت
ت انواع مراد ہیں۔

۱۱ صیغ اسما

- (٢) صيغ أفعال
 (٣) اشتكاف أعراب
 (٤) كمي مشي
 (٥) تقديم وتأخير
 (٦) الفاظ مترادفة
 (٧) صفات عروفت

قال الحافظ رحمه الله تعالى وقد عمل ابن قتيبة وغيره العدد المذكور على الوجه
 الذي يلزم من التبصير في سبعة أشياء الأولى ما يتغير حركته ولا يزول معناه ولا صورته
 مثل ولا يضار كالتب ولا شهيد بضم السين والراء ودفعها الثاني ما يتغير بتغير الفعل مثل
 وبعد يبع أسفانياً وبعد يبع أسفانياً بصيغة طبع والفعل لما هو الثالث ما
 يتغير بنقل بعض الحروف المهملة مثل فثبها بالراء والراء الرابع ما يتغير بالبدل
 حروف توبيخ من خرج آخر مثل طلع منثور في قراءة طلع وطلم منثور الخامس
 ما يتغير بالتقديم والتأخير مثل وجاءت سكوة الموت بالحق في قراءة الحق بكر
 الصديق وطلعت من المصروف وزين. أعاد يبع وجاءت سكوة الحق بالموت
 السادس ما يتغير بزيادة أو نقصان كما تقدم في التفسير عن ابن مسعود والحق
 الداروم والليل إذا يغضى والنهار إذا تجلى والذكر والأنثى هذا استعانة
 وإما في الزيادة فكما تقدم في تفسير تهته يد الحق لهبة في حديث ابن عباس
 وأنت عشرينك الأقرين ودهظك منهم المخلصين السابع ما يتغير بأبدال
 كلمة بكلمة ترادفها مثل العجم المنفوش في قراءة ابن مسعود وسعيد بن الجبير
 كالصوف المنفوش وهذا الوجه حسن

وقال أبو الفضل الرازي الكلام لا يخرج عن سبعة أوجه في الاختلاف
 الأولى اختلاف الأسماء من أفراد وتجنيد وجمع أو تذكير وتأنيث الثاني اختلاف
 تصرف الأفعال من ماضٍ ومضارع وأمر الثالث وجوب الإعراب الرابع
 النقص والزيادة الخامس التقديم والتأخير السادس الأبدال السابع
 اختلاف الصفات كالفتح والاعمال والترقيق والتفخيم والإدغام والإظهار

نحوہ تلاوت (قلت) وقد اخذ كل واحد من قتيبة وقطبة وضلع البازن ص ۳۹۶

ابتداء تنزیل میں لوگ اسلوب قرآنی سے نادان تھے، مختلف علاقوں اور مختلف قبیلوں کے لوگوں کے علاوہ یورپ سے بدوی اور ناخواندہ لوگوں کو ایک اسلوب پر چلانے میں حرج تھا اسلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سات اقسام کے الفاظ کی اجازت عطا فرمائی ان سات اقسام میں ہر شخص کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ اپنی مرضی سے قرآن کریم میں رد و بدل کرے بلکہ یہ مختلف قراءات اللہ تعالیٰ کی طرف سے متین رہا بعد میں جب لوگ اسلوب قرآنی سے واقف ہو گئے تو عرضہ اخیرہ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور قرائن کے وقت بہت سی قراءات منسوخ کر دی گئیں، اس کے بعد جو قراءات باقی رہیں ان کی رعایت رکھتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیع قرآن کے وقت رسم الخط ایسا اختیار فرمایا جس میں سب قراءات کے مطابق پڑھنے کی گنجائش ہو، مثلاً مَلِكٌ کو مَلِكٌ جَلِیْلٌ اور مَلِكٌ تَبْرُجٌ پڑھا جاسکتا ہے ایسی ہی فن کو بصیغہ امر اور بصیغہ ماضی دونوں طرح پڑھنے کی گنجائش ہے مصاحف عثمانیہ میں لفاظ، اعراب وغیرہ کو ترک کر کے اس رسم الخط میں مزید وسعت پیدا کر دی گئی مثلاً فَنَشْرَحُ ہر نقطے نہ لگائے جائیں تو اسے فَنَشْرَحُ اور فَنَشْرَحُ دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے بعض قراءات اس رسم الخط میں نہ سما سکیں تو ان کو دوسرے صفحات میں مسئلہ لکھوا دیا، اس قسم کے سات مصاحف لکھوا کر مختلف اطراف میں بھجوائے اور ان کے ساتھ قرآن کی کاپی بھیج دی لوگ ان مصاحف سے ان قرآن کی تعلیم کے مطابق قراءات سیکھتے۔ اس زمانے میں مذکور بالا سات اقسام کے اندر قراءات کی بہت بڑی تعداد تھی، مگر بعد میں ان میں سے کوشش کی زیادہ شہرت ہو گئی، بقیہ کو وہ شہرت حاصل نہ ہوئی، پھر ان دس قراءات میں سے بھی سات زیادہ مشہور ہو گئیں اس لئے بیع قراءات اور عشر قراءات کا عرف ہو گیا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ معروف بیع قراءات کو سبقت احرف کا مصداق سمجھنا

صحیح نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳۹ جمادی الثانیہ ۱۳۴۵ھ

ضررت عظیم الذی لا یوثر اشکال کا جواب

سوال: کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام اس مسئلہ میں کہ قرآن کریم کی آیت و ضروت

علیہم الذلۃ والمسکنة وبادوا بغضب من اللہ سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوم یہود ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گی اور فقر و فاقہ میں مبتلا رہے گی اور قیامت تک ان کی حکومت قائم نہ ہوگی، علاوہ ازیں کہ یہود قوم متحول چلی آ رہی ہے اور نئی موجودہ حکومت بھی اسرائیل کے نام سے قائم ہے بلکہ ایک مرتبہ عرب ان سے سخت بھی کھا چکے ہیں۔

اور لو کہم آیت کا مطلب اور شبہات کا جواب مفصل اللہ تعالیٰ تحریر فرمائیں اور ذلت مسکنت کی بھی وضاحت کریں تاکہ کفر در ایمان والوں کے دلوں سے شکوک کے کاٹنے چل جائیں بیٹو! تو جروا

الجبونک باسم ملہم الفیونک

یہودی ذلت و غیرو سے متعلق قرآن کریم میں چار جگہ ذکر آیا ہے۔

(۱) خبریہ علیہم الذلۃ والمسکنة وبادوا بغضب من اللہ ذلک بانہم کافروا
یکفرون بآیۃ اللہ ویقتلون النبیین بغیر الحق ذلک بما عصوا وکانوا یمتدون
(۱۶-۲)

(۲) واذ تاذنہ ربک لیبعثن علیہم الذین یوحی القیۃ من یشوٰی ویمہر یوہا العنابۃ
الذین یزعمون لیس ربک الا عذاب الیم واذ تاذنہم لغفور ورحیم
(۱۶-۴)

(۳) خبریہ علیہم الذلۃ ایمن ما لفقوا الا یجعلہ من اللہ وجعلہ من الناس وبادوا
بغضب من اللہ وضربت علیہم المسکنة ذلک بانہم کافروا یمتدون بآیۃ اللہ
ویقتلون الانبیاء بغیر حق ذلک بما عصوا وکانوا یمتدون
(۱۶-۳)

(۴) اذ قال اللہ یعیسٰی اقم من قیامک ورافعلی المذین واطهرک من الذین کفروا
وجعلہ الذین یعلمون انہم کفروا الذین کفروا الذین یوم النقیۃ
(۱۶-۳)

ان آیات سے یہود کے لئے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) ذلت

(۲) مسکنت

(۳) وہ سری قوموں کا مستوجب ہوتا ہے ان کے ہاتھوں مختلف مصائب کا شکار ہوتا ہے۔

(۴) مغلوبیت

(۱) ذلت سے مراد حکمِ قتل ہے، (۲) الجحیم یعنی اللہ سے مراد یہ ہے کہ راجب، نابالغ اور عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا، اور جہنم میں الناس سے مستأمن اور اہلِ قہر کا استثنا مقصود ہے۔

(۲) سکنت کے معنی فقر و فاقہ کے نہیں بلکہ بستی کے معنی مراد ہیں جیسے دعا اللہم ارحم منی مسکین وامنہم مسکینا ورحمہم فی ریح المساکین میں سکنت بمعنی فقر و فاقہ نہیں ہے بلکہ تواضع و انکسار اور فروتنی کے معنی میں ہے یعنی کنوڑیوں میں ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کی جلالت اور عظمتِ شان کے سامنے تواضع و انکسار یہ نعمتیں اور دعا میں ہی مراد ہے۔

دوسری اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے ذلت و خواری میں مبتلا یہ مذاہب یہود پر دوسری قسم کی بستی مسلط کر دی گئی ہے وہ خود بھی اپنے کو ذلیل سمجھتے ہیں جسے دوسرے ملعون میں اس میں کٹری کہا جاتا ہے۔ نیز ہمیشہ کے لئے مغلوبیت اور معذب فی الدنیا ہونے سے بڑھ کر یا پستی اور ذلت ہو سکتی ہے ان دونوں امور کا بیان آگے آ رہا ہے۔

(۳) یہود قوم پر ہمیشہ کے لئے کچھ ایسی طاقتیں مسلط رہیں گی جو ان کو طرح طرح کی پریشانیوں اور مصائب میں مبتلا رکھیں گی۔

(۴) مسلمان اور نصاریٰ قیامت تک یہود پر غالب رہیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین میں مسلمان اور نصاریٰ دونوں داخل ہیں۔ نصاریٰ میں اتباع ناقص ہے اور مسلمانوں میں اتباع کامل۔ اور آیت قرآنیہ دونوں قسم کے اتباع کو مشاہد ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں اور نصاریٰ کی حکومتوں کا مجموعہ یہودی حکومت پر غالب رہے گا۔ اس تفصیل کے بعد اب کوئی اشکال باقی نہیں رہتا، اس لئے کہ قرآن کریم میں یہودیوں کی حکومت کی نفی نہیں کی گئی ہے بلکہ مسلمانوں اور نصاریٰ کی مجموعہ حکومتوں کے مقابلہ میں یہودی حکومت کی پیشگوئی کی گئی ہے، جس کے صدق میں کوئی شبہ نہیں۔ اسی لئے ان کے فقر و فاقہ اور ننگہ ستی کی کوئی پیشگوئی نہیں، بلکہ مغلوب اور معذب رہنے کی ذلت و پستی کی پیشگوئی ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔

آیت مائے شفق یہ بھی کہا جاسکتا ہے بلکہ یہ زیادہ ظاہر ہے کہ اتباع سے کامل اتباع
 مراد ہے اور نصاریٰ سب کے سب اور مسلمانوں کی اکثریت اتباع کامل سے محروم ہے
 اور کسی صفت پر جب کوئی حکم لگایا جاتا ہے تو وہ اکثریت کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ کہانی قولہ
 تعلانی، وانتم الامم منہ انہ کنتم مومنین، وقولہ علی اللہ علیہ وسلم، انما اذاکم
 الخبیث، پس اگر خدا انھیں کسی وقت یہود کی حکومت مسلمانوں اور نصاریٰ کی مجبور حکومتوں
 کے مقابلہ میں بھی غالب ہو جائے تو یہی فیصلہ قرآنی کے خلاف نہ ہوگا، البتہ آنا ضرور ہے
 کہ یہود پر قیامت تک کسی نہ کسی قوم کی طرف سے کوئی نہ کوئی آفت آتی رہے گی۔

نقطہ اللہ تعالیٰ اعلم

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

حدیث سبحان من زین الرجال کا حوالہ

سوال: عام طور پر حدیث سننے میں آتی ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت کی یہ تسبیح ہے
 سبحان من زین الرجال باللعی والنساء بالذوات، اس کا حوالہ مطالعہ کیا
 جیسا تو جبراً

البحرین باسما صلی اللہ علیہ وسلم

کنوز الخفا من لیس فی الروافد المناوی علی ما مشی مع الصغیر ص ۱۳۷ میں بحوالہ حکم مرث
 اتنی حدیث منقول ہے صحیحی میں زین الرجال باللعی والنساء بالذوات، وشیء اور ص ۱۳۷
 میں بحوالہ السنن الفرووس للدری یہ الفاظ ہیں۔ ملائکۃ السماء تسبغ لیل الذوات والنساء و
 لعی الرجال، امام سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مفصل روایت نقل فرمائی ہے رخصہ و ردی
 عن ابن عباس علی اللہ علیہ وسلم انہ قال ان الذوات ملأکة تسبغ جہم سبحان
 من زین الرجال باللعی والنساء بالذوات الذوات (البحرین ص ۱۳۷) نقطہ اللہ تعالیٰ اعلم
 ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

موردی صاحب میں مفسر کی شرائط نہیں

سوال: (۱) قرآن مجید کی تفسیر لکھنے کے لئے کن باتوں کا ہونا لازمی ہے؟

(۲) موردی صاحب میں کون سی باتیں موجود ہیں سوال نمبر ۱ کے حوالہ سے۔

(۳) ایک عام فہم آدمی عربی سے ماواہق کے لئے کون سی تفسیر زیادہ نوزدن چلی جائے؟

الحمد لله على ما علمه من القرآن

قال المولى احمد بن مصطفى المعروف بطائفة كبرى زادة في مفتحة السعادة ومصلح
السيادة (والله اعلم) انه العلامة كما استوفى التفسير شرطين في المفسر ايضا شرط
الاجازة والتعاطف لمن قرى عنها (وهو) ان يعرف خمسة عشر علما هي معرفة
الاتقان والكمال (واحد هـ) اللغة انما يعرف شرح مفردات الالفاظ ومدلولها التورية
قال جاهد لا يحل لاحد يزعم بالله واليوم الآخر ان يتكلم في كتاب الله تعالى اذا لم
يكن عالما بلغة القران وقدره ايضا (والله اعلم) ان لا يتكلم بمعرفة السير منها ان
لا يامن ان يكون النظم مشورا وهو ذاهل عن اسد المحبين والعالمان والوارد للمفسر
الآخر (الثاني) المعراذ يختلف المعاني ويبدل باختلاف الاعراب كما روى عن
الحسين انه قال تعلم العربية فان الرجل يقرأ الآية فيعلم بها (الثالث)
التعريف اذ معرفة الالمانية والهيبة كما نقل عن ابن فارس انه قال كمن كلمة يحصل
معناها فيستخرج منها وردها (الرابع) الزخرف من علم النساب يقول من قال ان الامام
في قوله تعالى يومئذ هو اكمل الناس بامامهم جمع ام وان الناس يدعون يومئذ
بامامهم دون اياهم قال وهذا غلط اوجب جهلة بالمقرئ فان اما لا يجمع على امام
(الخامس) الاشتقاق لان الكلمة يختلف معناها باختلافها من مادتين مختلفتين
كالمسيح هل هو من شجرة او المسيح (السادس) والسادس (والسابع) المعاني و
البيان والبدعي اذ بالاول يعرف خواص التركيب من جهة افادتها المعنى والثاني
خواصها من حيث اختلافها بحسب الزيادة في الوجوه والنقصان فيه والثالث
وجوه تحصيل الكلام هذه العلوم الثلاثة هي علوم البلاغة الاولان ذاتيان
الثالث عوضية وهي اعظم اركان المفسر لانه لا بد له من معرفة ما يقصده الالفاظ
والمبادئ في هذه العلوم الا ان دلائل الاممية اما السابقة كالخراب الغلغلة ومن
يجد وحدهم اول الذوق الذي هو الالفة في الكتاب البليغة ولا يكون تحصيلها
بدونه قال السكاكي في حق المعاني والبيان فالاول كل الويل لمن لم يطلع على التفسير
وهو فيها راجل (الثامن) علم القرآن اذ يعرف كيفية النطق بالقران ويرجم
بعض الوجوه المتعددة على بعض (التاسع) اصول الدين لان في القرآن ايات

سے حاصل نہیں کیا۔ ماہر اساتذہ کی زور پڑائی تحصیل علوم کے بغیر صرف مطالعہ سے کوئی فن حاصل نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کوئی شخص دنیا بھر کی کتب طب قدیم و جدید کا مطالعہ کر لے تو بھی اسے حکیم یا ڈاکٹر کی سند نہیں دی جاسکتی اور نہ ہی اس کو علاج معالجہ کرنے کی اجازت دیا جاسکتی ہے جب تک کہ کسی مستبر ادارہ میں ماہر اساتذہ کی نگرانی میں علم حاصل نہ کرے۔ پھر موجودہ دوی صحت میں علم الموبہ کی شرائط کے وجود کا تو کیا ہی کہنا۔ نیز حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم قرآن مجید کے حاملین اور یوں ہیں اس لئے اچھے ساتھ مداوت رکھنے والوں اور انکی شان میں گستاخی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ علوم قرآن کی نعمت عطا نہیں فرماتے جیسے کہ وہ انقض عداوت میں اپنے مطلوب عظیم اجماع کی وجہ سے حفظ قرآن کی دولت سے محروم ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے بالخصوص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامع قرآن ہیں لہذا آپ کے ساتھ بغیر کسی واسطے کو دولت قرآن ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی بشرط مفسر میں علم الموبہ بھی ہے بغیر صحابہ اور علم الموبہ ایک طب میں جمع نہیں ہو سکتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان کو مخلد شکرنا در حقیقت قرآن کریم کی صداقت کو موردِ کفرنا ہے۔

۳۱ جمادی الثانی، آخرہ سنہ ۱۴۰۹ھ

الانکاح بین العیدین کی تحقیق

سوال: کیا نکاح بین العیدین حدیث ہے اور کیا واقعی عیدین کے درمیانی دو مہینوں شوال اور ذی قعدہ میں نکاح ٹھیک نہیں جیسا کہ ہمارے دیار میں مشہور ہے؟ بینوا و بوزا
الجواب: بے بائیں بہرحال المصنوع کیا

عیدین کے درمیانی مہینوں شوال اور ذی قعدہ میں نکاح اور نکاحات دونوں بلا کر اہست جائز ہیں اسے کیسے ناجائز کہا جاسکتا ہے جبکہ سرکلہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے زیادہ محبوب ترین زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شوال ہی میں نکاح کیا اور شوال ہی میں انصاف ہوئی۔ باقی رہا الانکاح بین العیدین؟ اول تو یہ حدیث صحیح نہیں اور اگر بالفرض اسے صحیح مان لیا جائے تو اس میں عیدین سے مراد عید الفطر اور عید الاضحیٰ نہیں بلکہ جمعہ اور صلوة العید مراد ہیں اور اس سے مقصد قاعدہ کلیہ کا بیان نہیں بلکہ یہ واقعہ جزئیہ ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ سرحدی کے زمانے میں جبکہ دن چھبے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید سے فارغ ہوئے تو کسی نے نکاح پڑھنے کی درخواست کی تو آپ نے

یہ ارشاد فرمایا ہر گاہ کہ دونوں نمازوں کے بیچ میں نہیں، مطلب یہ تھا کہ جمعہ کا افضل وقت نہایت
 کی خدمت ہو جائے اسلئے اس سے عدم جواز پر استدلال صحیح نہیں۔ قال ابو عبدہ رحمہ اللہ
 تعالیٰ فی مستحبات النکاح (تہذیب): قال فی البزازیہ والبنائو والکاسم بن یحیی العبدی
 جاثو کہ الذیخ والختان لشر لا یکرہ لانہ علیہ الصلوۃ والسلام تزوج بالصلیۃ
 (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) فی شوال دینی تھا یہ و تالیف قولہ علیہ السلام لانکاح بدین
 العبدیہ ابن عساکر علیہ السلام کان رجوع عن صلوة الصبی فی اقصر ایام الشتاء یوم
 الجمعة فقالہ حتی لا تقوتہ النور و فی الوقت الا فضلہ اھ (شامہ ص ۲۷۲)

تحقیقات جدیدہ کے مطابق اگر چاند وغیرہ سیاروں کی زمین کے ساتھ ملائت ثابت ہو جائے تو وہ قول مذکور کے مطابق ہے۔ سیدہ سیتا وہ میں سے شمس کے سوا باقی سیارات کی زمین سے ملائت بنائی جاتی ہے سو بٹولوں ارض سات کا دہورا ہو جاتا ہے۔ اور اگر سیارات مزید ثابت ہو جائیں تو شاید ارض کے ساتھ ان کی ملائت سن کن دہر ہو اور ان میں کن وجہ ملائت بھی ثابت ہو جائے تو سات کے عدد میں احتمال تکثیر ہے، نیز عدد اقل اکثر کی نفی نہیں کرتا۔

اور دو سیاروں کے درمیان فاصلے اگر پانچ سو سال کی مسافت کے مطابق ہو تو اس کو بھی تحکیر کے لئے لیا جاسکتا ہے۔ وہ سو سو مدت فی کلام العرب فتح الباری میں ایک روایت اکثر یا بشر کی بھی منقول ہے اس سے اسکی تائید ہوتی ہے کہ یہ اعداد تحکیر کیلئے ہیں بلکہ لا تقدیر بعض روایات میں ہے کہ بقیہ زمینیں ہماری زمین کے نیچے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ بعض حالات میں نیچے ہوتی ہیں اور بعض میں اوپر ہو کر زمین کے مضموم ہیں مختاریت تحقیق اس لئے صرف نیچے ہونا بیان کیا گیا۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرے کہ سیارات پر کوئی مخلوق نہیں اور نہ ہی وہاں کسی جاندار کے زندہ رہنے کا امکان ہے۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ عدم وجود ان عدم وجود کی دلیل نہیں، بالظہور جس جبکہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ وہ مخلوق طائر یا جنات ہیں اور یہ امر مسلم و مشاہد ہے کہ طائر اور جنات کے وجود عدم اور ان کے حال زندگی کے فقدان کا فیصلہ انسان نہیں کر سکتا۔ بہر کیف اسلم یہ ہے کہ اس تحقیق میں نہ پڑ جائے کہ یہ زمینیں کہاں ہیں؟ صرف اتنا عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ سات زمینیں ہیں۔ واللہ اعلم بما کاھنا وکیف یاھنا ودرساھنا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۸ ربیع الاول سنہ ۱۴۰۹ھ

تحقیق حدیث فی کل ارض آدم کا دمک ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک یونانی کتبہ میں کہ حدیث میں ہے، ان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض ادم کا دمک و لوم کنو حکم و از اھد کا براھیمکم و عین کعبین و نبی کننیکم لہ کیا یہ درست ہے؟ پہلی زمین اور دوسری زمینیں کتنا فاصلہ ہے؟ کیا ہر ایک زمین میں اس طرح تھا جو آج کے ہیں اور اس طرح آدمی ہیں؟ جو الکتاب مع عبارات تحریر فسر مالین کو مولوی عصامیہ کا قول درست ہے یا غلط؟ ویتنوا فوجوا

الْحَوْبُ يَا سَمْعِيَّةُ بِهِمُ الصُّرُوبُ

[illegible]

مرفوعاً انت بین کل الارض والسماء علیها خمسمائة عام وادعیاً منها علی ظهر حوت قد التقى طرفاه فی السماء والحويت علی صخرة بین مطلق والیساقبة مصحح الزیج۔ واثبت فیها حیاتها۔ والیساقبة فیها عقاربها والساقبة فیها مسقر فیها الیسر مصنف بالحدید وید امامہ وید خلفہ یطلقہ اللہ تعالیٰ لمن یشاء وهو حدیث منکر کما قال الذہبی لا یعول علیہ اصلاً فلا تغتر بتصحیح الحاكم ومثله فی ذلک اخبار کثیرة فی هذا الباب لولا حضور الملک لما ذکرنا هذا لکن کون ما بین کل الارض من مائة سنة کما بین کل السماء من جاز فی اخبار معتبرة کما روی الامام احمد والترمذی عن ابن حزم فی الام

(رد المحتار ج ۲ ص ۲۸۳)

ان عبارات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

① یہ مضمون حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔

بعض حضرات نے اسے بنو قریظ علی السماع ہونے کی وجہ سے حکم مرفوع قرار دیا ہے، مگر اسکا اس لئے یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اسرائیلیات سے لینے کا تمنا ہے کما قالہ الحافظ عدالت ابن کثیر رحمہ اللہ نقلی

② اس کی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کی صحت میں شک و شبہ صحت راجع معلوم ہوئی ہے اسلئے کہ اگرچہ حاکم کی تصحیح ذیل الہیمنان میں محذو بہ کی تصحیح بالاشیاء متبر ہے اس کی وجہ بندہ کی کتاب ارشاد الہی صلی اللہ علیہ وسلم میں خطہ فرامیں

③ اس کی روایت میں ابوالفضل متفرد ہیں۔

بظاہر یہ امر روایت کی صحت کو مخدوش کر رہا ہے کہ ایسے عجیب الحجاب مضمون کو سوائے ایک شخص کے اور کوئی روایت نہیں کرتا، مگر اسکا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بنو قریظ سے چھپاتے تھے چنانچہ درمنثور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے۔ لولا انکم مضیہا الکفر کفرکم بتکذبکم ہما

خلاصہ یہ کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف نسبت کی صحت راجع ہے کہ حکم مرفوع ہونے میں کلام ہے۔

مطلب

بعض اکابر نے لکھا ہے کہ بقیہ اراضی میں مخلوق کا ہونا ثابت ہے اور کل قوم آباد ہے

ثابت ہوتا ہے کہ ابن کی طرف انبیاء علیہم السلام بھی مبعوث ہوئے ہیں۔ نیز "بت نزول الامور بمنہرج" سے بھی ثابت ہو کہ سب زمینوں میں وحی نازل ہوتی ہے، اس لئے انرا بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حقیقت پر مبنی ہے یعنی دوسری زمینوں میں بھی انبیاء علیہم السلام کی بعثت ہوئی ہے، آگے دو احتمال ہیں ایک یہ کہ انکے نام آدم، ابراہیم، بلطبعہ وغیرہ ہوں۔ دوسرا یہ کہ واقعہ انکے بھی یہی نام ہوں "نبی کذبیکم" سے امتحانِ اول کو ترجیح معلوم ہوتی ہے۔

مگر دوسرے عقیدے نے اس سے اتفاق نہیں کیا اس لئے کہ عقیدہ زمینوں میں مخلوق کا ہونا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، اور اگر مخلوق کا وجود تسلیم کر لیا جائے تو وہ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما "کما جاتہ جئاتہا" اور نبی کا انسان ہونا لازم ہے، اور انسان کا صرف جنات کی طرف مبعوث ہونا اور دوسرے انسانوں سے الگ صرف جنات ہی کی بستی میں رہنا العید ہے انکے برعکس دوسری زمینوں کے جنات کی ہدایت کا اس زمین کے انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہونا اور ان کا یہاں اگر ہدایت نہ پاؤ گے بھید نہیں، اور "بت نزول الامور بمنہرج" میں امر سے تکوینی امر مراد لیا جاسکتا ہے۔

باقی رہا صرف ہی انرا بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سو اوّل تو شبہ اسراہیل کی وجہ سے اسکا محل تلاش کرنے میں کاوش کی چنداں حاجت نہیں بالخصوص جبکہ خود صاحب اثر بھی اسے چپا تھے کما مر من الدر الثور، تا نثرا اسکا محل یہ ہو سکتا ہے کہ جیسے ہماری زمین میں سیدہ زور نماز حضرات ہیں اسی طرح دوسرے طبقات میں بھی سیدہ زور نماز افراد ہیں، کما مر من الزوم اور "نبی کذبیکم" میں نبی بمعنی لغوی ہو سکتا ہے۔

غرضیکہ اوّل تو یہ حدیث نہیں بلکہ انرا بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے۔ پھر اس کا ثبوت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مختلف ذیل ہے، پھر اسراہیلیات میں سے ہونے کا شبہ ہے، پھر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اسکو مکمل واضح ہے، مگر وہی نبوت کی سم ظریفی دیکھئے کہ ایسی کمزور بنیاد پر کتنی بڑی عمارت کھڑی کر رہے ہیں کہ جب زمین کے دوسرے طبقات میں بھی انبیاء ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین نہ ہونے، ان کی شان پسند ہی ہے صحت الشرح بینا علی شفا جوفہ ہاں فابہار بہ ذیہ، ہر جہدہ نفس قرآنی اور قطعی و جماعی عقیدہ کے ناقابلِ تخیل تعدد کو چھڑکے پرے، ژواں چاہتے ہیں اللہم اذہم اذنہ عنہ تنکا اگر دوسرے طبقات میں انبیاء علیہم السلام کا وجود تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے یہ کیسے

ثابت ہوا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئے ہیں یا ان میں سے کوئی آپ کا ہمرتبہ ہے تشبیہ کے لئے مساوات ضروری نہیں، آپ کی نبوت کا علوم اور ختم نبوت مخصوص قطعیت سے ثابت ہوئی وہ سنے لازماً ہی کنا بڑی جگہ کہ دوسرے طبقات میں اگر انبیاء اگر رہے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل گر رہے ہیں۔ آپ کی نبوت جمع طبقات کے لئے عام ہے اس پر یہ اشکال نہیں ہو سکتا کہ آپ سے دوسرے طبقات کے استفادہ کی کیا صورت ہے؟ اس لئے کہ وہاں بسے ہی جنات ہیں اور انھیں استفادہ کے لئے ہماری زمین پر آنے میں کوئی دقت نہیں تیرہ بھی ممکن ہے کہ وہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ کام کو رہی ہو، بلکہ یہ احتمال سب انبیاء علیہم السلام میں ہے، اس طرح تشبیہ اشترک فی الاسم کو بھی شامل ہوگی یہی سبیل انیسیم تحریر کر دیا ہے وہ حقیقت وہی ہے جو ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ دوسرے طبقات میں حضرات انبیاء علیہم السلام کا وجود ثابت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ صفر سنہ ۱۴۰۷ھ بمطابق

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا

سوال: کیا کسی حدیث میں موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ثابت ہے تفصیل سے تحریر فرمائیں۔ بقیہ التوجہ اور

الجواب: بسم اللہ الرحمن الرحیم

حدیثا ہذا ابھی خالی و شیعان میں فروغ قائلہ انجونا حار وین مسئلۃ البیان و سلیمان النبی عن افسس بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: انیت و فی زوایہ ہذا ابھرت علی موسیٰ امیۃ امویۃ بنی عبد المکشیبہ و اھو وھو قائم بھو فی قوۃ (مجموع مسلم ص ۲۰۴) مختلف طرق سے یہ حدیث مروی ہے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۸ ربیع الاول سنہ ۱۴۰۹ھ

سب سے اول کیا پیدا ہوا؟

سوال: ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میرا پوتا پھر آپ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ میری روح تھی، پھر آپ نے فرمایا کہ جو شے سب سے پہلے

پیدا ہوئی وہ میری عقل تھی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جو چیز سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پیدا کی تھی وہ رقم تھا تو اب ان چاروں حدیثوں سے بندہ کو نصیحت ہو گیا لہذا میرا بانی کر کے بندہ کے شک کو رفع کیا جائے۔ آمین تو جی رہا

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى رأيت في الدار المنشورة نقلًا عن ابن عباس
رضي الله تعالى عنهما أن أول شيء خلقه الله العرش (أي إن قال) وفي الدار أيضا عن ابن
هريزة رضي الله تعالى عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول أنه أول شيء خلقه
الله العرش ثم النور، وهي الدواة (أي إن قال) وروى أنه أول ما خلق الله العرش و
إن أول ما خلقه الله نوري وإني قال ما خلق الله نوري وروى أنه أول ما خلقه الله العرش
والأولية من الأمور الإلهية فيكون له كل واحد من ذكر خلق قبل ما هو من جنس
فالعرش خلق قبل جنس الأنوار ونوري قبل الأنوار (أي قوله) ومنه أول ما خلق نوري
وفي رواية روى ومنها واحداه (مرقاة مشكاة ١٠١)

فلا صبر یہ کہ روح اور فہم کے ایکسے ہی معنی ہیں اور تفسیر اشیاء میں اولیت سے اولیت اضافہ ہر دو سے ہذا کوئی تعارض نہیں۔ فقط اولیت سے اے اعلم

۴۰. یسوع المسيح الآخر سنة ۸۹ هـ

تشریح حدیث من خذ الرجل

سوال: قبر میں میت سے منکر نکیر دیا کرتے ہیں، من هذا الرجل الذي بعث فيكم؟

اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قبر میں حاضر ہوتے ہیں یا وہ منہ اقدس سے قبر تک پردہ حجاب اٹھایا جاتا ہے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر دکھائی جاتی ہے۔

يَتَّبِعُوا حُرُوفًا.

الْحَمْدُ لِلَّهِ بِاسْمِهِ الْعَزِيزِ

اگرچہ احتمال یہ بھی ہے کہ قبر میں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مثالیہ پیش کی گئی ہو یا قبر اور در حشر اطرح کے درمیان سے عجیب اُٹھا دیا جاتا ہو مگر احادیث کے ظاہر اور تبارک عقل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ ہی ان صفات سب پر بیان کرنے کے بعد دریافت کیا جاتا ہے۔ بَلَّغُوا الرِّجَالَ وَطَبَّيْظًا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَكُونُ تَقْدِيسُ الصَّلَافَةِ فَالْحَيُّ عَدَا عَنْ خِلْفَتِهِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُشْتَرِكٌ فِيهِ فِي ذِيكِرِ وَالْوَالِدُ الْكَاهِنُ

اسم سے کہ انتہی یعنی لایہ النبی اور من قولہ فی الصحیحین رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ
فیقولانہ یا کنت نعول فی ہذا الرجلہ لعملہ وکذا فی روایت ابن المنکدر عن اسماء بنت ابی
تعلیٰ عنہا عند احمد رحمہ اللہ ولہ من حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا ما ہذا الرجل
الذی کان فیکہ الارشاد القاری ص ۳۲ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ بیچ الاول سنہ ۹۰ھ

کتاب حدیث کی تاریخ تالیف

مولیٰ : بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، ابن ماجہ، سوط، نسائی،
مسند امام احمد، سنن ابو داؤد، سنن دارمی اور سنن امام شافعی، یہ کتابیں کسی کی
لکھی ہوئی ہیں اور کسی نے بحری میں لکھی گئی ہیں ؟ بیٹھنا تو جردا

الصحیح بآسمانہم القبول

مذکورہ کتابوں کے مولف خود سوال میں کتاب کے ساتھ مذکور ہیں۔ سوطاؤ ہیں۔ مولا
امام مالک، سوطا امام محمد۔ ان محدثین کی تواریخ وفات یہ ہیں۔

(۱) سوطا امام مالک بن انس متوفی سنہ ۱۷۹ ہجری

(۲) سوطا امام محمد متوفی سنہ ۱۸۹ ہجری

(۳) مسند الامام الشافعی متوفی سنہ ۲۰۴ھ (۲ تین کتابیں دوسری صدی کی ہیں)

(۴) صحیح بخاری متوفی سنہ ۲۵۶ ہجری

(۵) صحیح مسلم متوفی سنہ ۲۶۱ ہجری

(۶) سنن ابی داؤد متوفی سنہ ۲۷۵ ہجری

(۷) سنن الترمذی متوفی سنہ ۲۷۹ ہجری

(۸) سنن نسائی متوفی سنہ ۳۰۳ ہجری

(۹) سنن ابی ماجہ متوفی سنہ ۲۷۳ ہجری

(۱۰) مسند امام احمد متوفی سنہ ۲۴۱ ہجری

(۱۱) مسند دارمی متوفی سنہ ۲۵۵ ہجری

یہ سب کتابیں تیسری صدی کی ہیں (ارشاد القاری ص ۳۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲ ربیع الاول سنہ ۹۳ھ

تشریح حدیث من را می منکر الہ

سوال: حدیث من را می منکم منکرا ظلیفہ بیلک کی کیا تفسیر ہے؟ باز ارمیں عام لوگ دارمی منکری اور فسق و فجور میں مبتلا نظر آتے ہیں کیا یہ سب کو تبلیغ کرنا فرض ہے؟
یقیناً تو جہودا

الجبونک باسم ملہام المصونک

حدیث میں استطاعت سے متنی استطاعت مراد نہیں، بلکہ اس صورتیں عدم استطاعت تصور ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ بادشاہ کو بھی طائفہ ہائے کی متنی استطاعت تو سب میں موجود ہے، بلکہ استطاعت سے مراد یہ ہے کہ جسے تبلیغ کرنا چاہتا ہے اسے شر سے محفوظ رہ سکے نیز اگر قبول کی توقع ہو تو تبلیغ ضروری نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۷ رزی الحجہ سنہ ۹۳ ہجری

تشریح حدیث المسلم علی المسلم شہۃ حقوق

سوال: حدیث المسلم علی المسلم شہۃ حقوق کی کیا تفسیر ہے؟ کیا ہر شہری کے ذمہ لازم ہے کہ وہ دن میں کم از کم ایک مرتبہ ہسپتال جا کر بیماروں کی تیماردائی کرے۔
یقیناً تو جہودا

الجبونک باسم ملہام المصونک

اگر دین کے ہر مسلم کی عیادت ہر مسلم پر واجب ہو تو نہ عیادت کرنے والوں کو کسی دوسرے کام کی فرصت مل سکتی ہے اور نہ ہی مریمیں کو عین و آرام کی صلت میسر آ سکتی ہے لہذا حدیث مخصوص ہے اپنی تعلق و اہل معرفت کے ساتھ۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم
۲۸ رزی الحجہ سنہ ۹۳ ہجری

امر بالمعروف کی طرح منی عن المنکر بھی فرض ہے

سوال: امر بالمعروف کرنا اور منی عن المنکر نہ کرنا مخرج عن عمدۃ الامر بالمعروف والمنی عن المنکر ہے انہیں۔ درود یہ بتاتے ہیں کہ مقصود نصیحت کرنے سے اصلاح النفر ہے اور منی عن المنکر سے نفرت اور ضد پیدا ہوتی ہے اسلئے امر بالمعروف کرنا کافی لاصلاح النفر ہے بلکہ زیادہ مؤثر ہے اس سے کہ اجتماع بین الامر والمنی ہو جائے اور کہتے ہیں کہ ہم نے اسکا تجربہ کیا ہے۔ یقیناً تو جہودا

الجوابت باسمہم اللہ علیہم الصلوٰۃ

امرا المعروف اور کسی عن النکر ہر دو مستقل مأمور یہ ہیں، ایک پر عمل سے دوسرے سے
تذریعہ الامر نہیں ہوگا البتہ نہی عن النکر میں مداخلت اور ہمدردی کا اتوار ضروری ہے اور
الحسنی جہانگیر بالحدیث والموحظۃ الحکمتیہ، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۶ محرم سنہ ۱۳۹۵ھ

عاشورا میں توسیع علی الدیال سے متعلق حدیث :

سوال : عام خور پر مشہور ہے کہ جو شخص یوم عاشورا کو اپنے اہل و عیال میں فراخی
کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پورے سال فراخی و وسعت عطا فرماتے ہیں، کیا شرط اس کی
کچھ اصل ہے ! بلیغاً و جملہ۔

الجوابت باسمہم اللہ علیہم الصلوٰۃ

اس بار میں ایک بڑے مشہور ہے جسے امام احمد عقیلی (رحمۃ اللہ علیہ) ابن جوزی، ابن تیمیہ ابن قیم
اور حافظ ابن حجر جیسے رجال حدیثیہ فی ثبات قرآن دیا ہے البتہ دوسرے جنس نے توسیع کی بجائے ضیق
کہا ہے۔ مگر غرض اہل علم بالضعیف کے لئے یہ خط ہے کہ وہ کسی قاعدہ شرعی میں داخل ہوا اسے
سنت نہ سمجھا جائے (ہلاکت) یہاں یہ دو قول شرطیں مفعول ہیں، کیسی کچھ شرطیں کے تحت نہیں اور عام
اسے سنت سمجھیں، عرم سے متعلق اماورث موضوع کا طور ادا سے اور زیادہ خود شہناہ اپنے الفاظ
آریں اس میں اور بھی کئی قباغ ہیں جن کی تفصیل زندہ کے برائے مکتبہ کو ملے گی حرام میں ہے۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۰ ربیع الآخر سنہ ۱۳۹۵ھ

واللہ یعلم کہ من الناس کا دعوہ بعد الموت کو بھی شامل ہے :

سوال : کچھ علماء و واعظین یہ فقہ بیان کرتے ہیں کہ سلطان نور الدین زنگی کو خواب
میں سرکار دہام صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ دو سرخ گتے میری مرقبہ منور پر
حملہ آوریں ان کا تعاقب کرو ان کو کھانا، نیز ان سرخ رنگ پیوہوں کا مثالی ٹکسہ بھی
دکھایا گیا تھا۔ سلطان مرحوم نے حج سپاہ و فرج مدینہ منورہ پہنچ کر ان کا مشربہ لکھا اور انہیں
ہچان کر قتل کیا مٹھا یہ فقہ کیا معنی پر حقیقت ہے ؟ اور کس مستند اسلامی کتاب میں
موجود ہے ؟ مگر واللہ یعلم کہ من الناس کا دعوہ ما بعد الموت کسے لئے بھی ہے تو سلطان
کو حفاظت کی کیا ضرورت تھی ؟ بلیغاً و جملہ۔

الحکم علیہم بالصلوٰۃ

یہ واقعہ صحیح ہے مشہور میں اسکا وقوع ہوا اور کج تک امتعت میں اس کو اتار سے چلا آتا ہے کہ کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ کثر صغار نے اس کو اپنی کنوئیں میں تفصیل کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے فضائل حج میں سیرت کی مقبرہ و مقبول عام کتاب وفاء الوفاء جلد اول کے حوالہ سے اس کو بالتفصیل نقل فرمایا ہے۔ واللہ یعلم من الناس کے ذریعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا جو انتظام فرمایا گیا تھا بظاہر یہ مہیات و بعد اہمات دونوں کو شامل ہے۔ واللہ یعلم من الناس سے موقوف العاقۃ ذائق سے حفاظت مراد ہے جو واقعہ مذکورہ میں حاصل ہے لہذا یہ واقعہ آیت مذکورہ کے خلاف نہیں بلکہ اسکا مظہر ہے اور اس خاص ذریعہ میں حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ اسلام کے معجزہ کا اظہار ہو، اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر تک جانکی کسی کو ویسے ہی قدت نہ ملتی تو معجزہ کا اظہار نہ ہوتا اس کی ایک نظیر حضرت عذیفہ و جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کرامت ہے۔ سستہ ذرا کہ واقعہ ہے کہ حضرت عذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں شاہ عراق (ملک فیصل، ازل) کو فرمایا کہ ہمارے قبر میں دوسری جگہ منتقل کر دیں اور حیدر کا پانی آگاہ ہے چنانچہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ ان حضرات کی نعشوں کو وہاں سے بھلا گیا، اور لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے اسکا مشاہدہ کیا اور بیٹھا کہ فریہ کرامت دیجہ کہ اسلام لائے دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ نعش ہائے مبارک کا کفن حتیٰ کہ ویش مبارک کے بال تک باطل صحیح حالت میں تھے۔ دیکھنے والوں کو یوں معلوم ہوتا تھا کہ شاید نعش رحلت فرماتے دو تین گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں گزرا، دونوں حضرات کی آنکھیں بھی کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی پرکسم اور چمک تھی کہ دیکھنے والا ان سے آنکھیں نہ ملا سکتا تھا اس واقعہ کے ایک عینی شاہد طحانیت حسین صاحب کا مکتوب ماہنامہ ”صدوق“ دیکھو ۱۱ دسمبر سنہ ۱۹۴۳ء اہل اسلام کو دارالعلوم دیوبند ستمبر ۱۹۵۷ء مطابق صفر ۱۳۷۷ء میں شائع ہوا ہے ۱۰ میں بھی دیوبند معجزہ اسلام کے اظہار کی حکمت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اس پر تو در تھے کہ دریا کا پانی انکی مقبرہ کی طرف نہ آنے دیتے۔ فہو واللہ تعالیٰ اعلم

حدیث ”ان دنیا جیفۃ المم“ کا حوالہ

سوال: ”ان دنیا جیفۃ“ دعا بعد کلام ”کیا یہ حدیث صحیح ہے۔ اگر ہے تو کس کتاب میں؟
تحریر فرمائیں۔ بیضا تو جروا

الرحمۃ علیہ باسم ماہر القلوب

یہ منقول بلاشبہ حدیث سے ثابت ہے البتہ سرسری نظر سے بعینہ یہ الفاظ نہیں ہے۔

(واللہ اعلم) دائرہ علمہ السلاطین یاد اورد مثل ان دنیا کمل جیفۃ اجتمع علیہا البصائر

یعنی انھیں انھیں کلاما مشاہیر و مشہورہم (کنز العمال جلد ۳۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳۰ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۸ھ

کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے متعلق حدیث

سوال: کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی عوام کے کورسے پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا

تھا؟ اس کی وجہ کیا تھی اور یہ ذکر کوئی کتاب میں ہے عوام کے کورسے پر یا کسی بھی

جگہ پر یا کیا تھا اس کی مکمل تفصیل تحریر فرمائیں۔ بیضا تو جروا

الرحمۃ علیہ باسم ماہر القلوب

عن حدیثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبأ طع فکان

قاماً ثم رعد ما یماہر فسم طع خفیہ (رواہ ابوداؤد فی باب البول قائماً)

حدیث مذکور میں ابھی تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کورسے پر کھڑے ہو کر پیشاب

کیا تھا۔ مدار نے اس کی مختلف وجوہ بیان فرمائی ہیں۔

① آپ کے گفتگوں میں وارد تھا۔

② کہ میں درد تھا ان دونوں دردوں کیلئے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مفید خیالی کیا جاتا تھا

③ آپ آدھ پیسے ہوئے تھے اس لئے بیٹھنے پر قدرت نہ تھی۔

④ پیشاب کر پیشاب کرنے کی حالت میں کھڑے نہیں ہونا خطرہ تھا۔

بہر حال بلائند کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ضرراً ممنوع ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس

فعل کو کسی مذہب پر محمول کیا گیا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۳۰ ذی قعدہ سنہ ۱۴۰۲ھ

”رب اجعلنی معتمداً علی الصلوٰۃ“ پر اشکال کا جواب

سوال : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا فرمائی تھی رب اجعلنی معتمداً علی الصلوٰۃ و
من ذریعتی، اس میں من تعین فیہ ہے جس سے یہ مطلب نکلا ہے کہ مجھے ہر صریٰ میں
اولاد کو نماز قائم کرنے والے بنا اور بعض دیگر کے حق میں یہ دعا نہیں ہے حالانکہ چاہیے
یہ کہ ہر وی تمام اولاد معنی میں۔ کیا ہم اس وقت یہ دعا پڑھ سکتے ہیں۔ سنیو انور دا

الحمد لله رب العالمین

حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحب رحمی تھے۔ آپ کو بذرِ رحمی معلوم کر دیا گیا تھا کہ آپ کی
بعض اولاد ایک نہیں ہوگی۔ لہذا ان کے لئے دعا کی گئی، ومن ذریعتی معتمداً علی الصلوٰۃ
میں۔ اس لئے آپ کی دعا میں ”من“ ذریعتی میں ”من“ تعین کے لئے ہے آپ اس دعا
میں کوئی تغیر نہ کریں بلکہ ”من“ کو ”بعض“ یا ”بعضہ“ کے لئے لیکر جمع ذریت کی نیت کر لیں
قال العلامة الانصاری رحمہ اللہ تعالیٰ فی تفسیر قولہ تعالیٰ ربنا ہب لنا من اولادنا
وذریتنا الذین یعلمون انہم من ذریعتنا من یستحق ہبہ ای ہب لنا من ہبتم وجوز ان نکون بیانہ کلامہ
قوله ہب لنا ذریعتنا من ذریعتنا من یستحق ہبہ ای ہب لنا من ہبتم وجوز ان نکون بیانہ کلامہ
ہذا صریح علی مجموعہ من البیان وجوز ان تقدم البیان علی البیان (رد المحتار ص ۱۹۳)
فکذا لای یکنون الشک من ہذا مثلاً اجعل اقامۃ الصلوٰۃ من ذریعتی اور اجعل من ذریعتی
الصلوٰۃ من ذریعتی۔ فقلاً و اکثر تعالیٰ اعلم

۳ ذی الحجہ سنہ ۹۶ھ

تحقیق حدیث عرض اعمال

سوال : ایک پہلے کا تراش اور سال خدمت ہے میں تحریر ہے کہ حضور کرم صلی اللہ
علیہ وسلم پر عرض اعمال کی روایت بابا مع محمد بن مویز ہے اس بارے میں اپنی تحقیق
تحریر فرما کر مکتبہ فرمائی۔

محمد بن کا جملہ ہے کہ عرض اعمال کی یہ روایت سن گھڑت ہے۔ روایت یوں ہے۔ عن
ابن المبارک عن ابن ابی شیبہ عن الامام احمد بن محمد بن عمار عن سعید بن المسیب عن یحییٰ بن
من رحمہ الا یعرف فیہ فی النہی انتہی حدیث و حدیث یعرفہم باسمہ و انہم فلان لا یستحق
جلالہ۔ مترجم : ابن المبارک نے کہا کہ محمد بن سعید انصاری شاعر نے اوروئے النہی

ابن کرم سے ملنا کہ وہ کہتے تھے کہ میں نے سعید بن مسیب (تابعی) کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی دن بھی ایسا نہیں گزرنا کہ نماز پر آپ کا اُستِ صبح و شام پیش نہ کی جاتی ہو اور آپ امتیوں کو اپنے ناموں اور احوالوں کیساتھ پہچان دیتے ہوں تاکہ ان پر گواہی دیں۔ یہ حدیث نہیں بلکہ ایک تابعی سے منسوب کی جانے والی غلط بات ہے۔ پھر جو نیک انسان انصاف کا نام ہے نہ بد، نہ کسی حدیث کی کتاب میں اس روایت کا ذکر ہے۔ قرآن کریم پر قاعدہ کلیہ بیان فرماتا ہے۔ **وَمِنْ ذَٰلِكَ أَنفَعُ بَيْنَ ذَٰلِكَ** یعنی یہ سب سے زیادہ نفع دینا ہے، **وَمِنْ ذَٰلِكَ أَنفَعُ بَيْنَ ذَٰلِكَ** (قرآن مجید، آل عمران، ۱۰۱)

سنادی احمد شرفِ تعالیٰ نے بھی عرض الاعمال علی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روایت نقل فرمائی ہے۔
احادیث مذکورہ میں سے حدیث ملائکہ شہرِ صمد اور ملائکہ کی سند حسن ہو چکی ہے نہ کہ وہ حدیث
ملا اور ملا کی قوت کے لئے امام: محمد اور امام ابو داؤد رحمہما اللہ تعالیٰ کا نام ہی ضمانت ہے۔

محمد نے اپنے دعویٰ پر قرآنِ کریم کی روایتیں اللہ ایک حدیث پیش کی ہے، ان سے مستدلال
ایسا ہی جیسا ابطلان ہے کہ اس سے متعلق کچھ کہنے کی کوئی حاجت تو نہیں معذرا! ایسے لکھتے دیتا ہوں
کہ حرکتِ سنیہ علم سامنے آجائے۔

① پہلی آیت کا پورا مضمون اس طرح ہے: حتیٰ اذا جاء احدہم الموقل ربنا زھوون

علی اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کلا اھا کھڑے ہو قائلہا ومن ورائہم یومر خانی یوم یسئلونہ

یعنی جب انفران کی موت کا وقت آتا ہے تو وہ بعثتِ طب کرتا ہے تاکہ وہ نیک عمل کرے
اس کے جواب میں ارشاد ہے کہ اب اسکی دہائی کا کوئی امکان نہیں۔ اسکا حاصل یہ ہوا کہ مرنے کے
بعد کوئی داپس نہیں آتا یہ مطلب ہرگز نہیں اس دنیا سے بھی کوئی عالم برزخ میں نہیں جاتا۔

بعلا سے تو دلدارِ اعمال کے ہیکل سلسلہ جاری ہی بہت ہے اور احادیث کی مطابقت بعلا میں چھوٹو لکھی ہے
جانبِ اولوں سے ملتا جلتی ہوئی ہے، اسی طرح ایضاً لو اب کی صورت میں اسات کو اب بھی پہنچتا ہے
② دوسری آیت یہ ہے ومن اضل من ذلک من دون الذل من کل یتصحبہ اللہ فی یوم

الغیۃ ثم من دعاھو فخلوۃ یعنی بہت اپنے پرستار لکھی پکار سے بچھریں اسکا سلسلہ زنجیر سے کیا شوق؟

③ حدیث بیضاوی علیہ السلام سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض لوگوں

کو ان کی صورتوں سے نہ پہچانتے تھے، یہ مضمون عرضِ اعمال کے ثبات نہیں دیکھ کر عرضِ اعمال
اُمت کے ناموں سے ہوتا ہے جس سے معرفت صورت نہیں ہوتی۔ بارہ روایات میں سے دو صحیح
کی بجائے میرا کالفاظ ہے جو بہر حال معنوم ہوتا ہے۔

محمد نے آخر میں عرضِ اعمال کا عقیدہ رکھنے والی ہدی اُمت سلسلہ بشمول ہمارے صاحب و
جلیل القدر محدثین کو مشرب قرار دیا ہے۔ در لکھا ہے کہ انھوں نے نبی کو الہ بنا لیا ہے۔

محمد پر لازم ہے کہ وہ پہلے شرک کی جائز و ناجائز تمام بیان کریں اور پھر عرضِ اعمال کا
اس میں دخول ثابت کریں، اگر مطلقاً دوسرے کسی چیز پر مطلع ہو جائے ہی الوہیت سے خلوت
کسی بھی ذریعہ سے ہو تو آج جو لوگ گھر بیٹھے فلیویشن برپا کیا بھر کے حالات دیکھ اور محسوس
ہے اور کیا یہ سب محمد کے خیال میں اللہوں؟ فقط اللہ العاکم جمادی الاولیٰ عشر



دَفْعُ الْوَسْوَاسِ
عَنْ
قَصَّةِ الْقِرْطَاسِ



قصہ قرطاس کی حقیقت

سوال: حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مشہور واقعہ قرطاس کی حقیقت کیا ہے۔
اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں ان کی تفصیل اللہ تعالیٰ
کیا ہے؟ بھگواندھارا

الحجۃ ومنہ الصدق والقبول

حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری بیماری میں وفات سے چار روز قبل پختہ ہونے کے دن
اپنے اصحاب یعنی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ قرطاس یعنی کاغذ لاؤ میں ایک تحریر لکھ دوں میں کہ بعد تم
کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت بیماری
کی تکلیف زیادہ ہے اسی آپ کو زحمت نہ دینا چاہیے اور ضروری احکام کے لئے کتاب اللہ کافی ہے
اور بعض ماصنوع الامم لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ لکھوا دینا چاہیے اس اثنا میں کچھ لوگوں نے
”جن کا نام کسی روایت میں نہ کہیں“ کہا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واسئلوا استفہموا، یعنی
میرا آپ کی دعا کی لا وقت آگئی! آپ سے پوچھ لو کہی، پھر اس وقت نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس تحریر کے لکھوانے کا طے حکم دیا اور اس کے بعد کسی اور وقت میں اس کے متعلق کچھ نہ فرمایا
علاوہ چار روز تک اس کے بعد دنیا میں تشریف فرما رہے۔

فقہہ تو صرف اسی تذکرے پر ابر بیان ہوا، مگر اہل تطبیع نے بڑی بے باکی کے ساتھ اس
فقہہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تین اعتراض بڑے زور شور سے کئے ہیں۔

(۱) حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا کہ یہ شخص ہدیان جنت ہے۔
(نحوذ باللہ من ذلک) ہجر کے سنی ہدیان جنت کے لیے ہیں اور اسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ
کا مقول قرار دیتے ہیں۔

(۲) ایسی ضروری تحریر جس کے بعد تمام امت تکمیل کا اندیشہ نہ رہتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ
عدنے نہ کیسے دی، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی بھی ہوئی اور امت مسلمہ
مسلمانوں کا نقصان بھی۔

(۳) حضرت عمر نے حدیث تکذیب اللہ فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی ضرورت نہیں۔
اعتراض اولیٰ اذک کا جواب ہے (۱) لفظ بھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نہیں۔ کتب اہل سنت

میں کوئی ایک صحیح روایت بھی اس فقرہ کے ثبوت میں نہیں لی سکتی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ
تعلیٰ فی فتح الباری میں کہتے ہیں کہ کسی روایت میں یہ نہیں کہ یہ لفظ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا متوجع
شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے بھی فقہ اشاعرہ میں یہی لکھا ہے و شیعہ علماء اہل حق میں گیسو و
عیسائیوں کی خاص مشق ہوتی ہے دونوں کی دہنیوں کوئی سوہن سے ایسی روایت کی تلاش
ہیں مگر مطالبات کے باوجود اس تک کوئی روایت نہیں پیش کر سکے لہذا اگر کسی عالم اہل حق
نے اسے متوجہ فرمادے اللہ منہ تسلیم کر لیا ہے تو انھیں دھوکہ ہوا ہے کیونکہ شیعہ نے اپنی فقرہ پر پانچ
کو کچھ اس طرح شرت دی اور عوام میں اس قدر پھیلایا کہ اس عام شہرت سے بعض خواص بھی دھوکہ
کھا گئے جس کی بہت سی نظائر موجود ہیں۔ مثلاً امام اہل رحمہ اللہ کے مذہب میں شدہ کا جو زامقہ
مشہور کیا گیا کہ صاحب ہدیہ جیسے محقق دھوکہ کھا گئے۔ کسی بڑے سے بڑے عالم کا دھوکہ میں آجانا
کچھ مستبعد نہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے مطالبہ کیا ہے کہ کوئی معتبر روایت ہند صحیح پیش کر دے۔ اہل حق
شخص کا بلا سند کوئی بات کہہ دینا روایت سلق نہیں جو سخت سلق اسے کہتے ہیں کہ کوئی حدیث
روایت کرنے وقت کسی چیز کو بلا ذکر سند کے بیان کرے۔ پھر ہر روایت سلق کا صحیح ہونا بھی فقہ
حدیث پھر سند تو ایک بیکار شے ہو جائے گی۔ مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لکھیں۔

”تلافی الاحتمال لا یجوز ہا ما لم یعلم متذہبا وخصیۃ الا ان قالوا قال رسول اللہ
ہو ما ارسطو راوی الحدیث وقرطہ الواسطہ بینہما بین النبی صلی اللہ علیہ وسلم
لا یجوز قول کل من قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا لزوم ان
یکون قولی العوام والسوقۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا اسرسل
والوجہ فیہ ان الارسل والانتظام وخصوصاً من صفات الاستاد ویتبع
الحدیث بہ یواسطہ فہیث لا استاد فلا ارسل ولا انتظام ولا اتصال
وانما هو مجرد نقل اعتماداً علی الغیر ومن المعلوم ان صاحب الہدایۃ وکبر
من کا بیان الفقہاء وشوکت ائمہ العلوم وغیرہ من اجلۃ العرفان ونبیوا من
المحل ثین ولا من المخرجین وان کانوا فی الفہم والفقہ وغیرہما من
الحکامین“ (الغزالی ص ۵۸)

(۱۲) حجر کے معنی بعض ہریان کے نہیں بلکہ یہ لفظ قدائی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ قال خطابی
والحدیث ہر وہ حدیث جو اس کے معنی ہمارے نہ ہو اور نہ اس کے معنی میں بھی کہتے ہیں۔

فتح الہادی ۱۰۰ ملا میں ہے وحتیٰ ان یكون قوله اذ یفعل لاماً ماضیاً من الیوم لغفم
الہادی وسمكون الیوم والمفعول یفعل وحتیٰ ای الحیۃ وذكره بلفظ الماضی مبالغۃ لعل رأی من
علامات الموت ۔

اور علامہ محمد طاہر کجراتی مجمع بحار الانوار (جو خاص حدیث کی لغت ہے) ج ۲ ص ۴۷۵
میں فرماتے ہیں ۔ وحتیٰ ان یكون معناه حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الیوم لغفم
الوصل ، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اس لفظ کے اصل معنی جدا ہونے ہی کے ہیں ۔ ہڈیاں کے معنی میں بھی
اسی مسابقت سے آتا ہے کہ اس میں عقل سے جدا ہوتی ہے اور یہی معنی زیادہ مشہور تھا دیں
اُردو میں بھی بکر متبادل واصل بولا جاتا ہے اور حدیث قرطاس میں بھی معنی چسپان ہونے ہیں ، ہڈیا
کے معنی وہاں دو وجہ سے نہیں بنتے ۔

۱) اللہ ہڈیاں کا شیبہ اس بات پر ہوتا ہے جو غلبہ عقل ہو ۔ ایک پیغمبر اپنے آخری وقت
میں فرماتے ہیں کہ کافکہ راؤ میں ایک ہرودی ہدایت نامہ لکھ دوں ، اس میں کوئی یا علامات
عقل ہے جسے ہڈیاں کہا جائے ۔

(۲) روایت میں ہجر کے بعد استغفرہ کا لفظ ہے ، یعنی آپ سے پوچھو اگر ہجر یعنی ہڈیاں
لایا جائے تو استغفرہ سے ربط بالکل خطا ہو جاتا ہے ۔ کیونکہ جسے ہڈیاں ہوگی اب اس سے پوچھنا
بالکل خلاف عقل ہے ، اب دیکھئے جدائی کے معنی کس خوبی سے بنتے ہیں ۔ جب حضور کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے حالت مرض میں ہدایت نامہ لکھوانے کو فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قلب
پر ایک بجلی سی گزری کہ شاید وہ قیامت کی گھڑی آگئی ہے

حیث در پیم زدن صحبت یار آفرشد روئے علی سیر ندیم و ہمار آفرشد
کیونکہ اسی تحریر آخری وقت میں لکھوائی جاتی ہے لہذا انھوں نے کہا اگر استغفرہ دیکھتی کیا
حضرت اب جدا ہو رہے ہیں ۔ آپ سے پوچھو تو یہ لفظ ہجر جس نے بھی کہا کمال محبت اور جذب
عشق میں کہا ، مگر جن کے قلوب در صحبت سے نا آشنا ہیں وہ اس کی کیا قدر کر سکتے ہیں سے
چو دل بمسر بخار سے نہ بشری ص تر از سوز دلی دنیا ز ما چہ خیر

۳) بغرض حال اگر یہ لفظ بمعنی ہڈیاں ہی ہو تو یہ جزو استغفار کے ساتھ ہے ، اور
استغفار اسلای ہے ممکن ہے کہ یہ قول اس جماعت کا ہو جو تحریر لکھوانے کی مؤید تھی اسنے
اپنی رائے کو تقویت دینے کے لئے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں کیوں توخت

کرتے ہیں، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ فرمان ہو گیا ہے؛ یعنی ہدیان نہیں ہوا۔ یہ مطلب بھی خراج حدیث سے بیان کیا ہے۔ بخاری میں یہ روایت سات جگہ ہے۔ کتاب الجہاد کے سوا باقی چھ مواضع میں یہ لفظ حمزہ استفہام کے ساتھ ہے اور بخاری کے علاوہ دوسری کتب میں بھی ہر فرقہ و جمہور میں اگر ایک روایت میں حمزہ ہو تو قریح نہیں، ایک ہی واقعہ کی متعدد اسانید میں اگر ایک لفظ کا روایت میں ہوا اور کسی میں ہو تو یقیناً ہی کہا جائے گا کہ جس میں نہیں ہے اس میں راوی سے بچھڑ گیا۔ اسی لئے حافظ رحمہ اللہ فتح الباری ج ۲ ص ۱۸۱ میں فرماتے ہیں، الزاۃ فیہ اثبات حمزہ کا علاوہ اذہ بلا واو استفہام کے بھی استفہام ہوتا ہے۔ ان تینوں جوابوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ اول تو لفظ بحیرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقولہ نہیں، دوسرے بالفرض اسے تسلیم بھی کر لیا جائے تو ہر قسم کی تردید نہیں بلکہ فقہی حنفی میں ہے جو خاص محبت کا کلمہ ہے نہ کہ گستاخی نا، تیسرے بالفرض بحیرہ بمعنی ہدیان ہو تو حمزہ استفہام کے ساتھ ہے ادا استفہام انکاری ہے۔ اب اگر باب عقل غور کریں کہ اس اعتراض میں کیا جان باقی رہ گئی جب تک شیطان تین باتوں کا جواب نہ دے دیں مگر کسی روایت میں اس کا مقولہ عمر رضی اللہ عنہ ہونا و کھائیں پھر یہ ثابت کریں کہ ہجر کے معنی معنی ہدیان کے اندر کچھ نہیں ہیں۔ یا یہاں سوائے ہدیان کے اور کوئی معنی چسپاں نہیں ہوتے۔ پھر یہ بھی ثابت کریں کہ یہ لفظ حمزہ استفہام کے ساتھ نہیں، یا یہ استفہام انکاری نہیں ہو سکتا۔ اس وقت تک اس اعتراض کا نام ایسا سخت لیے بغیر کرتی ہے۔

(۱) اعتراض ثانی کا جواب ۱۲ اس کے جواب سے قبل چند امور غور طلب ہیں۔

(۱) البیہ اکتلتکم دینکم واسمعت علیکم فمضی رضیعت لکم الاسلام ویدنا۔ بلا نقاد

اس قصہ قرطاس سے پہلے نازل ہو چکی تھی، پس اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی ایسی ضروری تحریر باقی تھی تو دین ہرگز کامل نہیں ہو سکتا اور یہ آیت معاذ اللہ غلط ثابت ہوتی ہے۔

(۲) قصہ قرطاس پر بننے کے روز واقع ہوا، اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات دو شعبہ

کو ہوئی تو چار روز تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ کے بعد اس عالم میں تشریف فرما رہے۔

پس اگر کوئی ایسی ضروری تحریر باقی ہوتی تو آپ کو اس کے لکھوانے کا کافی موقع ملا، اس کے

باوجود آپ نے نہ لکھوای، یہ ایک بہت بڑا اور سخت الزام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد ہوگا۔

نحوہ ملائکہ من ذلک، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے منہ سے یا ان کے خوف سے نہ لکھوانا اگر کسی

مسلمان اور نہیں کر سکتا کیونکہ ایسے ہی کسی کے خوف سے اگر انبیاء معصومین اللہ تعالیٰ سے لڑکھائیں

تو دین سے دان ٹھ جائے گا اللہ نبوت ایک بازو کا اطفال ہو جائے گی۔ خیال کیجئے جب کفار نے آپ سے کہا کہ اگر آپ کو سلطنت کی خواہش یا کسی حسین عورت کی حلیہ تم تو سلطنت اور تمام عورتیں عورت آپ کو لادیتے ہیں۔ مگر ہمارے مسودوں کو برامت کہو، کفار کے مقابلہ کے وقت اور لڑنے کے لیے آپ کو پیغام پہنچایا اور بھولا کر اسے بھیجے تو اس تبلیغ سے باز آجا، میں اکیلا سارے عرب کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو آپ نے لکھ دیا کہ اسے چھا کر میرے ایک ہاتھ میں آفتاب اور دوسرے میں چاند بھی رکھ دیا جائے تب بھی اس کا حق سے ہرگز نہیں لڑوں گا۔ غرضیکہ جس دن آپ تمام عرب سے دین کی خاطر برسرِ بیکار تھے اس وقت تو آپ نے ضروریات دین کو نہیں چھوڑا تو اب ایسی اہم چیز کو کیسے چھوڑ سکتے تھے؟ پھر ان چار پارچے اللہ میں دن میں یا رات میں کسی وقت تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لٹ کر گئے ہوئے اس وقت آپ کھوا رہے۔

۱۳۱) اتنی ضروری تحریر کو اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا تھا تو حضرت علی اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا فرض تھا کہ کھواتے مگر کسی نے بھی اس وقت توجہ نہ لی، پس حضرت عمر سے زیادہ الزام حضرت علی پر ہوگا۔ اس لئے کہ بزمِ شیعہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تقرب سب سے زیادہ تھا۔ نیز ایسا حکم عموماً گھروالوں ہی کو ہوتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کو یہ حکم دیا گیا ہوگا جس کی انھوں نے تعمیل نہیں کی۔ مزید برآں سند احمد کی روایت میں تصحیح صحیحہ ہے کہ یہ خطاب حضرت علی کو تھا۔

۱۳۲) انساب شریف اور تمام طبقہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص سوائے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اس کی روایت نہیں کرتا پھر ابن عباس کے سیکڑوں شاگردوں میں سے صرف ان کے بیٹے حمید اشعث اور سعید بن جبیر اس کے ناقل ہیں۔

۱۵۱) اس قصہ قرطاس سے بہت پہلے حدیث نقلین از شاذ ہو چکی تھی۔ اس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے تھے کہ میں تم میں دو گرتھد چیزیں چھوڑتا ہوں، اگر تم ان دونوں سے تمکد کرو گے تو ہرگز بھی لکھو نہ ہو گے۔ پس اگر یہ قصہ قرطاس دلی تحریر کوئی ضروری فرائض کی جائے تو حدیث نقلین کی کنگہ سب لازم آئے گی۔

ان امور پر خود کرنے کے بعد عقلی علم و ادب میں سے ایک کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔

۱۶۱) یا تو یہ قصہ ہی سب سے غلط ہے، دین کا دلی ہو چکا تھا۔ اور ہرگز کوئی ایسی ضروری تحریر باقی نہ تھی اور ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت قرآنیہ کے خلاف کسی تحریر کے لکھوانے کا

اردوہ ظاہر نہیں فرمایا تھا، یہ قصہ محض بے بنیاد افسانہٴ ادین کا فائدہ ناہو ہے اور بعض ایسے مغرضانہ کیا گیا ہے کہ آئینہٴ الہیہ کا کلمہ لکھ کر دیکھا کہ اہل حدیث عقیدین کی بھی تحکیم ہو جائے اور مضہر صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی تسبیح و سالت میں کوٹھائی کرنے کا الزام قائم ہو کر مسلمانوں میں مشکوک ہو جائے مگر نام بخدا! رحمت اللہ علیہ جسے دشمن کی طرح میں اس نظر سے کی خود پر کرتی ہے۔

(۱۲) یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض اپنے صاحبزادے حضرت امام حسینؑ کا استعفیٰ لینے کے لئے فرمایا تھا کہ قلم رواں دواں کا کاغذ کاؤ تاکہ میں ایک ایسی ضروری و مفید تحریر لکھوا دوں کہ اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوئے۔ حقیقت یہ کہ کوئی ایسی ضروری تحریر باقی تھی اور نہ واقع میں آپ کا ارادہ تھا کہ عرض استعفیٰ متصور نہ تھا کہ یہ لوگ ایمان میں کھانکھارے اندام ہیں۔ اگر کہیں خدا غوغا کا بار صواب دینی اللہ عنہم سے تحریر کے لکھوانے پر مستعد ہو جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بیخ ہوتا اور فوراً فرما دے کہ آیت الہیہ اکلانہ لکم دینکم ہے کہ بعد اس بھی تم کسی تحریر کے لکھو اور وہیں کو کاس نہیں بھجئے لہذا صواب اکلانہ دینی اللہ عنہم اس استعفیٰ میں و ہذا علی کا صواب ہوئے اور اس کا صواب میں نمایاں حصہ حضرت خادقِ قلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، چند معلوم ہوا کہ بزرگوں نے لکھوانے کی تائید کی۔ قوی احتمال ہے کہ یہ حضرات جدید اسلام ہونے صواب رضی اللہ عنہم میں سے اگر کوئی تلافی شخصیت یہ قول کرتی تو اس کا نام ضرور روایت میں مذکور ہوتا۔ کما اوصافنا من دابة المحلة فہرے ہیں ان جدید اسلام لوگوں کا اختلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ آیا جس کا اظہار قوموا یعنی کے الفاظ سے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بطریق احتمال تھا اس پر دو زبردست دلیل ہیں۔

(۱) جبکہ آیت البیوع اکلانہ لکم دینکم ہے اگمال دینی اور تمام غفلت کی خبر دے چکی تھی تو مانگ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد کسی تحریر کی حاجت ظاہر نہ کر دیں کو ناقص اور غصبتہ خداوندی کو ناقص قرار دیتے۔

(۲) آپ نے جو صفت فرط اس والی تحریر کی بیان فرمائی ہے۔ اسی صفت کی دو چیزیں ہیں جب آپ آہستہ کے ساتھ میں دے چکے تھے (جن کا ذکر حدیث ثقلین میں گذر چکا ہے) اور اب اس شخص پر کیا حاکمیت تھی؟ اس کی حاکمیت تو اس وقت ہو سکتی تھی جب ان دونوں چیزوں میں یہ صفت نہ ہو لہذا نا ممکن ہے کہ حضور علی الشریعہ علیہ السلام اپنی حدیث کما حقہ ایسی بات فرمائیں طالع ابن تیمیہ وغیرہ کا یہ خیال ہے کہ اس موضوع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خلافت نامہ سکھوانا چاہتے تھے اور صحابہ میں اس کی ردا یست کو اپنے پاس

تبیال پر زینہ بٹاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس آخری مرض میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے والد اور بھائی کو بلواؤ تاکہ میں ابو بکر کے لئے تحریر لکھ دوں تاکہ لوگ میرے بعد اختلاف نہ کریں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اچھا رہنے دو یا ابی القحط و المؤمنین الا لاہی بکروا۔ پس آپ کو وحی سے ملنے لگا یا گیا تھا اس لئے اس ارادہ کو ترک فرمایا۔ اگر اس کو تسلیم بھی کریں جائے کہ ملین ہو جانے کے بعد بھی آپ خلافت صدیقی لکھوا چاہتے تھے تاکہ وہ اختلاف نہ کریں تو بعد میں آپ کا سکوت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں تھا جس میں راز یہ تھا کہ انتخاب خلیفہ کا ردی اصول "تفویض الی اہل العلم والحق" قائم کر جائیں اور دیکھ دی کی رسم جاہلیت کا کھنڈہ اسلام میں باقی نہ رہے۔ کئی مواقع پر آپ نے وحی الہی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت فرمائی۔ اس موقع پر بھی آپ کا سکوت اور حضرت عمر کی موافقت دہی الہی سے تھی۔ اسے شیوخ علیہ السلام نے کہا ہے چنانچہ کتبہ شریف میں نہایت معتبر کتاب فلک النجات ص ۳۶ جلد اول پر بھی یہ الفاظ موجود ہیں۔

ولما سکوۃ علیہ السلام بعد التنازع فکان من عنہ بل کان یوحی

اپنے من میں دُوب کر یا جاسرائل زندگی تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو میں پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ اختلاف اگر بالہام اللہ تو فی اختلاف نظر تھا اور کما دفع من مواضع شیعہ) تو اس کا مناقب میں شمار ہونا بدیہی ہے اور اگر شدت مرض اور آپ کی تکلیف کے مد نظر یہ اختلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تو اس کی نوعیت ہمیشہ صلح مدینیہ کے نوع پر ہونے والی مثال سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انکار بدیہی ہوگی جسے شیوخ لوگ مناقب علی میں شمار کرتے ہیں۔ (اعتراض ثالث کا جواب) یہ تو بعینہ وہ قول ہے جس کو خود حضور کریم صلا اللہ علیہ وسلم نے خود اس سے تین ادھر شراکھوں کے مجمع میں فرمایا تھے میں نے یہ تفویض ادا کرتے ہوئے حضرت خاریز علی رضی اللہ عنہ کے حسب کتاب اللہ کہنے کا اگر یہی مطلب ہے تو قرآن میں ہے حسبنا اللہ پس اسکا مطلب بھی یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کافی ہیں، رسول کی ضرورت نہیں، خدا ہوتا ہے ہم فہم حیوان۔

پھر یہ ہے کہ یازہر میں مقولہ بھی حسب کتاب اللہ ایمان کی بات ہے اور فاروق عظیم رضی اللہ عنہ تعالیٰ عنہ کے ان کلمات کا آئینہ ہے جنکا نمونہ اس آسمان نے ہاں ہمہ طول کسی نہیں دیکھا۔ نقطا

۱۔ ہذا آخر الکلام والحمد للہ رب العالمین

رشید احمد



فجاء التَّحْرِيرُ
لِخَيَالِ الزَّمَانِ



غلارکھا جاتا ہے، کیونکہ اگر باہم پیوست کر کے ان کو جوڑ دیا جائے تو پیوستوں کی درجہ اور موسم کی ثنائیت وغیرہ سے شدید حرارت پیدا ہو نیچے بعد اُن کے اجزاء میں تھکنے اور انبساط ہونے کی وجہ سے اس کے اوپر اُتھ جائے گا خطروں پر تباہی ہوگا نتیجہ کارگی کے ٹٹٹ ہانے یا بوجھ پڑنے سے لائن کے ٹوٹ جانے کی صورت میں ظاہر ہو سکتا ہے۔

(۲) انتھکنے چیز خفیف ہوتی ہے اور متکاثف ثقیل جیسے روٹی اور لہو۔

(۳) خفیف چیز سرع حرکت میں لانا جذب ہوتی ہے اور حرکت کے جاذب کے اثر کو جلدی قبول کرتی ہے اور ثقیل چیز بطی حرکت اور متعسر لانا جذب ہوتی ہے، حرکت اور جاذب کے اثر کو جلدی قبول نہیں کرتی۔

اب یہ سمجھیں کہ جب ہم اپنا سانس باہر پھیلتی ہے تو باہر کی ہوا گرمی کی وجہ سے متھکنے لگتی ہے، پھر جنم کا دوسرا سانس اندر کو جاتا ہے باہر کو نہیں، اس لئے جب وہ سانس اندر کو لیتی ہے تو گرم ہوا متھکنے لگتی ہے جو کہ خفیف اور ہلکی ہوتی ہے لہذا سانس کے ساتھ اندر چلی جاتی ہے اور سرد ہوا جو متکاثف ہوتی ہے اس لئے اس میں سختی نہیں ہوتی، ثقل ہوتا ہے لہذا وہ دنیا میں رہ جاتی ہے اور سردی کا باعث بنتی ہے۔ اس ہوا میں ایک جانب سے کراۃ الماء اور دوسری جانب سے کراۃ زہر کا تاثر بھی برودت کا باعث بنتا ہے۔

حدیث پر فلسفیانہ اشکالات۔ اس حدیث پر اہل فلسفہ کیا نتیجے پر اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ قمر اور مشاہد سے یہ اثر ثابت ہے کہ دنیا کی سردی اور گرمی کا سبب سورج کا قریب بعد ہے جب سورج دنیا کے کسی حصہ سے قریب ہوتا ہے تو وہاں گرمی ہوتی ہے اور چھل سے دور ہوتا ہے چل سردی۔ تو پھر اس سردی اور گرمی کا سبب جنم کے سانس کو ٹھنڈی کہاں تک صحیح ہے؟

اس کے دو جواب ہیں۔ ایک تو یہ کہ اسباب میں نزاع نہیں ہو سکتا۔ ایک چیز کے اسباب مختلف اور متعدد ہوتے ہیں چنانچہ سردی اور گرمی کے اسباب میں سے ایک سبب جس طرح آفتاب کا قریب بعد ہے، اسی طرح وہ بھی ہے جو حدیث میں بیان کیا گیا، بلکہ اسے اور بھی کئی اسباب ہیں۔ مثلاً ہندی پر ہونا سردی کا باعث ہے اسی طرح سمندر یا پہاڑ کا قریب بعد، مصلابت و غارت میں قطعات ارض کا خللات، جنس ارض کی اولاد وغیرہ، گندھک وغیرہ کے آثار کا خللات، ریح کا دباؤ اور اجسام و استخوان وغیرہ دیگر صفت سورج کا قریب بعدی سبب ہونا تو بیشک اور کوئی نہ کہ ہم میں متعدد ذرا درست تفاوت نہ ہوتا جبکہ

لے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب صفائی قدس سرہ نے بھی فتح المسلمین میں اسی کو اختیار فرمایا ہے۔ ۱۲۰

دونوں کے عرض البلد میں صرف ۳۳ دقیقہ کا فرق ہے۔ اس کے باوجود کوئی سخت سرد مقام ہے اور تھوکی سخت گرم۔ اس جواب پر پھر چند اشکال ملدے پڑتے ہیں۔ ایک یہ کہ اگر جہنم کی رحمت سے موسم بدلتا ہے تو چاہئے کہ قطب شمالی اور قطب جنوبی (عرض تیسرین) میں بھی تھوکی لینے سردی اور جہنم میں تھوکی ہوا تاکہ وہاں ہمیشہ سردی ہے گرمی نہیں اسی طرح میل کی جہنم دار سلطان اور دار جدی (تقریباً ۳۳ درجہ عرض شمال) کے اندر بسنے والے لوگوں کے پسلی آٹھ موسم ہوتے ہیں۔ ہر فصل سال میں دو مرتبہ آتی ہے تو کیا کیرا؟ جبکہ جہنم تو تمام دنیا پر ہونی چاہئے۔ اس لئے دارا سلطان وجہی سے کم عرض البلد میں بھی آٹھ فصلوں کی بجائے چار فصلیں ہونی چاہئیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس اعتراض کا ثبوت اس سر پر موقوف ہے کہ معتدلتین عرض تیسرین پر میل گرم کا بالکل عکس دہنا کہ ذرہ برابر بھی فرق نہیں آتا ثابت کریں۔ اگر ذرہ برابر بھی فرق ہو سب کا فصل کاغذ ٹھنڈا ہے کہ جو کچھ جہنم میں ایک وہاں آفتاب نکلا تو دہتا ہی ہے مگر وہ آفتاب سے تقریباً ۵۲۳ درجہ سے زیادہ مرتفع نہیں ہوتا تو کوئی اشکال نہیں۔ اسی طرح اس امر کی تحقیق کی جائے کہ میل کی سے کم عرض البلد میں موسم ثانیہ میں سے ایک شہر دوسری شہر سے اور ایک صیف دوسری صیف سے کچھ متفاوت ہے یا نہیں۔ اگر تفاوت ہے تو کوئی اشکال نہیں، اور اگر عدم تفاوت تحقق ہو جائے تو اصل اشکال کے دفع کے لئے دوسرا جواب ہی مستحق ہو گا جو عنقریب آ رہا ہے۔

دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے نفس جہنم سے حرارت کا رد نہ پیدا ہو جائے لہذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ تبدیلی بتدیج ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دفعہ حرارت کا پیدا ہونا اور موسم کا بدلتا جانا جو کہ صحت کے لئے سخت ضروری ہے اس لئے اللہ تعالیٰ جہنم سے خارج ہوئی حرارت کو کسی جگہ پر محض فرماتے ہیں اور بتدیج زمین پر پھیلاتے ہیں۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ نفس جہنم دفعہ خارج نہیں ہوتا، بلکہ بتدیج خارج ہوتا ہے اور اس کے بعد واپس آ جاتا ہے کہ جب جہنم کی مشابہت مومن کے ساتھ ہوتی نفس میں اور یہ بھی معلوم ہو کہ سال بھر میں نفس جہنم کے ہیں ایک خارج اور دوسرا داخل تو ہو گا کی طرح تنفس کی حرکات کا اتصال جب ہی ہو سکتا ہے کہ ہر ایک نفس چھ ماہ تک بتدیج خارج ہے۔

غیر اشکال یہ ہوتا ہے کہ جہنم کی حرارت شمس کے قرب کے ساتھ اور جہنم کی بردت شمس کے بعد کے ساتھ متوازن کیوں ہے۔ کبھی اس کے برعکس کیوں نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شمس کی حرارت کی مناسبت سے حرارت جہنم بھی اسی رانے میں ظاہر ہوتی ہے جس میں حرارت شمس۔ اگر توجہ شمس کے رانے میں حرارت جہنم اور قرب شمس کے وقت میں بردت جہنم پیدا ہوتی تو حرارت دبر بردت کے

اجتہاد سے سال بھر موسم بحر میں ہوتا اور فضول مختلف پیمانہ ہوتا جس سے اس طرح غلبہ حکمت ہے۔ نیزہ
موسم صیف میں حرارت شمس کا تحمل کرنے کے لئے قدیم الیہ باطن میں موسم حرارت پیدا کر دیتی ہے، اس
میں زمانہ میں جس چیز کے تحمل اور متبادل کی استعداد قدرت نے پیدا کی اسکا اسی زمانہ ہی میں پیدا ہونا
حکمت و مصلحت کا مقصد ہی ہے۔ اصل اشکال کا دوسرا جواب یہ ہے کہ آفتاب کی حرارت جسم ہی سے آغوش
اور وہ جسم کی حرارت اپنے اندر جذب کر کے زمین پر پھیلتا ہے۔ ہر طرح کی کباب بارہا اس سے بکلی کر
جذب کر کے روشنی کرتا ہے اور آتش شیشہ شمس کی شاموں کو جذب کر کے متالی چیز پر پھینک دیتا
جلا دیتا ہے۔ پس سب ظاہری نوعی آفتاب جسے لیکن اس میں جو حرارت ہے اسکا سبب جسم ہے۔ قدرتی
گری کا سبب جسم کو ظہور لانا بھی صحیح ہے پھر اس پر بھی اشکال ہوتا ہے کہ یہ تقریر اس امر کو متاثر ہے کہ
فرض شمس میں حرارت کم و بیش ہوتی رہتی ہے۔ شام میں اس کی حرارت کم ہو جاتی ہو اور صیف میں زیادہ۔
مالائکہ حقیقت اس کے خلاف ہے، موسم مرا میں سردی پڑنے کے یہ سنی ہرگز نہیں کہ آفتاب سے حرارت کم
ہو گئی ہے بلکہ آفتاب میں تو نوازات اسی قدر رہتی ہے جس کی موسم صیف میں تھی مگر اعلیٰ زیادہ موسم میں
زور کی کہ آفتاب میں سے دور ہو جاتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اشکال اس امر پر موقوف ہے کہ آفتاب
کی حرارت میں کی کمی کدھ کو ثابت کی جائے مگر ہے کہ صیف و شیشہ میں ذات شمس میں حرارت مختلف ہوتی
ہو مگر ہمیں یہ فرق محسوس ہوتا ہو۔ دیکھئے کہ اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے کہ تفاوت نہیں تو کیا جاننا کہ
آفتاب جسم کی نفس خار سے حرارت کو جذب کر کے اسکا ایسا مستقر بناتا ہے کہ جسم کا نفس داخل اس
حرارت کو داپس نہیں کھینچ سکتا۔ پس نفس داخل بعض طرح وارد کھینچتا ہے آفتاب کی حرارت کو نہیں مگر
پریشہ اور کیا جائے کہ شمس کی ساتھ حرارت ملتی مالتا قائم رہتی ہے تو ہر آندہ سال نفس طالع کے ارشے میں
اضافہ ہونا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ ناکہ حرارت کے ایک خاص درجہ سے ترقی کر کے درجہ ہو گئی ہیں
ایک یہ کہ حرارت کو قبول کرنے والا جسم ایک خاص اور ہی درجہ کی استعداد رکھتا ہے اس سے زیادہ کی استعداد
ہی نہ ہو جیسے کہی کا تعلق اور آتش شیشہ ہی استعداد درخصوص درجہ حرارت کی حرارت اندر کر سکتا ہے
دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ متعلق کا درجہ حرارت کوثر کے درجہ حرارت سے زیادہ نہیں سکتا، مثلاً تھرمو میٹر ایک
مثبت کئے پر جو درجہ حرارت کا ظاہر کرے گا ایک گندہ تک کہنے پر بھی درجہ سے گا اس میں اضافہ ہو گا جس
جسم خواہ سا سنا نہ کوئے یا باہر پھینکے ہر صورت آفتاب کی حرارت و حرارت میں کوئی تفاوت اور کمی نہیں
ہوتی۔ لہذا یہ کدھ داخل صحیح ہو گا کہ آفتاب کی حرارت جسم سے آغوش ہے۔ مگر گری کا سبب حقیقی جسم ہے۔

فقط والشمس لله وقمالي اعلم بمرور کما شاع

تدبیطہ التقریر الطبیعت الثغیر فی ملتہ در الجراح بخاری اختراعاتہ اشبح و اصغریم محمد تقی الشافعی
الدیوبندی غم کما یدعی فقر الشیخ علیہ السلام و لایدر علیہ الشیخ و جمیع التوفیق الکریمات آمین ، و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین
فرہ رجب الآخر سنہ ۱۰۹۰ھ

تقریر مذکور سے متعلق استاذ العلماء حرم تحریر حضرت مولانا شمس الحق صاحب طبعانی نے تعلیم اللہ کی رائے سامی
آنحضرت اشتہار کیا کہ حدیث پر حضرت مولانا علی رضا صاحب سب کی اعلیٰ تقریر کا خط کی بیری
تقریر میں وہ تو مد شر و کثافت نہیں بلکہ مطابقت ہے اور حدیث پر وارد ہونے والے تلامذہ عقلی اشکالات
کے جوابات دیتے گئے وہ نہایت قیمتی ہیں ، شراہین حدیث کے اچھے طرف ہست کہ تو یہ سہرا کی
الفرقہ عالی محی کو جہر (اور غیر شے کہ بہت ہم عقیدہ حل فرما دیتے آہیں) جہر و لہذا شمس الحق صاحب ملتہ
صفیہ رقم سربراہ

دیکھ دوست نے طبع زمر سے متعلق مذکورہ ذیل روایات لکھ کر دیں ۔

(۱) ابن تیمیہ الحنبلی نے کہا قال فی نفسه بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما علی تفسیر قولہ عز وجل
تعلیم و عشاق سمیعہ و ادعہ قد استقر قولہ و عشاق " زہرہ ص ۱۰۴ تم کہ فقرہم الذل لکونہ التعلیم ص ۱۰۴
(۲) قال علیہ السلام ابو الیونس الشافعی رحمہ اللہ فی عارک التدریس و قولہ تعلیم عرقہ بجر و العشاق یعرف
بہرہ (مجموعہ التفسیر ص ۱۰۴)

(۳) وقال العروصہ بخوارزم رحمہ اللہ فی تفسیرہ و قال العشاق عین فی تہتم و ظن ہواہ لایطعن
(المہمۃ التفسیر ص ۱۰۴)

(۴) و قال ابن الصل لشرہ بن زہرہ قال لایدر و قولہ فیہا ابرہ " قال عطاء و المحسن ابی راحہ و در حقایق
یفسر ہم انما زاد و بعد سطون و ووقا عن ابی عباس رضی اللہ عنہ ان الورد النوم و منہ قال
لکسانی و ابو صیدۃ تقول الضرب من الورد المبرور ای اذهب الورد النوم (و بعد سطر) و عن ابن
عباس رضی اللہ عنہما العشاق الزہرہ و زہرہ قائم بہرہ و السراج المبرور ص ۱۰۴

(۵) و قال الامام ابن کثیر و رحمہ اللہ انما الحیم فهو الخیر الذی فیہ التوجہ و انما العشاق فهو ضلہ و ہواہ لایطعن
الذکر لا یستقام من شاق بہرہ النوم و لہذا قال عز وجل (و نوحی منک الذکر) ای و انبأ من عند
الغیب الشیء و ضلہ لای یزکک (ابن کثیر ص ۱۰۴) و قال لکونہ جاد غشہ و جادہ لای یسئل بہرہ
کل و تہتم من جہر و عرقہ و ہواہ لای یزکک لایستقیم فیوہی بالذکر لای یفسر فیہ تہتم من جہر و عرقہ و ہواہ لای یزکک
جلد دوم عن التعلیم و تہتم جہر و لکونہ غشہ و جادہ لای یسئل بہرہ لای یزکک لای یفسر فیہ تہتم من جہر و عرقہ و ہواہ لای یزکک



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْجِعُوا إِلَى الْفِتَنِ لِمَسَّكُمْ
لَمَّا ذُهِبَ عَنْكُمُ الرِّسَالَةُ هَلْ لَكُمُ الْيَتِيمَ
فَكُمُ الْيَتِيمَ وَأَذْكُرُوا مَا يُسَلَّى فِي بُيُوتِكُمْ (الزُّمَرِ)



عُمَدَةُ التَّفْسِيرِ إِلَايَةِ التَّطَهَّارِ



اہل بیت کی تحقیق

سوال ۱۰ : شیعہ کہتے ہیں کہ جب آذان کریم کی آیت اٹھایا یہاں اللہ نے حبیب و مشکوٰۃ التجسس اہل بیت و علیہ السلام کو نظر فرمایا تا ازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت میں حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ، حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو، اپنے کلیل میں داخل فرمایا کہ فرمایا، اللہم هؤلاء اہل بیتہ ابدانہ کے لئے دعا فرمائی، حضرت فاطمہؑ رضی اللہ عنہا نے بھی شرکت کی دعا مست کی تو آپؐ نے انھیں روک دیا، اس قصہ کی کیا حقیقت ہے؟ بتلواتے ہو۔

الاجواب كما علمت من كلامه الطاهر

آئیہ کریمہ انعامیہ رحمۃ اللہ علیہ میں اپنی بیٹ سے مراد ازواج مطہرات یعنی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں۔
اور اس کے مندرجہ ذیل رکائی ہیں۔

① اس آیت کے مسباق و سباق میں ازواج مطہرات یعنی اشد تعالیٰ منہن کا ذکر ہے۔

(۲) ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ فتوحات کے بعد نزول مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مصارف میں کچھ دست کی درخواست پیش کی، اس پر آیات یا ایہذا المصروف قل لا یجوز ان کتبتہم تو وہ المعبود الذی انزل فیہا انعاما لہم امتدحتہ واسرحتہ منہم لہم الاوان ممکن تو وہ اللہ و رسولہ والی اذ لا یخیر فی الامر الا الذی لا یصلح لہ منک انما عظیمہ انما یجوز ان میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو اختیار دیا گیا کہ وہ دنیا کو پسند کریں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو، اس امتحان میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سب سے نماز و زکوٰۃ کا سیاق حاصل کی، دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی کامیاب ہوئیں کہ انھوں نے دنیا کے دنیا کے مقابلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو اختیار کیا، اس امتحان میں عائشہ کا سیاقی، بلند حوصلگی اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر متعدد انعامات فرمائے جن کا تذکرہ ان آیات میں ہے، فرماتے ہیں:

(۱) (ومن جمعت منکونہ اللہ و رسولہ، وتعمل صالحا متوثقا بحربہا متوثقا باعتقادہا لہا ازواج کما کویماہ) اس آیت میں اس انعام کا بیان ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے ہر نیک کام پر دوگنا اجر ہے۔

(۳) یا سماء النبی عن کاحد من السماء ان التفتیح الی اس میں دوسرا

انعام مذکور ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے جب ان کی کوئی عورت نہیں پہنچ سکتی۔

(۴۳) انما یرى الله ليد حب علكم الزوج من اهل البيت ويطهره ويطهره ۵۰

(۴۴) ولا ینکحوا الزواجر من بعدہ ابداً ان ذلکم کان عند اللہ عظیماً ۵۱

چوتھا انعام ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو اسات المؤمنین قرار دیا اور عورتوں کے لئے اُمت پر حرام کر دیا گیا۔

(۵۲) لا یحل لک النساء من بعدہ ولا ان قبلن بھن من الزواجر ولو اجبناک

حضور، اس میں پانچویں انعام کا ذکر ہے۔

لا یحل لک النساء من بعدہ کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ قبل میں مذکور صفات میں عورتوں میں نہ پائی جائیں وہ آپ کے لئے حلال نہیں ہیں
 یا قبل میں انہیں کے لئے سہاجات کی قید ہے اور طلاق نہ کرنے کے لئے مؤمنات کی قید ہے اور شاذ و
 انما اسلما لک، ازواجہ المؤمنات ابعدہ وما ملکک یبتلعہ مقافاً، اللہ علیہ و
 بنیت عک وبنیت عک وبنیت خالک وبنیت خالک، اللہ علیہ وبنیت عک وبنیت عک
 مؤمنۃ الی وہبت علیہا اللہ الی ازاد النعم الی یستکبرھا۔ الا یہ

حاصل یہ کہ رشتہ دار عورتوں میں سے طہر نما پر اور دوسری عورتوں میں سے نکاح آپ کے لئے حلال نہیں۔

دوسری تفسیر یہ کہ وہ ازواج مطہرات جو اس آیت کے نزول کے وقت آپ کے عقد میں
 نہیں ان کے سوا اور سب عورتیں آپ پر حرام کر دی گئیں، ولا ان تبدلن بھن من الزواجر کا مطلب
 یہ ہے کہ جو وہ ازواج میں سے کسی کو بہریت تبدیل طلاق دینا حلال نہیں، انہیں ازواج مطہرات پر
 یہ انعام ہے کہ ہمیشہ کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو ان کے لئے مخصوص کر دیا گیا۔

غرضیکہ استحقاق ازواج مطہرات کا ہوا اور اس پر یہ احکامات بھی انہی کے لئے بتائے جاتے ہیں
 اس سے ثابت ہوا کہ اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں۔

(۵۳) اگر اہل بیت سے علی، فاطمہ، حسنین رضی اللہ عنہم مراد لئے جائیں تو اشکال لازم آتا ہے
 کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ کے بغیر ہی طہیر اہل بیت کی بشارت دی

یعنی تو اب پھر ان کو جمع کر کے ان کے لئے تفسیر کی دعا کرنا تحصیل حاصل بلکہ لایسبی اور فضول ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دربانے رحمت کو بلوٹا نہیں دیکھا تو اولاد کو بھی تو تھا اہل بیت میں داخل فرما کر ان کے لئے بھی تفسیر کی دعا فرمائی، یعنی ازواج مطہرات کو اہل بیت کے مفہوم میں حقیقتہً داخل نہیں، اور ان کی تفسیر کی بشارت بغیر دعا کے میں بھی تھی اور اولاد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کے مفہوم میں تو شکار داخل فرما کر ان کے لئے تفسیر کی درخواست کی، پناہی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بعض روایات کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب شہادت کی درخواست کی تو ارشاد ہوا "انک علی خیر" یا "انک انی خیر" یعنی تم ان سے بہتر حالت پر ہو، اسلئے کہ تمہاری تفسیر تو اللہ تعالیٰ نے میری درخواست کے بغیر ہی فرمادی ہے، اسلئے آیت تفسیر میں ذکر کے صیغہ ہیں، ان سے ازواج مطہرات مراد کیا کیسے ہو گا؟

جواب: مؤرخ کے لئے جمع ذکر کا صیغہ استعمال کرنا کلام عرب میں معرور ہے، قرآن کریم میں حضرت امی علیہ السلام کے عقد میں ہے۔ قال لاھلہ امکنوا، شرع طواہر اکشاف میں فرماتے ہیں (واجز طبت المرأة الزوجة عظام الجعم الذکر یقول الرجل عن اھلہ فاعلو انی لا اھل فاعلم ومن قولہ تعالیٰ حکایۃ عن موسیٰ علیہ السلام قال لاھلہ امکنوا، اس کے بعد وشرعی پیش کرتے ہیں فان شئت لوراھلہ فاعلموا ولا یجوز فان تنکحی انکھم وان تنکحی انکھم وان کنتم اھل منکم انکھم۔ جواب ذکر کے علاوہ یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ لفظ "اہل" ذکر ہے اس کی رعایت سے ذکر کے صیغہ لائے گئے ہیں۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اہل بیت میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اس لئے بصیغہ تذکر خطاب فرمایا گیا۔

شیعہ کہتے ہیں کہ آیت تفسیر دراصل کسی دوسرے مقام پر تھی، جامعہ قرآن نے اسے آواز پر منتقل کرنے کے لئے ذکر ازواج کے درمیان رکھ دیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شیعہ اپنے قول مذکور میں خود عقیدہ قرآن کا اعتراف کر رہے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ شیعہ کا قرآن کریم پر ایمان نہیں، تفصیل کے لئے بندہ کلام حقیقت شیعہ کا حقلہ فرماتا، پس جبکہ شیعہ قرآن کریم پر ایمان ہی نہیں رکھتے اور اس کے خوف ہونا عقیدہ رکھتے

ہیں تو قرآن کی اس آیت سے وہ ائمہ کی تفسیر و عصمت کے لئے استدلال کس منہ سے کرتے ہیں؟ پھر اگر ان کا قول نیکو و بھلا ہے تو ائمہ کی بیعت کو ائمہ کے ساتھ مخصوص کرنے اور اذواج مطہرات، منی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کے مفہوم سے خارج کرنے پر کیا دلیل ہے؟ بعض حضرات اہل بیت کی تخصیص بالاذواج کے لئے مندرجہ ذیل دلائل بیان کرتے ہیں۔

(۱) قالوا انھیں عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں نے اہل بیت سے اہل بیت کی بیعت لی ہے۔
حضرت سارہ علیہا السلام کو اہل بیت سے خطاب کیا گیا ہے
(۲) قالت علیہ السلام علی اہل بیت یکتونہ لکم وھذا ما ھو عنہ، میں اہل بیت سے ام مویٰ علیہا السلام مراد ہوں۔

(۳) ہم عرف میں ہیں خاندان اہل بیت، اہلیہ اور ائمہ دین صرف بیوی ہی کو کہا جاتا ہے۔

(۴) گھر کے افراد میں سے بیوی کے سوا اور کسی کو گھر میں ہمیشہ کے لئے قیام نہیں ہوتا، چنانچہ ذکر اولاد بائع ہونے کے بعد اپنا گھر باز الگ بنا لیتی ہے بلکہ بڑے حسب تک والدین کیساتھ ہوتے ہیں۔ سزاؤں میں بھی ان کا بیشتر وقت گھر سے باہر ہی گزارتا ہے۔ اور فریادیں شادی ہو جانے کے بعد گھر سے رخصت ہو جاتی ہیں، مگر یہ دلائل کافی نہیں۔

قرآنی کریم، احادیث اور کلام عرب کے مواقع استعمال پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ توسعاً اہل بیت کا اطلاق گھر کے سبب افراد پر بلکہ پورے خاندان پر ہوتا ہے، اگرچہ گھر میں ایک ساتھ نہ رہتے ہوں۔ حضرت سارہ علیہا السلام سے بلکہ گھر کے خطاب میں اہل بیت سے پورا خاندان مراد ہے۔

فلا حد بحث یہ کہ آیت قطبیر میں سیاق و سباق اور شان نزول کے مد نظر اہل بیت کا تعلق اذواج مطہرات ہی کے ساتھ مخصوص معلوم ہوتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توسعاً اولاد کو بھی اس میں شامل فرمادیا بلکہ خود آیت میں بھی صیغہ مذکر اس توسع کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اشارہ کی بنا پر اولاد کے لئے دعا فرمائی ہو۔

فقط واللہ اعلم

۷ جمادی الآخرہ ۱۴۰۶ھ

کتاب السلوک

رفع تعارض ما بین عبارات مختلفہ در بارہ اصلاح آخری صلاح
 سوائے کسی ایسے شخص سے اصلاحی تعلق رکھنا جو شی میں تو بصیرت رکھتا ہو مگر صالح نہ
 درست ہے یا نہیں؟ اس بارہ میں حضرت تھانوی قدس سرہ نے دو جگہ مختلف تحقیق فرما
 فرمائی ہے۔

① فرمایا کہ شیخ کا دلی ہونا ضروری نہیں، مقبول ہونا ضروری نہیں، ہاں فن کا جاننا اور
 اس میں ممانعت ہونا ضروری ہے۔ جیسے طبیب کہ اسکا پرہیزگار ہونا ضروری نہیں فن کا جاننا اور
 ضروری ہے۔ اسی طرح اگر اعمال صالحہ ہوں، اتھوئی ہوں، دلالت حاصل ہو جائے گی جو شیخ نہ
 ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر شیخ دلی بھی ہو تو اس کی تعلیم میں برکت زیادہ ہوگی۔

(مختصرات کلمات، خزینہ معیشت، تھانوی رحمہ اللہ)

② کار مردان، روشنی دگری ست ۵ کار دو تان حیلہ و بے شری ست
 جاننا چاہیے کہ جس طرح مرض ظاہر کے علاج کے لئے ایسے طبیب کی ضرورت ہے
 جو خود بھی صحیح و تندرست ہو مریض نہ ہو اور دوسروں کا علاج بھی کر سکے کیونکہ اگر خود مریض ہے
 تو مسئلہ طبیبہ ہے مائے العلیل علیل۔ گو وہ طبیب ہو مگر اس کی رائے ناقص و اعتماد نہیں۔ اگر
 وہ صحیح و تندرست ہے مگر علاج کا طریقہ نہیں جانتا تب بھی اس مریض کے مطلب کا نہیں تو
 خود اچھا ہے۔ اسی طرح امراض باطنی کے علاج کے لئے ایسے شیخ و مرشد کی حاجت ہے جو خود
 بھی متقی و صالح ہو۔ مبتدع و فاسق، خواہ دوسروں کی بھی تکمیل کر سکے۔ کیونکہ اگر بد عقیدہ
 اور بد عمل ہے تو اولاً اس پر یہ الطینائی نہیں کہ یہ خیر خواہی سے تعلیم کرے گا بلکہ غالباً تو یہی ہے کہ
 عقیدہ میں اپنا جیسا بنانے کی کوشش کرے گا اور عمل میں اس کو اسلئے نصیحت نہ کر سکے گا کہ خود
 اسکا مان نہیں۔ یہی خیال ہوگا کہ اگر نصیحت کر دے گا تو یہ شخص اپنے دل میں یہ کہے گا بلکہ غالباً
 یہ ہے کہ خود بھلائیے کو اپنی بد عملی کو تادیب سے درست کرنا چاہے گا تو اس میں بڑی گراہی کا
 اندیشہ ہے۔ ثانیاً اس کی تعلیم میں انوار و برکات و تاثیر و اعادہ نہیں ہوگی۔

ان میں تطبیق و ترجیح بران فرما کر منوں فرمائیں۔ بینوا انو سرجا۔

الذی یطلبہ بالعلم والحق والصدق

روح التوفیق : عبارت اولیٰ سے مقصد یہ ہے کہ غیر دلی ماہرین سے ایسے خواص جو صحیح تعلیم میں امتیاز رکھ سکتے ہوں و طریقے سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

(الف) تشخیص مرض و تجویز علاج میں انکی بیان کردہ کلیات کو پیش نظر رکھ کر اپنے حالات کا جائزہ لیں، اور جو نیات پیش آمدہ و انکی تشخیص و تجویز کو اس ماہرین کی بیان کردہ کلیات سے استنباط کریں۔

(ب) بغرض علاج اپنے حالات اس کے سامنے پیش کریں اور اس کی تشخیص و تجویز کی صحت و علم کا جائزہ لیں۔ اگر خداوند بصیرت و ذوق سلیم کی بدولت انکی تشخیص و تجویز پر قلب مطمئن ہو تو اس پر عمل کریں و بالادلا۔ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے جو طبیب کامل تو نہیں مگر طبیب کامل کی رائے کی صحت و عدم معلوم کرنے کی استعداد رکھتا ہے، حاصل یہ کہ غیر دلی ماہرین میں بھی یہی مہارت کیوں نہ رکھتا ہو بغرض علاج اس کے سامنے کامل تسلیم تفویض، انقیاد و اعتماد، اطلاع و اتباع بدولت فکر و تدبیر ہرگز جائز نہیں۔ عبارت ثانیہ کا یہی مطلب ہے۔

روح التذہیب

(۱) کلید فتنوی کا مضمون یہ نقل ہے اور ملفوظات کا غیر مدلل، لہذا کلید فتنوی کا مضمون مانع ہو گا۔ ملفوظات میں جو طبیب کے ساتھ بطور تشبیل کے دلیل بیان کی گئی ہے وہ بھی مذکور ہے کہ چونکہ طبیب کا دلی ہونا اگر بہ ضروری نہیں مگر صحیح و تندرست ہونا ضروری ہے۔ پس جیسے طبیب ظاہر کا امراض ظاہر سے تندرست ہونا ضروری ہے جیسے اسی طرح طبیب باطن کا امراض باطن سے تندرست ہونا ضروری ہے، انکی تعلیل دلیل کا اصول مسلم و مشاہد و منقول ہونیکے علاوہ مقبول بھی ہے۔ باری چونکہ علاج کے لئے کمال عقل و کمال سکون ضروری ہے اور مرض کی وجہ سے دوسرے قوی کی طرح قوت عقلیہ میں بھی ضعف آتا لازم اور مشاہد ہے۔ نیز تکلیف کی وجہ سے جو انتشار پیدا ہوتا ہے اس سے قوت فکر میں کام کرنے کی پوری صلاحیت نہیں رہتی بعینہ اسی طرح مریض باطن کمال عقل و سکون قلب سے خالی ہوتا ہے، کمال عقل اس میں اسے نہیں کہ شریعت میں عقل ہے اسلئے قرآن کریم نے صرف کامل ایمان و کمال ہی

کو ”رجالہ“ کا لقب دیا ہے۔ وقال العارف الرومی رحمہ اللہ تعالیٰ

در اشارتہا شش را بمینی زنی ! مرد ہندواری د چوں بمینی زنی

اِس قدر عقل کے داری کم شود سرکہ عقل از دے ہر دم شود

پس جس حد تک شریعت میں کوتاہ ہوگا اسی حد تک عقل میں فتور لازم ہوگا اور سکون قلب اس لئے نہیں ہو سکتا کہ انکی تحصیل کا حصہ ہے تعلق مع اللہ میں، پس بقدر یہ تعلق ضعیف ہوگا سکون قلب ناقص ہوگا اور اسکی ضد یعنی اشتداد موجود ہوگا قوت ثابت ہوگا غیر ولی کمال عقل و کمال سکون قلب سے خالی ہوتا ہے، ضعیف عقل اور اشتداد کا شکار ہوتا ہے لہذا اس میں معالج پیشے کی صلاحیت نہیں۔

(۲) کلید مشنوی کا حصہ اقل حضرت اقدس سرہ نے خود اپنے قلم مبارک سے تحریر فرمایا ہے لہذا اسکی نسبت حضرت اقدس سرہ کی طوت بلا واسطہ ہے اور لغو فوات کی نسبت بلا واسطہ ناقل ہے جسیر حال الغفا فی السماع والسمع والتعبیر موجود ہے۔

(۳) یہ اسرلم ہے کہ کسی کتاب کی تصنیف پر جس حد تک تحقیق عمیق اور تنقظ و احوال نظر سے کام لیا جاتا ہے عام لغو فوات میں اتنا اہتمام نہیں ہوتا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ لہذا اگر ان لغو فوات کو حضرت اقدس سرہ نے بغرض تصحیح منیاد مجاہد بھی ہو تو بھی اس کے مقابلہ میں کلید مشنوی کی تحقیق واجب القبول ہوگی۔ والتوفیق احسن من الترتیب۔

نظروا لہ تعالیٰ علوہ ووالعالمین لا حول ولا قوت الا باللہ العلی العزیز

رشید احمد

۲۴ جمادی الآخرہ سنہ ۱۳۸۶ ہجری

جواب از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رفع تہا جن کی جو تقریر آپ کی گئی ہے وہ بھی صحیح و عقل ہے لیکن میرے دل کو تو ازل و علو میں یہ بات زیادہ لگتی ہے کہ کمالات اشرافیہ میں ایک علمی تحقیق اور امکان عقلی پر غفلت ہے کہ شیخ اگر ماہر فن ہوا اور مرید کی تدبیر صحیح کرے مگر خود عامل خود مرید اسکے اتباع سے درجہ کمال کو پہنچ سکتا ہے نہ عقلاً کوئی چیز مانع ہے نہ شرعاً۔ ان اللہ یوسد هذا الدین و یجزل العباد و امثالہ اس کے لئے کافی ہے۔

اور کھدشتی میں وہ طریق بتلایا گیا ہے جو عادت ضروری ہے۔ تجربہ اور عادت اس پر مشابہ ہے کہ محض امکان عقلی سے کہیں دنیا میں کام نہیں چلت جب تک اسباب مناسب اختیار نہ کرے۔ فاسق شخص اگرچہ ماہر فن ہو اس پر یہ اعتماد ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی تدبیر صحیح کر چکا۔ جب اعتماد نہیں تو علاج بیکار ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلا مضمون نری علمی تحقیق اور امکان عقلی و شرعی کا بیان ہے جو عموماً اصلاح حال کے لئے عادت و تجربہ کافی نہیں ہوتا اور دوسرے مضمون میں صحیح طریقہ بتلایا گیا جس کے بغیر عادت اصلاح نہیں ہوتی۔

جندہ محمد شفیع ازاد العلوم کراچی

۳۸ رجب المرجب سنہ ۸۶ ہجری

بیعت مقصود نہیں اصلاح مقصود ہے

سوال: ذہنی کسی پر کاغذی نہ ہو اور وہ مر جائے یا تمام عمر میں کسی کو مرشد نہ بنائے تو کسی قسم کا گناہ تو نہ ہوگا؟ بیٹو! توجروا

الجواب: باسم ملہم العزیز

بیعت سے مقصود اصلاح ہے اور نہ بیعتی ہوتی ہے کہ کسی کامل کے ساتھ اصلاحی تعلق رکھے اگرچہ بیعت نہ ہو۔ بیعت مقصود نہیں اصلاح مقصود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم غفرہ رخصتان انساب کے مشاعر

حقیقت تصوف

سوال: آج کل عام طور پر مدارس دینیہ کے کئی اساتذہ و طلبہ اور ان کے ملازمہ دوسرے ماحولوں کو بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ تصوف اور اہل تصوف کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں لہذا اس کی وضاحت فرما کر متون فرامین کہ تصوف کی شرفا کی مشیت ہے اور سکا قرآن و حدیث سے کیا ثبوت ہے؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب: باسم ملہم العزیز

آخرت سے بے فکر مولویوں کی تصوف سے برہمی کا سبب یہ ہے کہ تصوف کے ذریعہ اصلاح باطن اور ظاہر آفرت حاصل ہوتی ہے جو علم سے صل مقصود ہے۔ چونکہ تصوف محبت جاہل میں مبتلا مولویوں کے انسانی تقاضوں کے خلاف پڑتا ہے اس لئے وہ اس کی تحقیر کرتے ہیں۔ ایسی مثالیں یہ ہیں کہ عوام الناس میں سے وہ لوگ جن میں دین کی فکر نہیں اور وہ آزادانہ زندگی بسر

کرنا چاہتے ہیں وہ علماء دین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اپنی مجالس میں ان کو برا بھلا کہتے رہتے ہیں جس کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ اپنی انسانی خواہشات کی تکمیل میں علماء حق کو رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ تصوف کی ضرورت قرآنِ محدث ورفقہ سے ثابت ہے علاوہ انہی عقائد بھی جنکی ضرورت بدیہی اور ظاہر ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ احکام شریعت کی توضیحیں ہیں۔

(۱) ظاہر سے متعلق

(۲) باطن سے متعلق

اعمالِ باطن کا وجود قرآن و حدیث سے ثابت ہے اور ہر شخص کا وجدان بھی اسکی شہادت دیتا ہے۔ علاوہ انہی مسلمات عقلیہ و متفق علیہ حقائق میں سے ہے۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہے وَذُرُوا ظَاهِرًا لِأَنَّا ظَاهِرُونَ اس کے علاوہ حسد و کبر و رجز، حُبِ مال، حُبِ جاہ و فخر و ذاتِ اہوان کی مستحکات صفات محمودہ، اخلاقِ مذمومہ سے تخلیہ اور اخلاقِ حمیدہ سے تخلیہ کا حکم، اول کے علاج اور دوم کی تحصیل کے فرق قرآن و حدیث میں بار بار بہت کثرت سے مذکور ہیں بس ان اعمالِ باطن یعنی ذاتِ ان کے املا اور اخلاقِ حمیدہ کی تحصیل سے متعلق علم کا نام تصوف ہے عقل کی فاد سے دیکھا جائے تو بھی تصوف کی ضرورت بدیہی ہے بایں طور کہ جب امرایں باطنِ نصوص شرعیہ سے ثابت ہیں اور مشاہدیں حقیر بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے انکی اصلاح اور علاج کے طریقے بھی ضرور بیان فرمائے ہونگے ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت ہوگی کہ اخلاقِ مذمومہ پیدا تو فرما دیے مگر ان کا علاج نہیں بتایا۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے فقہ کی تعریف یوں منقول ہے۔ الفقہ معرفة النفس مآلہا و دملہا (توضیح میں) یہ تعریف تصوف کو بھی شامل ہے بلکہ اعمالِ باطن جو نیکو زیادہ اہم ہیں حتیٰ کہ اعمالِ ظاہرہ کا وجود و عدم اور ان کا اعتبار اعمالِ باطن ہی پر موقوف ہے اسلئے تعریف مذکور کے مطابق فقہ کا اہم شعبہ تصوف ہوا فقہ کا علاوہ ظاہرہ سے متعلق رکھنے والا شعبہ ثانوی درجہ رکھتا ہے۔ علمِ باطن کی اہمیت کے پیش نظر فقہ کے اس شعبہ کا مستقل نام "تصوف" رکھ دیا گیا مگر بے علم مولویوں نے تصوف کو فقہ کے مفہوم سے الٹا دیا یا کہ فقہ کے لفظ میں تصوف کی طرف کسی قسم کے انتفاع کی کوئی بھی گنجائش نہ چھوڑی۔

غرضیکہ تصوف کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ اعمالِ باطن سے متعلق علم حاصل

کیا جائے اور اس کی ضرورت قرآن و حدیث، فقہ اور عقل سے ثابت ہو چکی ————— بانی مصلح کا کام صرف یہ رہ جاتا ہے کہ وہ کسی شخص میں مرض کی تشخیص کر کے نسخہ تجویز کر دیتا ہے، مرض اور علاج تو مفہوم صحت ہے، مرض کی تشخیص اور نسخہ کی تجویز مصلح کرتا ہے۔ اس کے علاوہ مصلح بعض ایسی تدابیر اختیار کرتا ہے جن کا تعلق فراموشی اور تجربہ سے ہے۔ چونکہ ان تدابیر کو مقصود نہیں سمجھا جلتا بلکہ ذریعہ مقصود (اصلاح باطن) ہیں اس لئے ان تدابیر کا ثبوت قرآن و حدیث سے ضروری نہ رہا۔

ایسے بے فکر مولویوں کو اگر کوئی اصلاح باطن کا مشورہ دیتا ہے تو ان کا نفس امارہ یہ عذر پیش کرتا ہے کہ باطن کوئی بزرگ ایسا نہیں کہ اس سے اصلاح کرائی جائے، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حضرت درویش رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

بہ کم جو تشنگی آرد بہست و نہ تا جو شہ آب از بالا بہست

معالج نہ ملنے کی شکایت اس کی دلیل ہے کہ علاج کی فکر نہیں اور مرض کو مرض نہیں سمجھا جا رہا، امراض جسمانیہ کے علاج کی نوعیت یہ حالت ہے کہ ذرا سا بہت میں درد ہو تو ہر شخص معالج نظر آنے لگتا ہے مگر آخرت کی فکر نہیں اس لئے معالج نہ ملنے کی شکایت کی جاتی ہے۔ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف غم کی نسبت سنو گی کہ امراض باطنہ تو پیدا فرمادیتے مگر معالج کوئی بھی پیدا نہیں فرمایا یا دلیل میری کہ آخرت کی تباہی کے اسباب پیدا فرمادیتے مگر ان سے نجات حاصل کرنے کی کوئی سبیل پیدا نہ فرمائی، اگر یوں کہا جائے کہ جب امراض باطنہ کا علاج قرآن و حدیث میں موجود ہے تو علماء اپنا علاج خود ہی کر سکتے ہیں کسی کے ساتھ علاج تعلق رکھنے کی ضرورت نہیں، یہ خیال اس لئے صحیح نہیں کہ اولاً قرآن و حدیث میں سہ لکھنوں کو صرف بن فتن ہی جانتے ہیں دوسرے علماء کی دہلیا ٹنگ دماغی نہیں۔ ثانیاً جیسے امراض جسمانیہ کا علاج صرف کتب طب کے مطالعہ سے نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے لئے کسی ماہر فن کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے، اسی طرح امراض باطنہ کا علاج بھی بزرگ صحبت کامل کے نہیں ہو سکتا، ضرورت صحبت پر مزید دلیل بندہ کی کتاب ارشاد اللہ تعالیٰ ہی میں ملے گی کہ میں نے گورجی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فکر آخرت اور شوق دین کی نعمت سے نوازیں۔ نفس و شیطان کے مکار پد سے اپنی حفاظت میں رکھیں۔ تعظا۔ واللہ العلیم

۱۵ جمادی الثانیہ سنہ ۱۴۰۰ ہجری

حضرت علی حسن بھری کی ملاقات اور حضرت علی سے باطنی مسائل کی ابتداء کی حکمت

سوال: بعض حضرات سے دعویٰ ہوا ہے کہ حضرت حسن بھری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی ملاقات

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نہیں ہوئی لیکن سلسلہ چشتیہ میں یہ لکھا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے پیر اور شاگرد تھے اور اس کی بھی دہ قرآن فرمایا کہ صرف تعشید پر سلسلہ کے سربانی تمام سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شریعت ہوئے ہیں، دونوں باتوں کا جواب تفصیل سے تحریر فرمائیں۔ آمین و الحمد للہ

الجواب باسمہم السلام علیہم الصلوٰۃ علیہم

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے (تذیب المتذیب) کسی صحابی کی کوئی بڑی فضیلت دوسرے صحابی کی مطلق فضیلت سے سنائی نہیں چنانچہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مطلق فضیلت ہوئی ہے باوجود تفسیر کی فضیلت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اور کثرت روایت حدیث کی فضیلت حضرت ابو ہریرہ انس، عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ہے اسی طرح ائمہ اہل علم باطن کی جزئی فضیلت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہے۔ مشہور روایت انعامیۃ العلوم دہلویؒ بلحاظ میں شاید یہی مراد ہو اس کی ایک نقل دیکھیں ہے وہ یہ کہ زادہ و متغلا باطنی کے لئے خاص مناسب اور مزاج شناسی ضروری ہے اور یہ امر کسی شخص خصوصاً پروردگار کے پیروں میں زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ حفظہ و الترتیب لے علم

احمدی الاخرہ سنہ ۸۹ھ

شیخ کاہل کی علامات

سوالہ: کسی متبع سنت شیخ کا مس کی علامات اور اس کی پہچان کیا ہے۔ کیا شیخ اور ان کے مریدین کے لئے اتباع شریعت ضروری ہے اور کیا شریعت پر چلنے کے علاوہ بھی معرفت حاصل ہو سکتی ہے؟ کیا اصلاح باطن اور تزکیہ نفس اتباع شریعت کے علاوہ حاصل نہیں ہو سکتا یا دونوں چیزیں اتباع شریعت اور شریعت پر پورا پورا عمل کرنے کی پرستش ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ شریعت اور سنت دونوں چیزیں ملحدہ و جلیدہ ہیں۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا فیصلہ ہے؟ آمین و الحمد للہ

الجواب باسمہم السلام علیہم الصلوٰۃ علیہم

شیخ کاہل کی علامات یہ ہیں :

(۱) وہ زندگی کے ہر شعبہ میں پورے طور پر متبع سنت ہو اور اپنے متبعین و مریدین کو بھی ہر معاملہ میں اتباع سنت کی تلقین دلائیے کرنا ہو۔

مذہب ان کی اپنی تعین منہج حضرت علی سے حسن بصری کا نسخہ لے کر ہے۔ ۱۲

(۲) امر اور اعتناء کی بجائے عمل اور طاعت علیٰ اس کی طاعت زیادہ مطلوب ہوں اور اس سے عقیدت رکھتے ہوں۔

(۳) اس کے پاس جیٹھے سے اللہ تعالیٰ کی یہ ذاتِ آفرین کی نگر اور دنیا سے بے تعلقی پیدا ہو۔

(۴) ایسے ساتھ اصلاحی تعلق رکھنے والوں کی اکثریت ظاہر و باطن شریعت کی پابند ہو۔

امتیاز شریعت کے ساتھ کہ نفس و اصلاح باطن کی ہرگز ہرگز کوئی صورت ممکن نہیں قالہ

اللہ تعالیٰ قلنا انکم کثر عتبتون اللہ فاقبلوا حبیبکم اللہ ویخیر لکم ذلک واللہ غفور حمید

وقال تعالیٰ وان هذا صراط مستقیم فاتبعوا صراط المستقیم فغفر لکم سبیلکم۔ جو شخص

سوغت و طریقت کو شریعت سے الگ قرار دیتا ہے وہ لحد، بے دین اور زندقہ ہی ہے حکومتِ اسلامیہ

پرفرض ہے کہ اس کے نفس کا حکم دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

غزوہٴ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ

کرامت کی پہچان

سوال: کرامت کی صحیح تعریف کیا ہے۔ کیا ہر عجوبہ کرامت ہے؟ امینو تو جودا

الجواب: باسم ملہم القبول

کرامت ایسے کام کو کہتے ہیں جو کسی پابندِ شریعت اور مکمل مسیحِ سنت و لی اللہ سے بطور غریز

عادت صادر ہو۔ جو شخص مکمل طور پر شریعت کا پابند نہ ہو وہ اگر کوئی عجوبہ دکھائے تو وہ کرامت نہیں

بلکہ مستعارِ راجح و محرم یا سحر و جادو وغیرہ ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰ صفر سنہ ۱۴۲۸ھ بحسری

شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت

سوال: تصوف کی اصطلاحات شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کا کیا مطلب ہے؟

کیا ہر چیز شریعت سے الگ ہیں؟ وضاحت سے تحریر فرمائیں۔ امینو تو جودا

الجواب: باسم ملہم القبول

شریعت احکام ظاہرہ و باطنہ کا مجموعہ ہے اور طریقت صرف احکام باطنہ کو کہاجاتا ہے

اس لئے حقیقت شریعت سے الگ کوئی چیز نہیں بلکہ شریعت ہی کا ایک شعبہ ہے۔ شریعت کے

تمام احکام ظاہرہ و باطنہ کے کامل اتباع کی بدولت بعض حقائق تکوینیہ و تشریعیہ کا انکشاف

ہوتا ہے یہ حقیقت ہے۔ شریعت کے اتباع اور علوم کے انکشافات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ

معرفت و محبت میں اضافہ ہوتا ہے سے معرفت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بعض اصطلاحات کے گرداب سے نکال کر اپنی معرفت و محبت عطا فرمائیں، آمین فقط واللہ تعالیٰ اعلم
مرحوم فقہ مجدد سنہ ۹۶ ہجری

جمال اکبر

سوال : عام طور پر مشہور ہے کہ صوفیہ کرام مجاہد نفس کو مجاہد اکبر کہتے ہیں۔ کیا اس کا قرآن و حدیث سے کوئی ثبوت ہے؟ یتوا تو جروا

الْبُحْبُوبُ بِاسْمِ اللَّهِ الْغُثُوبُ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن من عذبة نفس التي بين جنبتين أخرجه
بسم الله (مختار الحقائق)

وقال صلى الله عليه وسلم أفضأ خلق من جاهد نفسه : روزه لغو زوار وسجد آخر سج
الذي هو من جاهد نفسه الله تعالى عنه قال قتاد بن ربعي عن النبي صلى الله عليه وسلم قوله عز وجل فقال
قال : ثم جاهد مقدم من الجهاد لا صغيره الجهاد لا أكبره جاهد نفسه لا جاهد غيره (مختار الحقائق)
والله اعلم بالصواب والحمد لله رب العالمين

قد رجحنا من جاهد الا صغيره بانمي انور حسار اكبر

ان خصوص کے علاوہ ویسے بھی ظاہر ہے کہ کفار کے ساتھ جہاد سے صلی مقصد حفاظت دین ہے اور وہ مجاہد نفس و مخالفت ہوئی پر موقوف ہے۔ فقہ موافقت کے لئے امر
حدیث کو روایت نہیں، مگر تحقیق تکمیل کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ
مرحوم فقہ مجدد سنہ ۹۶ ہجری

صاحب نسبت کی تعریف

بعض بزرگوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ صاحب نسبت ہیں۔ کیا یہ مطلب ہے؟ یتوا تو جروا

الْبُحْبُوبُ بِاسْمِ اللَّهِ الْغُثُوبُ

ہر مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے شمار نسبتیں ہیں۔ مثلاً وہ خالق ہم مخلوق، وہ رفیق ہم مرزوق، وہ قادر ہم مقدر، وہ مکتون ہم مکئون وغیرہ۔ ان نسبتوں کے استحضار اور ایجاب شریعت کی بدولت انسان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص مخلوق پیدا ہو جاتا ہے اس کو اصطلاح صوفیہ میں نسبت کہا جاتا ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہ نے نسبت کی تعریف بالآزیم میں فرمائی ہے کہ لازم طاعت و کثرت ذکر جس شخص کو یہ دو امور حاصل ہو جائیں اسے صاحب نسبت کہتے ہیں، اللہ

اجعلنا منهم ائمة يذبحونهم - فقطه واليه تعالى عزم

۲۰. پچھلے سال سے ۴۰ فیصد

تشریح حال و مقام :

بعض بزرگوں سے سنا ہے کہ نکال صاحبِ حال ہے، سن سے کیا مراد ہے؟ بیٹھا تو جرو!

الجَوَلُ بِاسْمِ مَا هُوَ الضَّوْبُ

در تہیقہ حال و مقام و متغای اصفا میں ہے : انہو نے تمکاسب و الارواح و مواہب

یعنی مقام وہ مکہ کا ہے جو کسب و بہ منت سے حاصل ہوا ہو۔۔۔ سے مومنوں کو بتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ کا
 دین ہے، اور مال بلا اختیار پیدا ہونے والے اور خلق کو کما جاتا ہے جو اکثر زانی ہوتا ہے، کہ اللہ تعالیٰ
 اوس دن اپنے عبادتوں کو، مقام کا سامنا کرتے ہوئے ہوتا ہے عوام سے اپنے امت کو بھی رہتے ہیں اور
 ان کے خلق پر بھی ظاہر ہوتا ہے، کہ اقبال کا عارف الہی رہا تھا اللہ سے

حالی چون جلوہ ست زان نایب اعروس
وہیں مقام آں خلوت آمد بہ عروس

جلوه بیند شاه و غیر شاه نیز . دقت خلوت نیست جز شاه عزیز

جسوه کرده عام و خاصه را بحسب دس خلوت اندر شاه باشد با عسروس

ہست بسیار اہل حال و رفیع فیاض ثناء دست اہل مقام و اندر میاں

بسیار وقت حاضری بالعموم، بل انہم انشائیں المقام بھی استعمال ہوتا ہے۔ لفظ اللہ تعالیٰ علم،

۳۰. مع الاول منه ۴۰ عکبری

حضرت علی سے حسن بصری کا استفادہ

سوال: کہتے ہیں کہ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اس کی موت نہ ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی موت کو ثابت نہیں کیا۔ اس کی موت کی سلسلہ مشیت الہیہ کا منقطع لازم آتا ہے، اس لیے کہ اگر اس پر ذرا تفصیل سے روشنی ڈال کر مسلمان فرما دیں گے، والا جرحۃ اللہ العظمیٰ۔

الْحَيَوِيُّ بِاسْمِهِ وَالْقَصِيرِيُّ

روایات ذیل سے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلق و جامع ثنائی ہے۔

١ قال ابن سعد (الرحمن البصري) استنسخ من خلافة عمر رضي الله تعالى عنه وإنشأ

بِرَأْيِ الْقُرَى وَبِأَنْ فَصِيحُوا رَأْيَ طَلِبَا (تَقْدِيمُ بَابِ التَّحْقِيقِ)

④ روی سخن ابی بن کعب و سعد بن عبادہ و عمر بن الخطابؓ نے ہم پر کیا کہ ہم دین تو بہت دیکھ رہے ہیں

باب عرولی و حرقه و عثمان ابی الی العالی معقل بن سنان و لویسم منهم و حرقه عثمان و علی لم (تقدیر یحذف) (ب)

اگر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت یہوں سماع ہوتی تو یہاں بھی عدم سماع کی تصریح ہوتی۔

[illegible]

(۱) عونتاده والله واحد ثناء الحسن علي بن ابي طالب (عليه السلام) مشافهمه (عليه السلام) المشافهمه

(۲) حدیث شریف ازین روایت عن ابیہ قال ما حدثت الحسن بن احمد عن ابيہ عن الفضل بن عسافہ (رحمۃ اللہ علیہما) :

[illegible]

(۳) قال علی بن ابدی عن ابریر علیا (ان کان بالمدینۃ هو غلام) (قضاء علی بن ابریر)

⑤ وقيل ان الحسن محبوب عليا وهذا باطل لأن أهل المعرفة قارهم متفقون على ان الحسن لم يلقه عليا وإنما أخذ عن أصحاب علي، أخذ عن الأصناف بن قيس وقيس بن عباد وقيل هاشم بن علي و
عبد الله بن رواح أهل المعصية (منهم من السنة حذرا)

روزانہ نفعی کے جوابات

(۱) پہلے دور روایتوں میں تفسیر کے لئے راوی کی نفی نہیں، مطلقاً تفسیر کے لئے نہیں۔

(۲) روایات ثابت ہیں کہ حضرت مسیحی علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم میری جگہ پر جاؤ اور میری جگہ پر جاؤ۔ لہذا انکار و سلب عدم مطر بہی ہے۔

(۳) اصول فقہی یا اثباتی راجع ہے

(۳) پانچویں، روایت میں مطلقاً لکھا، وصحبت کی لغوی تفسیر نہیں بلکہ تعارضی معنی مقصود ہے۔ لفظ تفسیر معانی الامثال و الاشارات بخلاف چنانچہ روایت دہلی میں مذکور ہے کہ مدینہ منورہ میں جبکہ دولت وجود ہو چلا تو نبی کریم ﷺ نے کئے بلو اور عدم روایت کا محل صرف یہی ہو سکتا ہے کہ روایت غریبہ کی لغوی تفسیر ہے، اس روایت میں لفظ غلام کا درج نہیں، اس لئے کہ غلام شخص بالغ و عاقل نہیں، آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شہادت سے دو سال قبل پیدا ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے انتقال الی الکونین کے زمانہ میں آپ کا بیٹا یا بھائی بن چکے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے زمانہ میں وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور مدینہ منورہ میں شہید ہوئے، اور مدینہ منورہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ سے کوئی دن فاصلہ نہیں رہا، اس حساب سے اس وقت حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی عمر حدود ۲۵ برس تھی۔ حریص علی الخیر ہوئے، جو خود اپنی عمر بیک

ایک ہی مقام میں ہوتے ہوئے ہم لغاء و عدم سوانح بہت بعید ہے۔ غرضیکہ آپ کو صحبت طویل حاصل نہیں ہوئی، استفادہ باطن کے لئے اگرچہ بالعموم صحبت طویل ضروری ہے مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔

اگر بالفرض عدم سوانح بھی تسلیم کر لیا جائے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استفادہ بالواسطہ کیا ہوگا، اسی کا اشکال ہے؟ فقط دائرہ تعالیٰ ہمارے، ————— ۵۔ ہمدانی، آخر ص ۷۷۷ مسئلہ وحدۃ الوجود:

سوال: بعض جاہل صوفی ہمدانیت کہتے ہیں اسکا کیا مطلب ہے؟ وضاحت بیان فرمائی، بیوقوفانہ

الجواب: باعص مدھم الاختلاف

”ہمدانیت“ مسئلہ وحدۃ الوجود کا ایک عنوان ہے جو ایسے کہ اصطلاح صوفیہ میں توحید، یقینیت اور نظریات وغیرہ ہیں اس مسئلہ کے مختلف عنوان ہیں۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ ہدف تعالیٰ کا وجود کامل ہے اور اس کے مقابلہ میں تمام مخلوقات کا وجود ناقص ہے کہ کمال عدم ہے، عام بخاورہ میں کامل کے مقابلہ میں ناقص کو معدوم سے تعبیر کیا جاتا ہے جیسے کسی بہت بڑے مالک کے مقابلہ میں معمولی غلام یا بندہ کو یا کسی شہر کے مقابلہ میں معمولی شخص کو کہا جاتا ہے کہ یہ تو نیچے سامنے کچھ ہیں نہیں، حالانکہ انکی ذات اور صفات موجود ہیں مگر کامل کے مقابلہ میں انھیں معدوم قرار دیا جاتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے وجود کامل کے سامنے تمام مخلوق کے وجود کو حضرت صوفیہ معدوم قرار دیتے ہیں، حضرت شیخ سعدی نے دو مثالوں سے اسکی خوب وضاحت فرمائی ہے، ارشاد ہے ۷

مگر دیدہ باشی کہ در باغ و راز	بتا بہ شب کر کے چوں چسوار
یکے گفتش اسے مرگ شب فرد	چہ بود کہ بیرون شبائی روز
بہیں کا نشیں کر ملک خاک زاد	جواب از سر و دشمنای چہ داد
کہ من روز و شب جز بے صہر انیم	وے پیش خود مشیہ پیدا نیم

دوسری مثال بیان فرماتے ہیں ۸

یکے قطره از ابر نیساں چکید	نخن مشہ چو پشائے دریا بدید
کہ چائیکہ دریا مست من یکستم!	گر ادرست حقا کہ من نیمستم!
بہر چہ ہستم از ان کمتر نہ	کہ باہمتش نام ہستی بزد

تقریباً اسے معلوم ہوا کہ وحدۃ الوجود کے یہ معنی نہیں کہ سب مخلوقات کا وجود اللہ تعالیٰ کے وجود سے متحد ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وجود کامل صرف واحد ہے، بقیہ موجودات کا عدم ہی ”ہمدانیت“ کا بھی یہی معنوم ہے جیسے کہ کوئی بادشاہ کے دربار میں درخواست پیش کرے، بادشاہ اسے جھوٹے حکام کی زلفت و جوج کا مشورہ دے اور یہ جواب میں کہے کہ حضور آپ ہی سب کچھ ہیں،

تو اسکی مطلب یہ ہے کہ سب حکام آپ سے متحد ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ آپ کے سامنے سب حکام کا عدم ہیں۔
اسی طرح حیثیت اصطلاح صوفیہ میں معنی اعتیاج ہے، اس معنی سے جملہ مخلوق میں عاقی ہے
یعنی ہر ایک مخلوق ہے، پھر کبھی حیثیت میں یہ قید لگا دیتے ہیں کہ اس اعتیاج کی معرفت بھی ہو، اس
معنی سے صرف عبادت کے لئے حیثیت ثابت کرتے ہیں پھر بعض اوقات ایک قید مزید بڑھا دیتے ہیں
کہ اس معرفت میں اسقدر استغراق ہو کہ جملہ مخلوق حتیٰ کہ اپنی ذات کی طرف بھی التفات نہ رہے
وہذا المعنی قال العارف الرومی رحمہ اللہ تعالیٰ سے

آں یکے را روئے او شد سوئے دوست وہیں یکے را روئے او خود درئے دوست
جاہل صوفیوں کے فتنہ سے اُمت کی حفاظت کے لئے اہل اوصاف نے وحدۃ الوجود کی اصطلاح کو
وحدۃ الشہود سے بدل دیا ہے، ہمیں فتنہ کا خطرہ نہیں، کیونکہ ہمیں خبر ہے کہ وجود کی نفی نہیں بلکہ سکا
نہوم یہ ہے کہ جملہ موجودات میں سے شہود اور التفات صرف ایک ذات کی طرف ہے۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۵ جمادی ۱۴۰۹ھ

تشریح فناء و بقا :

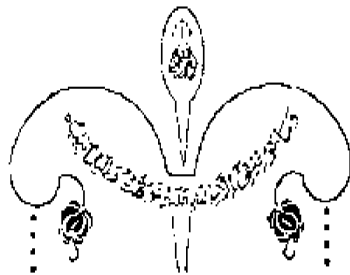
سوال : مقام فنا کے کیا معنی ہیں ؟ جنو ۱۹۰

الجواب : باسمہ ملحدہ اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے غلبہ شہود کی وجہ سے اپنی ذات وصفات سے بے خبری کو
فناء کہتے ہیں۔ فنا وصفات کو قرب فرائض : اور فنا ذات کو قرب فرائض ہی جاتا ہے۔ چونکہ
حدیث قدسیؑ و ما جزل عبدی یتغرب الی بالنوازل حتیٰ احببتہ فانما احببتہ کنت صفحۃ الذی
یسعہ بہ وہو ذی الہی بصر بہ وید : ۲ الفی یطش بھا ورجلہ الفی یشی بھا (رواہ البخاری) میں
فنا صفات کو قرب بالنوازل پر مرتب کیا گیا ہے۔ اسے سونہ اس درجہ کو قرب فرائض کہتے ہیں، اور
فرائض کا دوسرا نوازل سے زیادہ ہے۔ چنانچہ اسی حدیث کے شروع میں ہے و ما تغرب الی عبدی
یعنی احب الی صفا لغرضت علیہ : ۱ اسلئے فنا ذات کو جو کہ افضل ہو فنا صفات سے قرب فرائض کہتے ہیں
پھر اس فنا کا بھی علم نہ ہے تو یہ فنا فنا ہے جیسے : نام اپنی قوم سے بھی بے خبر
ہوتا ہے۔ بعض حضرات بقا یعنی فنا سے افادہ کو فنا الفناء کہتے ہیں :

فناء و بقا : ایک اور معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ زوال و زائل کو فنا اور حدوث
فضائل کو بقا کہا جاتا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۶ جمادی ۱۴۰۹ھ



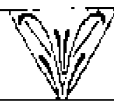
فکر آن باشد که بشاید رے
را و آل باشد که پیش آوریم



اِسْتِیْنَا سُرُ اِحْبَدُ

بشرح

فضل العالم علی العابد





وَجِبْ تَالِيفٌ

ایک مرتبہ لاہور کے سفر میں جامعہ امستثنیہ میں حاضر ہوئی وہاں کے ایک عالم
فرمانے لگے کہ

”میرے خیال میں علماء کو ذکر و شغل اور نوافل و تکلیفات کی بجائے درج
تدریج اور افتاء و ارشاد میں مشغول رہنا زیادہ ضروری ہے۔“

انھوں نے اپنے اس خیال کی تائید میں حدیث ”فصل العابد علی العابد کفعلی عن اذناک و لہی
بندہ نے عرض کیا کہ جو عالم ذکر و تلاوت وغیرہ عبادتِ نافذ کثرت سے نہیں کرتا وہ اصطلاحاً
شرع میں عالم ہی نہیں ہے۔ شرفِ عالمی نے اس پر کچھ دلائل بیان کر دیے، یہ نقشہ عصر و مغرب
کے درمیان پیش آیا، نماز مغرب کے بعد وہ عالم شریف لائے اور فرمایا کہ

”آپ کے بیان سے متاثر ہو کر میں آج آٹا بہن پڑھ کر آ رہا ہوں۔“

میں نے کراچی واپس آکر سفر کی روئیداد میں یہ نقشہ بھی ذکر کیا، اس وقت کسی صاحب نے
ٹیپ ریکارڈنگ کا کھاتہ، اس میں یہ بیان محفوظ ہو گیا کئی کئی دنوں نے بہت پسند کیا اور اس کی
اشاعت کی ضرورت بیان کی، بعد کو یہی خیال ہوا کہ

”کچھ عید نہیں کہ اللہ تعالیٰ عالم مذکور کی طرح اسے غلط فہمی میں مبتلا دے
علاء کے لئے بھی اسے نافع بنا دیں۔“

چنانچہ میں نے یہ مضمون ٹیپ سے نقل کر دیا، استاد محترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مراد
تعالیٰ کی خدمت میں بغرض اصرار پیش کیا، آپ بہت مسرور ہوئے، اس پر اپنا تاثر تحریر فرمایا
اور فرمایا کہ

”ذرا العلوم کے سب اساتذہ کو جمع کر کے یہ مضمون سنایا جائے۔“ حضرت مفتی صاحب
کی نظر میں اس کی استعدادِ ہیست ثابت ہونے کے بعد اس کی اشاعت کا فیصلہ کیا گیا، اشاعت
قبول فرمائی اور ہم سب کے لئے نافع بنائیں۔ وفعلاً اللہ الجمعۃ لما یجتہد ویرضی العین

یشیل احمد — ۴ صفر ۱۴۰۷ھ

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کاتناشر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مفتی عزیز مہترم مولانا رشید احمد صاحب زادہ ائمہ تعالیٰ فضلًا وکمالًا کا محضون متعلقہ حدیث
فضل العالم علی العابد شوق سے سنا ماشاء اللہ حجت کے اعتبار سے سنگین اور اثر کے اعتبار سے بھیج
یہ حقیقت ہے کہ فقہاء کرام کے دیئے اقوال میں سے ثبات ہوتا ہے کو علم دین کی کتابوں کا
مطالعہ یا درس و تدریس الیٰ اللہ سے افضل ہے ان سے بہت سے اہل علم اس معاملہ میں مبتلا
ہو جاتے ہیں کہ تہجد اور نوافل اور اذکار کو بالکل ترک کر کے سارا وقت تبلیغ و تعلیم میں خرچ کریں، لیکن
نہو حضرات فقہاء و محدثین اور تمام علماء سلف و خلف کا تعالٰیٰ دیکھا جائے تو یہی ثابت ہوتا ہے
کہ ان میں سے کسی نے بھی اہم نوافل تہجد و نیکو اور اہم اذکار کو چھوڑ کر ملکی خدمات کو اختیار نہیں
کیا بلکہ ملکی خدمات کے ساتھ اُوراد و اذکار اور تہجد و نوافل کا سلسلہ بھی برابر جاری رہا ہے۔

میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت امام قاضی ابوالوسف عین اس زمانے میں
جہکدہ قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مامور اور اس کے فرائض کی ادائیگی میں مشغول تھے رات کو نماز
رکعت پڑھتے تھے، جہاں تک مجھے یاد ہے خلاصۃ الفتاویٰ میں کسی جگہ لکھا ہے (دعائے وقت
سرسری تلاش سے ملا نہیں) کہ تعالٰیٰ علماء سلف کا یہ تھا کہ دن کا وقت تو زیادہ تر علمی خدمات
درس و تدریس تبلیغ و تعلیم یا تصنیف و فتویٰ میں صرف کرتے تھے دیگر رات کا بڑا عمل ان کا
نماز تہجد و تلاوت ہی ہوتا تھا اور حقیقت ہے کہ تعلیم و تبلیغ کی خدمت بھی مؤثر و مفید بھی ہوتی ہے
جبکہ تحقیق مع اللہ اور ذکر اللہ کے لازمی اثرات اس میں موجود ہوں۔ واللہ المستعان

بندہ محمد شفیع عطا اللہ

دارالعلوم کراچی نمبر ۱

۱۲
۱۸۵۹



قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضَلَ الْعَالِمُ عَلَى الْعَابِدِ الْفَضْلُ عَلَى آدَمَ آكَمَ

اس حدیث کے پیش نظر بعض علماء اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ اہل علم کو فعلی عبادت کی بجائے علمی مشق سے رکھنا چاہیے، ادا میں سمجھا اور ذکر و شغل وغیرہ میں مشغول ہونا صحیح نہیں، یہ وقت ہم دین کی خدمت و اشاعت میں صرف کرنا افضل ہے مگر یہ محض مخالف اور نفسی شیطان کا کید ہے۔ اس لئے حدیث نہ کوہ کی تشریح کی ضرورت پیش آئی۔

اوقایہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ تشریعت کی نظر میں علم کسے کہتے ہیں؟ سو وہ واضح ہو کہ نظر شرع میں علم وہ مقبر ہے کہ میں سے شروع و مضبوط اور تقویٰ و فکر آخرت اور مصاب و کتاب کا استخراج اور دنیا و مافیہا سے زہم اور آخرت کی طرف رغبت پیدا ہو، فرماتے ہیں:

إِنَّمَا يَفْضُلُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ لَا اس سے معلوم ہوا کہ علم سے خشیت پیدا ہوتی ہے
وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا آتَمَّ اللَّهُ دِينَهُ بِالْعِلْمِ وَبِالْحَقِّ
لَا يَكُنْ آتَمَّ حَقًّا بِالْعِلْمِ اس سے ثابت ہوا کہ زیادہ علم زیادہ تقویٰ کی صورت ہے۔ اور منہرہ
وَقَدْ خَرَجَ عَنْ قَوْلِهِمْ فِي زَيْدٍ قَالَ النَّبِيُّ بْنُ نُورٍ ذِي الْعَيْنِ أَنَّ النَّبِيَّ لَيْسَ كُنَّا مَسْلُومًا
مَّا أَوْنِي كَاؤُنْ لَأَسْمَا لَدَا حَقًّا عَظِيمًا وَكَانَ الْخَبَرُ أَنَّهُ دَخَلَ الْجَوْشَنُ وَبَنِي كُنَّا حُرَابَ اللَّهِ
خَيْرٌ لِمَنْ أَحَقَّ وَحَقِّينَ عَمَّا لَمْ يَكُنْ لَدَا الصَّحْبُونَ ۝ ان آیات سے جملہ عملی حقیقت
معلوم ہوئی کہ حیات کو نیا پر نظر رہنا جملہ انوار الشریعہ نظر ہونا لازم ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ
خوایہ اللہ عظیم کا صرف اعتقاد حاصل ہونا علم نہیں بلکہ تحقیق علم کے لئے اسکا استخراج اور
کے مطابق عمل ضروری ہے وَلَا يَتَّقُوا إِلَّا اللَّهَ يَتَّقُونَ سے آئی مزید تاکید فرمادی، لَئِنْ نَافَعْتُ
دُنْيَا بَعَثَ لَكُمْ مَوَاصِلَ كَرَمٍ مَدِينِ تَقْوَى كَمَنْ لَمْ يَكُنْ لِيُجَسِّدِ الْجَسَدَ بِتَحْقِيقِ اسْتَعَارَ
اور چاہا پائے بروائی بچہ نہ کا مصلحتان ہوگا، عقلہ بھی برا مگر علم اور بدیہی ہے کہ تحقیق علم
معرفت خالق ہے۔

فکر ان باشد کہ بحسابہ رہے راہ آن باشد کہ چش ایک شے
اور یہ بھی مسلم ہے کہ کسی چیز کی صفات کی جس حد تک معرفت ہوگی اسی حد تک اسکے آثار بھی نظر
ہوئے۔ پس اللہ تعالیٰ کی مشابہت جلال و جلال کی معرفت کے بعد غلبہ شوق و غلبہ خوف اور ان کے
آثار کا ترتیب لازمی ہے۔ دو مضامین یہ سمجھ لیں کہ تقویٰ اور شہور کیسے حاصل ہوتا ہے؟ اسکی
تفصیل کے ذکر ان کرم نے مختلف مواضع میں متعدد طریق بیان فرمائے ہیں، ارشاد ہے۔

وَأَسْمِعُوا لِلنَّاسِ بَرَاقِ الصُّلْحِ ۖ وَأَعْلَمُوا لِكُلِّ قَوْمٍ بِالْإِشْرَافِ عَلَيْهِمْ ۚ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي يَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۚ

حضرت دومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۵

اُمیت دانی چسبده نماز نیست زانکه از کار از خوشی امت ز نیست

دو تو زنگار از فریخ ادیباک کن
بعد ازین این فود را ادب اک کن

اور نہ دھمن الدینا نام ہے۔ ازلہ حبیب دنیا کا جو شاہن ہے حبیب مال و حبیب جاہ کو۔ پس فرماتے ہیں کہ حبیب مال کا علاج صبر یعنی ترک لذات و مشغولات سے کرو، اسلئے کہ تحصیل لذات کے لئے مال کی ضرورت پڑے گی تو مال کی طلب بڑھے گی، لہذا نفس کو ترک لذت کا حامی بناد تاکہ مال کثیر کی ضرورت نہ پڑے قال ابو جہریؒ

الْبُخْرِيُّ فِي الْغُفْلَةِ أَوْ تَحْلِيلِ شَيْءٍ مِنْ حَبِّ الرِّزَاعِ وَإِنْ تَقَطَّعَ يَنْظُمُ

اور جب ہوا کا علاج نماز سے کرو، اس لئے کہ غلہ میں سراسر بحر و خشک ہے اور نماز کی گرائی کا علاج خشوع یعنی سکونِ قلب ہے، اس طرح کہ اعضا کی حرکات قلب کی حرکات (ذیالِ امارات) کے تابع ہیں، اسلئے نماز میں سکونِ اعضا کی تہذیب (یعنی چلنے پھرنے بونے دیکھنے کھانے پینے سے راحت) اسوقت تک گراں معلوم ہونگی جب تک قلب میں سکون پیدا نہیں ہوگا اور سکونِ قلب (خشوع) حاصل کرنا عطا فیہ بیان فرماتے ہیں کہ اپنے رب سے تقوا اور صواب و کتاب و ہدایہ اور سزا کا مراقبہ کرتے رہا کرو۔

[illegible]

یہ آیت اللہ امی اعظمیؒ اور بکھنور و احسنیہ ایومہ ریہ جیونی و تالہ علیہ و زینہ و زکریا
تو لود و مہجانیہ عن و لیدہ شیلہ ان دونوں آیتوں میں تقویٰ کا امر فرما کر اس کی تحصیل کا
طریقہ بیان فرمایا کہ تمہا است اور اس کی ہونا کہیوں کا مقدمہ کیا کر۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ رَبِّكَمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَرَحَلَكُمْ فِي أَشْوَاجٍ لِيُذَكِّرَ الَّذِينَ لَمْ يَرْجِعُوا إِلَى اللَّهِ أَنَّ إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغُيُوبِ الَّذِي يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ لَا يُدْرِكُهُ الْبَصَرُ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

اِنَّهُ لَنَحْبِ الْفَقِيرِ سَكَنٌ يَدُودٌ اَقْدَمَ يَعْلَمُوْا اِذَا الْعُزَّ مَاتَ الْقُبُوْرُ وَخُفِصَ مَرَاوِي
الْجُحُوْمُ اِنَّ اَعْمَارَهُمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ۝ اس میں مسیح ال کا علاج یہ بیان فرمایا کہ
مشر اور حساب و کتاب کا مراقبہ کیا کرو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تعزیری اور فکر آخرت پیدا کرنے
کے لئے مراقبہ سوت کی تعلیم فرمائی۔

اَلْكَافِرُ رَاۤى مَنۡ اٰذِىْ كُرۡهٍ مِّنۡ لَّدُنۡ اٰتِىَ الْمَوْتِ ۔

تَقَرُّبِ الْمَوْتِ وَالْعِظَاءِ - زَكَاةً وَأَقْرَبَ - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

اِنَّ مَعَكُمْ اللّٰهَ فَكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ اِذَا كَانُوا عَلَيْهِمْ وَلَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا وَلَا يَنْفَعُوهُمْ ۚ اِنَّهُمْ لَمِنْ اَلْوَيْسِ
خٰفِيِيْنَ ۝ اِنَّ يَكُوْنُ لَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْسٌ يَحْمِلُوْنَهُ ۚ وَ اِيَّاكُمْ لَوْ اَنَّكُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ اِنَّ مَعَ اللّٰهِ ذٰلِكَ الْاَمْرُ ۝

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمِعُوا لِقَوْلِیْ ؕ فَاَنْظُرْ لِقَوْلِیْ مَا جِئْتُ لِنَافِعٍ ۚ بِلَا تَنْفَعُ سَیِّئَۃٌ لِّمَنْ یَّعْمَلُ سَیِّئًا ۚ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ ۝ اس آیت میں تعصبی فرقہ کا طریقہ بیان فرمایا کہ صادقین کے ساتھ رہو، پڑھو، سمجھو، کثرتِ صحبت حاصل کریں۔

اَلَا يَنْبَغِي لِرَافِعِ بْنِ خَدِجٍ الْعَدُوْبُ ۝ اِس سے معلوم ہوا کہ کثرت و کراہت سے قلب کو ایسا
در کون ۝ صل ہوتا ہے اور آریہ کریمہ وَالصَّلٰوةُ وَالصَّلٰوةُ کی تفسیر میں بیان

ہوا کہ سکون قلب سے غماز سہل ہو جاتا ہے، جس سے صلب جان فزائل ہوتی ہے جس سے فکر و غم ختم پیدا ہوتی ہے، ﴿وَكُنْ لِلَّهِ خَالِدًا مُّقْتَصِدًا وَذِكْرٌ يُسْمَعُ﴾ یعنی شخص غلوٰت میں نہ ڈرے نہ

اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں۔ اسے اللہ تعالیٰ ایسے قرب سے لہراتے ہیں کہ قیامت کے روز اس کو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ درج کے جیکہ رنگ عازت سے پریشان ہوں گے اور

وَكَيْسِرَ الْمُخَنِيذِينَ ۝ الْبِقَرَاءُ إِلَى كِرَاءِهِ وَجَعَلَتْ لَهُ جُحُورًا

اللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ إِنَّكُمْ تَعْلَمُونَ
رَبُّكُمْ طَرَفَيْنِ الْجَاهِلُونَ لَمْ يُقْبَلُوا مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ

[illegible]

رَاۤ اَتَمَّكَ فَتَبَعْنَا اِيَّاكَ الْوَاخِلَيْنِ هُوَ وَاَسْمٰكُنْ اَوْ بَنِيَّ ۝۱۰
 سے ان پر ایسی رشتہ قلب طاری ہو جاتی ہے کہ اپنے محبوب کی باتیں سن کر ان کے قلوب پر زلزل
 آنے لگتا ہے، اور یہ دل کا خون گر جاتا ہے، رونے لگتے کھڑے ہو جاتے ہیں رونے ہوئے ميسافہ مجھے
 میں گر جاتے ہیں اور آنکھوں سے سیلی اشک جاری ہو جاتی ہے جو اس قدر کثرت سے بہتا ہے
 کہ گو خود آنکھیں ہی سی جا رہی ہیں۔

کوئی نہیں جو یہاں کی لادے خمبر ہے اُسے نیلی اشک تو ہی بہا دے اور محلے
مے اڑ حال خود آگ نیم جزا میں تدر دھم کر تو

محبوب حقیقی نے اپنے عشاق کے مراتب، محاسبہ، کثرتِ ذکر، کثرتِ صلۃ اور قیامِ ایل کا تذکرہ قرآنِ کریم میں بار بار دہرایا ہے، فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا هَؤُلَاءِ فَسُودَ بَالُهُمْ أَتَمْنَوْنَ أَلَّا يُدْعِيَ اللَّهُ لِهِمْ وَلَدًا مَعَهُ وَيَرُدَّهُمْ رَبُّكَ إِلَى عَذَابِ الْغِلْمِ كَمَا كَانُوا

کرتے رہتے ہیں۔

یوں ہی نہ ہو، ان کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال کا حکم
کرتے رہتے ہیں اور اُن سے بہتر کسی کو سناست قبول بھی ہو نہیں پائیں۔
یہ جتنی باتیں کہیں گے، وہ سب سچ ہیں۔

کَلَّا وَاللَّيْلِ وَالنَّجْمِ مَا تَعْبُدُونَ ۝ ذٰلِكَ مَا تَعْبُدُونَ اِلَّا ذَاتَ الْكُرْسِيِّ وَنُفُوسُ ۝
 اس میں اذکارِ اَداءہ کا ذکر ہے۔ اذکارِ اَداءہ کی تعریف و تفسیل شانِ اَداءہ میں تبیین ہے۔ اذکارِ اَداءہ کی یہ بات کہ
 کس شان کے ساتھ ان کے قیام میل کا ذکر فرمایا ہے کہ رات کو بہت کم کی سورت ہے اور جب
 رات قریب آتی ہے تو رات بھر کی عبادت کا محاسبہ کرتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ کچھ بھی
 استیسا اس آیت

عبادت نہ کر سکے۔ عبادت گزار کو کئی اپنی عبادت کا نقص سامنے آتا ہے تو اس پر استغفار کرتے ہیں۔

نیچائی یا رب مری بدکار چوں سے بد ہوئی وہ بھی دوسرا کئی ترے دبار میں مجھ ہوئی
یہ عشق اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے بھی اپنے کو قصور و رازی سمجھتے ہیں۔
ہاں دی دی ہوئی، کسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا
وَدَّ كَذِبًا وَاللَّهُ كَنُيْزًا۔

اَللّٰہِ یٰہٰ اَیُّہَا الَّذِیْ یُنَادِیْنا اَوْ تَعْلَمُوْنَ اَوْ یَعْلَمُوْنَہُمْ وَیَعْلَمُوْنَکُمْ فِی الْخَلْقِ اَللّٰہُمَّ
وَالْاَرْضِ۔ یعنی کثرت ذکر و مراقبہ قدرت میں لگے رہتے ہیں۔

اَمِنْ هُوَ کَانَہُ اَمَّا تَوَاسِعًا اَوْ ذَلِیْمًا تَعْلَمُ الْاَوْفَیَّةَ وَکَانَہُ اَوْفَیَّةً
وَرَبِّہُ اَوْفَیُّ اَمِنْ یَسْتَوِی الْاَلٰہُ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْ یُنَادِیْ یَعْلَمُوْنَ لَمَّا کَانَہُ اَمَّا تَوَاسِعًا
الْاَوْفَیَّةَ ۝ اس میں اہل علم اسے سمجھا ہے جو رات کو خشوع و خضوع اور خوف و ربوبی کی
حالت میں کثرت سے نوافل پڑھے، بلکہ آیت ذیل کے ظاہر سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں
میں غلبہ خشیت، خشوع و خضوع، کثرت ذکر، کثرت نماز ہیں انہیں وہ مومن ہی نہیں۔
اَلَا اِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ اَعْيُنُهُمْ

اَلَا اِنَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَلَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ اَعْيُنُهُمْ اَوْ سَمِعَتْهُ لَغَوْا اَوْ نَسُوا
وَهُمْ اَلَمْ یَسْمَعُوْا اَلَمْ یَلْمِزُوْا اَلَمْ یَلْمِزُوْا اَلَمْ یَلْمِزُوْا اَلَمْ یَلْمِزُوْا اَلَمْ یَلْمِزُوْا اَلَمْ یَلْمِزُوْا
ذُرِّعًا اَوْ فَاہِمًا ۝ ان آیات میں اَمَّا تَوَاسِعًا صہرے، یعنی جب تک صفات سلوک
نہ پائی جائیں گی ایمان کا وجود ہی نہیں ہو سکتا، ان آیات کے ظاہر اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم
سے نہ کہ آج تک وہاں اللہ کے تعالیٰ سے کثرت ذکر و قیام لیل کی فرضیت بلکہ شرط ایسا نہ ہونا
معلوم ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فرض کی دو قسمیں ہیں (۱) ضابطہ فرض (۲) رابطہ فرض
مثلاً شوہر کے ذمہ بیوی کے علاج کے مصارف اور بیوی کے ذمہ شوہر کی خدمت مثلاً
سفر پر میں فرض نہیں، اگر رابطہ کی حیثیت سے یہ ایسا اہم فرض ہے تو یہ ہے کہ اس کو ناہی
کرنے والے شوہر یا بیوی کو زوجیت کے تابع ہی نہیں سمجھا جائے، اگرچہ ضابطہ کی کڑی سے یہ پہلا
بیوی ہیں، اسی طرح ضابطہ کی رو سے اگر ہم کو کوئی شخص مسلمان ہو مگر مسلمان کہلانے کے لئے حق ادا
نہیں کر سکتا تب جسے کاجب رابطہ کے فرائض دینا اگرچہ خشوع و خضوع کثرت ذکر و

قیام میں اکو اکر گیا۔ اس چوری تقریر کا حاصل یہ ہے کہ جب تک مراقبہ و محاسبہ و تضرع و تضرع نہ ہو
کثرت ذکر و قیام میں مشغول نہ ہوگا، اسوقت تک عالم خلاق و درکنار جمیع مسنون میں مسلمان ہو
نہیں رہتا، اب حدیث کا مطلب واضح ہو گیا کہ عالم سے مراد وہ ہے جو تضرع و تضرع میں عالم
ہو اور کامل نمون ہو۔ یعنی کم از کم اتنی عبادت کرتا ہو جو حقیقت علم اور کمال ایمان کے لئے
شرط ہے جس کی تفصیل اور بیان چوتھی و لفظ وہ عالم ہی نہیں بلکہ اس لائق بھی نہیں کہ اسے
نمون کہا جائے اگرچہ حقیقت میں نمون ہو، پس عالم سے مراد وہ شخص ہے جو کم از کم اتنی
عبادت کرتا ہو جو حقیقت علم کے لئے موقوف علیہ ہے اور زیادہ وقت مشاغل علمیہ میں صرف
کرتا ہو اور عابد سے مراد وہ ہے جو درجہ موقوف علیہ سے بھی زیادہ عبادت کرتا ہو اور علم بقدر
ضرورت سے زیادہ حاصل نہ کیا ہو، پس دونوں عالم بھی ہیں اور عابد بھی، فرق اتنا ہے کہ
ایک علم بقدر ضرورت یعنی بقدر فرض میں حاصل کر کے فرض کفایہ کی طرف متوجہ ہوئی جائے
کثرت عبادت میں مشغول ہو جائے اور دوسرے عبادت بقدر ضرورت و جو حقیقت علم کمال کیلئے
کے لئے موقوف علیہ ہے، کرتا ہے اور علم سے فرض کفایہ کا درجہ بھی حاصل کرتا ہے، حقیقت علم
مشکلف ہونیکے لئے دروجہ کی ضرورت ہے۔

درود و رات خود بطور ۱ درود تا پہلی سبز و سرخ و زرد را

اس بارہ کی بدلتا ایسے علوم مشکلف ہوتے ہیں کہ عقل خیرہ رہ جاتی ہے۔

پہلی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معیار و اوستا

جو لوگ اس مذہب در سے نا آشنا ہیں ان کو حقیقت علم کی کیا خبر ہے

تو نہ دی گئے سیلماں را چہ شناسی زبان مرغ را

آگاہ نہ تپ و دون را نشتر چہ زنی رگ جنوں را

ان کو تو خود بدستی محبوب حقیقی کی طرف آئے ہی نہیں دیتی ہے

اے قوم! بچ رفتہ کھائید کھائید مشرقی دریں جاست بیائید بیائید

ایسے لوگوں کے بارے میں حضرت رومی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

صد ہزاراں فضل و ازاد علوم ہاں خود را سے نہ دانایں علوم

ہاں جملہ مہابین ست دایں کہ بدالی سن کیم در یوم دایں

ایہا القرم الذی فی المداویہ کلک ما حصلتہ و سوسہ

حکم نبود الا علو راسه

خدمتِ علم دین کا بمانہ بنا کر مبارک سے ہی چرمانے والوں سے نہیں پوچھتا ہوں کہ کیا وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگی اور آج تک رہائی اُمت کے سلسلہ کا طریقہ عمل ان کی آنکھوں سے اوجھل کر سکتے ہیں؟ آپ لوگ تو بڑے علم خود صرف علمِ حق کے محافظ و تبلیغ ہی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم پر تو مسلح ہونے کے علاوہ حکومت کی ذمہ داریاں بھی تھیں، پھر ان نفوسِ قدسیہ میں جذبہ تبلیغ و مسابقتِ نزاری کس حد تک تھا، یہ چارے وہم و گمان سے بھی خارج ہے۔

وکیف یدرک فی الدنیا حقیقۃ قوم نیامر قتلوا عنہ بالصلو

سنہذا آپ قیامِ یل کس حد تک فرماتے تھے، کرباندہ بیٹے، احیاء ریل فرماتے، پاؤں منور ہو جاتے اور کثرت سے فضل و روزے رکھتے اور ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے، آپ نے یہ خیال کیوں نہ فرمایا کہ کثرتِ نوافل کی بجائے یہ ذات بھی تبلیغِ علم دین اور نظم و اوقاتِ حکومت میں ہی صرف کرنا چاہیے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے چالیس سال تک مسلسل عبادت کے دھڑ سے فجر کی نماز پڑھی، ایک قرآنِ پاک روزانہ ختم فرماتے تھے، علامہ برہان الدین مرغینانی محدثِ ہادیہ نے تیرہ سال تک مسلسل روزہ رکھا اور کسی پر عاہر نہیں چوڑے دیا، کیا آپ کا جذبہ حفاظت و اشاعتِ علم دین ان مقدس استیوں سے بھی بڑھ کر ہے؟ مثالی کے طور پر ان دو بستیوں کا ذکر کر دیا، درز اس سلسلہ کے ہر فرد کی یہ کیفیت ہے۔

زفسر فی تاجہ دم ہر کجا کہ سے معزم کوشہ دامن دل میکشد کہ جانی خواست ایک مرتبہ حضرت امام احمد رحمہ اللہ اپنے استاد حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں مہمان ہوئے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی صاحبزادی نے مہمان کی دیگر ضروریات کے ساتھ تنجہ کے وقت رضو کے لئے پانی بھی رکھ دیا، صبح کو جب دیکھا کہ پانی ویسے ہی رکھا ہے تو حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے یوں شکایت کی کہ طالب علم لیں، لحظۃ فی القلۃ "یہ کس کا طریقہ؟" جیسے تہد کی بھی توفیق نہیں ہوئی، ایک جلیل القدر امام کی صاحبزادی کا یہ جملہ مدعیانِ علم کے لئے تازیانہِ عبرت ہے، امام شافعی کے دریافت فرماتے پر امام احمد رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ رات آپ کے ہاں جو کھانا کھایا ہے اس کے انوار اس قدر محسوس ہوئے کہ رات بھر عبادت میں گزری ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت نہیں ہوئی، لہذا رضو کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی، ماضی قریب

میں ہی ایسے رجال گزر رہے ہیں کہ امت مسلمہ پر کوئی دینی یا دنیوی اتنی سی آفت بھی اُنکو پریشان کر دیتی تھی، جس سے ان کی نیند مٹ جاتی اور آرام کاغور ہو جاتا تھا، ایک درد تھا جو کسی وقت چہرے نہ لینے دیتا تھا ان کے جذبہ اشاعت دین کی مدعیانِ شفاعت علم کو تو جو ابھی نہیں گئی، ایک طرف جہاد و عطا و تقویٰ، تبلیغ و اشاعت، تدبیر و افتاء، تصنیف و تالیف کے میدان میں یہ حضرات سباق تھے، دوسری طرف مراقبہ، محاسبہ، کثرت ذکر و شغل و فرائض و قیامیں میں ممتاز اور امراض باطن کے طیب و اذی تھے، ایک جانب بلا واسطہ علم نبوت حاصل کرنے والے مبراہین شاگرد اور موعظ و ملفوظات و تصانیف سے مستفید ہونے والے کر و رول افراد اور دوسری جانب ان کے مطب و وفائی سے مستفیاب ہونے والے اور نور نبوت حاصل کرنے والے ہزاروں کی تعداد میں ہیں، ان حضرات نے فقہ و قرآن، حدیث و فروع فقہ و عقائد، ظاہر و باطن کی ایسی گتھیاں کھلی ہیں کہ مدعیانِ علم و فراست کھانے پر بھی نہ کچھ سکیں، مدعیانِ حفاظت و اشاعت علم ان عشاق کی تبلیغ و اشاعت وین جیسا کوئی ایسا سامان نہ تو پیش کر سکتا ہے

اولئک اسرار فی جنات عدن اذ اجمعتم یا عزیز العجا م

حقیقت یہ ہے کہ حبیبِ ملکِ تعقیق مع اللہ حاصل نہیں ہوتا، اس وقت تک تبلیغ و اشاعت کا فریضہ ادا ہی نہیں ہو سکتا، بالکل غلط ناک صلاحیت یہ ہے کہ علمِ تعقیق کا مدعیانِ علم ذوق اُڑانے لگے ہیں اور اپنے حلقہ اثر کو اس سے روکتے ہیں۔

منعم کنی ز عشق منے لے عشق ز من معذور واد مست کہ تو اور راندہ

خواجه دست پست واد کہ دار و حاضی حاصل خواجہ مجبور بندار نیست

عوام کی انعام کی داغ و آہ انسان کو تباہ کر دیتی ہے، عوام کی عقیدت اور دست بوسی پر مجبور بندار کو ناگوار نظری اور ملک ہے کسی صاحبِ فکر سے تشفی نہیں کر دیتے۔

بنا بھابھ صاحبِ نظر سے گھر خود را بیسی نتوان گشت بقصد بق خیر چند

ہمیں گشت ہے دنیا تم پر دل والے مجر دے ذرا تم بھی تو دیکھو کہ بدتم بھی تو انصر و لے

یہ لوگ بصورتِ علم و بحقیقت جہل کے پیدا نہیں مبتلا ہیں۔

ناز ہے گل کو زانکت یہ چہن میں اسے ذوق اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

یہ علم کی لذت اور اپنی دل کے سوز و گداز کو کیا جانیں۔

مطلب ہے کہ معاشی ظاہر و باطن سے احتراز کیا جائے اور یہ خوف ہے ذکر و فکر اور محاسبہ و مراقبہ کے انجام پر پائیس غرض میں کہ خوف علیہ کی غرض میں ہوگا، ذکر و فکر اور محاسبہ و مراقبہ اور محبت کامل سے مستعدہ درجہ کے مراحض میں سے پہنچنے کی کوشش نہیں ہونی بلکہ معاشی باطن سے اکثر کا تو علم اور اس میں نہیں ہونا کسی مرض کا کچھ احساس ہو بھی تو نسبت پر اس کا استغناء نہیں ہوتا اور استغناء بھی جو اس سے پہنچنے کی فکر اور علاج کا خیال نہیں ہوتا، لہذا ذکر و محاسبہ، مراقبہ اور کسی کافی کی صحبت کا کم از کم وہ درجہ فرض ہے جو معاشی ظاہر و باطن سے حفاظت کے ساتھ میں معاشی باطن سے بھی پاک کر دے، اور ان کی سے تخلیق اور دفع نہ کرے تو یہ کام واجب ہو، اس مقصد میں کامیابی کے بعد بھی ذکر و فکر کے اس طریقہ کا التزام، اس لئے ضروری ہے کہ اس میں خلقت سے احوال کے عوارض کا سخت شطروں سے

مزید پرہیز و ذکر و فکر کے درجہ مذکورہ پر اضافہ بھی لازم ہے اس لئے کہ اس قلب کی صلاحیت راضی ہے، مجبہ و اعلا میں ترقی ہوتی ہے اور محبت و اخلاص میں جس حد تک ترقی ہوگی اسی درجہ میں اعمال کا ابراہ درمردی کو تبلیغ کے ارتقاء میں اضافہ ہوگا اور علم میں گور و تصنیف و تالیف میں برکت ہوگی،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت و مہمان کے بعد اور کچھ کلمے نہیں، سو دلنے والے صاحبزادے رضاعی بیٹے ہیں سے نرا کہ تجربہ سے کوئی جمل احمد کے برابر نشوونما کی زندگی میں موزون کرے وہ عقائد میں جلد نئی نشوونما میں کہ ایک نئے (۵ و ۴۸ گرام) جو جزاؤں کے نصف تک ہیں نہیں پہنچ سکتے، کچھ کے بعد اسلام لانے والے کو بھی ایسی نشوونما کا درجہ اس کے بھی کہ ہے اور غیر صحابی کا درجہ ادنیٰ مقامی سے بھی بہت کم ہے، اس سے بڑھ کر مطلقاً صحابی سے نہایت بہتر کثرت ہی ہد کے علاوہ محبت بھی نوازد، اور کامیابیت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مبارک کی دولت کچھ کتاب میں جو صلاحیت اور محبت و اخلاص تھا وہ ظہور میں نہیں ہو سکتا، اس کا ثابت ہوا کہ قلب کی صلاحیت ہے اور عین اضافہ اور کام میں برکت دہی ہے، لیکن وجہ ہے کہ علماء، عابدین کے کام اور عیش میں جو برکت تھوہ، بدین میں انہیں اور فرقہ و فرقہ مشاہدہ آخرت میں ہوگا، بلکہ ان بصیرت کو اس کا اثر و ثما میں بھی مشاہدہ ہے۔

اللہ عز و جل رحمۃ اللہ علیہ و حب من یحبہ و حب علی یطرب الی حبیبہ ۱۰ اللہم اجعلنا معین

بعید کائناتہ بوالک الحسین

رشید احمد

ہرجا دہی الدولہ شکرہ

- (بقیہ صفحہ ۱۹)
- قرآن سنو
 - قرآن کلمات کبیر می سازش
 - قرآنی لاوجب
 - القول الاظهر فی تحقیق سائے سفر
 - القول السافر من حکم السبوت خلف السافر
 - القول صدوق فی بیح الحقیق
 - القول القصاب لہدایۃ الرقاب (۲ باب)
 - القول الفاضل بین الملک کراخ و الفاسد و الباطل
 - القول المبرور فی کراشہ بین المراد و الملک و الزی
 - القول السبع فی شرح الملک و الباطل و الباطل
 - العقیدۃ المراد بالعرف و الزاد
 - کاغذ کے منافع میں مزدعلی شرکت
 - کاغذی نوٹ ادھر کسی کا حکم
 - گفت مضار می سائے سود و تضاد
 - گفت مختلفہ من حیثۃ اختلاف العلماء
 - القام المہدی فی احکام الخوارج
 - کاغذ قرآنی میں ایک شخص کے دو حصے
 - لغات الصایح فی رکعات التراجع
 - بحال الخوارج لکھنؤ الزمیر
 - مرقع احادیث موصوفہ و ضعیف
 - مسجود قیم کا مشہور طریقہ ثابت نہیں
 - المشرقی علی المشرقی
 - المکتبۃ لسانۃ المجاہدۃ
 - الصایح الخوارزمیہ من غلب الفناء
 - المضامی الجلیلیہ فی صلوۃ القضاہ العاکبۃ
 - معجم معلوم و المکتب لہدایۃ (۲ باب)
 - المقادیر العیاض فی العبادۃ الیہود
 - المقادیر المستفیضۃ للسلک عن حکم العیہ
 - منکرات اہل مدارس و اہل شریعت
 - منکرات تلخیص و فقہاء و سیاست
 - منکرات رمضان و تراویح و عہدین
 - منکرات شادی و طہی
 - منکرات بحاس و حید و بلخیز و واصلین
 - منکرات محرم
 - منکرات مساجد و اوقاف
 - منکرات معاشرو
 - مودودی صاحب ادب و تحریب اسلام
 - العجیہ فی سائے الجحد و العظیہ
 - النذیر العربی عن غلب صلوۃ العیہ
 - نمازیہ میں اغلاط العوام و الخواص
 - نوافل کی جماعت
 - نوٹوں کا سادہ اور ہندی
 - نیل السادۃ بلا تدرار فی الصلوۃ العادۃ
 - نیل الفضیلۃ بسؤال الوسیلۃ
 - نیل الحادۃ بکلی شواہد
 - نیل الخرام بالترام استکوت عند ذلک العلم
 - الوسیۃ الاخوانیہ فی حکم الجماعۃ الثانیۃ
 - وعی الاوقاف علی بنی بنیہ الاوقاف
 - الہدیات الضعیفۃ لشریح
 - الدرا من العلوم الجہدۃ
 - یدایہ امرتاب فی فروعہ الخجائب

محمد احمد کا ”درس قرآن“ پڑھنا جائز نہیں

میں نے نوکرت کو چند روز پہلے یہ اطلاع دی تھی کہ اگر آپ ”درس قرآن“ سے متعلق میری جو برہنہ کا کوئی جواب لکھیں گے یا کسی سے لکھوائیں گے تو میں اس کا کوئی جواب نہیں دوں گا۔

جب انصوں نے پھر اصرار سے کتاب کی اصلاح کرائی کہ قرآن کی تفسیر اور چار مشہور علماء کے نام بھی لکھ دیے تو میرا مقصد یہ تھا کہ اس سے میں نے اس مسئلہ میں کچھ کچھ استفادہ بھی کر دیا۔

لیکن نوکرت نے یہاں پر دھوکا دیا، ان مشہور علماء سے اصلاح کر کے بغیر قرآن شائع کر دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس فقہ سے بچانے کی کوشش جاری رکھنا فرض ہے میری عقل غور کا خلاصہ یہ ہے :

- ① نوکرت عالم نہیں، اس لئے ان کا اپنے نام کے ساتھ مولانا کا لقب نہیں اس سے علیحدگی ہو جائے گی
- ② میں نے ”درس قرآن“ پر تقریفاً لکھنے سے انکار کر دیا تھا اس کے باوجود انصوں نے میرا اعتراض میں شائع کر دیا اور میرے نام سے استہانت کو چند روزوں سے دھوکا دے رہے ہیں۔

③ میں نے تو صرف تفسیر قرآنی سے انکار کیا تھا مگر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الہی صاحب زید مولانا نے تو مجھ سے بھی بڑھ کر کتاب کی اشاعت ہی سے منع فرمایا تھا، اس کے باوجود انصوں نے قرآن شائع کر دیا اور ساتھ مزید جرأت یہ کہ حضرت شیخ الحدیث کا نام بھی شائع کر دیا۔

④ مولانا محمد تقی صاحب عثمانی لکھتے ہیں :

”محمد احمد صاحب نے معقر کو رائے حاصل کرنے کے لئے کتاب یا اس کا مسودہ نہیں بھیجا تھا نہ خطا رائے کے لئے کہا تھا، لیکن کتاب میں میرا نام شائع کر دیا، اس قدر سے نہ رائے کی ضرورت کیا، نہ کبھی کتاب کا ذکر کیا، آنجناب کی طرف سے ”درس قرآن“ پر اعتراضات کے بعد معقر نے متعدد مرتبہ ان سے کہا کہ اگر آپ اس قدر سے واقف رائے دیتے تو حقیر یہ مشورہ دیتا کہ آپ اس کتاب کی تائید کا اقدام نہ کریں“

ابن حضرت کی امانت کا علم بلا تحسین ہو گیا، حکم ہے کہ جملہ رائے بھی روکا ہو۔

⑤ اگر یہ مسئلہ حضرت حکیم (الافتاء) کی سرانجام دہمت میں پیش ہوتا کہ آپ کے سلسلہ کے ایک فہرماہ خلیفہ نے تفسیر لکھی، کئی مشہور علماء نے اس کو اس کی اشاعت سے منع فرمایا، چنانچہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب بھی اس سے منع فرمائے، اپنے نام کے ساتھ ”مولانا“ لکھ کر کتاب

- (بقية صفحہ ١٩)
- قرآن کے کلمات کی پیروی سادش
 - قرآن کا وجوب
 - القول بالآخر فی تحقیق مسافرت السفر
 - القول بالآخر من حکم السبوق خلف السافر
 - القول بالصدق فی بیع الخقوق
 - القول بالصدق لبدایہ الخراب (ایاب)
 - القول بالاصل بین علاج الفاسد والباطل
 - القول بالبرجی فی کرامتہ برج الراد والسنور
 - القول بالبرجی فی شیخ الطبع العلم رب العتقین
 - القیادۃ لمراد العرف لا یزال
 - کایفانہ کے شائع میں مردوں کی شرکت
 - کاندھ کا ٹوٹا ہو کر کسی کا حکم
 - کشف الغیب میں مسافرت مسافر وغیرہ
 - کشف الظن میں حقیقتہ منقول العلماء
 - احکام الہدیٰ فی احکام الخوارج
 - محاسن قربانی میں ایک شخص کے دو حقے
 - لغات المصاریع فی بکرات التراجع
 - بیان التجرید لخال الزہرہ
 - مرتبہ احادیث موضوعہ وضعیفہ
 - مسیح ویمیم کا مشہور حریتہ ثابت نہیں
 - المشرق علی المشرق
 - المغلوۃ لسانہ الخفاۃ
 - المصباح المرقوم علی بعض نذایہ العلماء
 - المشاہیر الجلیلیہ فی صورتہ القوانين الذکیہ
 - معجم علوم وکتب المصنفین ذی مکمل
 - المقادیر البیضاء فی العبادۃ السود
 - المقادیر السقیۃ لکمال عن حکم البیضاء
 - منکرات اہل مدارس وایلی ترتبت
 - منکرات تبلیغ وقفاہ و میاستہ
 - منکرات و مضائق و تراویح و عیدین
 - منکرات شادی و غمی
 - منکرات بحاس وینہ و یمنین و واعظین
 - منکرات محرم
 - منکرات مساجد و اوقاف
 - منکرات معاشرہ
 - مودودی صاحب الذخیر اسلام
 - المنجیہ فی مسائل الجمع والجمعة
 - المنزہ العزیز عن غلاب صبرہ علیہ
 - نماز میں الخواص الخوام و الخوام
 - نوافل کی جماعت
 - نوادر کا مبادلہ و ہندی
 - نیک السعادت بالاعتدال فی الصلوۃ العبادۃ
 - نیل الغنیۃ بسؤال الوسیۃ
 - نیل مادیات النور
 - نیل الخوام بالترام السکوت عنہ ذریۃ الفہم
 - نوصیۃ الاخوان فی حکم الجماعۃ الثانیہ
 - وطن الدخان یعنی بقاء انسان
 - الذی یستحب التضرع
 - الذی یستحب التضرع
 - حیات امرت اب فی قرطیۃ الحجاب

محمد احمد کا ”درس قرآن“ پڑھنا جائز نہیں

میں نے شریعت کو بندہ اور جبریتی پر اطلاع دینی چاہی تھی کہ اگر آپ ”درس قرآن“ سے متعلق میری تحریر کا کوئی جواب لکھیں گے یا کسی سے لکھوائیں گے تو میں اس کا کوئی جواب نہیں دوں گا۔

جب انھوں نے پارلر سے کتاب کی اصلاح کرائی تو قرآن رکھ دی اور چار شہور علماء نے نام بھی لکھ دیا۔
 قومیہ متعدد ہوا اور کیا اس لئے میں نے اس سلسلہ میں کچھ نہیں شائع کیا۔ اہل جہد کریں۔

مگر شریعت نے بڑا وعدہ پورا کر دیا، اب مشہور علماء سے اصلاح کرائے بغیر کتاب شائع کر رہی ہیں۔
 عوام کو اس فتنہ سے بچنے کی کوشش جاری رکھیں (حق ہے، میری بھٹیلتی تحریر کا خلاصہ یہ ہے)۔

① مؤلف عالم نہیں، اس لئے ان کا اپنے نام کے ساتھ مولانا لکھنا جائز نہیں، اس سے عوام کو یہ سمجھ جائے

② میں نے ”درس قرآن“ پر تقریباً لکھنے سے انکار کر دیا تھا اس کے باوجود انھوں نے میرا نام لیا۔

میں شائع کر دیا اور میرے نام سے ہمت کو چند روزوں سے دھوکا دے رہے ہیں۔

③ میں نے تو صرف تعریف ہی سے انکار کیا تھا مگر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

احمد شاہ ظہری اور حضرت مولانا مفتی محمد طاہق انہی صاحب زید مجدد نے تو مجھ سے بھی بڑھ کر کتاب کی

اشاعت ہی سے منع فرمایا تھا، اس کے باوجود انھوں نے کتاب شائع کر دی، ساتھ مزید جرأت یہ کہ

حضرت شیخ الحدیث کا نام بھی شائع کر دیا۔

④ مولانا محمد تقی صاحب عثمانی لکھتے ہیں:

”محمد احمد صاحب نے احقر کو رائے حاصل کرنے کے لئے کتاب یا اس کا سورہ ضحیٰ بھی بھجوا کر انھیں

رائے کے لئے لکھا تھا، لیکن کتاب میں میرا نام شائع کر دیا، احقر نے نہ رائے کی نہ مشورہ کیا، نہ کبھی

کتاب کا ذکر کیا، آج کتاب کی طرف سے ”درس قرآن“ پر اعتراضات کے بعد احقر نے متعدد مرتبہ ان سے کہا کہ

اگر آپ احقر سے واقفہ رائے لینے تو احقر یہ مشورہ دیتا کہ آپ اس کتاب کی تکلیف کا اتمام نہ کریں۔“

ان حضرات کی ممانعت کا علم ہوا جس پر کیا، مگر ہے اور علم رائے بھی دے گا ہو۔

⑤ اگر یہ مسئلہ حضرت حلی (الافتاء قدس سرہ) کی خدمت میں پیش ہوتا کہ آپ کے سلسلہ کے

ایک غیر عالم فقیہ نے تفسیر لکھی، کئی مشہور علماء نے اس کو اس کی اشاعت سے منع فرمایا تو میں حضرت

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب بھی ہیں، مگر اس نے اپنے نام کے ساتھ ”مولانا“ لگا کر کتاب

شائع کردی اور مزید تعلیم یہ کہ کتاب میں اسی علماء کا نام شائع ہو کر نہ ہو، صاف سے امت کو دھوکا بھی دے رہا ہے، اور بعض ایسے علماء کا نام بھی شائع کر دیا ہے جن کو کتب بالاس کا مسودہ دیکھنا تو ہرگز ان کو اس کی خبر تک بھی نہیں دی تو کیا حضرت مصلح الامم قدس سرہ ایسے شخص کو قوبہ اور ان علماء کرام سے معافی مانگئے، ان کتاب کی اشاعت بند کرنے پر مجبور نہ فرماتے؟ اور بصورت انکار سلسلہ سے انفراد کا اعلان نہ فرماتے؟ اور کیا اب سلسلہ کے موجودہ اکابر پر یہ فرض حاکم نہیں ہوتا؟

⑥ اگر ان کا یہ مقدمہ نمبر ۵ میں مذکور تفصیل کے مطابق عدالت شرعیہ میں پیش کیا جائے تو کیا عدالت ایسے شخص کو سبوت لکڑی اور کتاب پر بندش نہیں رکھ سکے گی؟

⑦ سابق مفسل قریب میں یہ وضاحت کر چکے ہوں کہ میں نے اس تحریر سے پہلے وہاں انکو بہت نرمی سے سمجھایا، جو میری بار بار سے کہے ہوئے کے مسئلہ پر ذرا سختی سے کہا تو یہ بہت سخت برہم ہوئے اور اس سے پہلے بددی کو تفسیر عثمانی سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے جب ان سے قبول کی گئی تو قریب نہ وہی تو میں نے علماء کو جاہل مفسرین کے خطرناک فتنہ کی طرف متوجہ کرنا فرما دیا۔

بہرحال اللہ تعالیٰ بندہ کے متوجہ کرنے پر دنیا میں شہور علماء کرام نے اس فتنہ کے خلاف خوب کھل کر کھانا منافع کو بہت سخت تنبیہ فرمائی، علماء سے کتاب کی اصلاح کو اس نے برجمود کر دیا، مگر اس نے طریق اصلاح سے متعلق علماء کی ہدایات قبول کرنے سے انکار کر دیا، علماء کی تحریریں اور لافتناء میں محفوظ ہیں۔

⑧ منافع علماء کی ہدایات سے انحراف کی وجہ سے انتہائی کوشش اور بڑی سے بڑی مالی پیشکش کے باوجود شہرہ و ستم ملنا نہیں سکے، سن ایک کو بھی کتاب کی اصلاح پر آدھ نہیں کر سکا، کسی غیر معروف و غیر ستم عالم کی اصلاحی نظر متبر نہیں، اس لئے اس کتاب کا دیکھنا ہائز نہیں۔

رشید احمد

دہلی، دارالافتاء دارالعلوم آوار

ہجری ۱۴۱۱، ۱۱/۱۱/۱۴۱۱

اس کتاب میں جو زیادہ سے زیادہ شائع کر کے قرآن کو تحریف سے بچانے کا فریاد اور کرسی، غفلت کی صورت میں اللہ کی رحمت اور دنیا و آخرت کے نقاب سے ڈرنا



دوست و غریب سے تمہارا کلمہ
کوئی کلمہ نہیں ہے کہ اس کا اثر ہے
بدلتا

انوار الشیخ

فیہ الصریح شرح الحدیث: مفتی اعظم
حضرت مولانا شیخ الحدیث مولانا محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی

فیہت آروز و بصیرت افزا حالت: ارشادات
جسے علماء سے پیشہ دار کو بھی مذکور علماء نے اتفاقاً
اچھا لکھا دیا اور ہر وقت کے لئے ہے۔
انفادت کیا ہے: اچھا تعلیم دلا

ایچ ایم سی سی پبلیشرز: آریب منڈل کراچی
پاکستان بک ڈپو: کراچی

شائع کردی اور مزید غلط یہ کہ کتاب میں اہل علماء کا نام شائع کر کے ہندو سالی سے امت کو دھوکا بھی دے رہا ہے اور بعض ایسے علماء کا نام بھی شائع کر دیا ہے جن کو کتاب یا اس کا مسودہ دیکھنا تو ہوتا ان کو اس کی خبر تک بھی نہیں دی تو کیا حضرت حلیج الامۃ دس سو ایسے شخص کو تو بہ اور ان علماء کرام سے معافی انگھانہ کتاب کی اشاعت نہ کر کے پرکھیں نہ فراتے؟ اور یہ جو بہت انگارہ مسئلہ سے اجتناب کا احاطہ نہ فرماتے؟ اور کیا اب مسئلہ کے موجودہ اکابر پر یہ فرض عائد نہیں ہوتا؟

⑥ اگر ان کا یہ سند نمبر ۵ میں مذکور تفصیل کے مطابق عدالت شرعیہ میں پیش کیا جائے تو کیا عدالت ایسے شخص کو سخت قہر سے اور کتاب پر بندش نہیں لگائے گی؟

⑦ سچے مستقل قہر سے یہ وضاحت کر چکا ہوں کہ میں نے اس قہر سے پہلے وہاں تک بہت نرمی سے بھگایا اور میری بار بار چہرے کے پرانے کے مسئلہ پر مذاحتی سے کہا تو بہ بہت سخت پرکھ جوئے اور اس سے بے پردگی کو ظہیر عثمانی سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے جب ان سے نبولی کی کوئی توقع نہ تھی تو میں نے علماء کو جاہلی مفسرین کے خطرناک غصہ کی طرف متوجہ کرنا فرض سمجھا۔

یہ محمد اللہ تعالیٰ ہندو کے متوجہ کرنے پر دنیا بھر میں مشہور علماء کرام نے اس غصہ کے خلاف خوب نقل کر رکھا، منافع کو بہت سخت تنبیہ فرمائی، علماء سے کتاب کی اصلاح خوانے پر مجبور کر دیا، مگر اس نے طریق اصلاح سے متعلق علماء کی ہدایات قبول نہ کرنے سے انکار کر دیا، علماء کی تحریریں انرا لفظاً میں محفوظ ہیں۔

⑧ منافع علماء کی ہدایات سے انحراف کی وجہ سے انتہائی کوشش اور بڑی سے بڑی ملامت پیشکش کے باوجود مشہور و قہم علماء میں سے کسی ایک کو بھی کتاب کی اصلاح پر آمادہ نہیں کر سکا، کسی غیر معروف وغیر مسلم عالم کی اصلاحی نظر متنبہ نہیں، اس لئے اس کتاب کا دیکھنا جائز نہیں۔

رشد احمد
دارالافتاء دارالعلوم دہلی
موجودہ ایڈیٹر

اس تنبیہ کو زیادہ سے زیادہ شائع کر کے قرآن کو تحریف سے بچانے کا فرض اور کرم، غفلت کی بصورت میں امت کی گرفت اور دنیا و آخرت کے طالب سے ڈریں۔



دوست دشمن ہستی ہندوستان کا ہر
کون کمال ہے نہیں ستا کر تو نکال دلت
۴۵۰

انوار الشیخ

فتیہ مصر شیخ الحرمیث مفتی اعظم
حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب نعمانی دہلی کے

نصیحت آموز و بصیرت افروز حالات و ارشادات
جسے مطالعہ سے شہسار نور کی زندگی بدل دی ہے انعامِ عظیم
آج کا کہ دنیا ہی میں جنت کے خزانے لے رہی ہیں۔

انعامات کیساتھ پانچ ضخیم جلدیں
ایچ ایم سعید کمپنی آڈیٹ منسٹر لکراچی
پاکستان ہر جگہ